تعارف
مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ایک ہزار
جواہرِ حکمت
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ
کے خطبات، ملفوظات و تالیفات سے انتخاب
مرتب:
مد اسحٰق ملتانی
ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان
www.besturdubooks.wordpress.com

علم وحکمت کا خزانہ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ
کے خطبات، ملفوظات وتالیفات سے انتخاب

مُرتب:
محمد اسحٰق ملتانی
مدیر: ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان

چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 4540513-4519240

ایک ہزار جواہر حکمت

تاریخ اشاعت..........................ربیع الاول ۱۴۲۷ھ
ناشر..........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..........................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ...چوک فوارہ...ملتان — مکتبہ رشیدیہ......راجہ بازار......راولپنڈی
ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی....خیبر بازار......پشاور
مکتبہ سید احمد شہید.........اردو بازار.....لاہور — ادارۃ الانور.........نیو ٹاؤن.........کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ.........اردو بازار.........لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ...جامعہ حسینیہ...علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ.........بلاک زیڈ.........مدینہ ٹاؤن.........بنک موڑ.........فیصل آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

زیر نظر کتاب حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے ارشادات عالیہ ہیں۔ جس کے انتخاب کی ہمیں سعادت حاصل ہوئی ہے۔

عرصہ ہوا یہ بات دل میں آئی کہ حضرت قاری صاحب کے یہ علم وحکمت کے موتی جو مختلف صفحات اور طویل عبارات میں پھیلے ہوئے ہیں ان کو یکجا کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ کیونکہ عام طور پر طویل مضامین پڑھنا عام طبائع کیلئے مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ حقیری کوشش کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کا ایک ایک جملہ بہت قیمتی جوہر ہے۔ ہمارے اکابرین ان کے بے حد مداح اور قدردان تھے۔

اپنے اکابر سے سنا ہے کہ حضرت قاری صاحب جب ملتان تشریف لاتے تو اُستاد العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ ایک عالم کو اُن کے ساتھ کر دیتے کہ حضرت جو فرمائیں اُس کو لکھ لیا جائے۔ اور حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ جب آپ کی تقریر سنتے تو بار بار یہ فرماتے کہ یہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی روح بول رہی ہے۔

بندہ کو حضرت حکیم الاسلام کے کئی بیانات سننے کا شرف نصیب ہوا۔

ایک دفعہ جامعہ اشرفیہ لاہور کی مسجد میں حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا جمعہ سے پہلے بیان ہوا جمعہ کی نماز کے بعد حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کا بیان ہوا۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ کو دیکھا کہ عام مجمع میں بیٹھ کر ایسے غور سے سن رہے تھے کہ جیسے عامی

آدمی حیرت و تعجب سے سنتا ہے۔

ہمارے ایک اُستاد محترم نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت قاری صاحب سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا آپ کا بیان بھی ہے جس پر آپ کو حیرت ہوئی ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ہے۔

وہ یہ کہ ایک دفعہ کراچی میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر میرا بیان تھا سردی کی لمبی راتیں تھیں عشاء کی نماز کے بعد بیان شروع ہوا اور جب صبح کی اذانیں ہونے لگیں تو لوگوں کو علم ہوا کہ صبح ہوگئی ہے۔

ایک دفعہ حضرت کی منامی تقریر (نیند کی حالت میں بیان فرمایا) اور اُس کو ریکارڈ کر لیا گیا طبع ہوئی اور ہم نے اپنے ادارہ سے شائع کی جو ہمارے مطبوعہ "خطبات طیب" میں شامل ہے۔ اس تقریر کو دیکھ کر بہت تعجب ہوا تو بندہ نے حضرت قاری صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب مدظلہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ کوئی ایسی تعجب کی بات نہیں یہ تو ہم نے بکثرت دیکھا ہے کہ حضرت والد صاحب لیٹے اور نیند آئی تو تقریر یا نماز شروع فرمادی اور پورے ربط کے ساتھ اول سے آخر تک یقیناً یہ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی کرامت تھی۔

بہر حال یہ ملفوظات چونکہ بہت سے طویل مضامین سے منتخب کئے گئے ہیں اس لئے اس میں ربط کی کوئی کمی ہوسکتی ہے۔ جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ اگر کوئی صاحب تفصیل دیکھنا چاہیں تو صفحہ نمبر 16 پر اجمالی مآخذ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

الحمد للہ اس سے قبل ادارہ نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی تالیفات

مکتوبات حکیم الاسلام .... دار العلوم دیوبند کی پچاس مثالی شخصیات

خطبات طیب .... تاریخ مقامات مقدسہ (آخری تالیف)

شائع کی ہیں جو کافی مقبول ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس سعی کو محض اپنے فضل سے شرف قبول نصیب فرمائیں۔ آمین

احقر: محمد اسحٰق عفی عنہ..... ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ

نعت رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم شفیع اعظم دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں کوئی ناخدا ہمارا خبر تو عالی مقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوف رہزن زمیں بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن تمہیں محبت سے کام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے خبر تو خیر الانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آ گئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقا تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیب مزار اقدس پہ جا کے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

زندگی کے آخری ایام میں پیش آنے والے جگر خراش اور جانکاہ حادثات نے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے حساس دل کو جس طرح زخمی کیا اس کا حال ان کی زندگی کی اس آخری نعت کے ایک ایک حرف سے عیاں ہے۔

مرقع عقیدت

از حضرت مولانا قاری عبدالعزیز شوقی اسعدی انبالوی رحمۃ اللہ علیہ
بخدمت عالی جناب حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

اے حکیم عالم اسلام! اے شیخ جلیل ذوق علم وفن کی رونق ہے تیرا ذکر جمیل
اے خطیب ملک! اے ملت کے سحبان کبیر حسن رازیؒ و غزالیؒ زینت ابن کثیرؒ
اے مجاہد، اے زعیم قوم، دانائے عظیم! زیب دیتا ہے اگر تجھ کو کہیں فخر کلیم
اے علوم قاسمی کے شارح شیریں ادا ندرت افشا تری کلک ازل کی ہم نوا
اے سریر آرائے بزم مرشد، اے قطب زماں تیرے فیض خاص سے سیراب ہے سارا جہاں
ثانی قاسمؒ ہے، احمدؒ کا جگر پارہ ہے تو ہاں رشیدؒ و اشرفؒ و محمودؒ کا پیارا ہے تو
تو صلاح و خیر کی اقلیم کا ہے تاجدار شوکت تقویٰ تری ہر ہر ادا سے آشکار
تو نے رکھا پرچم اسلاف دنیا میں بلند تجھ پہ نازاں کیوں نہ ہو دارالعلوم دیوبند
تیرے اخلاق کریمانہ کا ہر خاطر اسیر نور باطن سے ترے ہر ذرہ دل مستنیر
نطق کو تیرے میسر قوت روح الامیں فکر تیرا لامکانی سطوتوں کا ہے مکیں
صورت طیب تری آوازۂ طوبیٰ نصیبؑ سیرت اکمل میں ہے اسلاف کا رنگ عجیب
تیری ایمانی فراست روکش اعجاز ہے تیری آنکھوں میں خداوالوں کا ہر انداز ہے

علم تیرا بے نظیر اعمال تیرے بے مثال
شوقی ناکارہ کو تعریف کی ہے کب مجال

مختصر
سوانح حیات

ولادت حکیم الاسلام

جمادی الثانی 1315ھ مطابق جون 1897ء بروز اتوار آپ کی پیدائش ہوئی، آپ کی پیدائش کا مہینہ اور دن تو معلوم ہو گیا لیکن وہ کونسی تاریخ تھی اس کے جاننے کیلئے حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مدظلہ العالی نے بڑی کوشش کی مگر تاریخ پیدائش معلوم نہ ہو سکی، آپ کی پیدائش پر اکابرین دیوبند کو بڑی خوشی حاصل ہوئی، سارے اکابرین نے ان کے حق میں دعائیں دیں اور جب آپ سات سال کے ہوئے تو اکابرین دارالعلوم کو بلا کر ان کی بسم اللہ کی ابتداء کرائی گئی، یہاں پر بھی سارے اکابرین نے ان کے حق میں دعائیں کیں۔ آپ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر حفظ وقرأت اور فارسی وعربی اور دیگر علوم وفنون سے گزرتے ہوئے 1337ھ میں دارالعلوم دیوبند کی درسگاہ عالیہ سے فارغ ہو گئے اور دارالعلوم کے اساتذہ اور اکابرین کی نگاہوں میں مقبولیت کا شرف حاصل فرما لئے۔

درس وتدریس

فراغت کے بعد آپ دارالعلوم میں ایک مدرس کی حیثیت سے رکھے گئے۔ 1337ھ سے 1343ھ تک آپ نے دارالعلوم میں درس وتدریس کی خدمت انجام دی، آپ نے دارالعلوم سے اپنی تعلیم پر کوئی معاوضہ قبول نہیں فرمایا اور فی سبیل اللہ درس دیتے رہے، آپ نے میزان سے لے کر فقہ وحدیث اور تفسیر کی کتابیں بھی پڑھائیں۔ طلباء میں آپ کا درس مقبول رہا، تعلیم وتعلم کے ساتھ اس زمانے کے مشائخ اور مصلحین امت سے بھی آپ کا طبعی لگاؤ رہا، اس زمانے کے اکابرین کے مشورہ کے مطابق حضرت حکیم الامتؒ

سے منسلک رہے اور ان کے مواعظ وملفوظات اور ارشادات کا کثرت سے مطالعہ بھی فرماتے رہے، پھر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی صلاحیت دیکھ کر خلافت کی دولت سے بھی ان کو نواز دیا اس طرح آپ کا ظاہر اور باطن دونوں پاکیزہ بن گیا۔

عہدۂ اہتمام

1343ھ کے اساتذہ اور اکابرین دارالعلوم کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کو مسند اہتمام پر بیٹھایا جائے اور اس کی صورت یہ تجویز ہوئی کہ تعلیمی مشغلہ جاری رکھتے ہوئے ان کو پہلے نیابت اہتمام پر لایا جائے اور ان کو کام کرنے کا موقع دیا جائے تاکہ ان کی انتظامی صلاحیت ابھر کر سامنے آئے اِدھر یہ طے ہو رہا تھا اُدھر حکیم الاسلامؒ کا حال یہ تھا کہ ان ذمہ داریوں کے سر آنے کا ان کے دل میں وہم بھی نہ تھا۔ آپ کی طبیعت درس وتدریس سے مانوس ہو چکی تھی، اس لئے رات دن تعلیمی مشاغل میں مشغول رہتے تھے، جب اہتمام کا مسئلہ ان کے سامنے آیا تو آپ نے بڑے ادب سے اس خدمت سے معذرت پیش کر دی اور عہدۂ اہتمام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میری طبیعت طالب علمانہ ہے، یہ اہتمام کے جھگڑے مجھ سے برداشت نہیں ہوں گے۔

عہدہ اہتمام سے عدم مناسبت

مگر چونکہ آپ کو اہتمام کے کاموں سے طبعی مناسبت نہیں تھی اس لئے تقرر کے باوجود اہتمام سے کوئی دلچسپی نہیں رہی، برائے نام اس خدمت کو انجام دیتے تھے، بقیہ اوقات تعلیم وتعلم میں صرف کرتے تھے، اور بار بار یہ درخواست کرتے تھے کہ مجھے اس خدمت سے معاف فرمایا جائے مگر اکابرین ان کی درخواست منظور نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت حکیم الاسلامؒ سارا کام چھوڑ کر تھانہ بھون چلے گئے اور یہ تحریر لکھ دیئے کہ اہتمام کا کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا، یہ خدمت کسی دوسرے کے سپرد کر دی جائے، حضرت حکیم الاسلامؒ کے اس طریقے سے اکابرین دارالعلوم بہت پریشان ہوئے، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ اور حضرت مولانا اعزاز علی

صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالسمیع صاحبؒ یہ چاروں حضرات تھانہ بھون پہنچے اور حضرت تھانویؒ سے ملاقات کر کے فرمائے کہ حضرت آپ کے یہاں ہمارا ایک چور آیا ہے اور آپ نے اسے پناہ دے رکھی ہے حضرت تھانویؒ کو اس واقعہ کی کوئی خبر نہیں تھی اس لئے انہوں نے پوچھا کہ کیسا چور، اس کا کیا مطلب ہے؟ پھر ان حضرات نے ان کا نام لے کر پورا واقعہ سنایا اور فرمایا کہ یہ تھانہ بھون چلے آئے ہیں اور یہ لکھ کر آئے ہیں کہ مجھ سے اہتمام کے جھگڑے برداشت نہیں ہوں گے لہٰذا یہ عہدہ کسی اور کے سپرد کر دیا جائے، ان حضرات نے حضرت حکیم الامتؒ سے فرمایا کہ حضرت ہم لوگ مدرسہ کس کے سپرد کریں؟ اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ مجھے اس کی کچھ خبر نہیں ہے، پھر حضرت تھانویؒ نے ان کو طلب فرمایا اور مخاطب کر کے کہا کہ تم نے یہ کیسی حرکت کی ہے، سارے کام چھوڑ کر تم یہاں آ گئے، اس پر حضرت حکیم الاسلامؒ نے فرمایا کہ یہ کام مجھ سے نہیں چل سکتا، اس پر ان حضرات نے کہا کہ کیسے نہیں چلے گا جو بھی کچھ ہو، ہم لوگ تم کو زبردستی لے جائیں گے، غرضیکہ کسی طرح یہ حضرات حضرت حکیم الاسلامؒ کو تھانہ بھون سے دیوبند لے آئے، حضرت حکیم الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت میرا عجیب حال تھا، میں اہتمام چاہتا نہیں تھا اور یہ حضرات مانتے نہیں تھے۔

ناگواری کے باوجود عہدہ اہتمام پر کیوں رہے؟

ایک مجلس میں حضرت حکیم الاسلام نے فرمایا کہ اہتمام کے معاملے میں بہت دنوں تک الجھنوں میں مبتلا رہا اور میرا جی اہتمام میں نہیں لگتا تھا، وجہ یہی تھی جب کسی چیز سے طبعی مناسبت نہ ہو اور لوگ زبردستی اس چیز کو دینا چاہیں تو اس سے آدمی کی طبیعت گھبراتی رہتی ہے، حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے اس گھبراہٹ کی حالت میں دو خواب دیکھے، اس کے بعد تھوڑا سا اطمینان ہو گیا، ان دو خوابوں کے بعد حضرت حکیم الاسلام کو سکون ضرور ہوا مگر عدم مناسبت کا سلسلہ آخر عمر تک رہا جیسا کہ میں نے وجہ تالیف و ترتیب میں ایک جگہ آخری عمر میں اہتمام سے گھبراہٹ کا واقعہ لکھا ہے۔

حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات

۶ شوال ۱۴۰۳ھ مطابق 17 جولائی 1983ء کو آپ دنیا سے آخرت کی طرف اس طرح

روانہ ہوگئے کہ سامنے بیٹھنے والوں کو پتہ بھی نہ چل سکا کہ آپ کب روانہ ہوگئے جس طرح حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات ہوئی ہے ایسی وفات بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اولیاء کاملین کی وفات کے سلسلے میں اس قسم کا تذکرہ ملتا ہے مثلاً حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے وضو فرمایا اور دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد آپ لیٹ گئے اور فرمایا۔ آقا کا حکم سر آنکھوں پر، اتنا کہتے ہی آپ کی روح مبارک جسم عنصری سے پرواز کر گئی، آپ نے آہ تک نہیں نکالی، لوگ حیرت کرتے رہے۔ اسی طرح حضرت حکیم الاسلامؒ کی وفات بھی انفرادی اور نرالی انداز سے ہوئی ہے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب دامت برکاتہم وہاں پر موجود تھے، اخیر وقت میں مولانا محمد اسحاق صاحب مالک کتب خانہ رحیمیہ بھی پہنچ گئے تھے، نہ تو آپ پر کسی قسم کی گھبراہٹ تھی اور نہ ہی شور و غل تھا، آپ کی طبیعت ناساز ضرور تھی لیکن کراہنے اور بے چینی کی کیفیت آپ پر طاری نہیں ہوئی تھی، حکیم محمود مرحوم کا علاج چل رہا تھا، آپ چارپائی پر آرام سے سوئے ہوئے تھے جب حکیم محمود صاحب مرحوم تشریف لائے تو حضرت حکیم الاسلامؒ نے فرمایا کہ حکیم صاحب آپ مقامی ہو کر بھی غیر مقامی ہوگئے، حکیم محمود مرحوم کئی دن کے بعد تشریف لائے تھے اس لئے حضرتؒ نے یہ جملہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے حکیم محمود مرحوم کو اپنی بیماری کی کچھ کیفیت بتلائی اس وقت آپ ہوش میں تھے اور باتیں بھی کررہے تھے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو کچھ آرام تھا، حکیم محمود مرحوم نے آپ کی باتیں سننے کے بعد آپ کے پیٹ پر ہاتھ رکھا جس طرح ایک حکیم کسی مریض کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر مرض کی کیفیت معلوم کرتا ہے حکیم محمود مرحوم بھی اسی طرح کررہے تھے، اس کے بعد حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے چند سانس لی تقریباً ڈیڑھ منٹ تک تنفس کا سلسلہ جاری رہا اس کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا، مولانا محمد اسحاق صاحب مالک کتب خانہ رحیمیہ نے فرمایا کہ میں چارپائی کی پائنتی کی طرف بیٹھا ہوا تھا میں نے آپ کے پیر پر ہاتھ رکھا تو آپ کے پیر بالکل ٹھنڈے ہوگئے تھے مگر ان بیٹھنے والوں کو انتقال کی خبر نہیں ہوئی پھر ڈاکٹر شمیم احمد صاحب تشریف لائے انہوں نے آپ کی نبض دیکھ کر آپ کے انتقال کی خبر دی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

مختصر تعارف

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے قلم سے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی دارالعلوم دیوبند کے اس بابرکت دور کی دلکش یادگار تھی جس نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اوران جیسے دوسرے حضرات کا جلوہ جہاں آراء دیکھا تھا۔ جس ہستی کی تعلیم وتربیت میں علم وعمل کے ان مجسم پیکروں نے حصہ لیا ہواس کے اوصاف وکمالات کا ٹھیک ٹھیک ادراک بھی ہم جیسوں کیلئے مشکل ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ حضرت حکیم الاسلام قدس سرہ کے پیکر میں معصومیت، حسن اخلاق اور علم وعمل کے جونمونے ان آنکھوں نے دیکھے ہیں ان کے نقوش دل ودماغ سے محونہیں ہوسکتے۔

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ اوراللہ تعالیٰ نے حکمت دین کی جومعرفت حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کوعطاء فرمائی تھی اس دور میں حضرت قاری صاحب اس کے تنہا وارث تھے حضرنانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کوجن حضرات نے اپنے مزاج ومذاق میں جذب کر کے انہیں شرح وبسط کے ساتھ امت کے سامنے پیش کیا ان میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ کے بعد حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ حضرت قاری صاحب قدس سرہ کوتعلیم سے فراغت کے بعد تدریس وتصنیف کیلئے باقاعدہ وقت بہت کم ملا۔ اورنوعمری ہی میں دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم الشان ادارے کے انتظام وانصرام کی ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر آگئیں۔ ان

ذمہ داریوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسان کو عموماً علمی مشاغل سے دور کر کے اس کی علمی استعداد پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں لیکن حضرت قاری صاحب قدس سرہ کا معاملہ اس لحاظ سے بھی حیرت انگیز تھا۔ انتظامی بکھیڑوں میں مبتلا رہنے کے باوجود ان کا علمی مذاق ہمیشہ تازہ اور ان کی علمی استعداد سدا بہار رہی۔ احقر کے والد ماجد مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ اور حضرت قاری صاحب قدس سرہ بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ اور زندگی کے ہر مرحلے میں ایک دوسرے کے رفیق رہے ہیں دونوں نے دارالعلوم دیوبند میں ساتھ پڑھا ساتھ فارغ ہوئے، ساتھ ہی پڑھانا شروع کیا، دونوں ایک ہی وقت حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ایک ہی ساتھ تھانہ بھون حاضر ہو کر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور تقریباً دونوں کو ساتھ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی طرف سے خلافت عطاء ہوئی۔ ۱۳۴۵ء میں سب سے پہلا حج بھی دونوں نے ساتھ کیا۔ غرض ظاہری تعلیم اور باطنی تربیت سے لے کر سیر و تفریح تک ہر چیز میں دونوں کی رفاقت مثالی رفاقت تھی۔ پھر جب قیام پاکستان کی تحریک شروع ہوئی اور آزادی ہند کے طریق کار سے متعلق علماء دیوبند کے درمیان اختلاف رونما ہوا تو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر بھی حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کی طرف مائل تھا۔ لیکن حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کو عملی سیاست سے بالکل یکسو کر کے ہمہ تن دارالعلوم دیوبند کی خدمت کیلئے وقف کیا ہوا تھا اس لئے یہ نقطہ نظر اسٹیج پر نہ آ سکا۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیام پاکستان کے بعد یہاں تشریف لے آئے اور حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دارالعلوم کی گراں بار ذمہ داری کے پیش نظر دیوبند چھوڑنے کا سوال ہی نہ تھا۔ لیکن یہ بات میں نے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سنی کہ جس روز حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کیلئے روانہ ہوئے اس روز میں دن بھر روتا رہا۔ آپ نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے موقع پر جو تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا اس میں بھی لکھا تھا کہ "تقسیم ملک کے بعد آپ نے پاکستانی قومیت اختیار فرمائی اور یہاں سے ہجرت فرما کر

پاکستان تشریف لے گئے کسی مرنے والے کیلئے بھی اتنا کبھی نہیں رویا تھا جتنا آپ کے فراق پر رویا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر سب گھر والے پریشان ہو گئے تھے کہ آخر کیا حادثہ پیش آ گیا جو اتنا گریہ طاری ہے۔ یہ تعلق کی بناء پر تھا کہ ابتدائے عہد سے ہم رفیق رہے تھے۔"

اس کے بعد سے وہ ہمہ وقتی رفاقت چھوٹ گئی۔ قلب وروح کا رشتہ کسی مرحلے پر نہ ٹوٹا ایک مرتبہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خط میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ "کل یہاں مستحسن صاحب فاروقی کے ساتھ مولوی ظہور احمد صاحب نے میری بھی دعوت کی تھی۔ آپ ہی کے مکان سے متصل منشی بشیر احمد صاحب مرحوم کے مکان میں کھانا کھلایا۔ مکان دیکھ کر مکینوں کی یاد تازہ ہوگئی اور دیر تک اس تصور میں استغراق رہا۔"

یہ لکھنے کے بعد حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے متمم بن نویرہ کے ان اشعار سے تمثل فرمایا کہ

وکنا کندمانی جذیمة حقبة　　من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کانی ومالکا　　لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

قیام پاکستان کے بعد بارہا حضرت قاری صاحب قدس سرہ کراچی تشریف لائے۔ اور یہ ممکن نہیں تھا کہ کراچی تشریف لانے کے بعد آپ دارالعلوم تشریف نہ لائیں چنانچہ ہر بار خدام دارالعلوم کو اپنی شفقتوں سے بہرہ ور فرماتے طلباء اور اساتذہ سے خطاب بھی ہوتا۔ اور پھر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے درمیان جو باغ و بہار مجلس ہوتی اس میں علمی تبادلہ خیال کے علاوہ ماضی کے تذکرے، زمانہ طالب علمی کی یادیں، اساتذہ کے واقعات اور نہ جانے کتنے موضوعات پر گفتگو ہوتی اور ہم خدام کو افادات کا نہ جانے کتنا خزانہ ہاتھ آ جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب قدس سرہ کو تصنیف اور خطابت دونوں میں کمال عطا فرمایا تھا۔ اگرچہ انتظامی مشاغل کے ساتھ سفروں کی کثرت تھی اور یہ سفر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا جزو لازم بن کر رہ گئے تھے۔ حساب لگایا جائے تو عجب نہیں کہ آدھی عمر سفر ہی میں بسر ہوئی ہو، لیکن حیرت ہے کہ اتنی مصروفیات کے باوجود آپ تصنیف و تالیف کا وقت نکال لیتے تھے۔ چنانچہ آپ کی دسیوں تصانیف آپ کے بلند علمی مقام کی شاہد ہیں اور ان کے مطالعہ سے دین کی عظمت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ جہاں تک وعظ و خطابت کا

تعلق ہے اس میں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ بظاہر تقریر کی عوامی مقبولیت کے جو اسباب آج کل ہوا کرتے ہیں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ میں وہ سب مفقود تھے۔ نہ جوش و خروش نہ فقرے چست کرنے کا اندازہ، نہ پر تکلف لسانی، نہ لہجہ اور نہ ترنم اور نہ خطیبانہ ادائیں لیکن اس کے باوجود وعظ اس قدر موثر دلچسپ اور مسحور کن ہوتا تھا کہ اس سے عوام اور اہل علم دونوں یکساں طور پر محظوظ اور مستفید ہوتے تھے۔ مضامین اونچے درجے کے عالمانہ اور عارفانہ لیکن الفاظ و معانی کی ایک نہر سلسبیل تھی جو یکسانی روانی کے ساتھ بہتی اور قلب و دماغ کو نہال کر دیتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منہ سے ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے موتی جھڑ رہے ہیں۔ ان کی تقریر میں سمندر کی طغیانی کے بجائے ایک باوقار دریا کا ٹھہراؤ تھا جو انسان کو زیر و زبر کرنے کے بجائے دھیرے دھیرے اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا تھا۔

حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مخالف فرقوں کی تردید کو اپنی تقریر کا موضوع کبھی نہیں بنایا لیکن نہ جانے کتنے بھٹکے ہوئے لوگوں نے ان کے مواعظ سے ہدایت اور کتنے غلط عقائد و نظریات سے تائب ہوئے۔ لاہور میں ایک صاحب علماء دیوبند کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈہ سے بہت متاثر اور علماء دیوبند سے بری طرح برگشتہ تھے۔ طرح طرح کی بدعات میں مبتلا، بلکہ ان کو کفر ایمان کا معیار قرار دینے والے، اتفاق سے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے اور وہاں ایک مسجد میں آپ کا وعظ کا اعلان ہوا۔ یہ صاحب خود سناتے ہیں کہ میں اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ ان کے وعظ میں اس نیت سے پہنچا کہ انہیں اعتراضات کا نشانہ بناؤں گا اور موقع ملا تو اس مجلس کو خراب کرنے کی کوشش کروں گا لیکن اول تو ابھی تقریر شروع بھی نہ ہوئی تھی کہ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معصوم اور پرنور چہرہ دیکھ کر ہی اپنے عزائم میں زلزلہ سا آ گیا۔ دل نے اندر ہی گواہی دی کہ یہ چہرہ کسی بے ادب، گستاخ یا گمراہ کا نہیں ہوسکتا۔ پھر جب وعظ شروع ہوا اور اس میں دین کے جو حقائق معارف سامنے آئے تو پہلی بار اندازہ ہوا کہ عالم دین کسے کہتے ہیں؟ یہاں تک کہ تقریر کے اختتام تک میں حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آگے موم ہو چکا تھا

میں نے اپنے سابقہ خیالات سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے بزرگان دین کے بارے میں ایسی بدگمانیوں سے نجات عطاء فرمائی۔ برصغیر کا تو شاید ہی کوئی کونہ ایسا ہو کہ جہاں قاری صاحب کی آواز نہ پہنچی ہو۔ اس کے علاوہ افریقہ، یورپ اور امریکہ تک آپ کے وعظ وارشاد کے فیوض پھیلے ہوئے ہیں اور ان سے نہ جانے کتنی زندگیوں میں انقلاب آیا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا منصب اہتمام کوئی معمولی چیز نہ تھی، حضرت قاریؒ نے پچاس سال سے زائد اس منصب کی ذمہ داریوں کی خوش اسلوبی سے نبھایا۔ اس دوران دارالعلوم پر نہ جانے کتنے کٹھن اور نازک دور آئے لیکن حضرت قاری صاحبؒ نے ان تمام جھمیلوں کو نمٹایا اور اپنی ساری زندگی دارالعلوم کی خدمت کیلئے وقف کر دی سخت سے سخت مرحلوں پر بھی انہیں پرسکون ہی دیکھا۔ اجلاس صد سالہ کا ہنگامہ دارالعلوم کے منتظمین کیلئے ایک کڑی آزمائش کی حیثیت رکھتا تھا۔ دیوبند جیسی مختصر جگہ میں لاکھوں افراد کے اجتماع کا انتظام انتہائی مشکل کام تھا کوئی اور ہوتا تو اس موقع پر اس سراسیمگی سے نجات حاصل نہ کر سکتا لیکن ٹھیک اجلاس کے افتتاح کے روز حضرت قاری صاحبؒ کے پاس حاضری ہوئی تو حسب معمول انہیں متبسم اور پرسکون دیکھا چہرے پر تھکن ضرور تھی لیکن گھبراہٹ اور پریشانی نام کو نہ تھی۔

حضرت قاری صاحبؒ کی وفات بلاشبہ پوری امت کیلئے عظیم سانحہ ہے۔ وہ ۴ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ کو ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے تھے۔ حضرت قاری صاحبؒ دارالعلوم دیوبند میں سلف کی آخری یادگار تھے ان کی وفات کسی ایک شخص کی وفات نہیں۔ یہ ایک پورے عہد کا، اس کے مزاج و مذاق کا اور اس کی دل آویز خصوصیات کا خاتمہ ہے اور اس کے سانحے کی ٹیس نہ جانے کب تک دلوں میں تازہ رہے گی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

(پچاس مثالی شخصیات)

اجمالی ماخذ

خطبات حکیم الاسلام ۳۶-۱۸۶

اسلام میں فرقہ واریت کی مذمت ۱۸۷-۲۶۴

مجالس حکیم الاسلام (جلد-۲) ۲۶۵-۲۹۱

مکتوبات حکیم الاسلام ۲۹۴-۳۲۹

تفسیر سورۂ ملک ۳۳۰-۳۴۲

مجالس حکیم الاسلام (جلد اول) ۳۴۳-۳۷۶

عکس تحریر

حکیم الاسلام حضرۃ مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ

گر گزندت رسد ز خلق مرنج

کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خدا داں خلاف دشمن و دوست

کہ دلِ ہر دو در تصرف اوست

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	**کلام خداوندی**	۳۶	۲۲	قرآن کی سند متصل	۴۲
۲	ہدایت کے دو طریقے	۳۶	۲۳	ذکر اللہ روح کائنات	۴۲
۳	علمی و عملی قرآن	۳۶	۲۴	معتدل اور حق راستہ	۴۳
۴	کمالات کا منشاء	۳۶	۲۵	قرآن کریم تعلق مع اللہ کا ذریعہ	۴۳
۵	ضرورت معلمین	۳۷	۲۶	بیت اللہ کی مرکزیت	۴۴
۶	قرآن کریم بہترین وظیفہ	۳۷	۲۷	اصلاح قلب کا نسخہ	۴۴
۷	قرآن کی معجزانہ شان	۳۷	۲۸	تعلیم انبیاء علیہم السلام	۴۴
۸	قرآن کی وسعت اعجاز	۳۷	۲۹	برکت قرآن	۴۴
۹	علم نبوت اور علم حقیقت	۳۸	۳۰	قرآن خیر کے انقلاب کا داعی	۴۵
۱۰	عالم مخلوقات و مشروعات	۳۸	۳۱	ترقی اللہ کے نام میں ہے	۴۵
۱۱	مربی نفس کی ضرورت	۳۹	۳۲	بیان سیرت کا مقصد	۴۶
۱۲	قانون خداوندی	۳۹	۳۳	قرآن اور جذبہ خیر خواہی	۴۶
۱۳	تقاضائے فطرت	۳۹	۳۴	ذکر اللہ کی اہمیت	۴۷
۱۴	معرفت باری تعالیٰ کا مدار عقل و دلائل پر نہیں	۴۰	۳۵	شان بیت اللہ	۴۷
۱۵	یہود نے صرف کتاب کو تھاما	۴۰	۳۶	عظمت و جلالت خداوندی	۴۷
۱۶	نصاریٰ نے صرف شخصیات کو لازم پکڑا	۴۰	۳۷	قانون خداوندی کی وسعت	۴۸
۱۷	کتاب اور شخصیت دونوں کی ضرورت	۴۰	۳۸	ضرورت تزکیہ	۴۸
۱۸	قرآنی لفظ علماء کی وسعت	۴۱	۳۹	حضور عالمگیر شخصیت	۴۸
۱۹	آیات قرآنیہ کی تقسیم	۴۱	۴۰	قرآن روح زندگی	۴۹
۲۰	نجات کا راستہ	۴۱	۴۱	لب و لہجہ کی اہمیت	۴۹
۲۱	قرآنی اسلوب بیان	۴۲	۴۲	قرآن معجزہ بھی کرامت بھی	۵۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
٤٣	زیارت الٰہی کا طریقہ	٥٠
٤٤	تعلیم وتربیت کی ضرورت	٥٠
٤٥	معلم قرآن کی فضیلت	٥١
٤٦	قرآن درس انقلاب	٥١
٤٧	قرآن ہدایت	٥٢
٤٨	قرآن حبل خداوندی	٥٢
٤٩	کلام سے متکلم پر استدلال	٥٢
٥٠	قرآن کریم کی عجیب شان	٥٣
٥١	حفاظت قرآن کے مختلف پہلو	٥٣
٥٢	امین سے امین تک	٥٣
٥٣	قرآن کا آغاز انتہا باعث فرحت	٥٤
٥٤	حفاظت قرآن اور خلفاء ربانی	٥٤
٥٥	نزول قرآن کا مقصد	٥٤
٥٦	تحریف قرآن پوشیدہ نہیں رہ سکتی	٥٤
٥٧	الفاظ قرآن کی برکت واہمیت	٥٥
٥٨	**سیرت**	
٥٩	تکمیل دین اتمام نعمت	٥٦
٦٠	عہد آدم اور عہد رسالت	٥٦
٦١	تکمیل محبت	٥٦
٦٢	قرآن وشریعت	٥٧
٦٣	محبت رسولؐ کا معیار	٥٧
٦٤	منکرین حدیث کی قلابازیاں	٥٧
٦٥	اہمیت اتباع سنت	٥٨
٦٦	تعصبات کی جڑ	٥٨
٦٧	روحانی انقلاب	٥٨
٦٨	مقصد اصلی	٥٩
٦٩	متبع بننے کی ضرورت	٥٩
٧٠	منکر حدیث منکر قرآن ہے	٦٠
٧١	تکمیل دین	٦٠
٧٢	کمال انسانیت	٦٠
٧٣	وزراء نبوت	٦٠
٧٤	ناجی فرقہ	٦١
٧٥	تمام صحابہ معیار حق اور واجب الاطاعت	٦١
٧٦	لطیف نکتہ	٦١
٧٧	طبقہ صحابہ کی فضیلت	٦١
٧٨	معیاری شخصیات کا تاقیامت وجود	٦١
٧٩	شان صحابہ	٦٢
٨٠	صحابہ معیار حق	٦٢
٨١	صحابہ نجوم ہدایت	٦٢
٨٢	صحابہ سے حسن ظن کی ضرورت	٦٣
٨٣	ناقدین صحابہ پہلے اپنی خبر لیں	٦٣
٨٤	ضرورت نبوت	٦٣
٨٥	شان صحابہ	٦٤
٨٦	صحابہ معیار حق	٦٤
٨٧	نجوم ہدایت	٦٥
٨٨	نبوت وملوکیت میں فرق	٦٥
٨٩	منکرین حدیث کام چور جماعت	٦٥
٩٠	عشق فنائیت محض	٦٥
٩١	آفتاب نبوت	٦٦
٩٢	آپؐ کے بغیر راہ نمائی ناممکن	٦٦
٩٣	بشریت انبیاء	٦٦
٩٤	محبت، محنت، عظمت اور متابعت	٦٧
٩٥	نبوت کی عظیم الشان دلیل	٦٧
٩٦	حضورؐ جامع الکمالات	٦٧

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۷	غضب خداوندی پر رحمت کا غلبہ	۶۸	۱۲۴	اہل حق کا معیار	۷۶
۹۸	معجزات وعجائبات نبوت	۶۸	۱۲۵	طبقہ صحابہ کی قرآنی گواہی	۷۷
۹۹	سیرت مقدسہ کا مقصد	۶۸	۱۲۶	صحابہ نجوم ہدایت	۷۷
۱۰۰	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی	۶۹	۱۲۷	میں اور میرے صحابہ	۷۷
۱۰۱	ضرورت انبیاء	۶۹	۱۲۸	صحابہ ہر تنقید سے بالاتر	۷۸
۱۰۲	انبیاء کمال بشریت پر	۶۹	۱۲۹	عصمت انبیاء وعظمت فقہاء	۷۸
۱۰۳	نبوت کا احسان عظیم	۷۰	۱۳۰	فضیلت صحابہؓ	۷۸
۱۰۴	عظمت حدیث	۷۰	۱۳۱	فضیلت صحابہؓ	۷۹
۱۰۵	کیفیات قرآن وحدیث	۷۰	۱۳۲	**جامعیت اسلام**	
۱۰۶	انکار حدیث کی گنجائش نہیں	۷۰	۱۳۳	عمل ایمان کا شاھد	۸۰
۱۰۷	منکرین حدیث کیلئے دو صورتیں	۷۱	۱۳۴	شریعت کا موضوع	۸۰
۱۰۸	بندوں اور اللہ کے درمیان ضرورت واسطہ	۷۱	۱۳۵	قرآن اور اجتہاد	۸۰
۱۰۹	حدیث کے بغیر فہم قرآن ناممکن	۷۱	۱۳۶	شریعت اور اس کا مطالبہ	۸۱
۱۱۰	قرآن حدیث اور فقہ	۷۲	۱۳۷	دین کامل عقل ناقص	۸۱
۱۱۱	صورت فانی سیرت باقی	۷۲	۱۳۸	اسلامی اصول	۸۱
۱۱۲	حقیقی محبت سیرت سے	۷۲	۱۳۹	صراط مستقیم	۸۲
۱۱۳	سیرت ناقابل زوال	۷۳	۱۴۰	بندگان خاص	۸۲
۱۱۴	ختم الرسل دانائے سبل	۷۳	۱۴۱	شان مومن	۸۲
۱۱۵	**صحابہ کرام رضی اللہ عنہم**		۱۴۲	تجویز اور تفویض	۸۲
۱۱۶	قرآن نسخہ اصلاح	۷۴	۱۴۳	قانون اسلام	۸۳
۱۱۷	صحابہ معیار حق	۷۴	۱۴۴	مواخات کی تعریف	۸۳
۱۱۸	جماعت صحابہ کا نور	۷۴	۱۴۵	صحبت اہل اللہ	۸۳
۱۱۹	جزئیات عقیدہ	۷۵	۱۴۶	نیکی اور بدی کے اثرات	۸۳
۱۲۰	عقائد اہل سنت	۷۵	۱۴۷	دولت دنیا	۸۴
۱۲۱	دار النبوۃ اور دار الخلافۃ	۷۵	۱۴۸	نیک اور بد کے اثرات	۸۴
۱۲۲	ناجی فرقہ	۷۵	۱۴۹	دنیا طلبی کی مشکلات	۸۴
۱۲۳	شان صحابہ	۷۶	۱۵۰	کتاب اللہ اور سنت رسول	۸۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۵۱	نجدی اور وجدی	۸۵
۱۵۲	محقق اور کامل کے اوصاف	۸۵
۱۵۳	جلال اور کمال	۸۵
۱۵۴	قانون اور دین میں فرق	۸۶
۱۵۵	اسلام دین فطرت	۸۶
۱۵۶	آیات قرآنیہ جنت ہیں	۸۶
۱۵۷	امت مرحوم کی فضیلت	۸۷
۱۵۸	ولادت کی طرح وفات بھی باعث مسرت	۸۷
۱۵۹	حرام ومشتبہ کمائی سے احتراز	۸۷
۱۶۰	دانش مندی	۸۷
۱۶۱	شرعی اجتہاد	۸۸
۱۶۲	رزق حلال کی برکت	۸۸
۱۶۳	اصلاح میں لقمہ حلال کی افادیت	۸۸
۱۶۴	اسلام دین فطرت	۸۸
۱۶۵	طاعت ومعصیت	۸۸
۱۶۶	انسان اور خلافت رحمٰن	۸۹
۱۶۷	علم وراثت	۸۹
۱۶۸	ہر شریعت کا رنگ تربیت جدا جدا	۸۹
۱۶۹	ضرورت تقلید	۹۰
۱۷۰	اسلاف کی روش	۹۰
۱۷۱	اہل سنت والجماعت	۹۰
۱۷۲	مذہب کے اصول وفروع	۹۱
۱۷۳	فقہ اور اس کے عالمگیر اثرات	۹۱
۱۷۴	اہل سنت والجماعت کی جامعیت	۹۲
۱۷۵	دانشمندی کی بات	۹۲
۱۷۶	باطنی نور	۹۲
۱۷۷	اصول وکلیات شریعت	۹۳
۱۷۸	عدل الٰہی کا تقاضا	۹۳
۱۷۹	فرد کی ذمہ داریاں	۹۴
۱۸۰	شریعت اور اسکے اصول وفروع	۹۴
۱۸۱	شرعی اصول وفروع کا تلازم	۹۴
۱۸۲	صفات الٰہیہ کے اثرات	۹۵
۱۸۳	مقصود اصلی آخرت	۹۵
۱۸۴	عصر حاضر میں نفاذ اسلام	۹۵
۱۸۵	شرعی احتیاط	۹۵
۱۸۶	اسلام کی بے مثل تعلیمات	۹۶
۱۸۷	اکابر دیوبند کا مسلک	۹۷
۱۸۸	مذہب پر عمل کی ضرورت	۹۷
۱۸۹	فرد کی ذمہ داریاں	۹۷
۱۹۰	علم بنیادی ضرورت	۹۷
۱۹۱	اپنی ذات سے اصلاح کی ابتداء	۹۸
۱۹۲	بے جا شکایت	۹۸
۱۹۳	قرآن روح مسلم	۹۸
۱۹۴	ایک حدیث کی تشریح	۹۹
۱۹۵	امت محمدیہ کی فضیلت	۹۹
۱۹۶	مغربی اور اسلامی تمدن	۹۹
۱۹۷	ضرورت قوت	۱۰۰
۱۹۸	کمیونزم کیا ہے	۱۰۰
۱۹۹	صورتیں اور حقائق	۱۰۰
۲۰۰	تکمیل دین	۱۰۱
۲۰۱	دانشمندی کا کام	۱۰۱
۲۰۲	ترک دنیا کا مطلب	۱۰۱
۲۰۳	اتحاد واتفاق	۱۰۲
۲۰۴	تین واجب اطاعتیں	۱۰۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۰۵	مسئلے کی خاصیت جھگڑا نہیں	۱۰۲	۲۳۲	اسلام اور سیاست	۱۱۲
۲۰۶	اسلام کی بنیادیں	۱۰۳	۲۳۳	اسلامی اصول	۱۱۳
۲۰۷	ائمہ اربعہ اور ان کے اختلافات	۱۰۳	۲۳۴	قبولیت اسلام	۱۱۳
۲۰۸	چار مذاہب	۱۰۴	۲۳۵	اسلام کی بنیاد	۱۱۳
۲۰۹	منہاج نبوت	۱۰۴	۲۳۶	تعلیم اسلام	۱۱۳
۲۱۰	عقل و دانائی	۱۰۵	۲۳۷	جامعیت اسلام	۱۱۴
۲۱۱	مسلمانوں کی حالت زار	۱۰۵	۲۳۸	ایمان و علم کے شعبے	۱۱۴
۲۱۲	ترقی کا میدان	۱۰۵	۲۳۹	قرآن و حدیث	۱۱۵
۲۱۳	اسلام کا سائنس پر احسان	۱۰۶	۲۴۰	دو چیزیں	۱۱۵
۲۱۴	عناصر اربعہ	۱۰۶	۲۴۱	موسوی شریعت	۱۱۵
۲۱۵	صدقہ	۱۰۷	۲۴۲	اسلام اور اقوام عالم	۱۱۶
۲۱۶	شان مسلم	۱۰۷	۲۴۳	فساد عقائد	۱۱۶
۲۱۷	آزادی کا حق	۱۰۷	۲۴۴	تعلیم اعتدال	۱۱۶
۲۱۸	عصر حاضر کی ضرورت	۱۰۷	۲۴۵	بندہ عقل و بندہ خدا	۱۱۷
۲۱۹	غیر اسلامی معاشرت	۱۰۸	۲۴۶	تجویز و تفویض	۱۱۷
۲۲۰	عزم اور نیت صادق	۱۰۸	۲۴۷	حل مصائب کا پہلا راستہ	۱۱۷
۲۲۱	نظام تعلیم کی درستگی	۱۰۸	۲۴۸	دوسرا راستہ	۱۱۷
۲۲۲	شریعت کے شعبے	۱۰۹	۲۴۹	**عبادات**	
۲۲۳	حقیقی آزادی	۱۰۹	۲۵۰	مفہوم رسالت	۱۱۸
۲۲۴	اسلام اور آزادی	۱۱۰	۲۵۱	ایمان اور رسالت	۱۱۸
۲۲۵	وحدت ملت	۱۱۰	۲۵۲	مشورہ کی حکمت	۱۱۸
۲۲۶	علم اور اخلاق کی طاقت	۱۱۰	۲۵۳	ایصال ثواب	۱۱۹
۲۲۷	عصری سیاست	۱۱۰	۲۵۴	شرک و بدعت	۱۱۹
۲۲۸	مالکیت و آمریت	۱۱۱	۲۵۵	لقمہ حلال	۱۱۹
۲۲۹	جہاد کا مقصد	۱۱۱	۲۵۶	بدعت کی نحوست	۱۲۰
۲۳۰	نصب العین کی وضاحت	۱۱۱	۲۵۷	فہم دین	۱۲۰
۲۳۱	خلافت الٰہی	۱۱۱	۲۵۸	برکات نماز	۱۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۵۹	اخلاص واتباع	۱۲۱	۲۸۶	امیر غریب	۱۲۷
۲۶۰	غلط فہمی	۱۲۱	۲۸۷	قرب الٰہی کا نسخہ	۱۲۸
۲۶۱	منکرین حیات النبی	۱۲۱	۲۸۸	ہر کام کے لئے تعویذ	۱۲۸
۲۶۲	تبلیغ کا مقصد	۱۲۱	۲۸۹	اطمینان قلب	۱۲۸
۲۶۳	باقی تبلیغ کا تواضع	۱۲۲	۲۹۰	عبادت کا مطلب	۱۲۹
۲۶۴	مدرسہ اور تبلیغ	۱۲۲	۲۹۱	پاکیزہ اخلاق	۱۲۹
۲۶۵	سلوک اصلاح	۱۲۲	۲۹۲	معاملات اہم شعبہ	۱۲۹
۲۶۶	دین اور اس کے محافظین	۱۲۲	۲۹۳	نکاح اتحاد باہمی کا سبب	۱۲۹
۲۶۷	تین مبارک ماحول	۱۲۳	۲۹۴	شفقت واطاعت	۱۳۰
۲۶۸	اصلاح نفس	۱۲۳	۲۹۵	خالق ومخلوق	۱۳۰
۲۶۹	مقصد تبلیغ	۱۲۳	۲۹۶	شان مسلم	۱۳۱
۲۷۰	دینی امنگ	۱۲۳	۲۹۷	محروم الرزق	۱۳۱
۲۷۱	نافعیت تبلیغ	۱۲۴	۲۹۸	قبولیت دعا	۱۳۱
۲۷۲	تبلیغ اور حفاظت دین	۱۲۴	۲۹۹	عبادت کا مغز	۱۳۱
۲۷۳	تبلیغ کی بنیاد	۱۲۴	۳۰۰	سوال کی صورتیں	۱۳۲
۲۷۴	تبلیغ بنیادی کام	۱۲۴	۳۰۱	مقصد جہاد	۱۳۲
۲۷۵	جہاد کبیر	۱۲۵	۳۰۲	اسلامی تعلیمات	۱۳۲
۲۷۶	انقلابی کام	۱۲۵	۳۰۳	شریعت اور حکم تصویر	۱۳۳
۲۷۷	خدائی امانت	۱۲۵	۳۰۴	قلب موضوع	۱۳۳
۲۷۸	طریقہ تبلیغ	۱۲۵	۳۰۵	مصور پر وبال	۱۳۳
۲۷۹	اجتماعی دور	۱۲۶	۳۰۶	سلسلہ نکاح	۱۳۴
۲۸۰	قبولیت تبلیغ	۱۲۶	۳۰۷	نکاح کی غرض وغایت	۱۳۴
۲۸۱	فن تبلیغ کا القاء	۱۲۶	۳۰۸	نکاح نازک بھی آسان بھی	۱۳۴
۲۸۲	معتبر عمل سے نجات	۱۲۶	۳۰۹	اسلامی تبلیغ	۱۳۴
۲۸۳	اخلاص کی برکت	۱۲۷	۳۱۰	نکاح کی بنیاد	۱۳۵
۲۸۴	عمل کی روح اخلاص	۱۲۷	۳۱۱	اللہ ورسول کی غالب محبت	۱۳۵
۲۸۵	کفران نعمت کا نتیجہ	۱۲۷	۳۱۲	دل کی زندگی	۱۳۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۱۳	ذکر اللہ	۱۳۵
۳۱۴	تصویر کا خاصہ	۱۳۶
۳۱۵	چار اصلاحی نسخے	۱۳۶
۳۱۶	زندگی کیا ہے	۱۳۷
۳۱۷	شان ذکر اللہ	۱۳۷
۳۱۸	عبادت کا معنی	۱۳۷
۳۱۹	امید و بیم	۱۳۷
۳۲۰	ایمان کے شعبے	۱۳۷
۳۲۱	کائنات کی روح	۱۳۸
۳۲۲	تصفیہ قلب	۱۳۸
۳۲۳	تکلیف قابل وسعت	۱۳۸
۳۲۴	امانت وحیاء	۱۳۹
۳۲۵	عید	۱۳۹
۳۲۶	رمضان کی عبادات	۱۳۹
۳۲۷	اسلامی عید	۱۴۰
۳۲۸	شریعت اور تقویٰ	۱۴۰
۳۲۹	جہاد کا مقصد	۱۴۰
۳۳۰	اہمیت نماز	۱۴۱
۳۳۱	ترتیب عبادات	۱۴۱
۳۳۲	صورت اور روح	۱۴۱
۳۳۳	تخلیق انسان کا مقصد	۱۴۲
۳۳۴	برکات رمضان	۱۴۲
۳۳۵	ثمرات رمضان	۱۴۳
۳۳۶	توحید	۱۴۳
۳۳۷	درس اخوت	۱۴۳
۳۳۸	تہذیب و تربیت کے دو عمل	۱۴۴
۳۳۹	اہمیت نماز	۱۴۴
۳۴۰	تخلیق انسان	۱۴۵
۳۴۱	کائنات خادم انسان	۱۴۵
۳۴۲	وسعت عبادت	۱۴۵
۳۴۳	اعمال رمضان	۱۴۵
۳۴۴	توفیق خداوندی	۱۴۶
۳۴۵	نسخہ سکون قلب	۱۴۶
۳۴۶	مقصود اصلی	۱۴۶
۳۴۷	برکات تبلیغ	۱۴۷
۳۴۸	رضا بر تقدیر	۱۴۷
۳۴۹	بندہ اللہ کا غلام	۱۴۷
۳۵۰	اسباب مقبولیت	۱۴۸
۳۵۱	حقیقت جامعہ	۱۴۸
۳۵۲	قابلیت و قبولیت	۱۴۸
۳۵۳	شریعت کی جامعیت	۱۴۹
۳۵۴	روز جزا اعمال بد کی شکل	۱۴۹
۳۵۵	مجسم اعمال	۱۴۹
۳۵۶	ذکر اللہ کی دو صورتیں	۱۴۹
۳۵۷	جمعہ یوم امتحان	۱۵۰
۳۵۸	اسلامی تہوار	۱۵۰
۳۵۹	ولذکر اللہ اکبر	۱۵۰
۳۶۰	عید کا حاصل	۱۵۱
۳۶۱	بدعتی و متبع سنت کی علامت	۱۵۱
۳۶۲	تکمیل توحید	۱۵۱
۳۶۳	مقبول بننے کی ضرورت	۱۵۱
۳۶۴	**علم و ادب**	
۳۶۵	ضرورت اجتہاد	۱۵۲
۳۶۶	حدیث و فقہ	۱۵۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۶۷	فقہ کے اصول	۱۵۳
۳۶۸	انسان علوم کا وارث	۱۵۳
۳۶۹	علوم شریعت	۱۵۳
۳۷۰	صورت اختلاف	۱۵۳
۳۷۱	اجتہاد و تقلید	۱۵۴
۳۷۲	نظام شریعت	۱۵۴
۳۷۳	عدل کا تقاضا	۱۵۵
۳۷۴	فرمان فاروق اعظم	۱۵۵
۳۷۵	اجتہاد اور قرون اولیٰ	۱۵۵
۳۷۶	تقلید کا دور کبھی ختم نہیں ہو سکتا	۱۵۶
۳۷۷	علوم نبوت کا مخاطب...... صرف انسان	۱۵۶
۳۷۸	خصوصیت انسان	۱۵۶
۳۷۹	انسانیت کا جوہر	۱۵۶
۳۸۰	اختلاف آئمہ	۱۵۷
۳۸۱	فقہ فی الدین	۱۵۷
۳۸۲	جواز تقلید	۱۵۸
۳۸۳	ایک حدیث سے استدلال	۱۵۸
۳۸۴	دار العلوم الہامی مدرسہ	۱۵۹
۳۸۵	روحانیت میں اجتماع	۱۶۰
۳۸۶	دار العلوم کی روحانی اولاد	۱۶۰
۳۸۷	فیضان دار العلوم	۱۶۰
۳۸۸	فہم و ذوق کا وہبی درجہ	۱۶۰
۳۸۹	جواز اجتہاد	۱۶۱
۳۹۰	اہل اجتہاد	۱۶۱
۳۹۱	مشکل کام	۱۶۲
۳۹۲	قواعد و کلیات	۱۶۲
۳۹۳	دار العلوم کے اصول و فروع	۱۶۳
۳۹۴	دار العلوم اور غیبی اعانت	۱۶۳
۳۹۵	مقصد تعلیم	۱۶۴
۳۹۶	ہمت مراں مدد خدا	۱۶۴
۳۹۷	مقام ادب	۱۶۴
۳۹۸	ادب کی تعریف	۱۶۵
۳۹۹	حاصل ادب	۱۶۵
۴۰۰	ظواہر و مضمرات شریعت	۱۶۵
۴۰۱	زیور علم	۱۶۶
۴۰۲	ادب کی حقیقت	۱۶۶
۴۰۳	نیک عمل کا نور	۱۶۶
۴۰۴	طلب کی ضرورت	۱۶۷
۴۰۵	تعلیم و تربیت	۱۶۷
۴۰۶	علم و عمل	۱۶۷
۴۰۷	علم عمل خلوص فکر	۱۶۷
۴۰۸	مراتب علوم	۱۶۸
۴۰۹	علماء و عوام	۱۶۸
۴۱۰	مدارس کا نصب العین	۱۶۸
۴۱۱	دلائل اور مسائل	۱۶۹
۴۱۲	صنم پرست	۱۶۹
۴۱۳	نجات کے چار اصول	۱۶۹
۴۱۴	ترقی کا پہلا درجہ تعلیم	۱۶۹
۴۱۵	ابتداء و انتہا کی خوشی	۱۷۰
۴۱۶	درجات علم	۱۷۰
۴۱۷	آدم علیہ السلام کو مسمیات کا علم	۱۷۰
۴۱۸	تعلیم کے دو اہم اجزاء	۱۷۱
۴۱۹	تعلیم و تبلیغ	۱۷۱
۴۲۰	اقلیت و اکثریت	۱۷۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۲۱	تعلیم اور مدارس	۱۷۲
۴۲۲	دلائل جدید	۱۷۲
۴۲۳	مدارس کے برکات کی توسیع	۱۷۲
۴۲۴	حقیقت علم	۱۷۳
۴۲۵	علم صفت خداوندی	۱۷۳
۴۲۶	عالم کے لئے ضرورت اخلاق	۱۷۴
۴۲۷	الہامی مدرسہ	۱۷۴
۴۲۸	تابناک ماضی	۱۷۴
۴۲۹	علم مشترکہ پونجی	۱۷۵
۴۳۰	علم بنیادی ضرورت	۱۷۵
۴۳۱	دینی تعلیم کی ضرورت واہمیت	۱۷۵
۴۳۲	ہر برائی کا سرچشمہ جہالت	۱۷۶
۴۳۳	فضیلت علم	۱۷۶
۴۳۴	تعلیم نسواں کی ضرورت	۱۷۶
۴۳۵	ربانیت بغیر تعلیم وتعلم کے ممکن نہیں	۱۷۷
۴۳۶	تعلیم وتعلم سے بقائے انسان	۱۷۷
۴۳۷	وراثت علم کیلئے نسبت صحیح ہونیکی ضرورت	۱۷۷
۴۳۸	مسلمانوں کی ایک خصوصیت	۱۷۸
۴۳۹	مدارس کا فیضان	۱۷۸
۴۴۰	تعلیم وتدریس	۱۷۸
۴۴۱	ترقی کا پہلا زینہ علم	۱۷۸
۴۴۲	مرضیات خداوندی	۱۷۹
۴۴۳	نیکی وبدی کے ثمرات	۱۷۹
۴۴۴	ہر کمال کا سرچشمہ خداوندی	۱۷۹
۴۴۵	ضرورت شکر	۱۸۰
۴۴۶	علم محض نافع نہیں	۱۸۰
۴۴۷	علم محبت اور اخلاق	۱۸۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۴۸	اصلاح قلب کی اہمیت	۱۸۱
۴۴۹	علم کا مقصد معرفت خداوندی	۱۸۱
۴۵۰	مدارس کے ذریعے عوام کی تعلیم	۱۸۱
۴۵۱	مدارس کی تعلیم	۱۸۱
۴۵۲	اخلاص والوں کا علم	۱۸۲
۴۵۳	علامت فضل	۱۸۲
۴۵۴	جامعیت دین	۱۸۲
۴۵۵	علم کا ذوق فطری جذبہ	۱۸۳
۴۵۶	معلم اول کا تلمیذ اول	۱۸۳
۴۵۷	انسانیت منازل عروج پر	۱۸۳
۴۵۸	مغلوب عقل کے کرشمے	۱۸۴
۴۵۹	مدارس کے ذریعے علم	۱۸۴
۴۶۰	مدارس میں تعلیم کے ساتھ تربیت	۱۸۴
	کی ضرورت	//
۴۶۱	علم کی روشنی کی وسعت	۱۸۵
۴۶۲	انسانی فضیلت کا راز	۱۸۵
۴۶۳	علم سے خشیت خداوندی	۱۸۵
۴۶۴	معصیت کے برے اثرات	۱۸۶
۴۶۵	تعلیم وتربیت	۱۸۶
۴۶۶	اسلام قانون فطرت	۱۸۷
۴۶۷	اسلام کی بلند نظری	۱۸۷
۴۶۸	اسلام کا مقصد	۱۸۷
۴۶۹	اسلام کا عادلانہ نظام	۱۸۸
۴۷۰	اسلامی اصول	۱۸۸
۴۷۱	مثالی اخوت	۱۸۸
۴۷۲	موجودہ جمہوریت کی قلابازیاں	۱۸۸
۴۷۳	اسلام کا امتیاز	۱۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۷۴	اسلام کی عالمگیر مساوات	۱۸۹
۴۷۵	اکابر کی احتیاط	۱۹۰
۴۷۶	اسلامی اصول۔وطن کی شرعی اور مذہبی	۱۹۱
	خصوصیت کا اظہار کیا جائے	رر
۴۷۷	اولیات دین ہندوستان میں	۱۹۱
۴۷۸	مقدس ہندوستان	۱۹۲
۴۷۹	یہ مال خدا کا ہے	۱۹۴
۴۸۰	علم اور عمل	۲۰۳
۴۸۱	خشیت الٰہی بقدر علم	۲۰۳
۴۸۲	علم کے ساتھ تربیت کی ضرورت	۲۰۳
۴۸۳	تعلیم اور تربیت	۲۰۴
۴۸۴	ضرورت علم	۲۰۴
۴۸۵	منقول واجب القبول	۲۰۴
۴۸۶	حقیقی عالم کون	۲۰۴
۴۸۷	علم وعبدیت کا تلازم	۲۰۵
۴۸۸	اصلاح علماء	۲۰۵
۴۸۹	اصلاح طلباء علم دین	۲۰۶
۴۹۰	کمال کی بات	۲۰۶
۴۹۱	جہاد نفس	۲۰۶
۴۹۲	انسان عجائب وکمالات کا مجموعہ	۲۰۶
۴۹۳	علماء کا کمال اور کام	۲۰۷
۴۹۴	علم کے ساتھ ضرورت اخلاق	۲۰۷
۴۹۵	علما کے معزز بننے کا طریقہ	۲۰۷
۴۹۶	استغناء سے عزت	۲۰۷
۴۹۷	**اخلاقیات**	
۴۹۸	صحبت صالح کا بدل	۲۰۸
۴۹۹	نیکی میں تعجیل	۲۰۸
۵۰۰	تعلیمات انبیاء میں اخلاق کے درجات	۲۰۹
۵۰۱	طلب اصلاح اور حسن قبول	۲۰۹
۵۰۲	ضرورت اصلاح	۲۰۹
۵۰۳	نماز کے اثرات	۲۱۰
۵۰۴	لاثانی اور لافانی ہستی	۲۱۰
۵۰۵	اخلاق کا سرچشمہ	۲۱۰
۵۰۶	قلت اختلاط	۲۱۰
۵۰۷	سکوت وکلام	۲۱۱
۵۰۸	اخلاق وکردار	۲۱۱
۵۰۹	متکلم کے اثرات	۲۱۱
۵۱۰	صحبت کی اہمیت	۲۱۱
۵۱۱	تقویٰ سے جرائم کا انسداد	۲۱۲
۵۱۲	ضمیر کی آواز	۲۱۲
۵۱۳	زنا کے وسیع برے اثرات	۲۱۲
۵۱۴	جرائم سے بیزاری کیلئے صحبت اہل اللہ	۲۱۳
۵۱۵	دین کا کام	۲۱۳
۵۱۶	بری صحبت کی مثال	۲۱۳
۵۱۷	تزکیہ کی تعریف	۲۱۳
۵۱۸	انسان خیر وشر کا مجموعہ	۲۱۴
۵۱۹	اولیاء الرحمٰن اور اولیاء شیطان	۲۱۴
۵۲۰	عزت کا طریقہ	۲۱۴
۵۲۱	باعزت بننے کا طریقہ	۲۱۵
۵۲۲	ضرورت تواضع	۲۱۵
۵۲۳	تواضع	۲۱۵
۵۲۴	انسان کی دو قوتیں	۲۱۶
۵۲۵	درس تواضع	۲۱۶
۵۲۶	تکبر اللہ کی شان	۲۱۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۲۷	تصاویر اور شہوانی جذبات	۲۱۷	۵۵۴	عروج کی تین علامات	۲۲۵
۵۲۸	تصاویر کی کشش	۲۱۷	۵۵۵	صورت فانی سیرت باقی	۲۲۶
۵۲۹	قلب موضوع	۲۱۷	۵۵۶	سیرت وصورت	۲۲۶
۵۳۰	تخلیہ وتحلیہ	۲۱۷	۵۵۷	بڑی چیز	۲۲۶
۵۳۱	معروفات ومنکرات	۲۱۸	۵۵۸	دل کی جیب	۲۲۶
۵۳۲	شکر خداوندی	۲۱۸	۵۵۹	اخلاص	۲۲۷
۵۳۳	حکمت ومصلحت	۲۱۹	۵۶۰	مصیبت کیا ہے	۲۲۷
۵۳۴	اخلاقیات	۲۱۹	۵۶۱	قرآنی اصطلاحات	۲۲۷
۵۳۵	جرائم کا انسداد	۲۱۹	۵۶۲	محقق کا نصاب	۲۲۷
۵۳۶	ضرورت تقویٰ	۲۱۹	۵۶۳	بچے کی تربیت کب	۲۲۷
۵۳۷	تکبر ونخوت	۲۲۰	۵۶۴	شکر کا نسخہ	۲۲۸
۵۳۸	سعادت وشرافت	۲۲۰	۵۶۵	علم اور اخلاق	۲۲۸
۵۳۹	متروکات تقویٰ	۲۲۰	۵۶۶	صورت کا سیرت پر اثر	۲۲۸
۵۴۰	شر کے عناصر	۲۲۱	۵۶۷	علم اخلاق اور عمل	۲۲۹
۵۴۱	اسلامی مہینوں کی ترتیب	۲۲۱	۵۶۸	گناہوں کا تریاق	۲۲۹
۵۴۲	اشرف وافضل انسان	۲۲۱	۵۶۹	مصیبت کیا ہے	۲۲۹
۵۴۳	تکبر وغرور	۲۲۲	۵۷۰	دل کا فتویٰ	۲۳۰
۵۴۴	موجودہ دور	۲۲۲	۵۷۱	حیا ایمان کا شعبہ	۲۳۰
۵۴۵	تعلق مع اللہ	۲۲۲	۵۷۲	نفس انسانی کی مثال	۲۳۰
۵۴۶	مسلمانوں کا عروج وزوال	۲۲۳	۵۷۳	حکمت و بصیرت	
۵۴۷	دنیاوی دانشمند	۲۲۳	۵۷۴	ذاتی مطالعہ	۲۳۱
۵۴۸	علمی وعملی کمال	۲۲۴	۵۷۵	کبر شیطانی کام	۲۳۱
۵۴۹	علم اور اخلاق	۲۲۴	۵۷۶	فرق معصومیت	۲۳۱
۵۵۰	تواضع کی حقیقت	۲۲۴	۵۷۷	فرقوں کا مزاج	۲۳۱
۵۵۱	تعلیمات اسلام کا کمال	۲۲۴	۵۷۸	اجتماعی کام	۲۳۲
۵۵۲	تین بنیادی اصول	۲۲۵	۵۷۹	قانون شریعت	۲۳۲
۵۵۳	زوال کی تین علامات	۲۲۵	۵۸۰	متکلم کے اثرات	۲۳۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۸۱	دنیا عالم اضداد	۲۳۲	۶۰۸	مقام عبرت	۲۴۱
۵۸۲	اوصاف سے قیمت	۲۳۳	۶۰۹	دنیا میں خوشی کم	۲۴۲
۵۸۳	زندگی کا جائزہ	۲۳۳	۶۱۰	عقل وبصیرت	۲۴۲
۵۸۴	ہمت اور دعا	۲۳۳	۶۱۱	دنیا امتحان گاہ	۲۴۲
۵۸۵	موت مصیبت بھی نعمت بھی	۲۳۴	۶۱۲	سلسلہ نعمت ومصیبت	۲۴۲
۵۸۶	موجودہ جنگ	۲۳۴	۶۱۳	دفع مضرت جلب منفعت	۲۴۳
۵۸۷	مفتی کا کام	۲۳۴	۶۱۴	ضرورت تقویٰ	۲۴۳
۵۸۸	عالم امر	۲۳۵	۶۱۵	احکام شریعت	۲۴۳
۵۸۹	اشتراکی عمل	۲۳۵	۶۱۶	فرق مراتب	۲۴۴
۵۹۰	موت ایک پل	۲۳۵	۶۱۷	موت وحیات	۲۴۴
۵۹۱	علم واخلاق	۲۳۶	۶۱۸	راہ اعتدال	۲۴۴
۵۹۲	چین کا نسخہ علم واخلاق	۲۳۶	۶۱۹	کمال تواضع	۲۴۵
۵۹۳	ضرورت فکر	۲۳۷	۶۲۰	فضیلت النساء	۲۴۵
۵۹۴	مقام افسوس	۲۳۷	۶۲۱	وقت کا تقاضا	۲۴۵
۵۹۵	ضرورت اجتماعیت	۲۳۷	۶۲۲	دنیا معرفت خداوندی کی منزل	۲۴۵
۵۹۶	علم اور حسن اخلاق	۲۳۸	۶۲۳	انسان کی عظمت	۲۴۶
۵۹۷	تصوف کی بنیاد	۲۳۸	۶۲۴	علم نفس	۲۴۶
۵۹۸	شریعت کی بنیاد	۲۳۸	۶۲۵	انسانی ایجادات	۲۴۶
۵۹۹	خلوت در انجمن	۲۳۸	۶۲۶	آخری منزل موت	۲۴۶
۶۰۰	ہر چیز سے نصیحت	۲۳۹	۶۲۷	اخلاص واتباع کامل	۲۴۷
۶۰۱	انسان ایک مستقل جہاں	۲۳۹	۶۲۸	عادت وعبادت	۲۴۷
۶۰۲	آج کی آواز	۲۳۹	۶۲۹	اعضاء انسانی	۲۴۷
۶۰۳	عقل کی حیثیت	۲۴۰	۶۳۰	عقل مخلوق ناقص	۲۴۷
۶۰۴	صبر کی دعا	۲۴۰	۶۳۱	سائنس وعقل کی ناقص حد	۲۴۸
۶۰۵	صبر کا وقت	۲۴۰	۶۳۲	چہرہ بولتا ہے	۲۴۸
۶۰۶	میت پر رونا	۲۴۱	۶۳۳	تربیت نسواں کی ضرورت	۲۴۸
۶۰۷	دعائے تسکین	۲۴۱	۶۳۴	عورتوں کا کردار	۲۴۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۳۵	عظیم شخصیات	۲۴۹
۶۳۶	قلب انسانی کا دائرہ کار	۲۴۹
۶۳۷	خوبی و بھلائی	۲۵۰
۶۳۸	موت کیا ہے	۲۵۰
۶۳۹	ارتکاب جرائم کی وجہ	۲۵۰
۶۴۰	خوف خدا کی ضرورت	۲۵۰
۶۴۱	نصیحت کی زینت	۲۵۱
۶۴۲	مسائل کی بنیاد	۲۵۱
۶۴۳	الدین کلہ ادب	۲۵۱
۶۴۴	توجہ کے کرشمے	۲۵۱
۶۴۵	انسانی زندگی کا مدار	۲۵۲
۶۴۶	تخلیق انسانی	۲۵۲
۶۴۷	ضرورت فکر	۲۵۲
۶۴۸	حضرت نانوتوی کی تمنا	۲۵۳
۶۴۹	عورتیں مایوس نہ ہوں	۲۵۳
۶۵۰	زندگی کی نعمتیں	۲۵۳
۶۵۱	عزت کا اصول	۲۵۴
۶۵۲	انسان حقیقت جامعہ	۲۵۴
۶۵۳	عظمت قانون	۲۵۴
۶۵۴	فکر ضرورت تدبر	۲۵۵
۶۵۵	حقیقی عقلمند کون	۲۵۵
۶۵۶	کلام سے متکلم کی پہچان	۲۵۵
۶۵۷	ہمت شیخ الہند	۲۵۶
۶۵۸	انقلاب	۲۵۶
۶۵۹	زندگی کے تین شعبے اور انکی اصلاح	۲۵۶
۶۶۰	قانون خداوندی کا مخاطب قلب انسانی	۲۵۶
۶۶۱	دل فہم کا مدار	۲۵۷
۶۶۲	قلب سے قالب کا فرق	۲۵۷
۶۶۳	خیر الامم	۲۵۷
۶۶۴	شرک سے اجتناب	۲۵۷
۶۶۵	ہر قوم کا مزاج	۲۵۹
۶۶۶	تشدد سے بچنے کی ضرورت	۲۵۹
۶۶۷	دل میں محبت یا نفرت کا القاء	۲۵۹
۶۶۸	وقوع قیامت پر عقلی دلیل	۲۶۰
۶۶۹	تعیین تاریخ قیامت نہ ہونیکی حکمت	۲۶۰
۶۷۰	**طلبہ دورۂ حدیث سے خطاب**	
۶۷۱	مستند علماء	۲۶۱
۶۷۲	حافظ قرآن کی سند متصل	۲۶۱
۶۷۳	منزل کیلئے چار چیزوں کی ضرورت	۲۶۲
۶۷۴	موت مصائب کا سرچشمہ	۲۶۲
۶۷۵	انسان کا کام	۲۶۲
۶۷۶	تشریح حدیث	۲۶۲
۶۷۷	مصائب بقدر دولت	۲۶۳
۶۷۸	عظیم شہادت	۲۶۳
۶۷۹	عقل کی حدود	۲۶۳
۶۸۰	سلسلہ موت وحیات کا مقصد	۲۶۴
۶۸۱	**علم ام الطرق**	
۶۸۲	حضرت تھانوی رحمہ اللہ	۲۶۵
۶۸۳	شکل کی حقیقت	۲۶۵
۶۸۴	نسخ کے معنی	۲۶۵
۶۸۵	اسلام میں اعتدال	۲۶۶
۶۸۶	سیرت کے معنی	۲۶۶
۶۸۷	یکسوئی کی نعمت	۲۶۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۸۸	مصدر و مظہر عمل	۲۶۶
۶۸۹	محبت الٰہی کے کرشمے	۲۶۶
۶۹۰	امانت اور فتنہ	۲۶۷
۶۹۱	صفات ربانی کے مظاہر	۲۶۷
۶۹۲	شان رسالت وصحابہ	۲۶۷
۶۹۳	نبوت کی برکات واثرات	۲۶۷
۶۹۴	فیضان رسالت	۲۶۸
۶۹۵	احترام اذان	۲۶۸
۶۹۶	خصوصیت اسلام	۲۶۸
۶۹۷	اقرار عجز سے شکر کی ادائیگی	۲۶۸
۶۹۸	خصوصی دعا	۲۶۹
۶۹۹	توبہ کی برکت	۲۶۹
۷۰۰	حقوق العباد کی معافی کا خدائی طریقہ	۲۶۹
۷۰۱	درجات تقویٰ	۲۷۰
۷۰۲	خصوصیات قرآن	۲۷۰
۷۰۳	قرآن وحدیث	۲۷۰
۷۰۴	قرآن وحدیث کا تلازم	۲۷۰
۷۰۵	تعلیم کے بعد ضرورت تزکیہ	۲۷۱
۷۰۶	علم اور عمل	۲۷۱
۷۰۷	کتاب اور ضرورت معلم	۲۷۱
۷۰۸	حدیث وفقہ کی ضرورت	۲۷۲
۷۰۹	برکت کی صورتیں	۲۷۲
۷۱۰	اکابر کی مہمان نوازی	۲۷۲
۷۱۱	پردہ عورت کا فطری تقاضا	۲۷۳
۷۱۲	جنت میں بھی عدم اختلاط	۲۷۳
۷۱۳	پردہ اور تعلیم	۲۷۳
۷۱۴	زندگی کے دو حصے	۲۷۴
۷۱۵	شاہ ولایت کی تحقیق	۲۷۴
۷۱۶	اکابر کا مسلک اعتدال	۲۷۴
۷۱۷	صوفیا کا طریقہ علاج	۲۷۴
۷۱۸	شخصی احوال	۲۷۵
۷۱۹	فیضان قبور اور مسلک اعتدال	۲۷۵
۷۲۰	مزارات اولیاء اور شرعی حکم	۲۷۵
۷۲۱	وساوس اور علاج	۲۷۶
۷۲۲	ضرورت صحبت	۲۷۶
۷۲۳	صادقین کون ہیں	۲۷۶
۷۲۴	صحبت سے معرفت	۲۷۶
۷۲۵	بزرگوں کے احوال	۲۷۷
۷۲۶	حسن نیت اور اتباع شریعت	۲۷۷
۷۲۷	موت وحیات	۲۷۷
۷۲۸	اخلاص اور اتباع سنت	۲۷۷
۷۲۹	عمل صالح کی کسوٹی	۲۷۸
۷۳۰	شرک فی العمل	۲۷۸
۷۳۱	ایمان کی جانچ	۲۷۸
۷۳۲	لقمہ حلال کی ضرورت	۲۷۸
۷۳۳	شریعت اور لقمہ حرام	۲۷۹
۷۳۴	مسلم اور غیر مسلم میں فرق	۲۷۹
۷۳۵	انبیاء واولیاء اور اطفال کی علمت کا فرق	۲۸۰
۷۳۶	گناہ کا منشاء	۲۸۰
۷۳۷	عجیب ایمان کس کا	۲۸۱
۷۳۸	اولیاء اللہ گناہ پر دیر تک باقی نہیں رہتے	۲۸۱
۷۳۹	اولیاء اللہ پر شیطان اثر ڈال سکتا ہے	۲۸۲
۷۴۰	تین مدرسے	۲۸۳
۷۴۱	آج کل دعوت الی اللہ کی آسانی	۲۹۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۴۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ دعوت	۲۹۱	۷۶۸	انسانی افعال اور روحانیت	۳۰۲
۷۴۳	**محبوب کتب**		۷۶۹	افعال واعمال کے ذریعے حکمت الٰہیہ کا ظہور	۳۰۲
۷۴۴	ناپسندیدہ کتب	۲۹۴	۷۷۰	افعال انسانی کے معطل ہونیکا نقصان	۳۰۳
۷۴۵	نوجوانوں کے لئے مفید کتب	۲۹۴	۷۷۱	دین ومذہب کی ضرورت	۳۰۳
۷۴۶	حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت	۲۹۵	۷۷۲	محض عقل ہی کافی کیوں نہ ہوئی	۳۰۳
	تھانویؒ کی اکسیر کتب	//	۷۷۳	عقل محض کی فریب کاریاں	۳۰۴
۷۴۷	دل ودماغ کا سکون	۲۹۵	۷۷۴	روحانیت کے بغیر انسان ناقص	۳۰۴
۷۴۸	مذہب کی اہمیت	۲۹۵	۷۷۵	وسائل کو قانون خداوندی کے	۳۰۵
۷۴۹	اسلام مذاہب وملل کا جامع	۲۹۵		تحت بروئے کار لانے کی برکات	//
۷۵۰	بڑی خواہش	۲۹۶	۷۷۶	خلافت وعبادت	۳۰۵
۷۵۱	بڑی نصیحت	۲۹۶	۷۷۷	فطری مذہب صرف اسلام ہی کیوں	۳۰۶
۷۵۲	تقویٰ کا حاصل	۲۹۶	۷۷۸	اسلام مادیت وروحانیت کا مجموعہ	۳۰۷
۷۵۳	حصول تقویٰ کا طریقہ	۲۹۶	۷۷۹	فضیلت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	۳۰۸
۷۵۴	اہمیت آداب	۲۹۶	۷۸۰	ختم نبوت کے بارے میں ہمارا عقیدہ	۳۰۸
۷۵۵	ادب کی حقیقت	۲۹۷	۷۸۱	ختم نبوت کا معنیٰ	۳۰۸
۷۵۶	مدارج تقویٰ	۲۹۷	۷۸۲	طلاق دینا کب جائز ہے	۳۰۸
۷۵۷	حقیقی متقی	۲۹۷	۷۸۳	زوجہ کی اصلاح کے مراحل	۳۰۹
۷۵۸	تعلیم وتربیت	۲۹۸	۷۸۴	طلاق دینے کا طریقہ	۳۰۹
۷۵۹	فلسفہ اجر وثواب	۲۹۸	۷۸۵	طلاق آخری درجہ	۳۰۹
۷۶۰	علم شریعت وتربیت باطن	۲۹۸	۷۸۶	خودکشی کی حرمت	۳۱۰
۷۶۱	شریعت اور سائنس	۲۹۹	۷۸۷	خودکشی اور شیطانی سبق	۳۱۰
۷۶۲	اسلام میں تجدد ہے	۲۹۹	۷۸۸	سور کی حرمت کی وجہ	۳۱۰
۷۶۳	محدث کشمیری کا حیرت انگیز حافظہ	۳۰۰	۷۸۹	احکام شرعیہ کی حکمتیں	۳۱۰
۷۶۴	جمعہ وعیدین کا خطبہ	۳۰۰	۷۹۰	سگریٹ نوشی کی کراہت کیوں	۳۱۱
۷۶۵	روحانیت ومادیت کا تلازم	۳۰۱	۷۹۱	شراب نوشی کی حرمت کیوں	۳۱۱
۷۶۶	اسلام کیا ہے	۳۰۱	۷۹۲	شراب ام الخبائث	۳۱۲
۷۶۷	مادی افعال ووسائل کی ضرورت	۳۰۱	۷۹۳	غیر مسلم کا حرم میں داخلہ	۳۱۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۹۴	عالم وغیر عالم کا فریضہ	۳۱۲	۸۲۰	محبت اور عصمت	۳۱۹
۷۹۵	اردو زبان کی عالمگیریت	۳۱۲	۸۲۱	نبوت اور محبوبیت	۳۲۰
۷۹۶	ذکر کیا ہے	۳۱۳	۸۲۲	علماء کی خدمت میں	۳۲۰
۷۹۷	مرض اور رحمت	۳۱۳	۸۲۳	عالم کا جوہر	۳۲۱
۷۹۸	اصلاح کا نسخہ	۳۱۳	۸۲۴	سورج کی گردش	۳۲۱
۷۹۹	انفرادی اصلاح کا طریقہ کار	۳۱۳	۸۲۵	تسخیر کائنات کا مفہوم	۳۲۱
۸۰۰	ایک مصلح سے رابطہ	۳۱۴	۸۲۶	سورج چاند کی گردش	۳۲۱
۸۰۱	حضور اور کتب سابقہ	۳۱۴	۸۲۷	ہر چیز کی نماز	۳۲۲
۸۰۲	حفاظت قرآن	۳۱۴	۸۲۸	دماغی چکر کی کرشمہ سازیاں	۳۲۲
۸۰۳	تکفیر قادیانیت	۳۱۴	۸۲۹	دار العلوم دیوبند نے مسلمانوں کو کیا دیا	۳۲۲
۸۰۴	تکفیر قادیانی جماعت کی وجہ	۳۱۵	۸۳۰	تخلیق کائنات	۳۲۳
۸۰۵	اتحاد اور اس امت کی خصوصیت	۳۱۵	۸۳۱	تقابل کی حکمت	۳۲۳
۸۰۶	قرآنی پیغام اور ہماری حالت	۳۱۵	۸۳۲	انسان خیر وشر کا مجموعہ	۳۲۳
۸۰۷	اتحاد کا راستہ	۳۱۶	۸۳۳	فاسد تخیلات کا علاج	۳۲۴
۸۰۸	انسان کا چاند پر پہنچنا	۳۱۶	۸۳۴	اخروی نصب العین	۳۲۴
۸۰۹	تعلیم وتربیت	۳۱۶	۸۳۵	عملی ونظری مفاسد کا علاج	۳۲۵
۸۱۰	معلمین اور ان کا حق الخدمت	۳۱۶	۸۳۶	اعلیٰ حضرت کے کارنامے	۳۲۵
۸۱۱	ناقص تعلیم اور اس کے اثرات	۳۱۷	۸۳۷	انسانی خاصہ	۳۲۶
۸۱۲	نصاب تعلیم اور درس نظامی	۳۱۷	۸۳۸	رحمت خداوندی	۳۲۶
۸۱۳	نسخہ تقویت قلب	۳۱۷	۸۳۹	عظمت خداوندی	۳۲۶
۸۱۴	تعارف تفسیر بیان القرآن	۳۱۷	۸۴۰	اہل جنت کی ایک کیفیت	۳۲۷
۸۱۵	شیخ کی دعائیں اور ذاتی اوصاف	۳۱۸	۸۴۱	حضرت کا دار العلوم سے تعلق	۳۲۷
۸۱۶	اختلاف کی دو قسمیں	۳۱۸	۸۴۲	ادائیگی شکر کا طریقہ	۳۲۷
۸۱۷	کیفیت برزخ	۳۱۹	۸۴۳	دوران سفر تصنیف کا طریقہ کار	۳۲۷
۸۱۸	سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کیلئے علیہ السلام کے لفظ کا اطلاق	//	۸۴۴	عقل کے کرشمے	۳۲۸
۸۱۹	امت محمدیہ کا عرف حجت ہے	۳۱۹	۸۴۵	سگ پروری	۳۲۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۴۷	**فطرت اللہ**		۸۷۴	امیر المومنین کی حالت	۳۳۸
۸۴۸	خدائی نظام	۳۳۰	۸۷۵	بدنظمی کا سبب	۳۳۸
۸۴۹	دن رات کی تقسیم	۳۳۱	۸۷۶	اوصاف بادشاہ	۳۳۸
۸۵۰	روح وجسم محدود	۳۳۱	۸۷۷	عدل ومساوات	۳۳۹
۸۵۱	نزول خداوندی	۳۳۱	۸۷۸	عدل وسخاوت	۳۳۹
۸۵۲	مصائب پر انعامات	۳۳۲	۸۷۹	تدبر	۳۳۹
۸۵۳	دعا کیا ہے	۳۳۲	۸۸۰	چار چیزیں	۳۳۹
۸۵۴	شایان شان	۳۳۲	۸۸۱	زندگی کا معنی	۳۳۹
۸۵۵	مظلوم کی مدد	۳۳۲	۸۸۲	قدرت خداوندی کا عالم	۳۴۰
۸۵۶	خلافت کیا ہے	۳۳۳	۸۸۳	موت وحیات	۳۴۰
۸۵۷	بندگی	۳۳۳	۸۸۴	موت لازمی	۳۴۰
۸۵۸	اقتدار	۳۳۳	۸۸۵	تقدیم وتاخیر	۳۴۰
۸۵۹	حکمرانی کے اثرات	۳۳۳	۸۸۶	سلسلہ موت وحیات	۳۴۱
۸۶۰	اللہ تعالیٰ خیر ہی خیر	۳۳۴	۸۸۷	محبوب القلوب	۳۴۱
۸۶۱	برکت کا مفہوم	۳۳۴	۸۸۸	اللہ وجود کا سرچشمہ	۳۴۱
۸۶۲	بادشاہت	۳۳۴	۸۸۹	محسن وصاحب جلال	۳۴۱
۸۶۳	مبارک	۳۳۴	۸۹۰	جلال وجمال	۳۴۲
۸۶۴	حقیقی اقتدار	۳۳۵	۸۹۱	زمین وآسمان	۳۴۲
۸۶۵	اوصاف بادشاہت	۳۳۵	۸۹۲	نظام وکواکب	۳۴۲
۸۶۶	تین اوصاف	۳۳۵	۸۹۳	**حصول برکت**	
۸۶۷	خدائی مخلوق	۳۳۵	۸۹۴	ایک وضاحت	۳۴۳
۸۶۸	تعجب انگیز	۳۳۶	۸۹۵	حضرت تھانویؒ کے معمولات	۳۴۳
۸۶۹	تخلیق خداوندی	۳۳۶	۸۹۶	فکر آخرت	۳۴۳
۸۷۰	قبر کی کشادگی	۳۳۶	۸۹۷	فکر آخرت کا دوسرا واقعہ	۳۴۳
۸۷۱	سورۃ ملک کے نام	۳۳۷	۸۹۸	غیبی امرو اور قلب کی جامعیت	۳۴۵
۸۷۲	آج بے برکتی کیوں؟	۳۳۷	۸۹۹	قلب مدار حیات	۳۴۶
۸۷۳	خدائی نظم	۳۳۷	۹۰۰	دین کی ابتدائی سند	۳۴۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۰۱	راوی اول جبرائیل علیہ السلام	۳۴۶
۹۰۲	دین کے دو ابتدائی راوی	۳۴۷
۹۰۳	راوی ثانی حضور ﷺ کے اوصاف	۳۴۷
۹۰۴	اہل کمال کا بخل	۳۴۷
۹۰۵	آپ علیہ السلام کی شان	۳۴۷
۹۰۶	رواۃ حدیث کا کمال	۳۴۸
۹۰۷	عقل دو درجے	۳۴۸
۹۰۸	عقل کا دائرہ کار	۳۴۸
۹۰۹	عقل کارآمد ہے	۳۴۹
۹۱۰	اسلام ایک حقیقت	۳۴۹
۹۱۱	شان صحابہ رضی اللہ عنہم	۳۴۹
۹۱۲	دین الٰہی اور عقل	۳۵۰
۹۱۳	عقل سے درجات میں تفاوت	۳۵۰
۹۱۴	عقل سے رفع درجات	۳۵۰
۹۱۵	عقل کے بارہ میں اسلام اور فلاسفہ کے نظریات	۳۵۰
۹۱۶	صبر وظیفہ قلب	۳۵۱
۹۱۷	صبر کے متعلق حضرت عمرؓ کی تدبیر	۳۵۱
۹۱۸	صبر کیلئے تبدیلی سوچ	۳۵۱
۹۱۹	نعمتوں کی دو قسمیں	۳۵۲
۹۲۰	صبر کی ایک صورت	۳۵۲
۹۲۱	صبر اور قانون فطرت	۳۵۲
۹۲۲	حسن و جمال کا معنی	۳۵۲
۹۲۳	علم کیا ہے؟	۳۵۳
۹۲۴	تواضع کی حقیقت	۳۵۳
۹۲۵	آپ علیہ السلام اور تواضع	۳۵۳
۹۲۶	فقہاء کا مقام اور کام	۳۵۳
۹۲۷	اکابر اور اتباع سنت	۳۵۴
۹۲۸	شریعت اور طریقت میں فرق	۳۵۴
۹۲۹	کتاب وسنت اور اہل اللہ	۳۵۴
۹۳۰	منیب اور مجتبیٰ	۳۵۴
۹۳۱	تعلیم اعتدال	۳۵۵
۹۳۲	ایمان کا مطلب	۳۵۵
۹۳۳	دین اور اس کی حفاظت	۳۵۵
۹۳۴	عورتوں کی آزادی	۳۵۶
۹۳۵	سینما کا فتنہ	۳۵۶
۹۳۶	تبلیغ میں نیت کیا ہو	۳۵۶
۹۳۷	بیعت کی صورت وحقیقت	۳۵۶
۹۳۸	علماء کی تین قسمیں	۳۵۹
۹۳۹	مبتدی اور منتہی کا فرق	۳۵۹
۹۴۰	تبلیغ اور اعتدال	۳۵۹
۹۴۱	دعوت کا طرز	۳۵۸
۹۴۲	دعوت کا اصول	۳۵۸
۹۴۳	داعی کی دو صفات	۳۵۸
۹۴۴	دعوت کی شرعی حیثیت	۳۵۹
۹۴۵	تعلیم وتبلیغ کے موضوعات	۳۵۹
۹۴۶	دعوت اور تعلیم میں تلازم	۳۵۹
۹۴۷	باقی تبلیغ کا مقصد	۳۵۹
۹۴۸	شان تعلیم شان تبلیغ اور شان تمرین	۳۶۰
۹۴۹	ہر مسلمان داعی	۳۶۰
۹۵۰	تعلیم وتبلیغ میں جوڑ	۳۶۰
۹۵۱	تعلیم وتبلیغ میں اصلاح کی ضرورت	۳۶۱
۹۵۲	تجارت کے ذریعے دعوت اسلام	۳۶۱
۹۵۳	ایک داعی کی محنت کا ثمرہ	۳۶۱
۹۵۴	صحابہ کی دعوت اور کارنامے	۳۶۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۵۵	موضوع کی رعایت	۳۶۲
۹۵۶	مسجد کی صورت اور حقیقت	۳۶۲
۹۵۷	احترام مسجد	۳۶۲
۹۵۸	مدارس ومساجد کا احترام	۳۶۳
۹۵۹	انقلاب کے اثرات	۳۶۳
۹۶۰	دار العلوم اور تجدید دین	۳۶۳
۹۶۱	کیفیت کے اعتبار سے تکمیل دین	۳۶۴
۹۶۲	کمیت کے اعتبار سے تکمیل دین	۳۶۴
۹۶۳	حج میں فنائیت کی شان	۳۶۴
۹۶۴	وساوس کا علاج	۳۶۴
۹۶۵	دوسرا علاج	۳۶۵
۹۶۶	سوال حسب حال	۳۶۵
۹۶۷	تفسیر بیان القرآن	۳۶۵
۹۶۸	صحبت اہل اللہ کا کرشمہ	۳۶۵
۹۶۹	نماز اور اس کے توابع	۳۶۶
۹۷۰	عبادات کی ترتیب	۳۶۶
۹۷۱	عقلی اور عشقی عبادات	۳۶۶
۹۷۲	تکمیل انسانیت	۳۶۷
۹۷۳	حقیقی عبادت نماز	۳۶۷
۹۷۴	نماز کا ثمرہ	۳۶۷
۹۷۵	دیدار خداوندی کی دولت	۳۶۷
۹۷۶	شیطانی حملہ کے دو راستے	۳۶۸
۹۷۷	شیطانی راستے	۳۶۸
۹۷۸	چار انسان دشمن اور انکے آلہ کار	۳۶۸
۹۷۹	نفس وروح	۳۶۹
۹۸۰	تجدید صیام	۳۶۹
۹۸۱	رمضان سے رمضان تک کفارہ کی شرط	۳۶۹
۹۸۲	تخلیق اور انتخاب	۳۷۰
۹۸۳	رمضان قرآن کی سالگرہ	۳۷۰
۹۸۴	رمضان کے معمولات اور قدر	۳۷۱
۹۸۵	اقبال اور موجودہ جمہوریت	۳۷۱
۹۸۶	موت میں عدم تعیین کی حکمت	۳۷۱
۹۸۷	صحابہؓ کی ترقی کی وجوہات	۳۷۲
۹۸۸	کلمہ اور عمل	۳۷۲
۹۸۹	عمل دلیل فضل	۳۷۲
۹۹۰	مسلم وکافر	۳۷۲
۹۹۱	ایمان کے لئے خوف اور امید	۳۷۳
۹۹۲	شریعت اور پل صراط	۳۷۳
۹۹۳	نجات بفضل خداوندی	۳۷۳
۹۹۴	تین طبقات اور ان کی توبہ	۳۷۳
۹۹۵	فضیلت جمعہ	۳۷۴
۹۹۶	عصمت انبیاء علیہم السلام	۳۷۴
۹۹۷	نفس اور روح	۳۷۴
۹۹۸	امتیاز انبیاء علیہم السلام	۳۷۴
۹۹۹	انبیاء کی کمال روحانیت	۳۷۵
۱۰۰۰	فتوحات صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقصد	۳۷۵
۱۰۰۱	بدعات کا خلاصہ	۳۷۶
۱۰۰۲	مطالعہ کتب کا اصول	۳۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام خداوندی

ہدایت کے دو طریقے

فرمایا: ''حق تعالیٰ نے ابتداء سے لے کر آج تک ہدایت کے دو طریقے مقرر فرمائے ہیں۔ ایک تو قانون الٰہی ہے' جو منزل من اللہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر آسمان سے نازل ہوا ہے۔ اپنے اپنے وقتوں میں اللہ تعالیٰ نے کتابیں اتاریں دوسرا طریقہ وہ شخصیتیں ہیں جن کے ذریعے سے اس قانون کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس قانون کے احکام معلوم ہوتے ہیں اور مسائل کے دلائل معلوم ہوتے ہیں''۔

علمی و عملی قرآن

فرمایا: ''قرآن پاک ''علوم'' کا جامع ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ''اعمال'' کی جامع ہے' جو قرآن کہتا ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کر کے دکھاتے ہیں اور آپ جو کر کے دکھلاتے ہیں وہ قرآن کہتا ہے۔ اگر ہم یوں کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دو قرآن اتارے ہیں ایک علمی قرآن جو کاغذوں میں محفوظ ہے اور ایک عملی قرآن جو ذات بابرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ قرآن علم کا مجموعہ ہے اور آپ کی ذات بابرکات عمل کا' اخلاق کا اور کمالات کا مجموعہ ہے۔''

کمالات کا منشاء

فرمایا: ''مرجع الامور'' اللہ ہی کی ذات بابرکات ہے۔ خواہ تخلیق ہو' خواہ تصدیق ہو' خواہ ہدایت' کوئی استاد کسی کو پڑھائے' انجام کار یہی نکلے گا کہ اللہ رب العزت نے ہدایت دیدی۔ ہدایت بھی اسی کی طرف سے آئے گی۔ تخلیق بھی اسی کی طرف سے آئے گی۔ اس لئے کہ کمالات کا منشاء تو وہی ہے۔'' قرآن اصلاح کے لئے نسخہ اکسیر۔

ضرورت معلمین

فرمایا: ''یہ بھی ضروری ہے کہ امت میں معلمین ہوں تاکہ وہ تعلیم دیں۔ قرآن ہو یا حدیث وہ نقل کی جائے گی۔ دین میں رائے معتبر نہیں۔ سلف کے دائرے میں رہ کر قرآن کے معنی متعین کئے جائیں گے۔ اگر سلف کا دامن چھوٹ گیا اور رائے زنی آ گئی تو پھر ہوائے نفس پیدا ہوگی، نفس میں آزادی پیدا ہوگی تو آدمی دین کا متبع نہیں رہے گا۔ نفس کا متبع ہو جائے گا۔ اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ مرادات ومطالب خداوندی بیان کئے جائیں اور یہ بغیر معلم کے ممکن نہیں۔''

قرآن کریم بہترین وظیفہ

فرمایا: ''قرآن کریم کو علم کے درجے میں دیکھو تو اعلیٰ ترین علم اس میں ہے، عمل کے درجے میں دیکھو تو اعلیٰ ترین عمل کی کتاب ہے، اس کا وظیفہ پڑھو تو وظیفہ کی بہترین کتاب ہے، اس میں سے حکمت نکالو تو بہترین حکمت کی کتاب ہے، آج اس کے علم وحکمت سے کتب خانے بھرے ہوئے ہیں''۔

قرآن کی معجزانہ شان

فرمایا: ''قیامت آجائے گی مگر قرآن کریم کے عجائبات ختم نہیں ہوں گے بلکہ برابر چلتے رہیں گے نکلتے رہیں گے اور آج بھی علماء ہزاروں تصنیفات کرتے جارہے ہیں اور استدلال آیات سے یا احادیث سے ہی ہوتا ہے مسلمانوں نے نہ صرف تصانیف کی ہیں بلکہ کئی فنون کی بنیاد ڈالی بیسیوں فنون وعلوم ہر ہر فن کے اندر ایجاد کئے پھر لاکھوں کتابیں ہوئیں تو یہ معجزہ کی شان نہیں تو اور کیا ہے۔''

قرآن کی وسعت اعجاز

فرمایا: ''قرآن کریم ایک معجزہ ہے اس پر چل کر لوگ ولی بنے، کامل بنے اور

امت اولیاء سے بھر گئی اور ایسے ایسے اولیائے کاملین پیدا ہوئے جو ''کانبیاء بنی اسرائیل'' تھے وہ نبی نہیں تھے مگر انہوں نے کام ایسے کئے کہ جیسے نبیوں کے ہوتے ہیں' نبیوں پر اگر وحی آتی ہے تو ان پر الہام ہوتا ہے نبیوں کے ہاتھوں پر اگر معجزے ظاہر ہوئے تو ان کے ہاتھوں پر کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ نبیوں نے اگر اصلی شرائع پیش کیں تو انہوں نے شرائع صنعیہ پیش کیں۔ جنہیں اجتہادی شرائع کہتے ہیں''۔

علم نبوت اور علم حقیقت

فرمایا: ''جہاد کتاب اللہ میں دقیق معنی کا ثبوت ہوتا ہے جنہیں غیر معمولی فہم کا آدمی سمجھ سکتا ہے وہیں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ فہم کوئی اکتسابی چیز یا فن نہیں ہے جسے محنت سے حاصل کر لیا جائے بلکہ وہ ایک ملکہ عطائے الٰہی ہے جو خاص خاص افراد امت کو عطا ہوتا ہے' بعینہ اسی طرح جیسے رسالت و نبوت کوئی فن نہیں کہ جس کا جی چاہے محنت کر کے نبی بن جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں رسالت کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ ''اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ'' (یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھتا ہے) اور اس قسم کے صاحب فہم یا صاحب علم اسرار و حقائق کے بارے میں حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا (وعلمناہ من لدنا علماً) یعنی اور ہم نے انہیں (خضر علیہ السلام کو) اپنے پاس سے مخصوص علم دیا۔ غرض دونوں امور یعنی علم نبوت اور علم حقیقت کو اپنی طرف منسوب فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ علم کا یہ مرتبہ اکتسابی نہیں بلکہ محض عطائے الٰہی اور موہبت ربانی ہے' جس کے لئے من اللہ ہی افراد کا انتخاب فرمایا جاتا ہے''۔

عالم مخلوقات و مشروعات

فرمایا: ''تکوین و تشریع کو بروئے کار لانے والے ایک ہی اصول فطرت ہو سکتی ہے جو (فاطر السمٰوٰت والارض) کے فطرت سے ناشی ہے کہ وہی ان دونوں کا مبدأ اور انتہا ہے اور انہی اصول کو جب تخلیق میں استعمال کیا گیا تو عالم مخلوقات مکمل ہو کر سامنے آ گیا اور انہیں کو جب تشریع میں بکار لایا گیا تو عالم مشروعات مکمل ہو کر پایۂ تکمیل کو

پہنچ گیا"۔ "چنانچہ حق تعالیٰ کی صفت تانی وتدریج یا صفت ربوبیت کا اصول جس کے معنی آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ کسی شی کو اس کی حد کمال تک پہنچانے کے ہیں جب تکوین کے ساتھ ہمکنار ہوا تو بتدریج مخلوقات کا نظام مکمل ہو کر اس ہیئت کذائی پر آ گیا جو آج زمین' آسمان' شجر' حجر' حیوان' انسان اور پروی منظم کائنات کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اور وہی تدریج کا اصول جب تشریع سے ہم آغوش ہوا تو بتدریج ہی شرائع کا نظام کامل وتام بن کر اس ہیئت کذائی پر سامنے آ گیا' جو اسلام کی صورت میں ہمارے آگے ہے۔"

مربی نفس کی ضرورت

فرمایا: "قرآنی معلومات سے علم وہی مطلوب اور قابل تحصیل ہے جس سے عملی زندگی میں کوئی سدھار پیدا ہوتا ہے اور سعادت دارین حاصل ہوتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ عملی زندگی محض اصول سے نہیں بنتی بلکہ جزئیات عمل ہی سے بنتی ہے جس کی بروقت تمرین اور ٹریننگ دی جائے اسی لئے کسی مربی نفس کی ضرورت ہے۔ ربانی کی تفسیر حضرت عباسؓ نے ان الفاظ کے ساتھ کی ہے (**الذی یربی الناس بصغار العلم ثم بکبارھا**)"

قانون خداوندی

فرمایا: "دنیا کا کوئی دور بھی ایسا نہیں گزرا کہ امتوں کی اصلاح وفلاح کیلئے محض قانون اتارا گیا ہو اور پیغمبر کی شخصیت نہ بھیجی گئی ہو کیونکہ شخصیت ہی دین اور مسائل دین کو اس انداز اور اس حکمت عملی سے پیش کر سکتی ہے جو شارع حقیقی حق تعالیٰ شانہ نے اس کیلئے وضع کیا ہے۔"

تقاضائے فطرت

فرمایا: "حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی پہچان دلائل کی محتاج نہیں ہے بلکہ قلب کے اندر خود بخود فطرت کہتی ہے کہ اس جہاں کا کوئی بنانے والا ہے۔ انسان کے قلب پر فطرت کا دباؤ ہے' ایک بچہ اور غیر مسلم بھی قلب میں اس چیز کا دباؤ محسوس کرتا ہے' حالانکہ اس نے کسی کالج میں نہیں پڑھا' کسی مدرسے میں نہیں پڑھا' مگر دل میں دباؤ محسوس کرتا ہے۔"

معرفت باری تعالیٰ کا مدار عقل و دلائل پر نہیں

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل تو ہم خود واقعات سے بنا لیتے ہیں۔ دلائل پر خدا کا وجود اور اس کی وحدانیت موقوف نہیں ہے۔ اگر دلائل پر موقوف ہوتا تو سب سے بڑے عارف اور خدا پرست فلسفی لوگ ہوتے' حالانکہ فلسفی جو عقل پرست ہیں وہی خدا سے بعید ہیں اس لئے کہ معرفت باری تعالیٰ کا دار و مدار عقل اور دلائل پر نہیں''۔

یہود نے صرف کتاب کو تھاما

فرمایا: ''یہود کی امت ایک علمی امت ہے' ان کو توراۃ دی گئی' لیکن انہوں نے شخصیتوں سے اجتناب کیا' انبیاء علیہم السلام سے وابستگی کو کم کیا' ان کی توہین کی' ان کو قتل کیا اور کہا کہ ہم بھی آدمی وہ بھی آدمی کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے تو انہوں نے شخصیتوں کا دامن چھوڑ دیا' تو محض کتاب اللہ کا علم ان کے لئے نخوت' ترفع' اور استکبار کا ذریعہ بن گیا یہ متکبر قوم ہے اور نخوت شعار ہے۔''

نصاریٰ نے صرف شخصیات کو لازم پکڑا

فرمایا: ''نصاریٰ کی امت' یہ عملی امت ہے اس کو علم زیادہ نہیں دیا گیا۔ انجیل میں احکام زیادہ نہیں ہیں' یہ فی الحقیقت تصوف کی کتاب ہے اس میں تزکیہ نفوس کی طرف توجہ دلوائی گئی ہے۔ انہوں نے شخصیتوں کو اتنا پکڑا کہ کتاب اللہ کو چھوڑ کر شخصیتوں کو اللہ کا قائم مقام بنا دیا' اس درجہ شخصیتوں کا دامن پکڑا کہ پھر جھکتے جھکتے ذلت نفس پیدا ہوگئی اور شرک میں گرفتار ہوگئی۔''

کتاب اور شخصیت دونوں کی ضرورت

فرمایا: ''فقط کتاب ہوگی تو تکبر پیدا ہوگا اور فقط شخصیت کی پیروی ہوگی تو ذلت نفس پیدا ہوگی اور کتاب اور شخصیت دونوں کو ملا دو' تو وقار کے ساتھ تواضع للہ پیدا ہو جائے گی' تو نہ کبر باقی رہے گا نہ ذلت نفس باقی رہے گی۔ امت مسلمہ نے یہ دونوں چیزیں سنبھال لیں۔ ایک طرف تو اہل اللہ کا دامن پکڑا اور دوسری طرف کتاب اللہ اور سنت کا دامن پکڑا' دونوں

چیزوں کو ملا کر چلتے ہیں' تو وقار بھی ہے خودداری بھی ہے اور تواضع للہ بھی ہے۔"

قرآنی لفظ علماء کی وسعت

فرمایا: "قرآن کریم کی جو آیت ہے کہ "انما یخشی اللہ من عبادہ العلموء" اس آیت میں حصر کر دیا کہ "علماء ہی اللہ سے ڈرنے والے ہیں یعنی خوف وخشیت ان ہی کے قلوب میں ہے۔" یہاں علماء سے مراد صرف علماء فقہ ہی نہیں ہے جو جائز و ناجائز اور حلال وحرام کے مسائل سے واقف ہوں بلکہ قرآن کی ان نشانیوں سے واقف ہوں جو ضروریات زندگی کے سلسلہ میں دنیوی علوم کی طرف توجہ دلاتے ہیں اس میں ستاروں کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ اس میں زمین کے مخفی عجائبات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ قرآن پاک خلاوفضا کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے اور ان کی طرف اشارات بھی کیے گئے ہیں اور ان سب کا مقصد بھی درحقیقت معرفت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کو پہچاننا ہے اس لئے کہ آثار کو دیکھ کر ہی ذی اثر کا پتہ چلتا ہے"۔

آیات قرآنیہ کی تقسیم

فرمایا: "قرآن کریم میں دوسو کے قریب آیتیں ذکر کی ہیں جن میں عجائبات کائنات ذکر کیے ہیں کہ زمینوں سے لے کر فضاؤں اور آسمانوں تک اور زمین کی گہرائیوں اور آسمان کی بلندیوں میں عجائبات قدرت پھیلے ہوئے ہیں۔ دوسری قسم کی آیتوں میں حقائق الٰہیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ تیسری قسم کی آیتوں میں احکامات خداوندی کو بیان کیا گیا ہے اور چوتھی قسم کی آیتوں میں قصص وعبر اور امثال بیان کی گئی ہیں تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور نصیحت حاصل کریں"۔

نجات کا راستہ

ارشاد فرمایا کہ "قرآن کریم کا کہنا ہے کہ تم اپنے ایمان کو مضبوط کرو' ایمان کو تعصبات میں دخل نہ دو۔ نہ شخصیتوں کے تعصبات کو' نہ رنگ وبو کے تعصبات کو' نہ زمین کے ٹکڑوں کے تعصبات کو اور نہ وطن اور قوم کے تعصبات کو۔ صرف ایک اللہ ہی پر بھروسہ کرو' ایک نبی کی بات کو مانو کہ اس دور میں صرف انہی کے ماننے میں نجات منحصر ہے' جس کا دور اور زمانہ ہوگا اسی کے ماننے پر نجات موقوف ہوگی۔"

قرآنی اسلوب بیان

فرمایا: ''قرآن کریم میں جہاں کوئی سیاسی قانون بیان کیا گیا ہے تو وہیں آگے پیچھے کسی نہ کسی عنوان سے خشیت الٰہی' خوف الٰہی' تقویٰ' طہارت اور توجہ الی اللہ وغیرہ کی طرف بھی متوجہ کر دیا ہے تاکہ سیاسی الجھنوں میں پڑ کر دیانت سے غافل نہ ہو جائیں' ایسے ہی جہاں دیانات کا کوئی شعبہ بیان کیا گیا ہے وہیں کوئی نہ کوئی سیاسی دھمکی اور تعذیب دنیا و آخرت کی کوئی نہ کوئی وعید بھی سامنے رکھ دی ہے تاکہ دیانات کے استغراق میں سیاسات سے غفلت نہ ہو جائے۔''

قرآن کی سند متصل

فرمایا: ''قرآن کریم تمام پچھلی کتابوں کا محافظ ہے' ان کتابوں کے اندر جو تعلیم حق تھی وہ قرآن کریم نے جاری کر دی اور قوموں نے جو کچھ رلا ملا دیا تھا' قرآن نے اس کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ اس لئے ایک شخص جب اسلام لائے گا تو مسلمان ہونے کے بعد سچا عیسائی بنے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صحیح معنی میں ایمان لائے گا۔ اسی طرح جو مسلم بنا وہ صحیح معنی میں موسائی بنا کہ اس نے سند متصل کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صحیح طور پر سمجھا ۔ وہی ابراہیمی بنا' وہی آدمی (حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے) کہ جب آدم کو مانا تو سند متصل کی دنیا میں ایک ہی کتاب ہے۔ اس نے دنیا کی کتابوں کا تعارف کرایا اس کا ماننا سب کا ماننا ہے۔ اس میں داخل ہونا ساری چیزوں کو اپنے سامنے لے آنا ہے''۔

ذکر اللہ روح کائنات

فرمایا: ''جس طرح انسانی بدن کی اصل روح ہے' اسی طرح پوری کائنات بھی کسی روح سے زندہ ہے' جب تک یہ روح اسی کائنات کے اندر موجود ہے' یہ کائنات زندہ کہلائے گی اور جب روح نکال دی جائے تو ساری کائنات کا خیمہ آ پڑے گا ریزہ ریزہ بکھر جائے گا۔ یہ روح ''ذکر اللہ'' ہے' یعنی یاد حق سے یہ کائنات کھڑی ہے۔''

معتدل اور حق راستہ

فرمایا: ''شیوخ طریقت کا نام لے کر قرآن وحدیث کو ترک کر دیا جائے یہ بھی ہلاکت ہے یا قرآن وحدیث کا نام لے کر شیوخ کی طرق کو رد کر دیا جائے' یہ دونوں راستے تباہی اور ہلاکت کے ہیں۔ نہ قرآن وحدیث کی بے ادبی جائز ہے اور نہ اکابر اولیاء کی بے ادبی جائز ہے معتدل اور حق راستہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں قرآن کا دامن رہے اور ایک ہاتھ میں بزرگوں کا دامن رہے اور جامع راستہ پر چلے۔ مگر یہ راستہ محقق ہی سمجھ سکتا ہے' غیر محقق نہیں سمجھ سکتا ہے۔''

قرآن کریم تعلق مع اللہ کا ذریعہ

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ظاہر سے تو کائنات کی ہر چیز وابستہ اور متعلق ہے اور ہر شی پر اس کی پرتو لئے پڑے ہوئے ہیں جس سے اس کی نمود قائم ہے' مثلاً اللہ تعالیٰ کے کمالات میں سے چاند وسورج ہیں' جو اس کے ظاہر سے وابستہ ہیں۔ چاند سے روشنی پہنچ رہی ہے سورج سے گرمی پہنچ رہی ہے موسم بن رہے ہیں جن سے ساری مخلوق فائدہ اُٹھا رہی ہے اسی طرح یہ ساری مخلوق واسطہ بلاواسطہ اللہ کے ظاہر سے وابستہ ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا فرمائی یہ اس کے ظہور کا کمال ہے۔ زمین سے ساری دنیا مستفید ہو رہی ہے سب اسی پر گزر بسر کر رہے ہیں غذائیں حاصل کر رہے ہیں کوئی بھی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ جو زمین سے فائدہ نہ اٹھا رہا ہو اور اس طرح ساری کائنات اللہ کے ظاہر سے وابستہ ہے۔ آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے چھت بنا دیا اس کے سہارے اس کے نیچے ساری مخلوق زندگی گزار رہی ہے اور اس سے متعلق ہے اس لئے یہاں بھی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے ظاہر سے مستفید ہے جس نے اپنے ایک کمال کو آسمانوں کی صورت میں ظاہر فرما دیا۔ لیکن اللہ کے ظاہر سے وہی وابستہ ہوگا جو اس کے عملی حقائق اور اخلاقی کمالات سے وابستہ ہو' جس سے اس کی حقیقت اور سیرت کھلے اور اس کا راستہ صرف کلام ہے جو علمی اور اخلاقی کمالات سے بھرپور ہو کر اترتا ہے اور اس کے باطن سے نکلتا ہے۔

پس حق تعالیٰ کے باطن سے صرف وہی وابستہ ہوگا جو اس کے کلام (قرآن مجید) سے وابستہ ہو اور اسے پڑھے اور پڑھائے۔

بیت اللہ کی مرکزیت

فرمایا: ''بیت اللہ اور مکہ مکرمہ اول عالم بھی ہے، مرکز عالم بھی ہے اور اصل عالم بھی ہے۔ اول عالم ہونے کا مقتضیٰ یہ ہے کہ دین کے کاموں کی یہیں سے اولیت ہو۔ اس کا مرکز عالم ہونا اس بات کا مقتضیٰ ہے کہ یہاں دین کی مرکزیت ہو اور اس کا اصل عالم ہونا اس کا مقتضیٰ ہے کہ یہیں سے چہار طرف آواز پھیلے گی۔''

اصلاح قلب کا نسخہ

فرمایا: ''سب سے زیادہ ضروری قلب کو صالح بنانا ہے، اس کے لئے شریعت نے ذکر اللہ کا نسخہ تجویز کیا ہے کہ یاد خداوندی ہمہ وقت تمہارے سامنے رہے جتنا خدا کی یاد تمہارے سامنے ہوگی اتنا ہی خوف خدا دل میں بیٹھے گا اتنا ہی آدمی جرائم سے بچنے کی کوشش کرے گا اور اگر ذکر کے بجائے جتنی بھی غفلت پیدا ہوگی اتنا ہی معاصی اور گناہوں کی کثرت ہوگی۔ اس لئے بنیادی چیز بتلائی گئی کہ ﴿الا بذکر اللہ تطمئن القلوب﴾''.

تعلیم انبیاء علیہم السلام

فرمایا: ''جب انسان معبود نہیں تو ساری چیزیں انسان کے نیچے نیچے ہیں وہ انسان کی خادم ہیں وہ کیسے معبود بن سکتی ہیں ایک ذات سب کی معبود ہے اور ایک ہی کرتا دھرتا ہے یہی انبیائے کرام علیہم السلام بھی تعلیم دیتے تھے''۔

برکت قرآن

فرمایا: ''قرآن کریم دنیا میں بھی انقلاب پیدا کرتا ہے آخرت میں بھی قرآن دنیا میں تو دل کے اندر بجائے کفر و معصیت کے ایمان کی حلاوت پیدا کرتا ہے اور آخرت میں جہنم سے بچا کے جنت میں پہنچاتا ہے۔ یہاں بھی انقلاب لاتا ہے اور آخرت میں بھی انقلاب لائے

گا اور عالم برزخ میں قبر کے اندر بھی انقلاب لائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے بلاواسطہ قرآن اخذ کیا۔ ان کے دل بدل گئے روح بدل گئے، جذبات بدل گئے پھر جہاں بھی یہ حضرات پہنچے وہاں بھی انقلاب برپا کردیا، قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دیئے پھر تخت الٹ دینا تو یہ ہے کہ ملک فتح کرلیا قیصر کا ملک فتح ہوگیا۔ رومی ماتحت بن گئے، کسریٰ کا ملک فتح ہوگیا ایران پر حکومت قائم ہوگئی یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر بڑی بات یہ ہے کہ جہاں بھی صحابہ کرامؓ پہنچے ملک بدل دیا، تہذیب بدل دی، مذہب بدل دیا، زبان بدل دی، ساری چیزوں میں تبدیلی پیدا ہوگئی"۔

قرآن خیر کے انقلاب کا داعی

فرمایا: "آج جتنا قرآن سے دور ہوتے جارہے ہیں اتنا ہی فساد برپا ہورہا ہے اور شر کا انقلاب آتا جارہا ہے کہ لوگ خیر سے شر کی طرف آرہے ہیں۔ علم سے جہالت کی طرف آرہے ہیں تہذیب سے بدتہذیبی کی طرف۔ تو انقلاب حسن کو قرآن پیدا کرتا ہے اور انقلاب شر ترک قرآن پیدا کرتا ہے۔ قرآن کو ترک کردو گے تو دوسرا انقلاب آتا چلا جائے گا، تہذیب سے بدتہذیبی ہوتی چلی جائے گی علم ختم ہوجائے گا جہالت سے اخلاق حسنہ جاتے رہیں گے بداخلاقیاں پیدا ہوتی جائیں گی۔ اس لئے علم اخلاق اور کمالات یہ قرآن ہی سکھاتا ہے۔ جب آدمی اس جڑ سے وابستہ نہ رہے تو کمالات کی شاخیں سامنے کہاں سے آجائیں گی۔ بہرحال قرآن برکت بھی ہے ہدایت بھی ہے نور بھی ہے اور انقلاب بھی ہے کہ جب آتا ہے تو کایا پلٹ دیتا ہے"۔

ترقی اللہ کے نام میں ہے

فرمایا: "حدیث نبوی میں ہے کہ (لاتقوم الساعة حتیٰ یقال فی الارض الله) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نام پر قائم ہے جب نام نکل جائے گا تو دنیا تباہ اور ختم ہوجائے گی۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ دنیا اللہ کے نام لینے والوں پر قائم ہے۔ جب تک اللہ کے نام لینے والے موجود ہیں اس وقت تک یہ دنیا قائم رہے گی جب وہ مٹ جائیں گے تو دنیا ختم کردی جائے گی۔ جس ملک کے اندر اللہ کے نام لینے

والے باقی نہ رہیں وہ تباہی کی طرف جائے گا اور جس ملک میں سارے ہی اللہ کا نام لیں وہ بقا اور ترقی کی طرف جائے گا۔ بہر حال اللہ کے نام میں ترقی ہے“۔

بیان سیرت کا مقصد

فرمایا: ”سیرت کا بیان اس لئے نہیں ہوتا کہ یہ کوئی کہانی ہے کہ اسے سنا دیا جائے یا یہ کوئی قصہ ہے کہ اسے پڑھ کر پیش کر دیا جائے بلکہ یہ تو ایک معیار اور دستور زندگی ہے۔ یہ اس لئے پیش کی جاتی ہے کہ گھر جا کر ہر شخص اپنی زندگی کو اس سیرت کے اوپر پیش کرے کہ آیا میرے اندر علم نافع، عمل صالح، اخلاص کامل اور فکر صحیح موجود ہے یا نہیں۔ میری کیفیت کیا ہے، انہی کیفیات کو جانچنے کے لئے سیرت مقدسہ کسوٹی ہے“۔

قرآن اور جذبہ خیر خواہی

فرمایا: ”یہی قرآن کریم ہے جو لوگوں کے دلوں کو بدلتا ہے اگر اس کو پکڑے ہوئے ہیں تو خیر کی طرف پھرتے رہیں گے اگر اسے ترک کر دیا تو شرک کی طرف بڑھیں گے۔ فتنوں کی طرف بڑھیں گے۔ ایک سے دوسرے کو چین نہیں ملے گا۔ تو خیر قرآن نے پیدا کیا ہمدردی، محبت، خدمت گزاری، جذبہ اطاعت، اپنے نفع پر بھائی کی نفع کو ترجیح دینا۔ یہ جذبات قرآن نے پیدا کر دیئے تھے خود غرضی مٹا کر لاغرضی پیدا کی تھی اور اس درجہ کہ موت گوارا ہے مگر اپنے بھائی کا نقصان گوارا نہیں“۔ ”وہی لوگ (صحابہ کرام) جو ایک ایک پائی کے لئے دوسرے کے گلے کاٹ دیتے تھے، آج ان میں اس درجہ ایثار پیدا ہو گیا کہ موت گوارا کی مگر دوسرے کی پیاس گوارا نہیں۔ یہی وہ عظیم انقلاب ہے جو قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ کے اندر پیدا کیا ہے انہی مشت خاک کو کیمیا بنا دیا سونا چاندی بنا دیا اور ایسا بنا دیا کہ دنیا کی کایا پلٹ دی“۔ ”تو قرآن کریم در حقیقت روح الٰہی ہے روح خداوندی ہے جس سے اقوام زندہ ہوئے جس نے اسے لیا وہی زندہ ہوا حضرات صحابہ کرامؓ نے اس روح کو لیا اس لئے وہ ایسے زندہ ہوئے کہ لاکھوں کروڑوں مردوں کو انہوں نے زندہ کر دیا۔ ہم نے آج اس روح کو نکال دیا ہے بس بیچارے پڑے ہوئے ہیں۔ جس کا جی چاہے مارے جس

کا جی چاہے کاٹ دے جس کا جی چاہے کچھ کرلے چونکہ ہمارے اندر جان ہی باقی نہیں ہے اور نہ ہی روح باقی ہے۔ (القرآن یعلوا و لا یعلیٰ) جیسا کہ (الاسلام یعلوا و لا یعلیٰ) اسلام بلند ہے اسے کوئی پست نہیں کرسکتا اس کی روح جس میں آ جائے گی وہ بھی بلند ہو جائے گا جس میں سے نکل جائے وہ پست ہو جائے گا۔

ذکر اللہ کی اہمیت

فرمایا: ''دنیا کے بہت سارے طبقات (مثلاً کاشتکار' تاجر اور سیاسی اور حکومت کا آدمی) کو دعویٰ ہے کہ دنیا کو ہم نے سنبھال رکھا ہے لیکن حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم سارے غلط کہتے ہو دنیا کو سنبھالنے والا تو ہمارا نام لینے والا ہے۔ جو ہماری یاد میں مصروف ہے اس نے دنیا کو سنبھال رکھا ہے نہ کہ تاجر' کاشتکار' زمیندار اور سیاسی آدمی۔ ہم نے اور ہمارے نام لینے والوں نے سنبھال رکھا ہے''۔

شان بیت اللہ

فرمایا: ''بیت اللہ اصل عالم بھی ہے اور وسط عالم بھی ہے یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام اور جامع دین کی گویا پہلی دعوت مکہ مکرمہ سے چلی' تاکہ مرکز سے دعوت چلے اور یکسانی کے ساتھ تمام عالم میں اس کی آواز پھیل سکے''۔

عظمت و جلالت خداوندی

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی صورت یہی ہے کہ اس کی قدرت اور اس کا اقتدار اور قبضے کو تصور میں لاتا رہے کہ وہ مالک ہے جس طرح چاہے کرے جب چاہے موت دیدے' جب چاہے حیات دے دے' جب چاہے صحت دے دے' جب چاہے بیماری مسلط کردے' جب چاہے امن دے دے' جب چاہے بدامنی مسلط کردے' اسی کی یہ قدرت ہے اور اس کی اس قدرت کا جب دھیان ہوتا ہے تو ڈر پیدا ہوتا ہے کہ میں بڑے قادر کے قبضے میں ہوں معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا تو آدمی حق تعالیٰ کی عظمت

وجلالت کو تصور کرتا رہے اس سے ڈر پیدا ہو جاتا ہے"۔

قانون خداوندی کی وسعت

فرمایا: "سلاطین دنیا کا قانون بدنوں پر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ بدن تک ہی ان کی رسائی ہے لیکن جو ذات "علیم بذات الصدور" ہے جو دلوں کی کھٹک سے بھی واقف ہو اس کا قانون تو دلوں پر بھی عائد ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی رسائی دل کی ہر حرکت تک ہے لہذا دیانۃً ہم پر یہ ضروری ہوا کہ تنہائی میں بیٹھ کر بدفکری بھی نہ کریں، خیالات فاسدہ بھی نہ لائیں، وساوس بھی سوچ سوچ کر نہ لائیں"۔

ضرورت تزکیہ

فرمایا: "اگر کوئی شخص مشرکانہ ذہنیت لے کر قرآن کو دیکھے تو یوں معلوم ہوگا کہ ہر آیت سے شرک ہی نکل رہا ہے۔ اگر نصرانی ذہنیت سے سوچے گا تو یوں معلوم ہوگا کہ ہر آیت میں عیسائیت بھری پڑی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہودیانہ ذہن سے قرآن کو دیکھے تو یوں معلوم ہوگا کہ قرآن میں یہودیت بھری پڑی ہے لیکن اگر کوئی مواحدانہ ذہنیت لے کر جائے گا تو آیت آیت سے توحید نکلے گی اس لئے کہ قرآن کریم تو ایک مردِ سخی کی مانند ہے دوست اس سے کمالے یا دشمن اس سے کمالے وہ تو ذی وجوہ اصولی اور کلی جملے ہیں ہیر پھیر کر آدمی اپنا مطلب نکال سکتا ہے اسی وجہ سے حضورؐ نے نفوس کا تزکیہ فرمایا اپنے صحابہ کرامؓ سے ریاضت اور مجاہدات کرائے توجہ الی اللہ کی مشق کرائی تاکہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ ہو ذہن میں استقامت پیدا ہو جائے ذہن سے زیغ اور کجی نکل جائے۔ جب ذہن میں استقامت آ گئی تو جو آیت پڑھی جائے گی یا معنی بیان کئے جائیں گے آدمی صحیح سمجھے گا"۔

حضور عالمگیر شخصیت

فرمایا: "سرکار دو عالم فخر بنی آدم رسول الثقلین حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں اور پنہائیوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں وہ کسی شخص واحد کا دستور زندگی نہیں، بلکہ جہانوں کے لئے ایک مکمل دستور حیات ہے جوں جوں

4 زمانہ ترقی کرتا ہوا چلا جائے گا اسی حد تک انسانی زندگی کی استواری اور ہمواری کے لئے اس سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔"

قرآن روح زندگی

فرمایا: "اگر غور کیا جائے تو یہ ایک حیات اور ایک زندگی ہے اس نے دنیا کو بھی زندہ کیا' اقوام کو بھی زندہ کیا اور عربوں کو بھی زندہ کیا اور ان میں زندگی کی روح ڈالی۔ خود قرآن کریم میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا "**وکذالک اوحینا الیک روحاً من امرنا**" اے پیغمبر! آپ کی طرف ہم نے وحی کی اور وحی کے ذریعہ اپنے روح کو آپ کے اندر ڈالی مراد قرآن کریم ہے۔ آگے فرمایا گیا (**ما کنت تدری ماالکتٰب ولاالایمان ولکن جعلنٰہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا**) آپ اس سے پہلے یہ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اس سے بھی آپ واقف نہیں تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے؟ ہم نے اس وحی اور اس روح کو نور بنا کر آپ کے اندر ڈالا جس سے تمام علوم آپ پر منکشف ہوئے"۔

لب ولہجہ کی اہمیت

فرمایا: "کلام کی مراد سمجھنے کے لئے کبھی لب ولہجے کی ضرورت پڑتی ہے کاغذ پر جو کلام لکھا جاتا ہے اس میں کلام کی کیفیات نہیں آتیں وہ لب ولہجے' ہیئت اور ماحول سے سمجھ میں آتی ہیں محض کاغذ اور کاغذ کے کالے حروف سے سمجھ میں نہیں آتے۔

میں مثال دیا کرتا ہوں کہ ہماری اردو زبان کا ایک جملہ ہے کہ "کیا بات ہے" عام طور پر سے بولا جاتا ہے۔ اس کے کئی معنی آتے ہیں اور سارے معنوں کا تعلق لب ولہجے سے ہے' اگر یوں کہیں "بھئی! کیا بات ہے؟" تو آپ یوں سمجھیں گے کہ میں سوال کر رہا ہوں اور اگر میں یوں کہوں کہ "کیا بات ہے۔" اب آپ سمجھے کہ بڑائی بیان کی کہ فلاں چیز کی کیا بات ہے اور اگر میں یوں کہوں کہ "کیا بات ہے۔" اب آپ یہ سمجھیں گے کہ میں نے تعجب کا اظہار کیا تو یہ ایک ہی جملہ ہے' اس کے معنی سوال' تعجب تفخیم شان اور تحقیر شان کے آتے ہیں۔ اسی طرح

قرآن کریم کا ایک لب ولہجہ ہے اگر قرآن کے ساتھ بیان کرنے والے مربی نہ آتے اور لب و لہجہ ماحول اور ہیئت کذائی سے نہ سمجھاتے تو قرآن کریم سے اللہ تعالیٰ کی مرادیں سمجھنا ممکن نہ ہوتیں۔ نبی کریمؐ نے لب و لہجے طریق عمل اور ہیئت کذائی سے سمجھایا"۔

قرآن معجزہ بھی کرامت بھی

فرمایا: "صرف قرآن کریم معجزہ ہی نہیں بلکہ معجزہ گر بھی ہے یعنی قرآن کریم نے معجزات بنادیئے اس واسطے قرآن کریم پر عمل کرنے سے بڑے بڑے اکابر اولیاء پیدا ہوئے ان اولیاء کے ہاتھ پر کراماتیں ظاہر ہوئیں تو قرآن صرف خود ہی معجزہ نہیں بلکہ لوگوں کے ہاتھ پر معجزے نمایاں بھی کرتا ہے فرق اتنا ہے کہ نبی کے ہاتھ پر جو خرق عادت ظاہر ہوتی ہے اسے "معجزہ" کہتے ہیں اور ولی کے ہاتھ پر جو خرق عادت ظاہر ہو اسے "کرامت" کہتے ہیں۔

زیارت الٰہی کا طریقہ

فرمایا: "جس کو یہ شوق ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کروں تو اس کا طریقہ یہی ہے کہ قرآن کریم پڑھتے ہوئے اس کے ہر ہر حرف پر اللہ کا دھیان جمائے اور جما کر اس کو دل میں راسخ کرلے تو دنیا میں بھی جلوے نمایاں ہوں گے اور آخرت میں بھی دیدار ہو جائے گا"۔

تعلیم و تربیت کی ضرورت

فرمایا: "ترجمہ پڑھانے والا عمل بھی دکھاتا رہے اور تربیت بھی کرتا رہے صرف یہ نہ دیکھے کہ بس ان کو علم ہو گیا ہے یہ تو مصیبت بن جائے گی حکمت کے ساتھ ان کی تربیت کرتا رہے۔ نبی کریمؐ نے صحابہ کرامؓ کو محض تعلیم وہی نہیں دی ہے کہ صرف قرآن کے معنی بتلا دیئے ہوں یا سمجھا دیئے ہوں بلکہ نبی کریمؐ نے عملی مشق بھی کرائی ہے اور عمل کی نگرانی بھی فرمائی ہے"۔ "تعلیم دینے کے بعد عمل میں تربیت کی بات ہے اور عمل کی ضرورت پڑتی ہے اور تربیت میں حکمت کی ضرورت ہوتی ہے تعلیم تو ایسی ہے جیسے کسی طبیب نے طب کی کتاب پڑھا دی ہے اور علاج ہوتا ہے مطب سے تعلیم میں تو سب کے سامنے ایک ہی مسئلہ بیان کرے گا لیکن اگر علاج کرنے بیٹھے گا تو ہر ایک کا نسخہ الگ الگ لکھے گا

چونکہ ہر ایک کا مزاج الگ ہے تو تعلیم کے درجے میں تو سب برابر ہوتے ہیں لیکن عمل کرانے کے درجے میں ہر ایک کا مزاج الگ ہونے کی وجہ سے اس کے مزاج کی رعایت کرنی پڑے گی اور اسی مناسبت سے نسخہ تجویز کرنا پڑے گا"۔

معلم قرآن کی فضیلت

فرمایا: "یہ ایک فطری بات ہے کہ آدمی کلام سن کر متکلم اور اس کے اندرونی کیفیات سے وابستہ ہوتا ہے اور جب کہ اللہ تعالیٰ سرچشمۂ خیر و برکت ہے اور ان کی ہر بات خیر ہی خیر ہے۔ اس لئے آدمی اس کے کلام کی وجہ سے خود اس سے وابستہ ہو کر سرتاپا خیر ہی خیر اور برکت ہی برکت ہو جائے گا جس میں شر باقی نہ رہے گا۔ اسی کو حدیث نبویؐ میں فرمایا گیا ہے کہ (تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن پڑھتا اور پڑھاتا ہے) تو پوری امت میں عالم قرآن اور معلم قرآن کو "خیر" کا لقب دیا گیا ہے۔ یعنی ساری امت تو دوسری اقوام کی نسبت سے خیر ہے (امر بالمعروف کرتے ہو، اچھی باتوں کی نصیحت کرتے ہو برائیوں سے روکتے ہو) اور عالم قرآن افضل ہے غیر عالم سے اور معلم قرآن افضل ہے محض عالم سے بھی"۔

قرآن درس انقلاب

فرمایا: "زمانہ جاہلیت جو اسلام سے قبل کا زمانہ ہے اس کے اندر دلوں میں، روحوں میں ہر برائی جمی ہوئی تھی، شرک میں مبتلا تھے، بدعات میں مبتلا تھے، منکرات میں مبتلا تھے، چوری، ڈکیتی، زنا کاری ساری حرکتیں ان کے اندر موجود تھیں۔ نہ قول صحیح، نہ عمل صحیح اور نہ مال درست، بس جیسے جانور زندگی گزارتے ہیں اسی طرح زمانہ جاہلیت کا دستور تھا رات دن ڈکیتی، رات دن مار دھاڑ، قبیلوں میں جنگ اور کشت و خون، ہر وقت ان کا یہی مشغلہ تھا قرآن کریم آیا تو جن دلوں نے اس کو قبول کر لیا اور اس سعادت کو حاصل کیا تو ایک دم کایا پلٹنا شروع ہو گئی، پہلے ان کا نام جہلائے مکہ تھا جب قرآن کو قبول کر لیا تو ان کا نام صحابہ کرامؓ ہو گیا"۔ "اس قرآن نے ہی تو دلوں کو بدل دیا تھا روحوں کو بدل دیا تھا۔ پہلے مال کی محبت تھی اور اب کمال کی محبت ہوئی۔ پہلے مخلوق کی محبت تھی اور اب خالق کی محبت شروع

ہوئی اور محبت میں مستغرق ہو گئے۔ غرق ہو گئے۔ کہاں سے کہاں پہنچ گئے"۔

قرآن ہدایت

فرمایا: "سب سے بڑی دعا جو سورۂ فاتحہ میں منگوائی گئی وہ ہدایت کی دعا ہے یعنی "اھدنا الصراط المستقیم" اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت اتنی بڑی نعمت ہے کہ ساری نعمتیں اس کی تابع ہیں اور ضلالت سب سے بڑی گمراہی ہے کہ ساری مصیبتیں اس کے تابع ہیں اس لئے سورۂ فاتحہ جو قرآن کریم کا خلاصہ ہے اس میں ہدایت کی دعا رکھی گئی جو سورۂ فاتحہ کا خلاصہ ہے تو سارے قرآن پاک کا خلاصہ ہدایت نکل آتی ہے"۔

قرآن حبل خداوندی

فرمایا: "یہاں سے ایک حقیقت اور سمجھ لیجئے وہ یہ کہ آسمان سے نیچے ساتوں زمین کی تہہ تک جہنم کا علاقہ ہے اور ساتویں آسمان سے اوپر جنت کا علاقہ ہے جیسا کہ اہل حقائق کے کلام سے واضح ہے۔ اس لئے جتنی مخلوق بھی آسمان کے نیچے ہے گویا وہ جہنم میں ہے اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس جہنم سے بچو اور جنت تک پہنچو اس کی صورت یہ فرمائی کہ حق تعالیٰ نے ایک رسی آسمان سے لٹکا دی اور حکم دیا کہ اس رسی کو مضبوطی سے پکڑو کہ جب ہم اسے کھینچیں تو اس کے ذریعہ ہمارے پاس آجاؤ وہ رسی کیا ہے تو حدیث میں حضور کا ارشاد ہے کہ "یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکا دی گئی ہے۔"

کلام سے متکلم پر استدلال

فرمایا: "کلام درحقیقت متکلم کے باطن کی ترجمانی کرتا ہے، شیخ سعدیؒ نے کہا ہے

تا مرد سخن نگفتہ باشد   عیب و ہنرش نہفتہ باشد

یعنی جب تک آدمی کلام نہ کرے اس کا عیب و ہنر سب چھپا ہوا رہتا ہے، کلام بولتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ ناقص ہے یا کامل۔ جاہل ہے عالم شاعر ہے یا ادیب۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام ان کی حقائق کا ترجمان ہے اس لئے قرآن سنتے ہی

ایک فہم ودانا پکار اٹھے گا کہ یہ تو کسی بڑے حکیم وخبیر کا کلام ہے۔ جس کے علم وحکمت کی انتہا ہی نہیں ہے اس میں جمال بھی ہے حکمت بھی اخلاق بھی ہے رحمت بھی ہے شوکت بھی ہے ہیبت بھی ہے عظمت بھی ہے ازلیت بھی ہے اور ابدیت بھی۔ غرض ساری ہی خوبیاں اس کے کلام میں چھپی ہوئی ہیں۔ جس سے ہم سمجھ جاتے ہیں کہ یہ سوائے خدا کے کسی اور کا کلام نہیں ہوسکتا' کیونکہ ساری ہی ساری خوبیوں اور کمالات کا سرچشمہ صرف اسی کی ذات بابرکات ہے''۔

قرآن کریم کی عجیب شان

فرمایا: ''قرآن شریف کی عجیب شان ہے کہ اسے پڑھو تو اس سے بہتر وظیفہ کوئی نہیں۔ اس کا علم سیکھو تو اس سے بڑھ کر کوئی علم نہیں۔ اسے دستور علم بناؤ تو اس سے بڑھ کر کوئی قانون نہیں اگر اس کے حقائق کھولو تو اس سے بڑھ کر کوئی حکمتیں نہیں اور اگر اس کی کیفیات اپنے اوپر طاری کرلو تو اس سے بڑھ کر کوئی سکون قلب نہیں''۔

حفاظت قرآن کے مختلف پہلو

فرمایا: ''قرآن کریم کے ایک ایک پہلو کی حفاظت کے لئے مستقل ایک طبقہ کھڑا ہوگیا۔ الفاظ کے لئے حفاظ' معانی کے لئے علماء' رسم الخط کے لئے علماء رسم الخط آواز اور طرز ادا کے لئے قراء اور مجودین' حکم اور مصالح کیلئے حکماء حقائق کیلئے صوفیاء' علل واسرار کیلئے فقہاء تو ایک ایک طبقے نے ایک ایک پہلو کی حفاظت کی' اسی لحاظ سے قرآن کریم ہر اعتبار سے محفوظ ہوا''۔

امین سے امین تک

فرمایا: ''قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے اس کو لے کر روح الامین نازل ہوئے اور قلب محمدی کے اوپر لے کر آئے حق تعالیٰ کی صفت اس کے اسماء میں سے ''امین'' ہے کہ وہ امانت والا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفت ''روح الامین'' وہ خود

امانت والے۔ اور محمد رسول کریمؐ کی صفت ''محمد الامین'' ہے کہ امانت والے اور یہ امانت کا لفظ وہ تھا کہ اپنوں نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی تسلیم کیا۔ تو کلام پاک امین سے چلا امین لے کر آیا اور امین کے قلب پر اترا''۔

قرآن کا آغاز وانتہا باعث فرحت

فرمایا: ''قرآن کریم کا آغاز بھی خوشی کی چیز ہے جب اس کا حافظ یا عالم ہو جائے تو وہ بھی خوشی منانے کا موقع ہے البتہ اتنا فرق ہے کہ آغاز پر جو خوشی ملتی ہے وہ توقعات پر ملتی ہے کہ یہ پڑھے گا لکھے گا اور حافظ وعالم بنے گا اور فراغت وانتہا کی خوشی کمال پر ہوتی ہے ابتداء میں جو امید باندھی گئی تھی وہ پوری ہوگئی اور مراد حاصل ہوگئی''۔

حفاظت قرآن اور خلفاء ربانی

فرمایا: ''قرآن کریم میں ایک طرف الفاظ ہیں' ایک طرف اس کے معانی ہیں اور ایک طرف اس کا تکلم اور لب ولہجہ ہے۔ الفاظ کی حفاظت حفاظ نے کی ہے اس کے معانی کی حفاظت علماء اور فقہاء نے کی ہے اور اس کے لب ولہجہ اور طرز ادا کی حفاظت قراء اور حضرات مجودین نے کی ہے تو الفاظ میں حفاظ خلفائے خداوندی ہیں اور معانی میں فقہاء اور علماء خلفائے الٰہی ہیں اور الفاظ اور طرز قرأت میں قراء اور مجودین خلفائے ربانی ہیں''۔

نزول قرآن کا مقصد

فرمایا: ''کتاب اللہ کے نزول کا مقصد محض الفاظ ومعانی کے سمجھ بوجھ سے ہی نہیں بلکہ اس کا مقصد ایسے قلوب واذہان کی تربیت وتزکیہ بھی ہے جو الفاظ ومعانی کی تہہ میں حقائق ومعارف کے ادراک کے قابل ہوں اور ان معارف کی کیفیات کا محل بھی بن سکیں''۔

تحریف قرآن پوشیدہ نہیں رہ سکتی

فرمایا: ''جو کلام خداوندی اس حفاظت سے آئے اور قیامت تک چلتا رہے

اس میں کسی دغل وصل یا تحریف کی گنجائش نہیں۔ اگر کوئی تحریف کرنیوالا تحریف کرے گا تو چونکہ حفاظت کے سامان کافی ہیں' اس لئے اس کی تحریف کھل جائے گی۔"

الفاظ قرآن کی برکت و اہمیت

فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے قرآن کے الفاظ نازل فرمائے' ان الفاظ میں وہ کمالات چھپے ہوئے ہیں جو بولنے والے کے اندر تھے وہ کمالات ظاہر ہوتے ہیں۔ ان الفاظ کے ذریعہ دنیا میں کوئی بھی جذبہ بغیر الفاظ کے سمجھ میں نہیں آتا' اس لئے لفظوں کو بیچ میں لانا ضروری ہے۔ اور ان ہی الفاظ کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالات کو چھپایا ہے اور انہی الفاظ کے ذریعے اپنے کمالات کو بندوں تک پہنچایا ہے اور ان کے دل میں اتارا ہے۔ ان کمالات کو اپنے دل میں حاصل کرنے کی نیت سے اگر آپ تلاوت کریں گے اور دھیان اس پر دیں گے کہ کیا کہا جارہا ہے اور میرے دل میں کمالات کس طرح اتر رہے ہیں تو پھر اور ہی شان ہوگی' اسی کو حدیث میں فرمایا گیا ہے "تبرک بالقرآن فانهٗ کلام الله و خرج منه" (الحدیث)

سیرت

تکمیل دین اتمام نعمت

فرمایا: ''حضورؐ اس علم نبوت اور ختم نبوت کے آخری مرکز تھے جن پر عالم امر کا اختتام کر کے اس کی تکمیل کر دی گئی۔ چنانچہ قرآن کریم نے آپؐ کے آخری اور وداعی حج کے دن دین کے اس تدریجی تکمیل کے آخری نتیجہ کا اعلان ان الفاظ میں کر دیا (**الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا**) آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں تم سے دین کے بارے میں تم سے اسلام سے راضی ہو گیا ہوں''۔

عہد آدم اور عہد رسالت

فرمایا: ''اگر مؤرخین کا یہ قول اختیار کیا جائے کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے چھ ہزار سال بعد دور محمدیؐ شروع ہوتا ہے اور آپؐ ساتویں الف کے آغاز میں مولود اور مبعوث ہوئے ہیں (جس پر بعض آثار صحابہؓ اور احادیث بھی شاہد ہیں جن کو ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے تو واضح ہوگا کہ تکوینیات کی طرح تشریعیات کی تکمیل بھی چھ ہزار سال کی مدت میں ہوئی ہے اور جس طرح تکوین و تشریع میں تدریج و تانی کا اصول مشترک تھا اسی طرح اس کی مدت بھی مشترک اور یکساں ثابت رہی''۔

تکمیل محبت

فرمایا: ''علماء کرام محبت کی تین قسمیں لکھتے ہیں۔ محبت طبعی، محبت عقلی اور محبت عشقی، محبت طبعی تو مادی محبت ہے جیسے باپ کو اولاد سے ہوتی ہے یا اولاد کو ماں باپ سے

ہوتی ہے یا عزیزوں، رشتہ داروں میں ہوتی ہے۔

ایک محبت عقلی ہے کہ اسی کا نام فی الحقیقت ایمان ہے، حدیث شریف میں ہے کہ (لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین) تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میرے ساتھ اتنی محبت نہ ہو کہ نہ اتنی محبت اپنے ماں باپ سے نہ اولاد سے ہو اور ایمان کی حقیقت محبت ہے تو وہ محبت عقلی ہے اس محبت کا آدمی جب عملاً مشق کرے اور بڑھائے اور عشق کے درجے میں آجائے تو وہ محبت عشق کہلاتی ہے۔

قرآن وشریعت

فرمایا: ''جو شخص بھی قرآن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے حصول آزادی کی تدبیر کی پہلی کڑی صرف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ نبوت وقت یعنی حضرت خاتم الانبیاءؐ کی نبوت کی قیادت میں گامزن ہو، جس کا واضح ترین پروگرام یہ قرآن اور اس کی مدونہ شریعت ہے۔ جس کا ایک بازو اور اس کی اولین تفسیر یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا بازو اس کی فقہی تشریحات ہیں لہذا مسلمان کسی ایسی قیادت کو تسلیم نہیں کر سکتے ہیں جو کتاب وسنت سے الگ کوئی نیا راستہ بتاتی ہو۔''

محبت رسولؐ کا معیار

فرمایا: ''میں کہتا ہوں کہ جو انسان بدی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے قلب کے اندر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت کی کمی ہے پوری محبت ہے ہی نہیں۔ جس کے قلب میں محبت رچی ہوئی ہوگی، وہ بدی سے خود بخود بچے گا''۔

منکرین حدیث کی قلابازیاں

فرمایا: ''حدیث کو دراصل ایک بیرسٹر کی حیثیت حاصل ہے کہ آدمی قرآن کے اندر اپنے عقلی گھوڑے کتنے ہی دوڑائے حدیث کی موجودگی میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث متن قرآن کا معنی متعین کرتی ہے مراد ربانی بتلا سکتی ہے اس لئے عقل زدہ لوگوں کے تیر ہرگز کارآمد نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ قرآن سے اپنی من مانی مرادیں نکالنے کی سعی کرتے ہیں وہ حدیث کا انکار پہلے ہی کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے

مقاصد حدیث کے سامنے کبھی پورے نہیں ہو سکتے ان کا ذہن یہ ہے کہ حدیث سے انکار کر دو اور بس آزادی مل جائے جو مطلب چاہیں گے نکال لیں گے اور منکرین حدیث کا طبقہ مختلف اوقات میں مختلف شکلوں میں نمودار ہوا ہے"۔

اہمیت اتباع سنت

فرمایا: "اگر محبت نبوی کا جذبہ غالب ہے تو بدعات سے نفرت ہو جائیگی اور سنت کی پیروی سے محبت پیدا ہو جائے گی کیونکہ محبوب کی ذات محبوب ہے اور جب ذات محبوب ہے تو ذات کی ادائیں بھی محبوب ہوں گی آپ کا طرز سلام وکلام بھی محبوب ہوگا۔ ہر چیز محبت کے نیچے آتی جائے گی۔ اس کا نام اتباع سنت ہے کہ ہر شعبہ میں سرکار دو عالمؐ کی اور آپ کے افعال کی پیروی ہو اس میں خیر و برکت ہے حتیٰ کہ معاملات و معاشرات میں بھی پیروی کریں تو صدیق بن جائیں گے"۔

تعصّبات کی جڑ

فرمایا: "تعصب شخصیتوں سے پیدا ہوتا ہے کہ یہ میرا متبع ہے میں اسے مانتا ہوں اور یہ تمہارا متبع ہے میں اسے نہیں مانتا ہوں' یہیں سے جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ اسلام نے سارے مقتداؤں کو ماننا بتلایا اگر اسلام یوں کہے کہ عرب میں جو پیغمبر آئے ہیں انہیں تو مانو' شام' حجاز' ہندوستان اور سندھ میں جو آئے ہیں انہیں مت مانو' تو یہ تعصب ہوتا ہے۔ یہ بین الاقوامی دین کی علامت نہیں ہوتی۔ بین الاقوامی دین کے معنی یہ ہیں کہ تعصبات کی جڑ کاٹ دی جائے"۔

روحانی انقلاب

فرمایا: "میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر حضورؐ کے معجزات پر نظر کی جائے تو آپ کے ہزارہا معجزات ہیں۔ زمین و آسمان کی چیزوں سے الگ معجزے ظاہر ہوئے' چاند وسورج سے الگ معجزے ظاہر ہوئے اور دنیا کی ہر چیز پر آپ کے معجزات نمایاں ہوئے لیکن یہ سارے معجزات ایک طرف اور ایک معجزہ ایک طرف وہ یہ ہے کہ ہر ہر صحابیؓ آپ کا ایک مستقل معجزہ ہے اس لئے کہ پتھر کو موم بنانا اور لوہے کو نرم کر دینا آسان ہے مگر انسان کی روح

میں انقلاب پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ آپ کے ہاں ایک شخص آتا ہے جو کافر بھی ہے مشرک بھی، بدعقیدہ بھی اور بدعمل بھی۔ لیکن ایک مجلس مبارک میں شرکت کرتا ہے اور دست مبارک پر بیعت کر کے اس حالت میں واپس ہوتا ہے کہ عالم بھی ہے، عارف بھی ہے، کامل بھی ہے، زاہد بھی ہے، عابد بھی ہے اور متقی بھی ہے ایک دم دل کے اندر انقلاب پیدا ہو گیا"۔

مقصد اصلی

فرمایا: "مقصد اصلی یہ ہے کہ اتباع سنت کو اصل سمجھا جائے اس کے لئے جن معلومات کی ضرورت ہے وہ معلومات حاصل کی جائیں۔ اگر آپ خود عالم ہیں تو اپنے علم کی روشنی میں سنت کی پیروی کریں اور اگر عالم نہیں ہے تو قرآن کریم نے طریقہ بتلا دیا ہے کہ (فاسئلوا ان کنتم لاتعلمون) تو یا اپنے علم پر چلو یا دوسرے کے علم پر اعتماد کر کے اس سے پوچھ پوچھ کر چلو۔ اگر دل کے اندر ٹوہ رہے گی تو یا خود علم حاصل کر کے یا علم والوں سے پوچھ کر چلنے پر مجبور ہوں گے اگر دل میں طلب نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔

اس واسطے میں کہتا ہوں کہ پانی کی تلاش زیادہ مت کرو اپنے اندر پیاس پیدا کرو، پیاس پیدا ہو گئی تو پانی خود بخود آپ کے پاس آ جائے گا۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے شکوہ جواب شکوہ میں بہت خوب فرمایا ہے۔

راہ دکھلائیں کسے، راہرو منزل ہی نہیں ۔۔۔ جس سے تعمیر ہو آدم کی وہ گل ہی نہیں

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں ۔۔۔ راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

متبع بننے کی ضرورت

فرمایا: "میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اتباع شریعت اور اتباع سنت آسان ہو جائے گا بشرطیکہ اپنے اندر پیاس پیدا کرو جذبہ پیدا ہو جائے کہ ہم متبع ہو کے رہیں گے۔ مبتدع اور مخترع بن کر نہیں رہیں گے کہ ایجاد کر کے رواج کو دین بنا دیں بلکہ ہر معاملہ میں دیکھو کہ اللہ کے رسولؐ نے کیا فرمایا اور اس کے اوپر صحابہؓ کا کیا عمل تھا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے تعامل سے ثابت ہو اس پر چلو جو بالکل بے غل و بے غش راستہ ہے"۔

منکر حدیث منکر قرآن ہے

فرمایا: ''جو شخص احادیث کا انکار کر رہا ہے در حقیقت وہ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا منکر ہے کیونکہ قرآن بغیر حدیث کے حجت نہیں بن سکتا۔ جس طرح کوئی شخص بغیر رسول کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح بغیر کلام رسول کے کلام اللہ تک پہنچنا ناممکن ہے۔''

تکمیل دین

فرمایا: ''عہد نبوت میں دین مکمل ہوا اور چہار طرف پھیلا۔ مگر کیفیت کے لحاظ سے ایک لاکھ چوبیس ہزار وہ نمونے تیار ہو گئے کہ شاید ہر صحابی کسی ایک نبی کی نسبت کے اوپر ہے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات جامع النسب ہے۔ تو کیفیت کے لحاظ سے بھی دین مکمل ہو گیا۔''

کمال انسانیت

فرمایا: ''اگر ہم ہوائی جہاز سے پچاس فٹ بلندی پر اڑ جائیں تو بیشک یہ بڑے کمال کی بات ہے مگر یہ حیوانیت کا کمال ہے اس لئے کہ گرگسیں بھی تو اڑتی ہیں یہ انسانیت کا کمال نہیں ہے۔ اگر ہم ڈوبتی کشتی کے ذریعہ سمندر کی تہہ تک پہنچ جائیں تو یہ بھی حیوانیت کا کمال ہے اس لئے کہ مچھلیاں بھی تو پہنچتی ہیں۔ اگر ہم آدمی سے گرگس یا مچھلی بن گئے تو کونسا کمال کیا؟ انسانیت کا کمال یہ ہے کہ گھر پر بیٹھا ہوا ہو اور عرش سے باتیں کر رہا ہو۔ اپنے مصلی پر بیٹھا ہوا ہو اور خدا سے اسے نیاز حاصل ہو۔ دیکھنے میں فرشی ہو مگر حقیقت میں وہ عرشی ہو۔ یہ سب سے بڑا انسانیت کا کمال ہے جس کو انبیاء علیہم السلام نے سکھلایا''۔

وزراء نبوت

فرمایا: ''حضورؐ کی فیض صحبت کا یہ اثر تھا کہ آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایسی معیاری زندگیاں بنالیں کہ دوسری اقوام بھی ان کو نمونہ بنا کر پیش کریں جیسا کہ گاندھی جی نے اپنے ایک اخباری مضمون میں لکھا تھا کہ ''اگر ہمارے کانگریسی وزراء عالمی وقار چاہتے ہیں تو وہ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) اور عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا نمونہ اختیار کر لیں''۔

ناجی فرقہ

فرمایا: ''جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی معیارِ حق و باطل ہیں تو ان کی مخالفت ہی سے نیا فرقہ بنے گا۔ ان کی موافقت سے کوئی نیا فرقہ وجود میں نہیں آسکتا۔ بلکہ وہی قدیم ناجی فرقہ برقرار رہتا ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے اپنا روحانی سلسلہ نبی کریمؐ سے ملائے ہوئے ہیں''۔

تمام صحابہ معیارِ حق اور واجب الاطاعت

فرمایا: ''قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ''اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم'' الفاظ حبیبؐ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ رسولؐ کے علاوہ ایک دو صحابی ہی معیارِ حق نہیں بنا دیئے گئے بلکہ ''اصحابی'' جمع کا صیغہ لا کر اشارہ کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ معیارِ حق بن کر واجب الاطاعت ہیں۔''

لطیف نکتہ

فرمایا: ''(بایھم اقتدیتم اھتدیتم) میں ''ایھم'' کے لفظ سے اقتدا کو مطلق رکھا گیا کہ کسی کی بھی اقتدا کی جائے ہدایت مل جائیگی لیکن ''نجوم'' کے لفظ سے اقتدا کو سمجھنا اور ہادی ماننا سب کے لئے ضروری قرار دے دیا گیا ہے یہ نہیں کہ جس کی پیروی کرو نجم ہدایت اور نور افشانی صرف اسی کو سمجھو۔ پس پیروی کا عمل تو ایک دو تک محدود ہو سکتا ہے لیکن نور افشانی کا عقیدہ ایک دو تک محدود نہیں رہ سکتا۔ وہ سب کے لئے ماننا لازمی ہوگا۔''

طبقہ صحابہ کی فضیلت

فرمایا: ''حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ کے بعد کسی طبقہ کو طبقے کی حیثیت سے نام لے کر معیارِ حق نہیں فرمایا' البتہ معیارِ حق ہونے کا ایک کلی ضابطہ اور معیاری اوصاف کا تعین فرما دیا گیا جنہیں سامنے رکھ کر معیاری افراد کو ہر زمانہ میں فی الجملہ متعین کیا جا سکتا ہے''۔

معیاری شخصیات کا تاقیامت وجود

فرمایا: ''کتاب و سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

قیامت تک معیاری شخصیتیں آتی رہیں گی جو درجہ بدرجہ حق و باطل کا معیار ثابت ہوتی رہیں گی اور جو بھی کتاب وسنت کے الفاظ سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی سعی کرے تو ایسی شخصیتیں اپنے اپنے دور کے مناسب حال عنوانوں سے ان کی تاویلات کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کا چہرہ دکھاتی رہیں گی۔''

شانِ صحابہ

فرمایا: ''صحابۂ کرامؓ کی جامع اضداد زندگی کا سب سے نمایاں اور حیرت ناک پہلو یہ ہے کہ وہ کلیۃً تارک دنیا بھی تھے اور رہبانیت سے الگ بھی۔ دنیا اور دنیا کے جاہ وجلال' حسن و دولت' حکمت وسیاست' گھر بار' زمین اور جائیداد کے ہجوم میں تھے اور پھر ادائے حقوق میں بے باک بھی۔ یہ زر اور زمین ان کے تصرف میں تھی اور پھر یہ کہ قلباً ان سب چیزوں سے بے تعلق اور کنارہ کش بھی۔ درویش کامل بھی ہیں اور قبائے شاہی بھی زیب تن ہے' حکمران بھی ہیں اور دلق گدائی بھی کندھوں پر ہے ممالک بھی فتح کر رہے ہیں اور فقیری کی خوبی بھی بدستور قائم ہے۔''

صحابہ معیارِ حق

فرمایا: ''اس منقول دین میں ہر آدمی اولین طبقہ کا محتاج ہوگا روایت میں بھی اور درایت میں بھی' تاویلات میں بھی اور تعلیم اور تزکیہ میں بھی' اجمال میں بھی اور تفصیل میں بھی ۔آخر اس کی ''ذہنی غلامی'' نہ کرے گا تو اور کیا کرے گا اور جبکہ رسول اللہؐ نے انہیں کو امت کے مختلف فرقوں کے حق وباطل کا معیار بھی قرار دیدیا اور معیار ہونے کی شان یہ ہے کہ انہی سے حق باطل ممتاز ہوتا ہے اور انہی سے حق ملتا بھی ہے اور اس صورت میں بجز ''ذہنی غلامی'' کے چارۂ کار بھی کیا ہے ورنہ محق ہونے کے بجائے آدمی مبطل ہونے کا گوارا کرے''۔

صحابہ نجوم ہدایت

فرمایا: ''روافض' خوارج' معتزلہ اور دوسرے انہی کے ہم رنگ فرقے مبطل ہی اس لئے قرار پائے کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھا۔ ان کی ''ذہنی غلامی'' پر راضی نہ ہوئے اور ان پر طعنہ زنی اور نکتہ چینی سے باز نہ آئے۔ جس سے صاف لفظوں میں اللہ

تعالیٰ کے رسول نے روکا تھا اور فرمایا تھا کہ "میرے صحابہ کرام پر سب وشتم نہ کرو۔ میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو" جس میں نکتہ چینی، گرفت اور نقد وتبصرہ سب ہی کچھ زیر ممانعت آجاتا ہے۔ وہ نجوم ہدایت ہیں تو ان سے راہ پائی جائے گی نہ کہ انہیں راہ دکھائی جائے گی۔ ان کی اقتداء کی جائے گی نہ کہ ان کی غلطیاں پکڑ پکڑ کر ان سے اقتدا کرائی جائے گی"۔

صحابہ سے حسن ظن کی ضرورت

فرمایا: "التزام اطاعت کم کم سے کم درجہ یہ ہے کہ ان پر جرح وتنقید کرنے کے بجائے ان کے تصویب کی جائے ان کی خطائیں پکڑنے اور ان پر گرفت کرنے کے بجائے ان کی توصیف کی جائے، ان سے بدظنی کے بجائے حسن ظن رکھا جائے اور ان پر امور قبیحہ جھوٹ وغیرہ کی تہمتیں دھرنے کے بجائے انہیں صادق وامین سمجھا جائے اگر ان کے بعد امت کے طبقات کو پیروی کا یہ درجہ بھی حاصل نہ ہو اور اس انداز سے وہ صحابہ کرامؓ کے نمونوں کو سامنے نہ رکھیں تو یقیناً نہ انہیں حق حاصل ہی ہوسکتا ہے اور نہ ان کے دلوں میں حق وباطل میں امتیاز ہی پیدا ہوسکتا ہے"۔

ناقدین صحابہ پہلے اپنی خبر لیں

فرمایا: "صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے مومنین اولین اور امت کے حق میں دین کے مبلغین اولین ہیں۔ دین کا کوئی حصہ کسی سے پہنچا ہے اور کوئی کسی سے قرآن کریم کا کوئی ٹکڑا کسی سے ملا ہے اور کوئی کسی سے، جن کو جامعین قرآن صحابہ کرامؓ نے جمع فرمایا ہے تو کسی ایک صحابی کی پیروی سے انحراف یا کسی ایک صحابی پر جرح اور نکتہ چینی در حقیقت دین کے اس ٹکڑے سے انحراف ہوگا جو اس سے روایت ہو کر امت تک پہنچا ہے۔ تو دین کا کوئی ایک حصہ بھی غیر مجروح اور معتبر باقی نہیں رہ سکتا اور امت کا کوئی ایک فرد بھی دیندار یا مدعی دین نہیں بن سکتا اس لئے صحابہ کرامؓ پر تنقید کو جائز سمجھنے والے بلکہ اسے اپنی دین کا موضوع بنانے والے پہلے اپنے دین کی خبر لیں کہ وہ باقی رہا یا ختم ہوگیا"۔

ضرورت نبوت

فرمایا: ''اگر انبیاء علیہم السلام کا واسطہ بیچ میں نہ ہو تو کوئی بھی خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا۔ یہ انبیاءؑ ہی کا صدقہ ہے کہ بیچ میں آکر بندے کو خدا سے جوڑ دیتے ہیں تو انبیاء ادھر بھی واسطہ ادھر بھی واسطہ۔ ادھر مخلوق میں شامل ادھر اللہ سے واصل۔ تو بیچ میں جو بھی آ جائے گا تو اسے اللہ سے واصل کر دیں گے۔ بغیر نبی کے واسطے کے کوئی بھی انسان خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔''

شانِ صحابہ

فرمایا: ''اگر رسول اللہ کی اطاعت دیکھنی ہو تو صحابہ کرامؓ کی اطاعت دیکھی جائے۔ اگر صحابہ کرامؓ کی متابعت کی جا رہی ہے تو رسول اللہ کی اطاعت قائم ہے ورنہ نہیں۔ اس کا حاصل وہی نکلتا ہے کہ رسول اور صحابہ رسول کے طبقے الگ الگ نہیں۔ اسی لئے جس طرح رسول اللہ فرقوں کے حق و باطل کا معیار ہیں ایسے ہی صحابہ رسول بھی معیار حق و باطل ہیں اور جو معیار حق و باطل ہوں تو وہ خود قابل تنقید نہیں ہوتا''۔

صحابہ معیار حق

فرمایا: ''حضور اقدسؐ نے صحابہ کرامؓ کے عقیدہ و عمل کو اپنے عقیدہ و عمل کے ساتھ ضم کر کے انہیں معیار حق فرمایا اور اعلان فرمایا کہ ''سنن نبوت اور سنن صحابہ ایک ہی ہیں'' جس سے نمایاں ہو جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دینی خصوصیات خصوصیات نبوی تھیں، چنانچہ امت کے بہتر (۷۲) فرقوں کے بارے میں حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ ان میں کون سا فرقہ ناجی ہے؟ تو فرمایا کہ (ما انا علیہ و اصحابی) جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہ ہیں گویا اپنے عمل و عقیدہ کے ساتھ ان کے عمل و عقیدہ کو اس طرح ملا کر بتلایا کہ ان کے عقیدہ و عمل اور حضورؐ کے عقیدہ و عمل کی نوعیت ایک ثابت ہو گئی اور فرقوں کے حق و باطل ہونے کا معیار آپ نے خود اپنی ذات برکات اور حضرات صحابہؓ کو ٹھہرایا''۔ ''حضرات صحابہ کرامؓ کا طبقہ جو روحانی فضا کی مانند ہے امت کی تنقید سے بالاتر ہے اگر ان کی شان نہیں کوئی طبقہ سب و شتم یا گستاخی سوء ادب یا جسارت یا بے باکی یا ان پر اپنی تنقیدی تحقیر کی گندگی اچھالے گا تو اس کی یہ ناپاکی اسی ہی کی طرف لوٹ آئے گی۔ اس فضائے شفاف پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا''۔

نجوم ہدایت

فرمایا: ''صحابہ کرامؓ درحقیقت نبوت کا ظل کامل تھے۔ جن کے طبقہ سے نبوت اور کمالات نبوت پہچانے جاتے تھے۔ اس لئے اگر کسی طبقے کے طبقہ کو بحیثیت طبقہ اللہ و رسول کے ہاں مرضی وپسندیدہ قرار دیا گیا ہے تو وہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا طبقہ ہے جس کی شہادت قرآن اور حدیث نے دی''۔

نبوت وملوکیت میں فرق

فرمایا: ''نبوت اور ملوکیت میں یہی فرق ہے کہ ملوکیت تعدی اور زیادتی کی طرف چلتی ہے اور نبوت رحمدلی اور مہربانی کی طرف چلتی ہے۔ بادشاہت میں اگر کوئی برسر اقتدار سامنے آئے تو اس کے گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی کمزور ہو تو اس کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ ابھرنے نہ پائے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کمزوروں کو ابھارتے ہیں اور جو زورآور ہو اسے اعتدال پر رکھتے ہیں اسی واسطے جو زیادہ ضعیف ہوگا اس پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا لطف وکرم زیادہ مبذول ہوگا''۔

منکرین حدیث کام چور جماعت

فرمایا: ''اصول وکلیات سے عمل تھوڑا ہی ہوسکتا ہے عمل تو جزئیات سے ہوتا ہے اور جزئیات جب نکلتی ہیں جب کلیات میں سے نکالی جائیں اور کلی کا بیان کیا جائے۔ تو بیان رسول کو اگر قطع کردیا تو کلیات ہی کلیات رہ جائیں گی جن پر عمل ممکن نہیں اس سے معلوم ہوا کہ فقط قرآن پر اکتفا کرنے والے فی الحقیقت کام چوروں کی جماعت ہے۔ اس لئے کہ نہ انہیں عمل مقصود ہے اور نہ عمل کی محنت اٹھا سکتے ہیں اس لئے میں نے عرض کیا کہ سنت ہمارے لئے رہنما ہے''۔

عشق فنائیت محض

فرمایا: ''حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''من احبّنی فقد اطاعنی و من اطاعنی کان معی فی الجنة'' اس سے معلوم ہوا کہ محبت کا ثمرہ لازمی

اطاعت ہے۔ اگر اطاعت اور اتباع سنت نہیں ہے تو دعوائے محبت باطل ہے نیز عاشق دعویٰ نہیں کرتا عاشق تو عمل کرتا ہے۔ عشق کی اولین منزل ترک دعویٰ یعنی فنائیت محض ہے اور جو مدعی بنا ہوا ہے تو مدعی اپنی بقاء کا قائل ہے اس میں فنائیت کہاں؟ اس لئے اگر کوئی عاشق رسول ہے تو اس کی ملامت یہ ہے کہ دعویٰ نہ ہو کہ میں عاشق رسول ہوں بلکہ نادم ہو کہ جتنا عشق کرنا چاہئے تھا وہ نہیں کر سکا"۔

آفتاب نبوت

فرمایا: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب کی مانند ہیں' دوسرے انبیاء علیہم السلام ستاروں کی مانند ہیں۔ ستارے سارے کے سارے نمودار ہو جائیں مگر رات زائل نہیں ہوتی اگر روشنی پھیل جائے آفتاب کی آمد کا جب قصہ شروع ہوا پو پھٹی تو ابھی آفتاب نکلا نہیں مگر رات غائب ہونا شروع ہو جاتی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب نبوت بن کر تشریف لائے دنیا میں عقائد و اعمال اور رسوم کی جو ظلمات پھیل گئی تھیں آفتاب نبوت نے آکر سب کے پردے چاک کر دیئے"۔

آپؐ کے بغیر راہ نمائی ناممکن

فرمایا: "اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو دیکھنا ہے تو اول سے آخر تک قرآن پڑھ جاؤ' یہ حضور کی سیرت تھی یعنی جو قرآن پاک میں لکھا ہوا ہے وہی آپ کے اندر عملی شان میں موجود ہے۔ جو چیزیں اس میں اقوال کی شکل میں موجود ہیں وہ آپ کی ذات میں احوال کی شکل میں موجود ہیں تو آپ کی سنتیں رہنما ہیں مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہ آتی تو رہنمائی ممکن نہ تھی۔"

بشریت انبیاء

فرمایا: "حقیقت یہ ہے کہ (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے) بشریت کی نفی کرنا۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے۔ ہماری نوع میں اللہ تعالیٰ نے وہ ذات بابرکات پیدا کی کہ جو تمام مخلوق میں بڑھ چڑھ کر ہے۔ یہ تو ہماری نوع کو اللہ تعالیٰ کا شرف ہے کہ ایسا شرف بخشا

اور ہم اپنی نوع کی توہین کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے نکال دیں کہ آپ بالاتر ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی اور محرومی کی بات ہوگی۔"

محبت' محنت' عظمت اور متابعت

فرمایا: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت' عظمت اور متابعت تینوں کا ہونا ضروری ہے۔ محض محبت ہو کہ آدمی دعویٰ کرے کہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں مگر اطاعت نہ کرے تو وہ محبت ناتمام ہے۔ محبت کی علامت یہ ہے کہ اطاعت کرے' اطاعت دلیل اور دعویٰ محبت ہے۔ جب دعوائے محبت کے ساتھ ساتھ دلیل محبت یعنی اطاعت بھی ہو تو تب کہا جائے گا کہ بے شک یہ محبت ہے۔"

نبوت کی عظیم الشان دلیل

فرمایا: "نبوت کی عظیم الشان دلیل یہ ہے کہ آپ امی تھے اور امیوں کے اندر مبعوث ہوئے۔ پڑھے لکھے لوگوں میں آتے تو متہم ہو سکتے تھے کہ ان لوگوں نے آپ کو پڑھا دیا ہوگا' آپ کو کچھ سکھلا دیا ہوگا لیکن سکھلانے کے جتنے راستے ہیں وہ سب بند ہیں اور اس کے جتنے اسباب ممکن ہیں سب منقطع ہیں۔ خود پڑھے لکھے نہیں اور علم وہ پیش کیا کہ پڑھے لکھے سب عاجز ہو گئے' دنگ رہ گئے' انگشت بدنداں رہ گئے۔ تو بجز اس کے کہ یہ علم اللہ تعالیٰ تعلیم فرمائیں اور کوئی صورت نہیں اور اللہ ہی کی تعلیم فی الحقیقت نبوت ہے۔" "ظاہر میں تو ان پڑھ ہونا بشری کمزوری سمجھی جاتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کے حق میں یہی سب سے بڑے کمال کی دلیل ہوتی ہے اس لئے کہ پیغمبر کا یہ کمال نہیں ہے کہ وہ سوچ سوچ کر کچھ اچھی باتیں کہہ دے۔ سوچ کر کہیں گے تو وہ استدلال ہوگا وہ عقل کا شگوفہ ہوگا لیکن وحی عقل سے بالاتر چیز ہے۔ عقل جب خود غلطیاں کھانے لگتی ہے تو اس کی صحت و سقم کا معیار خود وحی بنتی ہے جو اس کو سیدھا کرے۔ عقل میں استقامت نہیں پیدا ہوتی پورا اجالا نہیں پیدا ہوتا جب تک کہ علم اور وحی اس کی مدد نہ کرے۔"

حضورؐ جامع الکمالات

فرمایا: "جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور جامع العلوم بنائے

گئے تو اگر انبیاء علیہم السلام کا دنیا میں آنا رحمت ہے تو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا سب سے زیادہ رحمت ہے۔ جو جامع ترین نعمت لے کر آئے۔ اگر انبیاء علیہم السلام مختلف رنگوں کی ہدایت لے کر آئے تو آپؐ ساری ہدایتوں کا مجموعہ بن کر آئے تو خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ جامع الہدایت جامع العلوم اور جامع الکمالات ہیں۔

غضب خداوندی پر رحمت کا غلبہ

فرمایا: ''حق تعالیٰ شانہ کی شان یہ ہے کہ ان کی تمام صفات دو نوع میں ہیں۔ صفات جمال اور صفات جلال۔ صفات جمال کا منشاء رحمت ہے اور صفات جلال کا منشا غضب ہے اور رحمت اللہ کے غضب پر غالب ہے تو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا مظہر اتم ہے اس میں بھی رحمت ہی غالب ہونی چاہئے اس لئے آپ کی شان بیان فرمائی گئی کہ ''وما ارسلنک الا رحمة للعٰلمين'' جیسے اللہ کے ہاں شان رحمت غالب ہے تو خاتم النبیین کے ہاں بھی شان رحمت غالب ہے۔ آپ کو رحمت مجسم بنا کر بھیجا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''انا رحمة مهداة'' یعنی میں ایک رحمت ہوں جو بطور ہدیہ لوگوں کو دی گئی ہوں۔''

معجزات وعجائبات نبوت

فرمایا: ''یہ دعویٰ ایک ناقابل انکار حقیقت ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے علمی عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے تو سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی عجائبات بھی کبھی ختم ہونے والے نہیں اگر قرآن عملی طور پر تا قیامت اپنے شاخ در شاخ علوم سے بنی نوع انسان کی تکمیل کا ضامن ہے تو یہ سیرت جامع بھی تا یوم حشر اپنے شاخ در شاخ علمی اسوؤں سے اقوام عالم کی تکمیل وتسکین کی کفیل رہے گی''۔

سیرت مقدسہ کا مقصد

فرمایا: ''سیرت مقدسہ کا اساسی اور غالب رنگ عبادات اور تقدس ہے اور دنیا کے سارے معاملات کو اسی عباداتی رنگ میں دیکھنا چاہتی ہے یعنی اس کا طبعی رخ یہ ہے کہ اللہ کے بندے اپنی ساری دنیا اور دنیا کے ایک ایک کام کو مقدس بنا کر برنگ عبادت انجام

دیں۔ جن میں رضائے الٰہی اور یاد خداوندی کی روح کارفرما ہو وہ کچھ بھی کریں اللہ کے لئے کریں نفسانی انداز اختیار کرنے کے بجائے ربانی راہ اختیار کریں اور ان پر کا ہر عمل مجاہدہ و جہاد یعنی عبادت ہو عادت نہ ہو جس کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہو اعلائے نفس نہ ہو۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی سیرت بالاصل نہ ملوکیت تھی نہ ریاست، نہ غلبہ وقہر تھی، نہ تسلط واستیلاء نہ تعیش تھی، نہ تزین نہ آرائش تھی، نہ زیبائش، نہ راحت طلبی، نہ آسائش، بلکہ سرافگندگی، نیازکشی، عبودیت، طاعت وعبادت تھی جس میں خوئے ذکر اور بوئے فکر سمائی ہوئی تھی اور جو کچھ بھی زندگی کی نقل وحرکت تھی وہ اسی فکر دائمی اور ذکر دوامی کے رنگ میں تھی"۔

ضرورت انبیاء

فرمایا: "کلام رسول کی عظمت وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اگر کوئی کلام رسول کا واسطہ بیچ سے نکال دے اور چاہے کہ چھلانگ مار کر کلام اللہ تک پہنچ جائے تو وہ نیچے آپڑے گا اور وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا، اس لئے کہ وہ کلام بہت اونچائی پر ہے۔ جس طرح ذات خداوندی تک پہنچنا بغیر ذوات رسول کے ممکن نہیں ایسے ہی کلام ربانی کے حقائق تک پہنچنا بغیر کلام رسول کے ممکن نہیں، ورنہ پھر نبی کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی"۔

انبیاء کمال بشریت پر

فرمایا: "اللہ تعالیٰ تک بندہ نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ بیچ میں رسول کا واسطہ نہ ہو، اس لئے کہ وہ نور مطلق ہیں اور بندہ ظلمت محض ہے نور ظلمت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک برزخی مخلوق پیدا فرمائی وہ بشر بھی ہیں مگر اتنے کامل بشر کہ لطافتوں میں اللہ تعالیٰ سے واصل ہیں وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں تو بندوں کا خدا تک پہنچنے کے لئے انبیاء واسطہ ہیں انبیاء نہ ہوں تو بندے کا پہنچنا ناممکن ہے"۔

نبوت کا احسان عظیم

فرمایا: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی چمکتی ہوئی کتاب تھی اور بائیں ہاتھ میں قلب نبوت تھا جس میں اخلاق کی روشنی بھری ہوئی تھی۔ کتاب اللہ کے اندر الوہیت کا جلال بھرا ہوا تھا۔ اگر فقط کتاب اللہ سامنے آتی پیغمبر نہ آتے تو الوہیت کا جلال مخلوق کو بھسم کر دیتا۔ مجال نہ تھی کہ کوئی اس کو سمجھ سکے اس روشنی کو قلب نبوت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں اتارا گیا تو نبوت کی عبدیت کے ساتھ جب الوہیت کا نور اس پر فائز ہوا تو ٹھنڈی روشنی پیدا ہوئی، جس کو انسان سہہ سکیں''۔

عظمت حدیث

فرمایا: ''قرآن و حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ حدیث مضمون خداوندی ہے لیکن الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور قرآن کلام خداوندی ہے کہ الفاظ بھی اللہ کے مفہوم بھی اللہ کا' اس لئے اس کو وحی متلو کہتے ہیں کہ یہ تلاوت میں آتی ہے اور حدیث کو غیر متلو کہتے ہیں کہ یہ تلاوت میں نہیں آتی لیکن محبت اور استفادے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی بھی تلاوت کی جائے''۔

کیفیات قرآن و حدیث

فرمایا: ''درحقیقت قرآن میں پہلی چیز لفظ اور دوسری چیز معانی' تیسری چیز اس کے حقائق اور چوتھی چیز حقائق کے نیچے اس کی کیفیات ہیں جو ارواح پر طاری ہوتی ہیں' کبھی خوف وخشیت کا غلبہ' کبھی رجاء وامید کا غلبہ' کبھی رحمت سامنے اور کبھی قہر سامنے۔ یہاں روح محسوس کرتی ہے' وہاں آنکھیں محسوس کرنے لگیں گی۔ اس لئے میں عرض کیا کرتا ہوں کہ قرآن کریم میں تو کیفیات الوہیت جمع ہیں اور کلام رسول میں کیفیات نبوت جمع ہیں''۔

انکار حدیث کی گنجائش نہیں

فرمایا: ''حدیث کے انکار کی گنجائش نہ تو اس کے سند کی وجہ سے ہو سکتی ہے کیونکہ ضعیف سند کی صورت میں زیادہ سے زیادہ گنجائش اس سند خاص کے انکار یا اس پر تنقید کی نکلتی

ہے جسے انکار حدیث نہیں کہا جا سکتا' تقلید سند کہا جائے گا ان دونوں کو ملا کر خلط ملط کر دینا عقل کے مختلط ہونے کی علامت ہے اور نہ ہی حدیث کے انکار کی گنجائش قرآن کی آڑ لے کر ہو سکتی ہے جب کہ قرآن اسے اپنا بیان کہہ کر اس کے ساتھ خدائی ذمہ داری دکھلا رہا ہے"۔

منکرین حدیث کیلئے دو صورتیں

فرمایا: "منکرین کے لئے دو ہی صورتیں ہیں یا وہ سرے سے قول و روایت کا انکار کر دیں اور کھل کر حدیث کے ساتھ قرآن کے بھی منکر ہو جائیں لیکن اگر وہ قرآن کی روایت کو مانیں تو اس ضمن میں نفس روایت کو مان کر روایت حدیث کا ماننا بھی ان کے سر عائد ہوتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ قرآن کو مان کر حدیث کا انکار کر دیں' ورنہ وہ نفس روایت ہی کے منکر کہلائیں گے"۔

بندوں اور اللہ کے درمیان ضرورت واسطہ

فرمایا: "اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان رسول واسطہ ہیں کہ ان کے بغیر بندے خدا تک نہیں پہنچ سکتے اسی طرح کلام خدا اور کلام اجتہاد اور استنباط کے درمیان کلام رسول واسطہ ہے کہ اس کے بغیر کلام عباد کو کلام خدا سے کوئی سند نہیں مل سکتی۔

اس لئے جو طبقہ بھی حدیث کو ترک کر دے گا نہ وہ قرآن تک پہنچ سکے گا نہ فقہ تک۔ گویا اس کے ہاتھ میں دین کی کوئی اصل اور حجت باقی نہ رہے گی اور وہ محض اپنی انسانی تخیلات کا بندہ ہو گا جنہیں اغواء شیطانی سے اس نے فرمان خداوندی سمجھ رکھا ہو گا حالانکہ اس سے کلام خدا اور کلام رسول تو بجائے خود کلام فقہاء تک سمجھنے کی اہلیت نہ ہو گی"۔

حدیث کے بغیر فہم قرآن ناممکن

فرمایا: "قرآن کریم اصل کلی ہے اور حدیث اس کا بیان ہے جس کے بغیر قرآن حکیم کے مضمرات اور مرادات کا انکشاف دشوار بلکہ عادتاً ناممکن ہے کیونکہ قرآن کریم اسلام کا صرف بنیادی قانون اور دستور اساسی ہی نہیں بلکہ معجزہ بھی ہے جو الفاظ و معنی اور تعبیر و مفہوم دونوں ہی کے لحاظ سے اعجازی شان رکھتا ہے نہ الفاظ کی ترکیب و جوڑ بند اور انداز ہی میں اس کا مثل لایا جانا مخلوق سے ممکن ہے اور نہ ہدایت و احکام کی جامعیت علوم و معارف کی

گہرائی اور مضامین کی ہمہ گیری ہی میں اس کی نظیر بنالیا جانا ممکن ہے"۔

قرآن حدیث اور فقہ

فرمایا: "وہ (حدیث) قرآن کی تو تفسیر ہے اور فقہ کا متن ہے اس لئے کہ حدیث کے بغیر نہ قرآن حل ہوسکتا ہے نہ فقہ بیان کیا جاسکتا ہے املاء حدیث کی مجلسیں اور حدیث سنانے کی مجلسیں جس دھوم دھام سے اسلامی حلقوں میں منعقد ہوئیں دنیا کی کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اپنے رسول کے کلام کو اس تحفظ اور تیقظ کے ساتھ کسی قوم نے محفوظ کر دکھایا ہو اور اس سے نوع بنوع مسائل اور شرائع وعلوم کا استنباط کیا ہو۔ حدیث کے بارے میں دھوم دھام درحقیقت قرآن فہمی کی دھوم دھام تھی اور ساتھ ہی ساتھ فقہ سازی کی دھوم دھام تھی جو (فقہ) قرآن وحدیث کے اجمالات کی تفصیل اور قرآن وسنت کے تخم سے نکلا ہوا ایک شجرۂ طیبہ ہے جس کی جڑ قرآن ہے اور بنیادی تنا اور ساق جس پر درخت کھڑا ہوا ہے وہ حدیث ہے اور پھول پتیوں کا پھیلاؤ فقہ اور مستنبطات ہیں"۔

صورت فانی سیرت باقی

فرمایا: "دانش مند کا کام یہ ہے کہ وہ صورت کے سنوارنے کے بجائے سیرت کو سنوارے، اور یہی انسان کی حقیقت ہے اور رہ گئی صورت تو وہ چند روزہ بہار ہے بڑھاپا آ جائے یا کچھ غم لگ جائے یا کوئی فکر لاحق ہو جائے یا کوئی بیماری لگ جائے تو سارا رنگ و روپ زائل ہو جاتا ہے تو صورت درحقیقت قابل التفات نہیں، بلکہ اصل چیز سیرت ہے"۔

حقیقی محبت سیرت سے

فرمایا: "حقیقت یہ ہے کہ محبت کے قابل سیرت ہے نہ کہ صورت، صورت کی محبت تو نجاست کی محبت ہے محبت اصل میں سیرت کی ہوتی ہے کہ آدمی میں علم ہو معرفت خداوندی ہو، تعلق مع اللہ قائم ہو جس سے سیرت بنتی ہے یہ چیز محبت کے قابل ہے، گوشت پوست کی محبت حقیقی محبت نہیں، یہ تو نجاست کی محبت ہے"۔

سیرت نا قابل زوال

فرمایا: ''سیرت کے اندر کمالات خداوندی جلوہ گر ہوتے ہیں اور اللہ کا کمال زائل ہونے کے لئے نہیں ہے وہ تو ابدی ہے برقرار رہے گا۔ جس میں اللہ کا کمال آئے گا وہ پائیدار بنے گا۔ تو سیرت ایسی چیز ہے کہ جب حق تعالیٰ درجے دیتے ہیں تو وہ اس دنیا میں بھی قائم ہے، برزخ میں بھی قائم ہوگی آخرت میں جا کر بھی قائم ہوگی بگڑنے والی نہیں اور صورت کو جتنا سنوارا جائے تو وہ تو بگڑنے کیلئے ہے وہ بگڑتی ہی رہے گی''۔

ختم الرسل دانائے سبل

فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام کو عملی معجزات دئے گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عملی معجزات کے ساتھ ساتھ علمی معجزہ بھی دیا گیا۔ عمل کی خاصیت یہ ہے کہ عامل جب دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے لیکن علم کی خاصیت یہ ہے کہ عالم دنیا سے اٹھ جاتا ہے مگر اس کا علم باقی رہتا ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ ختم ہو گئے لیکن علمی معجزہ قرآن کریم ہے جو آج تک باقی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کی دلیل آج تک دنیا میں موجود ہے تو جس دعوے کی دلیل آج موجود ہے تو وہ دعویٰ آج بھی ثابت ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو آج بھی پیش کیا جا سکتا ہے اس لئے اگر کوئی دلیل مانگے تو معجزہ پیش کر دیں گے اور وہ قرآنی معجزہ ہے''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

قرآن نسخہ اصلاح

فرمایا: بقول امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے کہ ''لایصلح آخر هذه الامة الابما صلح به اولها'' اس امت کے اول طبقے کی اصلاح جس چیز سے ہوئی تھی اس سے اس امت کے آخری طبقے کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ قرآن پاک ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کتب خانوں میں قرآن کریم کے علاوہ کوئی کتاب نہیں تھی، اسی قرآن کریم نے ان کی اصلاح کی اسی سے وہ اونچے بھی ہوئے اور بالا بھی۔ آج بھی اگر مسلمان بالا ہونا چاہیں تو اسی قرآن کریم کو پکڑیں اس کی ہدایت و تعلیمات پر عمل کریں۔

صحابہ معیار حق

فرمایا: ''حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شریعت کا معیار تو نہیں ہیں کہ وہ شریعت بنائیں، البتہ وہ شریعت کے متبع ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس بات کا معیار قرار دیا ہے کہ فرقوں کا حق و باطل ان کے ذریعہ پرکھا جائے جن کے عقائد و اعمال صحابہؓ کے عقائد و اعمال سے میل کھائیں وہ تو حق پر ہوں گے، باقی باطل پر ہوں گے''۔

جماعت صحابہ کا نور

فرمایا: ''چونکہ یہ فقہ مجموعۂ سنن تھا، جس میں سنن نبوی تو بطور ماخذ کے شامل تھی اور سنن صحابہؓ بطور ماخذ کے جمع تھیں اس لئے اس میں سنیت کا بھی نور تھا اور جماعت صحابہؓ کا جماعتی نور بھی مجتمع تھا اس لئے عاملین فقہ نے اپنا نام اہل سنت والجماعت رکھ دیا تو کیا برا کیا، بلکہ غور کرو تو یہ نام بھی حدیث ہی سے ماخوذ ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کی

روایت میں ارشاد نبوی ہے (وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملة و تتفرق امتی علیٰ ثلث و سبعین ملة کلھم فی النار الاواحدة قالوا من ھی یا رسول اللہ؟ قال ماانا علیہ واصحابی) (رواہ الترمذی ومشکوۃ باب الاعتصام)

جزئیات عقیدہ

فرمایا: ''اعمال صحابہ میں اگر خلجان پیدا ہو تو پھر عام امت کا عمل ہے یعنی علماء امت اور ربانیوں کا عمل ہے کہ جو دین پہنچانے والے ہیں ان کا طریق عمل کیا رہا؟ محدثین' فقہاء اور متکلمین وغیرہ یہ حضرات کس چیز پر جمے ہوئے ہیں تو اس سے عقیدہ واضح ہو جائے گا۔ قرآن نے اجمالاً کہا حدیث نے اس کی شرح کی' فقہ نے تفصیل کی تعامل صحابہ نے اسے مضبوط بنایا اور امت کے علماء ربانی نے اس کو موکد کر دیا۔ ان چیزوں سے مل کر عقیدہ بنتا ہے اگر ان میں سے ایک چیز کو بھی آپ رکھ دیں گے تو وہ عقیدہ صحیح نہیں بنے گا''۔

عقائد اہل سنت

فرمایا: ''صحابہ کرامؓ کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اس امت میں صحابہ سے بڑھ کر کوئی مقدس نہیں۔ کوئی ولی' قطب اور غوث بن جائے مگر صحابیت کے گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ صحابہ کی جو شان تھی وہ کسی کی بھی نہیں بن سکتی وہ اسی وجہ سے کہ انہوں نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی تھی دوسروں کو یہ شرف میسر نہیں''۔

دارالنبوۃ اور دارالخلافۃ

فرمایا: ''سب سے پہلے ہندوستان ہی میں مبعوث ہوئے۔ حضرت آدمؑ بھی ہندوستان میں آئے تھے پھر ہندوستان سے عربستان کا سفر کیا اور ایک سو بیس حج کئے۔ چالیس پیدل اور بقیہ بیل پر سوار ہو کر کئے ہیں تو اللہ کا سب سے پہلا دارالنبوۃ اور دارالخلافت ہندوستان ہے جس سے مذہب کا آغاز ہوا اور مذہب کی تکمیل عربستان میں ہوئی''۔

ناجی فرقہ

فرمایا: ''غرض جس طبقے کی نسبت ان کے قلوب پر بھی لگایا' ان کے قوالب پر

بھی لگایا ان کے اعمال کو بھی سراہا اور ان کے طبقے کی بھی تقدیس بیان کی گئی وہ طبقہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ پھر اس کے بارے میں کوئی ادنیٰ کھوٹ کا یقین کیا جائے یا کوئی تخیل باندھے۔ جب یہ معیار ہوا تو وہ سارے فرقے نکل جائیں گے جو قلوب میں صحابہؓ کی عظمت نہیں رکھتے ہیں جن کے قلوب میں ان کی عظمت ہو گی وہی ناجی قرار پائے گا۔ اور وہ طبقہ وہی ہے جو یوں کہتا ہے کہ (الصحابة كلهم عدول)"

شانِ صحابہ

فرمایا: "یہ ہو سکتا ہے کہ اجتہادی طور پر ان (صحابۂ کرامؓ) سے کوئی خطا سرزد ہو جائے مگر مجتہد کو تو خطا پر بھی اجر ملتا ہے اس کی خطا بھی مقبول ہوتی ہے تو صحابہ میں اگر خطاء اجتہادی ہو تو وہ ہماری طاعتوں سے بہت بہتر ہے کہ اس پر اجر دیا جا رہا ہے"۔ "اگر دنیا میں ان (صحابۂ کرام) کی کوئی تھوڑی بہت خرابی ہو کوئی معصیت یا برائی سرزد ہوئی ہو تو دل ان کا کسی برائی یا نیت کے کھوٹ سے قطعاً پاک ہے اور اگر کوئی غلطی عمل میں ہوئی اور وہ بھی دنیوی عمل میں تو اس کے بعد ان کی توبہ اور ان کا استغفار اتنا ہے کہ شاید ہماری عمر بھر کی طاعتوں پر وہ اجر نہیں جو ان کے توبہ اور استغفار پر ان کو اجر ملا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ترقی مدارج کے لئے ان سے کوئی ایسی چیز کرا دی ہو۔ غرض ایسی چیز اگر ہے تو وہ دنیا سے متعلق ہے۔"

اہل حق کا معیار

فرمایا: "جس شخص کے اندر صحابہؓ کی عظمت اور محبت دیکھیں تو سمجھو کہ وہ حق پر ہے۔ اگر محبت نہیں بلکہ انہیں سب شتم کرتا ہے یا انہیں گالی گلوچ دیتا ہے تو اس سے اندازہ ہو گا کہ وہ ناحق پر ہے' وہ حقانی نہیں کہلائے گا۔ اسی طرح جو طبقہ یہ کہے کہ معاذ اللہ ان میں تو منافق بھی تھے' غلط کار بھی تھے تو سمجھ لیجئے کہ وہ ناحق پر ہے۔ اسی طرح جو یوں کہے کہ ہم معیار ہیں صحابہ معیار نہیں ہم ان پر نقد و تبصرہ کر سکتے ہیں وہ ہم پر نہیں کر سکتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ بطلان کی بات ہے کوئی حقانیت کی بات نہیں ہے۔ غرض ایک سیدھا سا معیار فرقوں کے حق و باطل اور خطاء و صواب کے پہچاننے کا بتلا دیا کہ مجھے دیکھ لو اور میرے صحابہ کو دیکھ لو"۔

طبقہ صحابہ کی قرآنی گواہی

فرمایا: ''قرآن کریم نے جس طبقہ کی تقدیس کی ہے وہ صحابہ کرامؓ کا طبقہ ہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ (والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم و رضواعنه) یہ رضا کا اعلان قرآن کریم میں ہے جو قیامت تک بلکہ آگے تک چلنے والی ایک عظیم کتاب ہے گویا ابدالآباد تک یہ اعلان ہوتا رہے گا۔ یہ تو مطلق صحابہ کی تقدیس تھی، پھر طبقاتی طور پر تقدیس کی۔ چنانچہ ایک جگہ اصحاب حدیبیہ کے بارے میں فرمایا (لقد رضی الله عن المؤمنين اذيبايعونک تحت الشجرة) اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی طبقے کو من حیث الطبقہ بجز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے کسی کو مقدس نہیں بتلایا۔ امت کے اندر افراد آئیں گے، جو کامل اور مکمل ہوں گے مگر طبقہ کا طبقہ مقدس ہو اس میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہ ہو یہ صرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے۔''

صحابہ نجوم ہدایت

فرمایا: ''حضورؐ کی ذات بابرکات تو معیار اور کسوٹی ہے ہی، اس پر علم و عمل کو پرکھا جائے۔ آپؐ نے اس میں اور زیادہ سہولت پیدا فرمادی کہ اپنے ساتھ اپنے صحابۂ کرامؓ کو بھی شامل فرمادیا کہ وہ بھی معیار اور کسوٹی ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نبی کریمؐ کی ذاتی زندگی تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے ہر کس و ناکس کا پہنچنا تو بجائے خود ہے اس کی بلندی کو نگاہ اٹھا کر دیکھ بھی نہیں سکتا۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے اندر ہر قسم کے نمونے موجود ہیں ان میں تاجر بھی ہیں کاشتکار بھی ہیں فقہاء بھی ہیں علماء بھی ہیں حکماء بھی ہیں گھر میں بیٹھنے والے بھی ہیں خلوت پسند بھی ہیں جلوت پسند بھی ہیں مجاہد بھی ہیں اور مجاہدہ پسند بھی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اصحابی کالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم)''۔

میں اور میرے صحابہ

فرمایا: ''حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں بہتر فرقے ہوئے اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ (كلها فی النار الا واحدة) یہ

سب کے سب ناری ہوں گے۔ ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ صحابہؓ کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ماانا علیه الیوم و اصحابی) آج کے دن جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

یہی فی الحقیقت معیار ہے تو اپنی ذات کو پیش کیا اور اپنے صحابہ کو پیش کیا۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ میرے صحابہ اور میرے عقیدے میں کوئی فرق نہیں ہے میرے عمل کی نوعیت اور میرے صحابہ کے عمل کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں ہے جو میرا عمل ہے وہی ان کا عمل ہے۔

صحابہ ہر تنقید سے بالاتر

فرمایا: ''سارے صحابہ مُتقن' عادل اور پاکباز ہیں اور ہماری ہر تنقید سے بالاتر ہیں' ہماری ہر حالت سے اونچے ہیں۔ ہمارا فرض ہوگا کہ ان کو سامنے رکھ کر اپنے ایمان اور اپنے اعمال کو پرکھیں' اگر ان کے اعمال اور ایمان کے مطابق ہو جائے تو ہمارا ایمان اور ہمارے اعمال درست ہیں ورنہ غلط ہیں اس لئے کہ علم کی روایت بھی انہوں نے اللہ کے رسولؐ سے کی ہے اور عمل کی روایت بھی انہوں نے ہی اللہ تعالیٰ کے رسولؐ سے کی ہے''۔

عصمت انبیاء و عظمت فقہاء

فرمایا: ''صحابہ کرامؓ سے اجتہادی کوئی خطاء اور غلطی ہو جائے تو وہ ہو سکتی ہے خطاء اجتہادی انبیاء علیہم السلام سے بھی ممکن ہے وہ فکری خطا ہوتی ہے اس کو معصیت نہیں کہتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ نبی اگر خطاء اجتہادی کرتے ہیں تو حق تعالیٰ انہیں فوراً صواب پر پہنچا دیتے ہیں۔ غیر نبی اگر خطاء اجتہادی کرے تو وہ اس کے اوپر باقی رہ سکتا ہے ضروری نہیں کہ وہ صواب پر آئے مگر خطاء پر بھی اس کو اجر دیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ فکری خطاء ہوتی ہے نیت اور ارادے کی خطا نہیں ہوتی صورت عمل کی خطا ہوتی ہے''۔

فضیلت صحابہؓ

فرمایا: ''انبیاء علیہم السلام کی نیتیں پاک اور مقدس ہیں' اسی طرح سے صحابہ کرامؓ کے بارے میں بھی فرمایا گیا کہ عمل بھی پاک اور قلبی مقامات بھی پاک کوئی ان میں

کھوٹ نہیں ہے۔ نیتیں بھی مقدس ہیں اور ارادے بھی مقدس ہیں فکری طور پر اجتہادی خطاء واقع ہو، یہ تو بڑے سے بڑے کے ساتھ لگی ہوتی ہے یہ کوئی معصیت نہیں کوئی برائی نہیں اس سے تو زیادہ سے زیادہ مخلوقیت ثابت ہوتی ہے مخلوق ہونا تو کوئی برائی نہیں انبیاء علیہم السلام بھی مخلوق ہیں ملائکہ بھی مخلوق ہیں اور اولیاء بھی مخلوق ہیں تو اتنا ہے کہ وہ مخلوق تو ہیں لیکن مخلوق ہونے کے بعد ان کا ظاہر و باطن ان کا قلب و قالب مقدس ہے"۔

فضیلت صحابہؓ

فرمایا: "کسی مربی و معلم کی یہی خوبی سمجھی جاتی ہے کہ اپنے شاگردوں کو اپنے جیسے بنا دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک صحابی کو ایسا بنا دیا کہ ایک ایک پوری امت اور جہاں کے برابر ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکھا جائے تو پوری امت، حضرت عمر فاروقؓ کو دیکھا جائے تو پوری امت حضرت عثمان غنیؓ کو دیکھا جائے تو اکیلے ہی پورا عالم اور حضرت علی المرتضیٰؓ کو دیکھا جائے تو ایک ہی فرد پورے جہاں کے برابر ہے۔"

فرمایا: "اگر یہ امت اپنے پیغمبر سے کٹ جائے یعنی اس سلسلے سے جو علم و اخلاق کا چلا آ رہا ہے یہ الٹ کر اس سے کٹ جائے تو یہ امت علم سے بھی محروم ہو جائے گی اور اخلاق سے بھی، علم نبی کے دامن کے سوا کہیں نہیں ملے گا اسی طرح اخلاق فاضلہ نبی کریمؐ کے دامن کے سوا کہیں نہیں ملیں گے"۔

جامعیت اسلام

عمل ایمان کا شاھد

فرمایا: ''بنیادی چیز محبت ہے اور محبت کا ظرف دل ہے۔ جب دل میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آ جائے گی تو ہاتھ پیر پر بھی اس کے اثرات ظاہر ہوں گے اور اعمال صالحہ بھی صادر ہوں گے اور اگر دل میں محبت نہیں ہے تو نہ ایمان بنے گا اور نہ اعمال بنیں گے۔ مسلم نام کے تو ہوں گے مگر کام اسلام کے نہیں ہوں گے۔ جب دل میں ایمان ہو گا تو جب ہی کام اسلام کے ہوں گے۔ اس لئے ہمیں نام کے مسلمان نہیں ہونا چاہئے بلکہ کام کے مسلمان ہونا چاہئے۔ دل میں محبت رچی ہوئی ہو اور ہاتھ پیر پر عمل ہو یہی عمل شہادت دے گا کہ ایمان ایک چیز ہے جو اندر چھپی ہوئی ہے''۔

شریعت کا موضوع

فرمایا: ''شریعت اسلام کا موضوع اور مقصد یہ ہے کہ دل کی اصلاح کی جائے۔ اگر دل درست ہو گیا تو دماغ بھی درست ہے ہاتھ پیر بھی درست ہیں اور اخلاق بھی درست ہیں۔ اگر انسان کا دل بگڑ جائے تو نہ زندگی ہے نہ عمل ہے نہ ہنر ہے اور نہ کمال ہے۔
کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے ۔۔۔ کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

قرآن اور اجتہاد

فرمایا: ''قرآن کریم کی مثال کنویں جیسی ہے جس سے پانی جاری ہو اور

6 اجتہاد ڈول اور رسی جیسا ہے تو آپ ڈول ڈال کر پانی نکالیں گے تو وہ پانی جو ڈول دے رہا ہے وہ کوئی الگ پانی نہیں ہے اسی کنویں میں سے نکل کر آیا ہے ڈول اس کے نکالنے کا ذریعہ بنا ہے۔ اسی طرح امام مجتہد کا اجتہاد قرآن پاک کے مخفی علوم نمایاں کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ قرآن پر کسی خاص علم کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ زیادتی اور کمی کا کسی کو حق نہیں اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ (القیاس مظہر لا مثبت)"

شریعت اور اس کا مطالبہ

فرمایا: "رائے زنی کبھی غلو محبت سے ہو جاتی ہے' بعض دفعہ غلو عداوت سے' بعض دفعہ بدفہمی اور بدنیتی سے ہوتی ہے لیکن جب نص صریح آ جائے تو یہ ساری چیزیں قطع ہو جاتی ہیں۔ خیال آرائی اور رائے زنی کا شریعت اور دین میں کوئی تعلق نہیں۔ شریعت ہم تک سند مسلسل کے ساتھ پہنچی ہے' ہمارا کام اس کے سامنے گردن جھکانا ہے"۔

دین کامل عقل ناقص

فرمایا: "دین نقلی اور روایتی ہے' عقلی اور اختراعی نہیں ہے یعنی دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا ہے کسی مجلس اور پارٹی کا ریزولیشن نہیں ہے کہ جنہوں نے بیٹھ کر دین بنا لیا ہو لہذا یہ مطالبہ نہیں ہوگا کہ تم نے عقل سے اس سے کیا سمجھا' بلکہ دین معیار ہے' جس پر ہماری عقلوں کو پرکھا جائے کہ یہ عقل ناقص ہے یا کامل تو دین معیار ہے نہ کہ عقل"۔

اسلامی اصول

فرمایا: "اسلام کا اصول ہی اعتدال ہے عمل میں بھی اعتدال ہو۔ چنانچہ یہ اسراف ہے کہ آدمی نفل پڑھنے پہ آئے تو ساری رات نفل پڑھتا ہی رہے اور جب چھوڑ کر بھاگے تو فرضوں کی بھی خیر نہیں' یہ اچھی چیز نہیں۔ عبادت کرے' نفل پڑھے مگر پھر اس طرح عمر بھر اس کو نبھا دے۔ فرائض تو ادا کرتا رہے مگر نوافل پڑھے تو ان کو پھر عمر بھر نبھائے اسی کو فرمایا (خیر الامور مادیم علیہ)

جواہر حکیم الاسلام-6

صراط مستقیم

فرمایا: ''جہاں سے ہم آئے ہیں وہ اللہ رب العزت کی ذات بابرکات ہے' جس کے امر سے آئے' اس کے وجود سے ہمیں پر تو ملا تو ہمارا وجود ہو گیا۔ اس نے حکم دیا کہ ہو جا' ہم ہو گئے۔ تو اصل اللہ تعالیٰ کا حکم اور امر ہے اور کہاں جائیں گے یہ معاد ہے کہ اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے وہیں جا کر راحت مل سکتی ہے اور بیچ میں ہم ان کے کہنے کے مطابق زندگی گزار دیں اور اس کا کہا ہوا کیسے سامنے آئے؟ اس کے رسول اس کو فرمایا ہوا لے کر آتے ہیں' جس کو ''صراط مستقیم'' کہا جاتا ہے' جس پر ہم کو چلنا ہے''۔

بندگان خاص

فرمایا: ''جو ایسا بندہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو' بندے کا اطلاق اسی پر آئے گا حقیقی بندہ وہی ہے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ (فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی) میرے ان بندوں میں داخل ہو جاؤ' جو میرے بندگان خالص ہیں۔ جنہوں نے بندگی کا انکار کر دیا جنہوں نے میرا دین نہیں مانا تو میں بھی انہیں بندہ نہیں کہتا۔ جب وہ بندے بننا نہیں چاہتے تو ہم بھی انہیں بندہ بنانا نہیں چاہتے''۔

شان مومن

فرمایا: ''آدمی وہ ہے کہ عیش میں بھی اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے اور طیش میں بھی نعمت میں بھی نہ بھولے اور مصیبت میں بھی۔ دنیا میں نعمت بھی آزمائش کیلئے آتی ہے اور مصیبت بھی۔ بندہ وہ ہے کہ دونوں حالتوں پر پورا اترے اسے کہیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہے مؤمن کے راضی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال سے' اس کی تقدیرات سے اور وہ اپنے بندے کے ساتھ جو بھی معاملہ کرے' اسے راضی ہو''۔

تجویز اور تفویض

فرمایا: ''واقعہ یہ ہے کہ بندے کیلئے راحت اور بشاشت جتنی ہے وہ تفویض کے

اندر ہے جتنی مصیبتیں ہیں وہ سب تجویز سے آتی ہیں خود ہم تجویز کرتے ہیں کہ یوں ہونا چاہئے اور جب ویسا ہوتا نہیں ہے تو بیٹھ کر گھٹنے لگتے ہیں یہ مصیبت ہے اور اگر شروع ہی سے یہ کہہ دیں کہ جو اللہ میاں کر دے میں اسی پر راضی ہوں پھر خلاف طبع کوئی چیز پیش ہی نہیں آئے گی۔"

قانون اسلام

فرمایا: "شریعت اسلام کے قانون کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نہیں بھیجا کہ دباؤ ڈال کر منوایا ہو بلکہ پہلے مالک سے محبت پیدا کی گئی اسی محبت کے ذیل میں قانون سے خود بخود محبت پیدا ہو گئی۔ آدمی قانون شریعت پر اپنے دل کی محبت' رضا اور شغف سے چلتا ہے' دباؤ سے نہیں چلتا۔ یہ نہیں ہوا کہ تلوار کا دباؤ ڈالا اور مجبور و مقہور کر دیا ہو بلکہ حجتیں پیش کیں کہ دلائل سے سمجھو' بصیرت سے سمجھو' جب شرح صدر ہو جائے تو قبول کرو' ورنہ چھوڑ دو"۔

مواخات کی تعریف

فرمایا: "قاعدے کی بات ہے کہ انسان کو اپنا عیب نظر نہیں آتا' دوسرا فوراً پرکھ لیتا ہے کہ یہ عیب کی بات ہے۔ مثل مشہور ہے کہ "دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی شہتیر ہو کے نظر پڑتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی آدمی تنکا نہیں سمجھتا" اپنے ساتھ آدمی کو بڑا حسن ظن ہوتا ہے۔ اس لئے علم و اخلاق کی درستگی کا دوسرا طریقہ باہم اصلاح کے لئے دوستی کرنا ہے۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں مؤاخات کہتے ہیں' یعنی دین کی خاطر بھائی چارہ قائم کرنا۔"

صحبت اہل اللہ

فرمایا: "اصل یہی ہے کہ دین صرف کتابوں کے ورقوں سے پیدا نہیں ہوتا' بلکہ اہل اللہ کے دلوں سے پیدا ہوتا ہے۔ کتابیں کوئی لاکھ پڑھ لے' اگر صحبت نہ ملے تو اثر نہیں کرے گا قلب کے اندر رنگ پیدا نہیں ہوگا۔ محض کاغذ سے یہ کتاب سے نہیں اہل دل کے پاس بیٹھنے سے اثر پیدا ہوتا ہے۔"

نیکی اور بدی کے اثرات

فرمایا: "نیکی کرنے سے امید اور بدی کرنے سے مایوسی پیدا ہوتی ہے جو ہمیشہ

نالائقیاں کرتا ہے اسے مایوسی پیدا ہوتی ہے کہ مجھے کچھ نہیں ملنا ملانا بس آقا کی طرف سے جوتیاں پڑیں گی اور جو شخص کام عمدہ کرتا ہے کہ کاش مجھ سے کوئی پوچھے کہ تو نے کیا کیا؟ تاکہ میں یہ بتا سکوں کہ میں نے یہ کیا یہ کیا۔ مجھے انعام ملے گا اور میرے مالک کے دل میں میری قدر بڑھے گی''۔

دولت دنیا

فرمایا: ''حقیقت یہ ہے کہ دولت کتنی ہو مگر دھوپ اور چھاؤں کی طرح ہے۔ آج ایک کے ہاتھ میں ہے تو کل دوسرے ہاتھ میں ہوگی۔ ہزاروں امیر اس دنیا میں غریب بنتے دیکھے گئے اور ہزاروں غریب اس دنیا میں امیر بنتے دیکھے گئے ہیں۔ دولت کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتی۔ اس کو آدمی خادم بنائے رکھے مخدوم نہ بنائے قبلہ و کعبہ بنائے کہ اس کی پرستش و پوجا شروع کر دے اس کی محبت کو دل سے وابستہ نہ کرے۔ جب یہ چھوڑنے پر آتی ہے ساری امیدیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں''۔

نیک اور بد کے اثرات

فرمایا: ''نیک آدمی کو ساری دنیا نیک کہتی ہے کسی نے جا کے اس کو دیکھا نہیں کہ اس نے کیا کیا نیکیاں کی ہیں خواہ مخواہ آدمی کی زبان پر ہوتا ہے کہ فلاں آدمی بڑا نیک ہے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں اور بدکار ہمیشہ ساری بدیاں چھپا کر کرتا ہے مگر دنیا کی زبان پر ہے کہ فلاں آدمی بڑا بدکار ہے سیاہ کار اور بیہودہ ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلوں کو اطلاع دی جاتی ہے''۔

دنیا طلبی کی مشکلات

فرمایا: ''حقیقت میں دنیا طلبی مشکل ہے دنیا میں جھگڑوں میں پڑ کر ہزاروں طوق و سلاسل آپ نے اپنے گلے میں ڈال لئے ہیں اور اپنے کو گویا زنجیروں سے باندھ رکھا ہے۔ شریعت ان زنجیروں کو کھولنے کے لئے آئی ہے کہ آزادی اور سہولت کے ساتھ عمل کر کے دنیا بھی کما لو اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ تک بھی پہنچ جاؤ''۔

کتاب اللہ اور سنت رسول

فرمایا: ''ارشاد نبوی ہے کہ (ترکتم فیکم الثقلین لن تضلوا بعدی ابداً ان تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی) اس کا حاصل یہ ہے کہ علم حاصل کرو قرآن سے اور عمل حاصل کرو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے۔ علم و عمل جب درست ہوگا تو علمی فتنے بھی ختم ہو جائیں جو عقائد کو برباد کرتے ہیں اور عملی فتنے بھی ختم ہو جائیں گے جو اتباع سنت کو برباد کرتے ہیں اور بدعات و منکرات میں لوگوں کو مبتلا کر دیتے ہیں انہی دو کے مجموعے کا نام شریعت ہے یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''۔

نجدی اور وجدی

فرمایا: ''اگر غور کیا جائے تو علم مدارس میں سکھلایا جاتا ہے اور تربیت اخلاق خانقاہ میں ہوتی ہے۔ مدرسی ہونے کے ساتھ ساتھ جب تک آدمی خانقاہی نہ بنے اس وقت تک تکمیل نہیں ہوتی۔ محض خانقاہ میں جائے گا تو آدمی وجدی بن جائے گا اور اگر کورا مدرس بن جائے گا تو نجدی بن جائے گا تو اس راہ میں نہ نجدی ہونا کافی ہے اور نہ وجدی۔ وجد اور نجد دونوں کو جمع کرے تب ہی کامل بنے گا۔ ایک طرف آدمی علم لے جس کے لئے مدرسہ جانا پڑے گا اور دوسری طرف تربیت بھی لے اس کے لئے خانقاہ جانا پڑے گا۔ بہر حال دونوں چیزوں کو جمع کرنا یہ محقق کی علامت ہے''۔

محقق اور کامل کے اوصاف

فرمایا: ''یہ جو مولویوں اور صوفیوں کی لڑائی ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ ایک طرف کورے مولوی ہیں جن میں عشق کی کمی ہے اور دوسری طرف کورے عاشق ہیں جن میں علم کی کمی ہے۔ محقق اور کامل نہیں لڑا کرتے اس کے ظرف کے اندر وسعت ہوتی ہے۔''

جلال اور کمال

فرمایا: ''ایک ہاتھ میں جام شریعت ہونا چاہیئے اور دوسرے ہاتھ میں جام

عشق۔ آگ بھی ہو اور پانی بھی' جلال بھی ہو اور جمال بھی۔ دونوں چیزیں جب ہوں گی جب جا کے آدمی میں کمال پیدا ہوتا ہے ورنہ کمال کی کوئی صورت نہیں اور اعتدال بھی تب ہی پیدا ہوگا جب جلال اور کمال جمع ہو جائیں گے"۔

قانون اور دین میں فرق

فرمایا: "یاد رکھئے! اسلام لاء اور قانون نہیں ہے بلکہ دین ہے۔ قانون اور دین میں فرق یہ ہے کہ قانون روکھی دفعات کا نام ہوتا ہے اور دین وہ ہوتا ہے جس میں محبت اور عشق بھی شامل ہو۔ دین کے اندر طریق صواب بھی ہوگا اور طریق عشق بھی ہوگا۔ محبت بھی اور قلب کے جذبات بھی ہوں گے اور دین پر محض اس لئے چلتے ہیں کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے"۔

اسلام دین فطرت

فرمایا: "شریعت اسلام دین فطرت ہے اور دین فطرت کے معنی یہ ہیں کہ کسی بھی قوت کو پامال نہ کیا جائے۔ ہر قوت کا صحیح مصرف بتایا جائے تو غصہ' جھوٹ' دھوکہ اور جذبۂ اطاعت و تواضع کا بھی مصرف بتلایا۔ ان سب چیزوں کے مصارف کو متعین کرنا یہ شریعت کا کام ہے اور ان ساری قوتوں کے حقوق ادا کرنے کا نام اسلام ہے اگر کسی ایک قوت کو کھو دیا جائے یا اس کا حق ادا نہ کیا جائے تو اسی حد تک اس کا اسلام ناقص رہے گا"۔

آیات قرآنیہ جنت ہیں

فرمایا: "جنت اسی کا کلام (کلام اللہ) کا مجموعہ ہے اور انہی آیات قرآنیہ کو جنت کہا گیا ہے' فرق یہ ہے کہ یہاں اس جنت کی شکل آیتوں کی ہے اور وہاں جا کر باغ و بہار ہو جائے گی تو چیز ایک ہوئی لیکن جہانوں کے بدلنے سے ہیئت بدل جائے گی۔ اس دنیا میں وہ الفاظ و معنی ہیں اس دنیا میں جا کر وہ بہترین لذتیں بن جائیں گی اور باغ و بہار ہو جائیں گی اور یہ کوئی مستبعد بات نہیں کہ ایک چیز ایک عالم میں ایک لباس پہنے ہوئے ہو اور دوسرے عالم میں دوسرا لباس پہنے ہوئے ہو وطن کی خصوصیت سے صورت و شکلیں بدل جاتی ہیں"۔

امت مرحوم کی فضیلت

فرمایا: ''میں کہا کرتا ہوں کہ اور قومیں تو محنت کر کے جنت میں داخل ہو جاتی ہیں مسلمان وہ ہے جس نے جنت کو اپنے اندر داخل کر رکھا ہے اور دنیا میں رہ کر وہ جنت بداماں ہے۔ پس اور امتیں جنت میں داخل ہوں گی اور اس امت میں جنت خود سمائی ہوئی ہے''۔

ولادت کی طرح وفات بھی باعث مسرت

فرمایا: ''خوشی کے دو ہی موقعے ہیں ابتداء و انتہا' بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو بڑے جشن مناتے ہیں دعوتیں ہوتی ہیں جلسے کئے جاتے ہیں اور جب وہ مرتا ہے تو میرے نزدیک وہ بھی خوشی کا دن ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عنایت کی ہوئی زندگی اسی کے بتائے ہوئے طریقے پر گزار دی اور وہ اس امتحان میں کامیاب گزرا۔ تو مرنا غم کی بات نہیں بلکہ خوشی کا موقع ہے البتہ جو لوگ مغموم ہوتے ہیں وہ اس کے مرنے پر نہیں بلکہ اس کی جدائی اور اپنے مفادات سے محرومی پر روتے ہیں اور مغموم ہوتے ہیں''۔

حرام و مشتبہ کمائی سے احتراز

فرمایا: ''اہل اللہ کے ہاں یہ مسئلہ ہمیشہ بہت ہی زیادہ قابل توجہ رہا ہے کہ کمائی مشتبہ نہ ہونی چاہئے پاک ہونی چاہئے اس لئے اسی پر توفیق اور اعمال کا دارومدار ہے تو تقلیل تو بجائے خود ہے کہ حلال میں سے بھی کم سے کم ہو' یہ تو خیر بڑوں کی شان ہے لیکن ہم کم سے کم اتنا تو رکھیں کہ کمائی حرام اور مشتبہ نہ ہو''۔

دانش مندی

فرمایا: ''دیندار حقیقی معنی میں وہی ہے کہ اس کو دنیا جہاں بھی ملے وہ اس میں سے اپنے لئے دین پیدا کر لے یہ بدعقلی ہے کہ آدمی دین کو بھی دنیا بنا لے اور دانش مندی یہ ہے کہ دنیا میں سے اپنے حق میں دین اور خیر نکال لے''۔

شرعی اجتہاد

فرمایا: ''کسی معتبر اور مستند یعنی شرعی اجتہاد کی تقلید کوئی بدعت سیئہ نہیں ہے کہ اسے قابل ملامت اور اس کے مرتکب کو مستوجب نکیر تصور کیا جائے بلکہ وہ ایک ایسا مسلوک راستہ ہے جو سلف سے لے کر آج کے خلف تک اجماعی طور پر دینی راہ گزر بنا رہا ہے اور امت نے اس کے سوا اپنے دین کے تحفظ کی کوئی صورت نہیں سمجھی''۔

رزق حلال کی برکت

فرمایا: ''حقیقت یہ ہے کہ نور معرفت حلال غذا سے پیدا ہوتا ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ لقمہ حلال کا ہو۔ ایمانی و روحانی قوتیں لقمہ حلال کے تابع ہیں''۔

اصلاح میں لقمہ حلال کی افادیت

فرمایا: ''انسان کا پیٹ حوض بدن ہے حوض میں جو بھرا جائے گا نلوں اور نالیوں میں بھی وہی آئے گا اگر پیٹ میں پاک غذا ہے تو قلب و دماغ میں پاک آثار آئیں گے۔ اقوال و افعال بھی پاک صادر ہوں گے اور اگر لقمہ حلال نہیں ہے تو پھر وہی ظلمت اور کدورت ملے ہوئے اقوال و افعال سرزد ہوں گے اور ایسی ہی حرکات ہوں گی''۔

اسلام دین فطرت

فرمایا: ''شریعت انسان کے کسی خلقی مادہ کو ضائع کرنے پر پامال کرنے کے لئے نہیں آئی' بلکہ ٹھکانے لگانے کے لئے آئی ہے تا کہ ہر قوت کو اس کا صحیح مصرف بتلا کر اس میں استعمال کرائے یہی اسلام کے ''دین فطرت'' ہونے کے معنی ہیں کہ اس نے ہر قوت کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ شہوت ہو یا غضب' سبعیت ہو یا شیطنت' کسی بھی قوت کو بے کار ہونے نہ دیا بلکہ ایک خاص پروگرام پر چلا دیا۔''

طاعت و معصیت

فرمایا: ''تمام خلقی قوتوں کو شریعت کے موافق استعمال کیا جائے تو وہ سبب

طاعت بنتی چلی جائیں گی اور خلاف حکم استعمال کئے جائیں تو معصیت ہوتی چلی جائیں گی اس سے عبادت کی دو نوعیں نکلتی ہیں ایک افعال خیر جن کا کیا جانا ضروری ہے اور دوسری افعال اثم جن سے بچنا ضروری ہے۔"

انسان اور خلافت رحمٰن

فرمایا: "مخلوقات میں سے انسان ہی کو نیابت کی نعمت سے نوازا' اس لئے کہ بناء خلافت دو چیزیں ہیں علم خداوندی اور اخلاق خداوندی۔ یہ دونوں انسان میں "علی وجه الاتم" ثابت ہیں۔ تو خلافت بھی "علی وجه الاتم" اس میں آ سکتی تھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ تکمیل خلافت دنیا میں نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں ہوگی۔ جس کی وجہ یہ ہے بناء خلافت جب کہ علم کامل اور عمل کامل ہے' تو یہ علم وعمل جب تک اسی انداز کا نہ ہوگا جس انداز سے خود حق تعالیٰ کا ہے اس وقت تک اس انسان کی علمی وعملی خلافت کی تکمیل نہیں ہو سکتی اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے علم وعمل اور صناعی کی شان یہ ہے کہ وہ اسباب کا محتاج نہیں اور یہ کیفیت انسان میں جنت میں داخل ہو کر پیدا ہوگی"۔

علم وراثت

فرمایا: "عمل کی برکت سے حق تعالیٰ قلب میں وہ علوم ڈالتا ہے جو پہلے سے اس میں نہ تھے اس لئے انسان اگر انسانیت چاہتا ہے تو اولاً عالم بنے' پھر عامل بنے' تب آخر کار جا کر علم لدنی کا وارث بنتا ہے' پس ابتدائی علم' علم وراثت ہے"۔

ہر شریعت کا رنگ تربیت جدا جدا

فرمایا: "ایسا مقلد عام بلاتعین مختلف ائمہ کی تقلید کا خوگر ہے وہ یقیناً نقیضین میں دائر وسائر رہے گا خواہ وہ تناقض جزئیاتی ہو یا کلیاتی' ساتھ ہی ان متخالف اجتہادات کے آثار سے اس کا روحانی مزاج بھی فاسد ہوئے بغیر نہ رہے گا یا ہوائے نفس اس کے دین پر غالب آ جائے گی یا وہ رضائے حق کا طالب نہ رہے گا یا اجماع امت کا ربقہ گلے سے نکال

پھینکے گا اور نتیجۂ فروعات کی آزادی اصول تک پہنچ جائے گی اور اصول کو بھی حظ نفس اور مطلب برآری ہی کا ذریعہ بنا کر بالآخر سرے سے دین کو کھو بیٹھے گا یہی وجہ ہے کہ روحانی تربیت اور نفسانی معالجہ کے سلسلہ میں جس کے اطباء انبیاء علیہم السلام ہیں ایک نبی کی شریعت پر عمل کرتے ہوئے دوسری شریعت اور نبی کو حق جاننے کے باوجود اس پر عمل کرنے کی خاص طور پر ممانعت فرمائی ہے ادب تو اتنا کہ ایک نبی اور اس کی شریعت کے انکار پر پورا دین حبط لیکن احتیاط اس پر یہ کہ اس سچے نبی کے ایک جزئیہ پر بھی بلا اجازت نبی زمان عمل غیر جائز اور ممنوع جس کا راز یہی ہے کہ ہر شریعت کی تربیت کا رنگ جدا جدا ہے نفس میں ان کے متضاد آثار پیوست ہونے سے اس نفس کی ہلاکت ہے۔"

ضرورت تقلید

فرمایا: "مطلق تقلید اور تقلید معین کتاب وسنت کی روشنی میں ایک ثابت شدہ اور معمول بہ مسئلہ واضح ہوئی۔ مطلق تقلید تو بنص قرآنی (فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون) یعنی (علم والوں سے سوال کرو اگر تم علم نہیں رکھتے) اور تقلید معین بوجہ فاسد مذکورہ اصول کتاب وسنت' احادیث باب' تعامل سلف' اجماع امت اور نبض شناسان امت مرحومہ کے تجربات وغیرہ سے واجب ثابت ہوئی اور غیر مجتہد کے حق میں ضروری نکلی"۔

اسلاف کی روش

فرمایا: "اپنے باہمی اتحاد میں کم سے کم حضرات صحابۂ کرامؓ کے اس اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ بنانا چاہئے کہ قرآن کریم کی بعض شاذ آیات جن کو صحابۂ کرامؓ کے اجماع نے قرآن کریم کا جز تسلیم نہیں کیا بعض حضرات صحابہؓ کے پاس موجود تھیں جو انہیں خلاف اجماع قرآن کا جز جانتے تھے لیکن کسی روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ارباب اجماع نے مخالفین اجماع کے خلاف یا مخالفین اجماع نے ارباب اجماع کے خلاف کوئی محاذ قائم کیا ہو"۔

اہل سنت والجماعت

فرمایا: چنانچہ قرآن کریم نے دینی سلسلے میں دو اصول ذکر فرمائے ہیں ایک

کتاب اور ایک استاذ' گویا کتاب کے ساتھ ایک عالم کتاب رسول ضرور لازم رکھا ہے تا کہ وہ کتاب کے جلی و خفی حقائق سمجھائے بھی اور کر کے دکھلائے بھی چنانچہ ارشاد ربانی ہے (ولقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معهم الكتٰب والميزان ليقوم الناس بالقسط) یعنی (بلاشبہ ہم نے اپنے رسول بھیجے کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ کتاب اتاری اور میزان تا کہ لوگ عدل کے ساتھ قائم ہوں)۔

اس لئے ''اہل سنت والجماعت'' کا عنوان ایسا جامع عنوان نکلا کہ اس میں دینی تربیت کے ان دونوں بنیادی اصول (کتاب وشخصیت) کی طرف اشارہ ہو گیا جن سے ایک سچی جماعت یا صادق فرقہ کی تشکیل ہوتی ہے' اس کے لقب میں طریق اور اہل طریق دونوں پر روشنی پڑتی ہے''۔

مذہب کے اصول وفروع

فرمایا: ''مذہب کے اصول وفروع میں صاحب مذہب کی فطری ذہنیت کا الگ رنگ اس لئے جھلکنا ضروری ہے کہ یہ تمام الہامی اصول وفروع اس کے ذہنیت کے راستے سے گزر کر آتے ہیں اس لئے باوجود دین انبیاء کے واحد ہونے کے ہر نبی کی شریعت کا ایک ممتاز رنگ ہے اور اس کے کمالات وکرامات کا ایک خاص لون ہے جو دوسروں میں نہیں اور اس رنگ کے ماتحت اس کے تربیت یافتوں میں وہی رنگ سرایت کرتا ہے جو مقتداء اعظم کا ہوتا ہے چنانچہ مختلف امم کی شئوں اور آثار وخواص بالکل ممتاز اور باہم متخالف بھی ہیں اور اپنے اپنے نبی کی شئون کا مظہر اتم بھی ہیں۔ اس کی مثال ایسی سمجھئے جیسے ایک دریا باوجود ایک ہونے کے جس جس خطۂ زمین سے گزرتا ہے اس کے خواص اور وہاں کے ہواؤں کے مخصوص اثرات لیتا ہے اور اس کے سیراب ہونے والوں کے مزاج میں بھی وہی سرایت کرتی ہے''۔

فقہ اور اس کے عالمگیر اثرات

فرمایا: ''پس شرائع تکلیفیہ کی طرح یہ شرائع وضعیہ (اجتہادی مسالک) بھی باوجود متحد الاصول ہونے کے جس امام کے دل ودماغ سے گزر کر وجود کا جامہ پہنتی ہیں اسی کا ذوقی

رنگ لئے ہوئے ہوتی ہیں اور اسی ذوق سے نکلے ہوئے اصول استنباط سے مستنبط ہوتی ہیں۔ پس اس مجتہد کا پورا فقہ اور فقہ کے سارے ابواب اسی ایک رنگ میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں جو انجام کاران کا عملی جزئیات کے واسطہ سے اس فقہ کے ہر متبع میں سرایت کرتا ہے گویا اس فقہ کے تربیت یافتوں کی ذہنیت بھی اسی رنگ کی ہو جاتی ہے جو اصل مربی اور بانی فقہ کی ہوتی ہے"۔

اہل سنت والجماعت کی جامعیت

فرمایا: "جو اہل سنت والجماعت ہیں وہ اہل حدیث اور اہل قرآن بھی ہیں کہ یہ کتاب کا مرتبہ ہے اہل عترت بھی ہے کہ یہ شخصیت کا درجہ ہے لیکن ہر اہل حدیث اور اہل قرآن کا اور اہل عترت کا اہل سنت والجماعت ہونا ضروری نہیں کہ ان القاب میں کسی میں فقط کتاب کی طرف اشارہ ہے کسی میں محض شخصیت کی طرف پھر حدیث میں جہاں بھی مسلمانوں کو اہلحدیث فرمایا گیا جیسے حدیث انسؓ سخاوی سے نقل کی جاتی ہے کہ اس میں مسلمانوں کو (انتم اھل حدیث) سے خطاب کیا گیا ہے یا قیامت میں کیا جائے گا یا کسی حدیث میں مسلمانوں کو اہل قرآن کہا گیا ہے جیسے حدیث علیؓ میں ہے کہ (ان اللہ وتر یحب الوتر فاوتروا یااھل القرآن) (رواہ الترمذی والنسائی وابوداؤد ومشکوۃ باب والوتر) یعنی (اللہ وتر ہے وتر کو پسند کرتا ہے پس وتر پڑھوا اے اہل قرآن)

دانشمندی کی بات

فرمایا: "میں تو کہا کرتا ہوں کہ دنیا میں جتنی بھی دولت ہے مسلمان اس کا قطعاً حقدار نہیں ہے یہ کفار کا حق ہے اس لئے کہ ان کی آخرت نہیں ہے انہیں دنیا میں ہی سب کچھ دیا جاتا ہے۔ یہ کتنی زیادتی کی بات ہے کہ ایک مسلم یوں کہے کہ آخرت بھی مجھے ملے اور دنیا بھی مجھے ملے اور کافی غریب کو کچھ نہ ملے دوسرے کے حق کو ساقط کر دینا اور اسے محروم کر دینا یہ کونسی دانشمندی کی بات ہے"۔

باطنی نور

فرمایا: "اگر صحابہؓ نے حضورؐ کی زبان سے قرآن وحدیث سنا اور ان کے حقائق کو

حضورؐ کے سینہ مبارک سے لیا پھر تابعین نے صحابہؓ کی زبان سے تو قرآن وحدیث لیا اور ان کے قلوب سے اس کی صفائی و اسرار کو حاصل کیا (**بل هو آیات بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم**) تو ہم بھی اس توراث کے ماتحت الفاظ کتاب وسنت تو کتب سے لیتے ہیں اور ان کے حقائق ان روشن ضمیر اساتذہ کے قلوب سے خلفاً عن سلف اس باطنی نور کو اخذ کرتے چلے آئے ہیں۔ پس اہل سنت والجماعت کے لفظ سے طریقہ اور مذہب بھی نکلتا ہے اور طریقہ کے ساتھ اہل طریق کی معیت ملازمہ بھی مفہوم ہوتی ہے جو حقائق سمجھنے کا واحد ذریعہ ہے۔

اصول وکلیات شریعت

فرمایا: ''ساری شریعت بالآخر ان درمیانی اصول وکلیات اور شئون وصفات سے گزرتی ہوئی اپنے وجود سے جا کر جڑ جاتی ہے یعنی شریعت کے تمام اوامر ونواہی جو بمنزلہ افراد کے ہیں اپنے اپنے علل کے نیچے ہیں جو بمنزلہ انواع کے ہیں۔ پھر یہ تمام انواع سمٹ کر دو جنسوں کے نیچے آ جاتی ہیں معروف ومنکر پس سارے مامورات کا سرچشمہ معروف ہے اور سارے منہیات کا سرمنشاء منکر ہے اسی کو قرآن کریم نے یوں واضح کیا ہے (**الذین یتبعون الرسول النبی الامتی الذی یجدونه مکتوباً عندهم فی التوراة والانجیل یامرهم بالمعروف و ینهاهم عن المنکر**) وہ جو پیروی کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بھی امی ہے اپنے پاس وہ لکھا ہوا پاتے ہیں تورات وانجیل میں جو انہیں معروف کا امر کرتا ہے اور منکر سے روکتا ہے)''

عدل الٰہی کا تقاضا

فرمایا: ''معروف ومنکر کی دونوں اجناس اللہ کی صفت کے نیچے آئی ہوئی ہیں عدل الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ معروفات برسرکار آئیں اور منکرات زیر ترک رہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (**ان الله یامر بالعدل والاحسان**) اور (**وینهی عن الفحشآء والمنکر**) (اللہ تعالیٰ امر فرماتا ہے عدل اور احسان کا) اور (روکتا ہے فحشاء اور منکر سے) پس دین کے حق میں یہ صفت عدل بمنزلہ جنس عالی کے ہے اور ظاہر ہے کہ عدل حصہ

ہے اس کے وجود کا یعنی وجودی کمال ہے اس لئے گویا سارے اوامر اور نواہی بالآخر وجود الٰہی سے مربوط ہو گئے اور اس طرح پوری شریعت ذات بابرکات سے وابستہ ہو جاتی ہے"۔

فرد کی ذمہ داریاں

فَـرمایا: "اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں ہر چیز کی ذمہ داری حکومت وقت کے کندھوں پر ڈال دینا درست نہیں۔ نجی، گھریلو اور خاندانی زندگی میں اسلامی تعلیمات کا انقلاب لانا ہر فرد کا انفرادی فریضہ ہے جس میں کوئی خلل اندازی نہیں کر سکتا۔ اگر ہر ایک فرد اپنی ذات اور خاندان میں اسلام کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کا ارادہ اٹل کر لے تو کون ہے کہ جو اس کا ہاتھ پکڑے یا اس کی راہ میں مزاحم ہو لہٰذا اسلام کے عملی نفاذ کی پہلی اور بنیادی ذمہ داری فرد پر ہے"۔

شریعت اور اس کے اصول وفروع

فَـرمایا: "شریعت کے یہ لاکھوں مسائل اور شریعت کی یہ ہیئت کذائی محض سطحی اور نمائشی نہیں بلکہ پوری شریعت اپنے ظاہری مسائل اور باطنی دلائل نیز اپنے تمام اصول و فروع کے لحاظ سے اس درجہ مرتب اور منظم ہے کہ وہ مثل ایک سیدھی زنجیر کی ہے جس میں یہ سارے اصول وفروع اور جزئیات وکلیات درجہ بدرجہ ترتیب وار پروئے ہوئے ہیں"۔

شرعی اصول وفروع کا تلازم

فَـرمایا: "شریعت کا کوئی جزئیہ نہیں جو کسی کلیہ کے ماتحت نہ ہو، ہر فرع کسی نہ کسی اصل کے ماتحت ہے، پھر ہر ہر اصول کسی نہ کسی اصل اصول سے مربوط ہے اور بالآخر سارے اصول وکلیات سمٹ کر کسی ایک اصل اصیل سے جڑے ہوئے ہیں جس سے پوری شریعت ایک محیر العقول نظام کے ماتحت اور ایک ایسے شجرۂ واحد کی صورت دکھائی دیتی ہے جس کی تمام شاخیں شاخ در شاخ ٹہنیاں مع اپنے ثمرات کے ایک اصل واحد سے ناشی ہو رہی ہیں اور ہر آن اپنے مستفیدین کو اپنے پھلوں سے بہرہ مند کر رہی ہیں۔ (**مثل كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها فى السماء تؤتى اكلها كل حين باذن ربها**) مثال کلمہ طیبہ کی اس پاک درخت کی مانند ہے جس کی جڑ تو تہہ میں گھسی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان سے

باتیں کررہی ہوں پھل دے رہا ہو ہر آن اپنے پروردگار کی جانب سے"۔

صفات الٰہیہ کے اثرات

فرمایا: "آیات واحادیث میں جس قدر بھی جزئی احکام مذکور ہوتے ہیں جو زید،عمر اور ابوبکر کی طرح پھیلے ہوئے ہیں ان کی تشکیل وہ اصول وکلیات وعلل واسرار کرتے ہیں جو جزئیات میں مستور ہوتے ہیں کہ ہر جزئی میں ایک علم کلی ہوتا ہے اور ہر علم کلی میں کوئی حکمت ومصلحت کلیہ پوشیدہ ہوتی ہے پھر ہر مصلحت کا تعلق کسی نہ کسی شان کمال سے ہوتا ہے پھر ہر شان کمال کسی نہ کسی صفت الٰہی سے مربوط ہوتی ہے۔ جس سے نفس انسانی کی صفات نقص اس جزئیہ شریعت کی تکمیل کے ذریعہ کمال کا اثر قبول کرتی ہیں اور یہ صفات ذات بابرکات سے مربوط ہیں۔

مقصود اصلی آخرت

فرمایا: "اسلام میں سب سے زیادہ اکل حلال پر زور دیا ہے اس لئے جتنی چیزیں کہ جس سے لقمہ میں کوئی حرمت پیدا ہو کوئی ناجائز شکل پیدا ہو ان سب چیزوں کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان دنیا میں اپنی آخرت کو بنانے کے لئے پیدا ہوا ہے اور دنیا اس کے لئے وسیلہ ہے اگر اس کا وسیلہ گندہ بنا تو مقصد میں بھی گندگی آجائے گی۔ وسیلہ اگر پاک ہے تو مقصد بھی پاک ہوگا۔ اس لئے مقصود اصلی آخرت ہے۔"

عصر حاضر میں نفاذ اسلام

فرمایا: "فی زمانہ اسلام کے نفاذ کا دارومدار ان دو باتوں پر ہے۔ ایک یہ کہ اجتماعی سطح پر حکومت وقت قدم اٹھائے۔ مروجہ قوانین کا جائزہ لے اور وہ تمام قوانین یک قلم منسوخ کردے جو قرآن وسنت کے منافی یا ان سے متحارب ہوں۔ مزید برآں ایسے قوانین بنائے جائیں جن کا مقصد کلی طور پر دین کا نفاذ اور اس پر عمل درآمد ہو۔

شرعی احتیاط

فرمایا: "حدیث میں ہے کہ بعض صحابہؓ نے یہ چاہا کہ حضورؐ کے دربار میں ہاتھ

باندھ کر کھڑے رہیں۔ظاہر ہے کہ حضورؐ کی ذات جس درجہ عظیم ترین ہے اسی درجہ تعظیم کی بھی مستحق ہے لیکن آپ نے ارشاد فرمایا(من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاماً فلیتوأ مقعدہ من النار) یعنی جس کو یہ پسند ہو کہ لوگ میرے آگے ہاتھ باندھ کر تعظیم سے کھڑے ہوں وہ جہنم میں جا کر اپنا ٹھکانہ ڈھونڈے۔

تو اس کی ممانعت فرمائی گئی کہ لوگ میرے بارگاہ میں ہاتھ بندھے کھڑے ہوں۔ فرمایا میں بھی بندہ ہوں تم بھی بندے ہو اللہ نے مجھے تم پر وحی کی یہ عظمت دی اس کی تعظیم کرو۔ سامنے کھڑے ہو کر قیام کرنا یہ اصطلاحی عبادت کا ایک جز ہے۔اس واسطے شریعت اسلام نے مستقلاً قیام کو روکا ہے۔

غرض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں موجود ہوں تو سجدہ نہیں کیا جائے گا اگر سجدہ کیا جائے تو خود ناخوش ہو جائیں گے رکوع نہیں کیا جائے وہ رکوع کرنے اولے کو اپنے بارگاہ سے نکال دیں گے۔ ہاتھ باندھ کے قیام نہیں کیا جائے گا اگر کوئی ایسا کرے گا تو اسے دھتکار دیں گے اولیاء اللہ سب سے زیادہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلتے ہیں اس لئے اولیاء اگر یہاں موجود ہوں تو ان کی بارگاہ میں ایسی حرکت جائز نہیں ہو سکتی تو وفات کے بعد کس طرح جائز ہو سکتی ہے''۔

اسلام کی بے مثل تعلیمات

فرمایا: ''مسلمانوں کے تمام فرقوں میں گہرا اتحاد بے حد ضروری ہے۔ ضمنی اختلافات کے باعث مسلمانوں کا آپس میں کوئی رنجش رکھنا سخت افسوس ناک اور بے جواز چیز ہے کیونکہ ہمارا دین ہمیں جڑنے کی تعلیم دیتا ہے کٹنے اور بچھڑنے کی ممانعت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں وحدت کے اسباب بے پناہ ہیں۔ اسلام کا اپنے ماننے والوں سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ آپس میں مقابلہ و مجادلہ نہ کرو لہذا ضروری ہے کہ ہر فرقہ مثبت اور معروف پہلو پر اکٹھا ہو جائے اور ملت اسلامیہ کے مشترکہ مشن میں تعاون کرے۔ جہاں تک تمام فرقوں کے اپنے اپنے جداگانہ لیکن ضمنی پہلوؤں کا تعلق ہے وہ ان پر اپنی اپنی حدود میں عمل پیرا رہ کر بھی مضبوط دینی وحدت بن سکتے ہیں اس کے لئے ایک اہم شرط یہ ہے کہ

منفی اندازفکر ترک کر کے تکفیر کا دروازہ بند کر دیا جائے''۔ 7

اکابر دیو بند کا مسلک

فرمایا: ''دین کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ اکابر دیو بند کا مسلک اور مشن یہی تھا جس کے لئے وہ مدت العمر کوشاں رہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنی جانیں اس میں کھپادیں''۔

مذہب پر عمل کی ضرورت

فرمایا: ''ہم اس ملک میں اور ان حالات میں اگر اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں تو صرف مذہب کے نام سے اس کے علاوہ ہماری نجات کا کوئی ذریعہ نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ (والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا الخ) اس میں صحیح مذہب پر عمل کرنے والوں کی کامیابی کی بشارت ہے''۔

فرد کی ذمہ داریاں

فرمایا: ''آج کل ایک افسوس ناک حالت یہ ہے کہ ''ہر یکے ناصح برائے دیگراں'' لوگ خود تو نیک عمل کرتے ہیں نہیں البتہ دوسروں کو نصیحت کرنے میں تیزی دکھاتے ہیں۔ نیک عمل سے گریز مگر نیکی کی زبانی تبلیغ کار بے خیر ہے۔ کیونکہ قول موثر نہیں ہوتا اصل اور موثر قوت عمل ہے صرف عمل لہذا ہر ایک شخص پر لازم ہے کہ وہ اسلامی معاشرت' اسلامی عقائد اور اسلامی افکار کا علم حاصل کرے اور پھر اس کا عملی نمونہ بن جائے۔ اکل حلال کو اپنی زندگی کے لئے لازم جانے اور حرام کی کمائی سے دور بھاگے۔ اسی طرح اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ اپنی ہی آپ ہموار ہوتی چلی جائے گی اور جب مسلمان اچھی طرح دینی رنگ میں ڈھل جائیں گے تو پھر حکومت کا کام معمولی رہ جائے گا''۔

علم بنیادی ضرورت

فرمایا: ''اسلام کی بنیاد علم پر ہے' اس لئے پہلی اور فوری ضرورت یہ ہے کہ دینی

جواہر حکیم الاسلام-7

علوم کو اس قدر عام اور سہل الحصول بنا دیا جائے کہ کوئی بھی دین سے نا آشنا نہ رہے۔ ضروری نہیں کہ ہر شخص کو بھرپور معلومات ہونی چاہئیں اگر کوئی کسی معاملے کے بارے میں علم نہیں رکھتا ہے تو وہ اہل علم سے رجوع کرے اور درپیش معاملے میں ان سے رہنمائی حاصل کرے۔" "اب ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں لگن پیدا کی جائے کہ وہ دینی علوم سیکھیں۔ جب دلوں میں یہ لگن پیدا ہو جائے گی تو وہ یقیناً عالمان دین سے رجوع کریں گے۔ جب وہ دینی تقاضوں سے آگاہی حاصل کرلیں گے تو اس کا اطلاق اپنی عملی زندگی پر بھی کرنے کے قابل ہو جائیں گے اس طرح ماحول اور معاشرے میں خود بخود اصلاح کے رجحانات پیدا ہوں گے اور یہی رجحانات فلاحی برگ و بار لائیں گے"۔

اپنی ذات سے اصلاح کی ابتداء

فرمایا: "یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب تک ماحول ٹھیک نہیں کیا جائے گا اسلامی نظام کا نفاذ ممکن نہیں ہوگا اور ماحول اسی صورت میں سنور سکتا ہے جبکہ پوری قوت اور مکمل فرض شناسی سے کام لیا جائے اور اس کی ابتدا اپنے گھر سے ہونی چاہئے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی اصلاح اور دین پر عمل پیرا ہونے کا کام اپنی ذات سے اور اپنے گھر سے شروع کرے"۔

بے جا شکایت

فرمایا: "آج مسلمان شکایت کرتے ہیں کہ "فلاں قوم نے ہمیں تباہ کر دیا" میں کہتا ہوں کہ یہ شکایت بالکل غلط ہے شکایت تو کفار کو ہونی چاہئے کہ تمہاری ناہنجاری سے ہم بدعنوان ہو گئے ہیں۔ اگر تم صحیح معنوں میں دین پر قائم رہتے تو ہم تمہاری ٹھوکروں کے نیچے رہتے ہم تمہاری اتباع کرتے لیکن جب تم اپنے نہج پر نہیں ہو تو ہم سے کیا توقع رکھتے ہو کہ ہم تمہاری پیروی کریں یا پابندی کریں"۔

قرآن روح مسلم

فرمایا: "مسلمانوں کی روح قرآن پاک ہے' اقوام کی یہ مجال نہیں کہ اس کو دبائیں لیکن جب یہ روح نہیں ہوگی تو جہاں ڈالیں گے وہی پڑا رہے گا۔ آج اگر مسلمان

پامال ہورہے ہیں تو اس لئے نہیں کہ کفار میں جان ہے بلکہ اس لئے کہ تم بے جان ہو گئے ہو جو روح تھی وہ نکال باہر کی تو روح نکل جانے کے بعد آدمی لاشہ بن جاتا ہے لاشہ کے لئے ہر انسان کا فرض یہ ہوتا ہے کہ اس کو دبائے جلائے یا دفن کر دے"۔

ایک حدیث کی تشریح

فرمایا: "اصل دین ایک ہی ہے جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوا اور نبی کریمؐ پر ختم ہوا تو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی رہا۔ اصول ایک ہی رہا۔ البتہ آگے شریعتیں جو عملی پروگرام ہیں جو ان اصول کے تحت ہیں وہ اقوام کے مختلف مزاج و نفسیات اور ان کے طبعی افتاد کے باعث مختلف رہی جیسے ضرورت ہوئی اسی انداز کا عمل ان کو بخشا گیا۔ اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں بیان فرمایا ابو نا واحد و امھاتنا شتی یعنی ہمارا باپ ایک ہے اور ہماری مائیں مختلف ہیں۔ باپ سے اصول کی طرف اور ماں سے عملی احکام کی طرف اشارہ ہے۔"

امت محمدیہ کی فضیلت

فرمایا: "آخر میں امت مسلمہ آئی تو یہ بوڑھی امت ہے بوڑھے آدمی کے اندر عقل و تجربہ بڑھ جاتا ہے مگر عملی قوت گھٹ جاتی ہے البتہ اس کا دماغ روشن ہوتا ہے نوجوانوں کا فرض ہوتا ہے کہ ان سے مشورہ کریں ان کی رائے پر عمل کریں گویا کہ یہ عالم بشریت کے بڑھاپے کا دور ہے جیسا کہ آدمؑ کے زمانے میں طفولیت کا دور تھا۔ بوڑھوں کے لئے یہ ہوتا ہے کہ ان پر عمل کا بار کم ڈالتے ہیں مگر تحسین و آفرین زیادہ کرتے ہیں"۔

مغربی اور اسلامی تمدن

فرمایا: "موجودہ تمدن جو مغرب کی طرف سے آیا ہے یہ ٹھیک اسلامی تمدن کی ضد ہے یہاں نگاہ بازی حرام اور وہاں نگاہ بازی تمدن کی جڑ ہے یہاں اجنبیہ سے خلوت بالکل ممنوع ہے اور وہاں تمدن کا جز ہے وہاں اگر کسی شخص کی بیوی اندر ہے اور باہر کسی غیر مرد کے جوتے پڑے ہوئے ہیں تو اسے حق نہیں کہ وہ مداخلت کرے اسے بیوی کو روکنے اور ٹوکنے کا حق نہیں

اندر نہیں جا سکتا ہے غرض یہ کہ وہاں تمدن کی بنیاد نفسانیت اور نفسانی خواہشات پر ہے اور یہاں تمدن کی بنیاد اخلاق روحانیت پر ہے کہ اخلاق اعلیٰ ہوں کردار بلند ہوں ہر شخص خوف خداوندی اور تقویٰ وطہارت کی تصویر ہو وہاں مقصود اصلی عیش دنیا ہے اور یہاں مقصود اصلی عیش آخرت ہے' بقدر ضرورت شریعت نے دنیا کمانے کی اجازت دیدی ہے''۔

ضرورت قوت

فرمایا: ''محض وعظ ونصیحت سے تمدن میں انقلاب نہیں آ سکتا۔ انقلاب تو قوت قہری سے آتا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اسلام میں خلافت نہ رکھی جاتی' چونکہ اسلام جامع اور اجتماعی دین ہے اس واسطے اس کے اندر خلافت ہے حدود وتعزیرات ہیں۔ غرض بہت سی چیزوں کا انسداد قوت کرتی ہے وعظ ونصیحت نہیں کرتی۔ وعظ ونصیحت سے زیادہ سے زیادہ کوئی عبادت کی طرف متوجہ ہو گیا۔ معاملات سچے کر لئے لیکن یہ کہ زمانے کے اندر تمدنی انقلاب برپا ہو جائے یہ محض وعظ سے نہیں ہوتا قوت سے ہوتا ہے''۔

کمیونزم کیا ہے

فرمایا: ''اسلام اور کمیونزم میں یہ فرق ہے کہ کمیونزم دلواتا ہے مگر جبری طور پر اس سے غصہ اور غیض وغضب پیدا ہوتا ہے۔ امیر کہتا ہے کہ اس فقیر کو کس طرح تباہ کردو' یہ کمائی میری ہے لوٹ کر لے جاتا ہے۔ غریب کہتا ہے کہ ان سرمایہ داروں کو تباہ کردو' جنہوں نے ہمارے حقوق مار رکھے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی تاک میں ہیں۔ یہ غالب آئے گا تو اسے ختم کردے گا اور وہ غالب آئے گا تو اسے ختم کردے گا۔

صورتیں اور حقائق

فرمایا: ''اسلام کا موضوع یہ ہے کہ جو خدا کی بنائی ہوئی صورتیں ہیں ان میں بھی زیادہ مت الجھو۔ اس لئے بعض علماء لکھتے ہیں کہ اگر صورتوں کے عشق ومحبت میں مبتلا ہوا تو حسن خاتمہ کے اندر فرق پڑ جائے گا۔ اس لئے کہ وہ حقیقت تک پہنچنے کا وقت ہے اور آپ صورتوں میں الجھے ہوئے ہیں تو صورتیں حقیقت سے روکیں گی۔ اس واسطے اسلام کا موضوع یہ

ہے کہ صورتوں کی طرف التفات مت کرو حقائق کی طرف التفات کرو، جو دوامی اور ابدی ہیں''۔

تکمیل دین

فرمایا: الیوم اکملت لکم دینکم میں الیوم سے خاص یوم یوم نزول آیت مراد نہیں بلکہ مطلقاً دور حاضر مراد ہے اور وہ عام ہے وقت نزول کو بھی اور نزول آیت کے ماقبل اور مابعد کے زمانے کو بھی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ ''آج بڑا نازک زمانہ ہے، آج لوگوں کو بھلائی کا کام کرنا دشوار ہو گیا۔ آج کا دن تو وہ ہے کہ بھیڑیوں نے انسانوں سے پناہ مانگی ہے'' ظاہر ہے کہ اس سے یوم تکلم کی تاریخ مراد نہیں ہوتی بلکہ وہ دور مراد ہوتا ہے جس سے متکلم اور مخاطب گزرتے ہوتے ہیں۔ پس یہاں بھی الیوم سے مراد دور حاضر ہے جس سے مخاطبین قرآن گزر رہے تھے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا آخری حصہ نہ کہ خاص یوم نزول آیت''۔

دانشمندی کا کام

فرمایا: ''آخرت کے بارے میں عام طور پر لوگوں نے یہ تصور باندھ رکھا ہے کہ آخرت کوئی الگ عالم ہے دنیا ترک کرو گے تب جا کے آخرت میں پہنچو گے یہ غلط ہے بلکہ ہماری آخرت اسی دنیا میں چھپی ہوئی ہے اسے نکالنا ہمارا کام ہے۔ یہی کھانے پینے کے اور سونے جاگنے کے افعال، انہی میں آخرت چھپی ہوئی ہے ان کے ذریعے سے اپنی آخرت نکالو دنیا میں رہ کر اس میں سے آخرت نکال لینا دانشمند کا کام ہے''۔

ترک دنیا کا مطلب

فرمایا: ''اسلام میں ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ دو، ہاں یہ ہے کہ اس میں مبالغہ مت کرو، غلو مت کرو، حد سے مت گزرو اعتدال کے ساتھ استعمال کرو۔ اس سے اپنا بھی کام چلاؤ اور اپنے بھائیوں اور اپنے عزیزوں کی خدمت کرو تمہاری آخرت بنے گی۔ یہ تو نیت اور افعال اختیار یہ پر ہے کہ مرضی خداوندی کی مطابق وہ افعال ہوں گے تو دنیا ہی میں آخرت بنے گی''۔

اتحاد و اتفاق

فرمایا: ''اگر کسی شرعی مسئلہ میں اختلاف ہو تو وہ نزاع نہیں۔ مسئلہ میں اختلاف حجت کا ہوتا ہے۔ نزاع و جدال نفسانی جذبے کے تحت ہوتا ہے اور وہ برا ہوتا ہے اور حجت سے جو اختلاف ہوتا ہے وہ برا نہیں ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہر اختلاف برا نہیں ہوتا مثلاً چور اور ڈاکو اگر اتفاق کر لیں تو یہ اتفاق اچھا نہیں۔ برائی میں اگر لوگ متحد ہو جائیں تو وہ اتحاد بھی برا ہوگا اور اگر بھلائی کے اوپر لوگ جمع ہو جائیں تو وہ اتحاد اچھا ہوگا''۔

تین واجب اطاعتیں

فرمایا: ''اگر خلیفۃ المسلمین اور بادشاہ اسلام موجود ہے تو اصل امیر وہ ہے پھر جن کو وہ امیر مقرر کریں وہ امیر بن جائیں گے اگر اسلامی حکومت نہیں ہے تو فقہاء لکھتے ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ سب مل کر اپنا ایک امیر مقرر کر لیں اگر سارے ملک کے مسلمان ایک امیر پر جمع نہ ہوں تو خطوں کے امیر بنا لئے جاویں۔ ہر صوبہ کا الگ امیر ہو اور تمام مامورین پر اپنے اپنے امام کی اطاعت کرنا واجب ہے اسی کو قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم یہاں پر تین اطاعتیں واجب اور فرض قرار دیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول کی اطاعت اور اولی الامر یعنی امیر کی اطاعت'' ''اسلام نے ہر ہر جزئی میں ایک نظم قائم کیا ہے اور نظام ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ جماعت نہ ہو اور جماعت ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ امام نہ ہو اور امیر نہ ہو اور امیر ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ سمع و طاعت نہ ہو''۔

مسئلے کی خاصیت جھگڑا نہیں

فرمایا: ''اگر اختلاف حجت سے ہو تو وہ دین کا ایک پہلو ہوگا وہ اختلاف تو ہوگا مگر جھگڑا نہ ہوگا کیونکہ اس میں حجت موجود ہے۔ یہ جھگڑے اصل میں ہم اپنی جذبات سے کرتے ہیں اور مسئلوں کو آڑ بنا لیتے ہیں۔ مسئلے کی خاصیت لڑنا نہیں ہے اگر مسئلوں کی خاصیت لڑنا ہوتا تو پہلے تو صحابہ کرام میں لاٹھی چلتی کہ کوئی رفع یدین کر رہا ہے اور کوئی نہیں کر

رہا ہے۔کوئی آمین بالجہر کر رہا ہے اور کوئی آمین بالسر کر رہا ہے کوئی فاتحہ کو امام کے پیچھے واجب قرار دے رہا ہے اور کوئی ناجائز قرار دے رہا ہے تو اگر مسئلے کی خاصیت لڑنا ہوتا تو سب سے پہلے صحابہ کرامؓ میں لاٹھی چلتی پھر اس کے بعد ائمہ مجتہدین میں ڈنڈا چلتا' جن میں اختلاف چلتا ان میں خوب لڑائی ہوتی مگر سارے ائمہ باہم متحد تھے اس لئے کہ وہ اختلاف فروعی ہے اور بنیادیں سب کی ایک ہی ہیں اس لئے قلوب میں سب ایک دوسرے کی عظمت لئے ہوئے ہیں"۔ "یہ مسائل صرف آڑ ہیں ورنہ حقیقی لڑائی تو نفسانی جذبات کی وجہ سے پیش آتی ہے۔ لڑلڑ کر مسلمانوں نے حکومتیں برباد کیں اپنی اپنی جائیدادیں تباہ کر دیں اپنی بلڈنگیں برباد کر دیں جب یہ دنیا چلی گئی تو رہ گیا دین اور لڑنا ضروری تھا اس سے ہٹ نہیں سکتے تھے تو کہا کہ اب دین کو آڑ بناؤ اب جائیدادیں نہیں تو مسلوں پر لڑو فروعات پر لڑو۔ یہ صرف نفسانی جھگڑے ہیں۔ اگر کوئی حجت ہاتھ میں ہے تو اس میں کوئی جھگڑا نہیں"۔

اسلام کی بنیادیں

فرمایا: "اسلام وسیع ترین اور عالمگیر دین ہے اور ساری دنیا کی اقوام کے لئے پیغام ہے اور اس کی عمارت پانچ شعبوں پر قائم ہے گویا اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں کہ جس پر تعمیر اسلام کھڑی ہے (۱) اعتقادات (۲) عبادات (۳) اخلاقیات (۴) معاملات (۵) اجتماعیات"۔

ائمہ اربعہ اور ان کے اختلافات

فرمایا: "اگر امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ و امام احمد بن حنبلؒ میں اختلافات ہیں تو وہ حق و باطل کے نہیں ہیں کہ ایک سمت حق ہو اور دوسری سمت باطل ہو ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ خطا اور صواب کے اختلافات ہیں کہ ایک طرف صواب ہے اور دوسری طرف خطا لیکن ساتھ میں یہ قید بھی لگی ہوئی ہے کہ یہ صواب ہے مگر احتمال ہے کہ خطا بھی ہو اور یہ خطا ہے مگر احتمال ہے کہ صواب بھی ہو۔ اس لئے حق تمام ائمہ اربعہ کے اندر دائر و سائر ہے اور تمام کے تمام نجوم ہدایت ہیں جس کا دامن آپ تھام لیں گے انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔ اگر کوئی شافعی المسلک ہے تو وہ بھی نجات یافتہ ہے' اگر کوئی حنفی ہے تو وہ بھی

نجات کے مراتب طے کر رہا ہے اگر کوئی مالکی یا حنبلی ہے وہ نجات کے راستے پر جا رہا ہے اور سب اللہ و رسول کی طرف دوڑ رہے ہیں اس لئے کہ سب کی بنیاد ایک ہے اور وہ ہے ''کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ'' البتہ استخراج مسائل میں اصول الگ الگ ہو گئے ہیں''۔

چار مذاہب

فرمایا: ''اسلام ایک اتھاہ سمندر ہے اس کے مشارب بہت ہیں۔ ایک مشرب حنفی ہے اور ایک مشرب مالکی ہے اور ایک مشرب حنبلی اور ایک مشرب شافعی ہے اور چاروں ائمہ وہ ہیں کہ حسن تدبیر کہیے یا تقدیر خداوندی کہیے کہ یہی چار مذہب دنیا کے اندر رائج ہو گئے ہیں ورنہ ائمہ اجتہاد سینکڑوں پیدا ہوئے ہیں''۔

منہاج نبوت

فرمایا: ''فکر اسلامی کی تشکیل جدید کے سلسلے میں ہمیں جو پہلا قدم اٹھانا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہمیں اپنی فکر کے لئے سب سے پہلا فکر، ایک نشانہ اور ایک ہدف متعین کرنا چاہئے جس پر ہم اپنی فکر کی توانائیاں صرف کریں اور شاخ در شاخ مسائل اس نقطے سے جوڑتے چلے جائیں جس سے نہ صرف راستہ ہی سامنے آ جائے گا بلکہ تشتت افزا اوہام و خیالات بھی خود بخود اس سے دفع ہوتے چلے جائیں گے اور ہمارا قدم بجائے منفی کے مثبت انداز سے آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ سو ہمارے نزدیک وہ جامع نقطہ ایک ہی ہے جس کا نام ''منہاج نبوت'' ہے۔ ''غور کیا جائے تو ''منہاج نبوت'' نے اصولی طور پر ہمیں دین کے بارے میں کمال اعتدال اور توسط کا راستہ دکھایا ہے نہ تو اس نے ہمیں رہبانیت کے راستے پر ڈالا کہ ہم عبادت اور دین داری کے نام پر دنیا کو کلیۃً ترک کر کے زاویہ نشین ہو جائیں اور نہ ہی ہمیں بہیمیت کے راستے پر ڈالا ہے کہ ہم مدنیت کے نام پر عبادت الٰہی اور طاعت نبوی سے بیگانہ ہو کر کلیۃً نظام دنیا سنوارنے اور جاہ و مال کے خزانے بٹورنے میں لگ جائیں بلکہ اس افراط و تفریط سے الگ کر کے دنیا کو ترک کرانے کے بجائے اس کی لگن کو ترک کرایا ہے اور دین کو اصل رکھنے کے ساتھ اس میں غلو اور مبالغے سے روکا ہے یعنی ایک ایسا جامع

فکر دیا ہے کہ جس میں دنیا کے شعبوں کو زیر استعمال رکھ کر ان ہی میں آخرت پیدا کی ہے''۔

عقل و دانائی

فرمایا: ''جب سائنس وسائل میں سے ہوئی پھر یہ ایک عقلی اصول ہے کہ وسیلہ مقصود میں معین ہوتا ہے یعنی بقدر ضرورت ورنہ بالا صالہ اس میں انہماک رکھنا' اس میں مقصودیت کی شان قائم کرنا قلب موضوع اور خلاف عقل ہے اس لئے عقلاً ہی یہ واضح ہوا کہ مقصود اصلی یعنی دین سے جدا رہ کر سائنس محض میں انہماک پیدا کرنا کوئی عاقلانہ فعل قرار نہیں پا سکتا بلکہ اسے وسیلہ کی حد تک اور بمقدار ضرورت ہی اختیار کرنا دانائی ہوگی''۔

مسلمانوں کی حالت زار

فرمایا: ''اسلام میں سیاست اور اجتماعیت کے اصول وقوانین نہ ہوتے تو صدیوں تک اس کی وہ مثالی حکومتیں دنیا میں نہ چل سکتیں جنہوں نے دین و دنیا کے ساتھ سیاسی حکمرانی کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ آج بھی مسلم حکمرانوں کی بود و نمود اس دور کی مستحکم فرمانروائیوں کے ثمرات ہیں جن میں کتاب وسنت اور فقہ فی الدین کے انوار شامل تھے البتہ آج کے غالب یا مغلوب مسلمانوں کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے موجودہ دور کی حکومتوں کے نظریات تو اختیار کر لئے لیکن ان کے عملی کارناموں سے کوئی سبق نہیں لیا۔ اگر قوم اپنے نظریات کو قائم رکھ کر آج کے عملی میدانوں میں دوڑتی تو آج بھی وہ ایسی مثالی قوت وشوکت دکھلا سکتی تھی جو اب سے پہلے دکھلا چکی ہے اور دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہوتی' نہ کہ قصہ برعکس ہوتا''۔

ترقی کا میدان

فرمایا: ''جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام مقصود ہے اور سائنس اس کا وسیلہ تو اسلام کی مقصودیت کا تقاضا یہ ہے کہ ترقی کا میدان اسلام کو بنایا جائے نہ کہ سائنس کو کیونکہ ترقی ہمیشہ مقاصد میں کی جاتی ہے نہ کہ ذرائع اور وسائل میں یعنی سائنس کے معمولات اسی حد تک استعمال کئے جائیں جس حد تک اسلام کو ان کی ضرورت ہے''۔ ''پس مذہب سے بے تعلق رہ کر سائنس کلمہ خبیثہ ہے جس کے لئے کوئی ثبات وقرار نہیں اور مذہب کیساتھ

بحیثیت خادم اور ذریعہ مطلوب کے وابستہ ہو کر بلاشبہ نافع اور کار آمد ہوگی اور کلمہ طیبہ ہی کے ذیل میں آجائے گی جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوں گی"۔

اسلام کا سائنس پر احسان

فرمایا: "یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مادی تصرفات جن سے احتیاج اور ذلت نفس کا ثمرہ پیدا ہوتا ہے سائنس کا موضوع عمل ہے اور روحانی تصرفات یعنی صدقہ و مجاہدہ جن سے استغناء و عزت نفس کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے اسلام کا موضوع عمل ہیں۔ تو یہ نتیجہ خود نکل آیا کہ سائنس تو انجام کار انسان کو ذلت نفس اور ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور اسلام اسے انجام کار عزت و فلاح دارین کی طرف بڑھاتا ہے"۔ "حسی، عقلی اور نقلی طور پر یہ واضح ہے کہ جس طرح جسم اور مادہ روح کے لئے وسیلہ عمل ہیں خود مقصود اصلی نہیں اسی طرح مادی تصرفات جن کا نام سائنس ہے روحانی تصرفات جن کا نام اسلام ہے اصولاً محض وسیلہ اور ذریعہ کا درجہ پیدا کر سکتے ہیں خود مقصودی کی شان کبھی پیدا نہیں کر سکتے"۔

عناصر اربعہ

فرمایا: "انسان کے عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر "مادہ" مٹی ہے اور اس کی خاصیت قبض و بخل ہے اور یہی قابض و بخیل مادہ انسان کا جزو اعظم ہے تو جبلی طور پر اس کے نفس میں پہلا خلق یہی بخل و قبض کا سرایت کرتا ہے اور ظاہر ہے قبض و بخل جس کا منشاء حرص و طمع ہے محتاجگی اور غلامی پیدا کرتے ہیں غناء اور استغناء سے انہیں کوئی واسطہ نہیں کیونکہ بخیل اول تو خود اُس شی کا محتاج ہوتا ہے جس میں بخل ظاہر ہو پھر اس شخص کا محتاج ہوتا ہے جس کی شے ہے پھر اس کی عطا کا محتاج ہوتا ہے جس کی بدولت یہ شے اس کے پاس آئی ہے پھر اگر معطی عطا اور عطیہ نہ ہو تو یہ بخیل اس درجہ محتاج ہوتا ہے کہ اپنی بخل کا پوری طرح اظہار نہیں کر سکتا"۔ مادی یا رذائل نفس کے چار اصول نکل آتے ہیں۔ قبض و بخل، تعلّی و ترفع، شہرت پسندی و انتشاریت، عدم ضبط نفس یعنی حرص و ہوا۔ یہیں سے استغنا اور خودداری کے اصول پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ وہ ان اخلاق چارگانہ کی ضد ہو سکتے ہیں چنانچہ قبض و بخل کی ضد سخا و

ایثار ہے کبر ونخوت کی ضد تواضع وفروتنی ہے شہرت پسندی اور نام آوری کی ضد اخفاء اور تستر ہے حرص وہوا اور بکھر پڑنے کی ضد ضبط نفس اور قناعت ہے۔

صدقہ

فرمایا: ''یہ ایک مشاہدہ ہے کہ جاہ ومال سے بے نیازی ایک طرف سے تو غیروں سے غنی بنا دیتا ہے اور دوسری طرف اپنے میں بے غرضی مستحکم کر دیتی ہے جس سے وسعت صدر اور فراخ دلی کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی امر ہے اس لئے ان روحانی اخلاق کا اثر وسعت حوصلہ استغناء وقار خودداری وبے نیازی اور بے احتیاجی نکلتا ہے جس کے ظہور کا ذریعہ انفاق ثابت ہوتا ہے شریعت کی اصطلاح میں انفاق ہی کا نام صدقہ ہے''۔

شان مسلم

فرمایا: ''مسلمان دنیا کو کچھ دینے کے لئے آیا ہے لینے یا مانگنے کے لئے نہیں آیا اور ظاہر ہے کہ وہی کچھ دے سکتا ہے جو دوسروں کے پاس نہ ہو اس کے پاس کھلی بات ہے کہ وہ دنیا کی دولت وثروت یا جاہ ومال کے ذخیرے نہیں ہو سکتے ہیں اس لئے کہ یہ سب اوروں کے پاس بھی ہیں بلکہ ان سے کچھ زیادہ ہی ان کے ہاتھ میں ہے اس لئے دینے کی ایک چیز رہ جاتی ہے اور وہ مستند دین ہے کہ اس فطرۃ الٰہیہ پر خود چل کر اقوام کو چلائیں''۔

آزادی کا حق

فرمایا: ''آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے خواہ انسان سفید فام ہو یا رنگین قوموں کا فرد ہو خواہ چمکتے ہوئے سورج کا بیٹا ہو یا اندھیری رات کا فرزند ہو۔ جس طرح ایک انگریز ایک فرانسیسی ایک امریکن اور ایک روسی آزاد ہونے کا حق رکھتا ہے اسی طرح کینیا کا ایک حبشی اور شمالی افریقہ کا ایک تیونسی اور مراکشی بھی یہ حق رکھتا ہے کہ وہ اپنی آزادی کا مالک اور حق خود ارادیت میں مختار ہو''۔

عصر حاضر کی ضرورت

فرمایا: ''فی الحال ایسے مبلغ تیار کرنے کی ضرورت ہے کہ جو جھگڑالو نہ ہوں ضدی نہ

ہوں، سنجیدگی اور بصیرت کے ساتھ مسائل کو سلجھا کر دماغوں میں سلجھاؤ پیدا کردیں آج جبکہ پرچار اور تبلیغ کے نام پر بہت سے پراگندہ خیالات اور غیر اسلامی چیزیں آرہی ہیں اشد ضرورت اس بات کی ہے کہ صحیح مسائل پیش کر کے دلوں کو تشتت و پراگندگی سے بچانے کی کوشش کی جائے"۔

غیر اسلامی معاشرت

فرمایا: "آج کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ عامۃ مسلمانوں کی معاشرت غیر اسلامی ہوتی جارہی ہے ان کا رہن سہن، چال چلن، اور رفتار و گفتار وغیرہ وغیرہ غیر اقوام کے نمونے کا ہوتا جارہا ہے روحانی آداب کے بجائے جذبات نفسانی دل و دماغ پر چھاتے جا رہے ہیں۔ شادی غمی کے اجتماعات اور خانگی زندگی میں غیر اسلامی رسوم اور منکرات بطور جزو زندگی کے داخل ہوگئے ہیں ان کی اصلاح کے بغیر مسلم قوم کا صحیح کریکٹر اور مقام متشخص نہیں ہوسکتا، اس لئے اس کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔"

عزم اور نیت صادق

فرمایا: "رائیوں کے تفاوت اور اختلاف خیال سے نہ کوئی ادارہ خالی رہ سکتا ہے اور نہ کوئی جماعت، لیکن یہ کسی جماعت کے ساتھ مل کر کام کرنے میں مخل نہیں ہوسکتا ہے بشرطیکہ کام کرنے کا عزم ہو اور نیت صادق ہو"۔

نظام تعلیم کی درستگی

فرمایا: "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کسی قوم کی برتری اور ترقی بلکہ اس کا قیام جس بنیاد پر استوار ہے وہ صرف صحیح تعلیم ہی ہے صحیح تعلیم سے میری غرض یہ ہے کہ نصاب تعلیم موزوں ہو، طریقہ تعلیم موثر ہو ذریعہ تعلیم فطری ہو اساتذہ کا انتخاب صحیح ہو اور نظام تعلیم درست ہو۔ اگر کسی قوم میں تعلیم ہی نہ ہو تو یہ ایک بنیادی روگ ہے، جس سے کوئی قوم پنپ نہیں سکتی ہے۔ طریقہ تعلیم اگر غلط ہو تو تعلیم کا پورا اثر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ استاذ قابل نہ ہو تو قابلیت کا دروازہ کھل ہی نہیں سکتا۔ سب کچھ ہو اور نظام تعلیم درست نہ ہو تو نتائج متوقع نہیں نکل سکتے ہیں۔

شریعت کے شعبے

فرمایا: ''شریعت کے ضروری شعبے اشاعت دین الٰہی کے عنوان کے نیچے آ جاتے ہیں۔ جن کی بنیاد تعلیم کتاب ہے۔ قرآن کریم نے ویعلمھم الکتاب سے تعلیم کی ضرورت، بلغ ماانزل الیک سے تبلیغ کی ضرورت و ذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین سے تذکیر کی ضرورت واعدوالھم مااستطعتم سے تعلیم عسکریت کی ضرورت وعلمناہ صنعة لبوس اور یعملون له مایشاء من محاریب و تماثیل و جفان سے تعلیم صنعت وحرفت کی ضرورت و یزکیھم سے تصفیہ باطن کی ضرورت وامر بالمعروف و انه عن المنکر سے خوبیوں کے پھیلانے اور خرابیوں کے دفع کرنے کی ضرورت اور حدیث الدین النصح لکل مسلم سے جزئی روک ٹوک اور نصیحت کی ضرورت کھلے الفاظ میں فرما دی ہے جس پر عمل ہی کی ضرورت رہ جاتی ہے پروگرام بنا بنایا موجود ہے''۔

حقیقی آزادی

فرمایا: ''اگر غور کیا جائے تو حقیقی آزادی وہی ہوسکتی ہے جس میں بے جا دباؤ سے کلیۃً چھٹکارا میسر ہو اور یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ پہلے انسان کا دل و دماغ اور ضمیر آزاد ہو عقل وفہم اور شعور وادراک آزاد ہوں تا کہ جو کچھ وہ سمجھے خود اپنی بصیرت سے سمجھے دوسرے کے دباؤ اور جبر وقہر سے نہ سمجھے انسان کی ساری آزادیوں کے سلسلے اسی باطن سے چلتے ہیں یہ آزاد ہے تو اس کی پوری دنیا آزاد ہے ورنہ وہ آزاد ہو کر غلام ہے اور اس کی پوری دنیا غلام ہے اسی وجہ سے اسلام نے سب سے زیادہ زور انسان کے باطن کی آزادی پر صرف کیا ہے اور اس کے عقل وفہم کو اس حد تک آزادی بخشی ہے کہ خود اسلام کے منوانے میں بھی اس کے باطن پر کسی خارجی اثر کا دباؤ ڈالنا گوارا نہیں کیا مادی طاقتیں تو بجائے خود ہیں''۔ ''معجزہ جو خدا کا فعل ہے اور نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے اسے بھی دلیل نبوت تو ٹھہرایا ہے لیکن دلیل صداقت مسائل نہیں بنایا کیونکہ مسائل کی حقانیت استدلال اور حجت و برہان سے واضح ہوتی ہے خوارق سے ظاہر نہیں ہوسکتی۔ بغیر حجت و دلیل محض خوارق کے زور سے کسی چیز کو

منوانا طاقت کے زور سے منوانا ہے جسے اکراہ واجبار کہا جاتا ہے جس سے مسئلہ کی حقیقت واضح نہیں ہو سکتی کہ اس کے ردو قبول کا فیصلہ کیا جائے"۔

اسلام اور آزادی

فرمایا: "اسلام نے آزادی اور آزاد روشی کی یہ حقیقت جس میں مساوات کے ساتھ ایک دوسرے کی خدمت بلکہ فدویت کا جذبہ کارفرما تھا خود انسان کے نفس کی عظمت اصطلاحی خودداری سے نہیں ابھاری بلکہ ہر ہر نفس کی مخفی عظمت کو مٹا کر حق کی عظمت دل میں سمو کر پیدا کی۔ اس لئے اسلامی آزادی کے معنی غلامی نفس یا غلامی غیر اللہ کے نہیں، بلکہ غلامی حق کے ہیں۔ پس آزادی کا لفظ اسلام اور غیر اسلام میں مشترک ہے لیکن اس کے معنی اسلام اور غیر اسلام میں ایک دوسرے سے بالکل جدا اور باہم بعید تر ہے"۔

وحدت ملت

فرمایا: "توحید سب سے بڑا مرکز اتحاد ہے۔ آج کل کے اختلافات در حقیقت توحید اعتقادی یا توحید عملی ہی کی کمزوری سے پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر ہر عمل میں انسان سب سے بیگانہ بن کر صرف ایک خدا کے لئے اپنا مرنا جینا متعین کرلے تو سب سے متحد ہو جائے گا اور سب اس سے متحد بن جائیں گے"۔

علم اور اخلاق کی طاقت

فرمایا: "میں جہاں تک سمجھتا ہوں کہ قرون خیر کے بعد اسلام کے بارہ سو سالہ عمر میں جس قدر بھی قومی انحطاط وتنزل یا اقدامات میں جس قدر بھی ناکامی کے آثار کبھی نمایاں ہوئے ہیں ان کا بنیادی سبب اکثر وبیشتر علم کی قلت یا اخلاقی کمزوری یا نظام کی ابتری ہے"۔

عصری سیاست

فرمایا: "اسلامی سیاست اور مسلمانوں کی کسی جدوجہد کا مقصد وہ کبھی نہیں ہوسکتا ہے جو آج کی عصری سیاستوں میں پیش نظر رکھا جاتا ہے جس کا تمام تر خلاصہ تین

چیزیں ہوتی ہیں، زمین، زر اور ذاتی اقتدار۔ آج کی جنگی اقدامات کی آخری منزل اور حقوق طلبی کا آخری معیار اس کے سوا کچھ نہیں"۔

مالکیت و آمریت

فرمایا: "قرآن پاک کی تصریحات سے واضح ہے کہ مالکیت، آمریت اور اقتدار و حکومت صرف خدا کے لئے ہے، ساری زمین اور سرمایہ صرف اسی کی حیطہ ملکیت میں آیا ہوا ہے۔ اس تعلیم کے بعد کسی مسلم قوم کو جو اس فطری تعلیم سے آشنا ہو، ان اغراض کے لئے کسی سیاسی جدوجہد یا کسی جنگی اقدام کا حق نہیں پہنچتا۔ ہاں اگر کسی زمین کا قصد کریں گے تو اپنے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے کریں گے"۔

جہاد کا مقصد

فرمایا: "اسلامی جہاد اور اسلامی سیاست یا اس کے کسی سیاسی اقدام کی غرض و غایت زمین و سرمایہ یا اقتصادی نظام وغیرہ تو کیا ہوتا، خود مسلمانوں کی اپنی حکومت قائم کرنا بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اشاعت دین اور محض خدا کی حکمرانی دنیا سے منوانا، اس کے کلمے کو اونچا کرنا اور صرف اسی کے مستند قانون کو دنیا میں پھیلانا اور اقوام کی صفوف میں نظام ملت کی کوشش قائم رکھنا"۔

نصب العین کی وضاحت

فرمایا: "اگر نصب العین اور نظریہ صحیح اور موجب اطمینان و تسلی ہو تو ہر اقدام پر کیف اور پرسکون ہوتا ہے اور انسان خود مطمئن ہو کر دوسروں کو بھی مطمئن کر سکتا ہے اس لئے اگر ہم اپنا نصب العین وہی قائم کر لیں جو قرن اول کا تھا یعنی قانون الٰہی کی ترویج، اقتدار حق کی اشاعت اور اعزاز نظام دین تو ہمارے ہر دعویٰ میں معنی بھی پیدا ہو جائیں گے اور ہمارا ہر اقدام ذاتی مفاد کی تہمت سے پاک ہو کر دنیا کے نزدیک قابل قبول بھی ہو جائے گا نیز کامیابی کی منزل بھی قریب سے قریب تر ہو جائے گی"۔

خلافت الٰہی

فرمایا: "اسلام نے دین کی رہبانیت کو ختم کر کے اس کے ساتھ سلطنت ملائی

اور سلطنت کی ملوکیت کو ختم کر کے اس کو خلافت الٰہی کا جامہ پہنایا۔ جس سے دیانت و سیاست کا ایک حکیمانہ امتزاج قائم ہوا کہ دیانت کی بے مونسی سیاست ختم ہوگئی اور سیاست کا جور واستبداد دیانت سے پامال ہوگیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جامعیت کی طرف کھلے اشارے فرمائے۔ ایک جگہ اشارہ فرمایا کہ **الملک والدین توامان** دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ **بعثت مرحمۃ و ملحمۃ** تیسری جگہ ارشاد گرامی ہے **انا الضحوک القتال** ایک جگہ دوام دیانت اور دوام سیاست کا وعدہ دیا کہ **لایزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ (ای الدین) حتی یاتی امر اللہ (ای القیامۃ)** نیز **الجہاد ماض الی یوم القیٰمۃ** (الحدیث) اسی طرح قرآن پاک نے بھی سلطنت کی منقبت نوائی کی جو مادی نعمتوں کا سرچشمہ ہے فرمایا کہ **واذقال موسیٰ لقومہ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکاً واتاکم مالم یؤت احداً من العلمین** " (القرآن)

اسلام اور سیاست

فرمایا: ”بہر حال اسلام میں مذہب اور سیاست الگ الگ نہیں نہ مذہب سے الگ سیاست کوئی چیز ہے اور نہ ہی سیاست سے الگ مذہب کوئی چیز ہے سیاست مذہب کا جزو اعظم ہے۔ جس سے کسی حال میں قطع نظر نہیں کی جاسکتی ہے ہاں مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح رہے کہ دیانت اصل اور مقصود بالذات ہے اور سیاست اس کے بقاء واستحکام کا ذریعہ اور وسیلہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہزار ہا انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں دیانات کے ابواب تو سب کو دیئے گئے مگر سیاسیات اور جہاد کی مشروعیت بعض کے لئے ہوئی اور بعض کے لئے نہیں ہوئی۔ اگر دونوں مقاصد ایک ہی درجہ کے ہوتے تو یہ تفریق ناممکن تھی۔“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت خلیفۃ اللہ فی الارض بھی تھے اور مربی دین و عالم بھی مگر اصل دین تھا جو آپ کی سلطنت کا محور و مرکز رہا یعنی آپ کی ساری اسلامی سیاست دین کے محور پر گھومتی تھی چنانچہ قرآن پاک نے اس کی تصریح کی ہے **الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ**

8 الامور یہاں تمکین فی الارض یعنی سلطنت کی غرض وغایت دیانات کے شعبوں کو قرار دیا گیا ہے جس سے سلطنت کا ان امور کے حق میں وسیلہ ظاہر ہوتا ہے"۔

اسلامی اصول

فرمایا: "اسلام نے جیسے دیانت کی بنیاد پانچ اساسی چیزوں "کلمہ توحید، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صیام اور حج" پر رکھی ہے ایسے ہی سیاسیات کی بنیاد بھی پانچ ہی اصولی چیزوں پر قائم کی ہے (وہ یہ ہیں) جماعت، سمع، طاعت، ہجرت اور جہاد۔

قبولیت اسلام

فرمایا: "حالات یہ بتلا رہے ہیں کہ جب ہماری تمدنی اور معاشرتی زندگی ایک جیسے ہو جائے گی تو قدرتی طور پر یہ جذبہ پیدا ہوگا کہ ہماری زندگی بھی یکساں ہو اور مذہبی جذبات بھی یکساں ہوں اس لئے لامحالہ آج کے قبول کئے جانے والے مذہب میں یہ بات ضروری ہے کہ اس میں تعصب اور اونچ نیچ نہ ہو جو مذہب ان تمام خصوصیات پر پورا اترے گا وہی کامیاب ہوگا"۔

اسلام کی بنیاد

فرمایا: "اسلام کی بنیاد ماننے پر ہے یعنی تصدیق پر مدار ہے، تکذیب پر نہیں۔ بخلاف اس کے کہ یہودیوں کا مدار حضرت عیسیٰؑ کے انکار پر ہے اور عیسائیوں کا مدار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار پر ہے۔ مگر اسلام نے اپنی بنیاد ماننے پر رکھی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مذہب کی بنیاد ماننے پر ہی ہو سکتی ہے نہ ماننے پر نہیں۔ یعنی مذہب کی بنیاد مثبت پہلو پر ہونی چاہئے منفی پہلو پر نہیں۔

تعلیم اسلام

فرمایا: "اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا بھی ایک برابر کا عالم ہے، آخرت بھی ایک برابر کا عالم ہے، محض راہ گزر نہیں ہے کہ دنیا تو راستہ ہے، یہاں سے چل پڑو اور آخرت میں پہنچ جاؤ، بلکہ فرمایا الدنیا مزرعة الاخرة دنیا آخرت کی کھیتی ہے جیسا بیج ڈالو گے ویسا ہی پھل آخرت میں پاؤ گے تو دنیا گویا کھیتی کی جگہ ہے انسان کا کام ہے بیج ڈالنا ہے اچھا بیج

جواہر حکیم الاسلام-8

ڈالے گا تو اچھا پھل نکلے گا برا بیج ڈالے گا تو برا پھل نکلے گا۔

گندم از گندم بروید جو از جو　　　　از مکافات عمل غافل مشو

جامعیت اسلام

فرمایا: ''اسلام ایک جامع اور بین الاقوامی مذہب ہے' میں تو کہتا ہوں کہ بین الاقوامی تجارت کی بنیاد ہی اسلام نے ڈالی ہے۔ اس سے پہلے دنیا کو بین الاقوامی تجارت کی خبر نہیں تھی۔ تجارتیں بے شک بڑی بڑی تھیں لیکن ایک ملک اور ایک شہر میں ہوتی تھیں لیکن ایک ملک سے دوسرے ملک کو اور دوسرے سے تیسرے' پھر پوری دنیا کو مال سپلائی اور پوری دنیا سے روپیہ آئے اور جائے یہ صورت نہیں تھی۔ نہ ہی اس کے وسائل تھے لیکن اسلام نے اس کی بنیاد ڈالی'' ''اسلام کی جامعیت کا ایک واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ جب قوم میں تصوف کا غلبہ ہوا تو اسلام نے اپنے آپ کو صوفیانہ رنگ میں سامنے کیا تا کہ صوفی مشن لوگ سمجھ سکیں۔ جب عقل پرستی کا زمانہ آیا اور لوگ بغیر عقل کے معاملات نہیں سمجھنے لگے تو ایسے مجدد پیدا ہوئے کہ جنہوں نے قرآن حدیث کو عقلی رنگ میں پیش کیا اور جس زمانے میں طبعیات کا غلبہ ہوا تو طبعی رنگ میں قرآن وحدیث کو پیش کیا گیا۔ قرآن کریم کی یہ جامعیت ہے کہ وہ ایسا حسین چہرہ ہے کہ جیسا لباس پہنا دو اتنا ہی حسین معلوم ہوتا ہے جس رنگ کی کوئی قوم یا طبقہ سامنے آتا ہے وہ اسی رنگ کو اپنے سامنے کرتا ہے''۔

ایمان وعلم کے شعبے

فرمایا: ''جس طرح ایمان کے دو شعبے ہیں ایک ''التعظیم لامر الله'' اور دوسرا ''الشفقة علی خلق الله'' اللہ کے اوامر اور اس کے بھیجے ہوئے قانون کی عظمت اور اس کی مخلوق پر شفقت ومدارات اور رحم وکرم کرنا' یہ ایمان کے دو شعبے ہیں۔ اسی طرح سے علم کی بھی دو قسمیں ہیں جیسا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ ''العلم علمان علم الابدان و علم الادیان'' علم دو ہیں' ایک بدنی زندگی کا علم اور ایک روحانی زندگی کا علم' بدنی زندگی کے نیچے یہ تمام شعبے آتے ہیں۔ مثلاً کھانا پینا' گھر بنانا اور بازار وغیرہ یہ تمام

ضروریات اور روحانی زندگی کے نیچے یہ شعبے آتے ہیں کہ کس طرح سے سجدہ کیا جائے کس طرح سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا جائے کس طرح سے اس سے مناسبت پیدا کی جائے تو جس طرح ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ ہم اپنا دین و دیانت درست کریں اسی طرح اس کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اپنی معاشرت اور تمدن اور مدنیت کو بھی درست کریں"۔

قرآن وحدیث

فرمایا: "قرآن کریم کے سمجھنے میں اگر خلجان پیدا ہو تو حدیث اس کی شرح ہے حدیث کے سمجھنے میں خلجان پیدا ہو تو صحابہ کرامؓ کا عمل اس کی شرح ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جو چیز قبول کی اور جو ان کا عمل جاری ہوا اس سے ہم دیکھیں گے کہ اللہ کے رسول کا یہی مطلب ہے۔ حدیث اور تعامل صحابہ سے کٹ کر قرآن کریم میں محض عقل لڑائیں تو وہ ہمارا عقلی عقیدہ ہوگا خدا کا بھیجا ہوا عقیدہ نہ ہوگا"۔

دو چیزیں

فرمایا: "اسلام نے دنیا کے سامنے دو راستے پیش کئے ہیں گویا کہ اسلام دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک اقترابات کا اور دوسرے ارتفاقات۔ اقترابات کا مطلب یہ ہے کہ وہ راستے جن سے آدمی اللہ تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی پیدا کر سکے۔ اس کی نزدیکی کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس سے مناسبت اور مضبوط تعلق پیدا کریں اس کے اخلاق سے متخلق ہوں' اس کے کمال سے با کمال بنیں۔ خدائی اوصاف ہمارے اندر نفوذ کریں تا کہ ہمیں خلافت اور نیابت خداوندی کا مقام حاصل ہو۔ اس لئے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور دوسری عبادات رکھی گئی ہیں ارتفاقات کا مطلب یہ ہے کہ باہمی میل جول لطف و مدارت' تمدن و تعاون اور مدنیت و شہریت کے اصول و طریقے ہمارے سامنے ہوں کہ کس طرح سے ہم دنیا میں زندگی گزاریں اس کے لئے مختلف شعبے ہیں جن کی تفصیل اسلام نے کی ہے"۔

موسوی شریعت

فرمایا: "دین اسلامی پچھلے تمام آسمانی دینوں اور ملتوں کا جامع بنایا گیا ہے۔

اس دین میں جہاں حضرت موسیٰؑ کی شریعت کی سختی موجود ہے وہیں حضرت عیسیٰؑ کی نرمی اور درگزر بھی موجود ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کا اگر یہ حکم تھا کہ تمہیں اگر کوئی تھپڑ مارے تو تم بھی ایک تھپڑ مار دو حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کا اگر یہ حکم تھا تمہاری گال پر اگر کوئی طمانچہ مارے تو تم دوسری گال بھی پیش کر دو لیکن دین اسلام میں نہ تو وہ سختی ہے اور نہ تو یہ نرمی ہے بلکہ بین بین کا راستہ اختیار کیا گیا ہے"۔

اسلام اور اقوام عالم

فرمایا: "جس طرح سے اسلام سے پہلے مختلف ادیان اور مختلف شریعتیں جاری تھیں اور آپس میں اختلاف اور عداوتوں کی خلیج روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ اسلام نے آ کر اختلاف اور عداوتوں کی خلیج کو پاٹا اتفاق اور اتحاد پیدا کیا اور تمام اقوام عالم کو ایک دین پر جمع کر دیا۔

فساد عقائد

فرمایا: "کبھی انتہائی محبت سے عقیدہ بگڑ جاتا ہے کہ کسی سے انتہائی محبت اور عقیدت ہے اس کو اتنی بڑائی دی کہ اس کو خدائی کے درجے میں پہنچا دیا اور کبھی انتہائی عداوت سے عقیدہ بگڑ جاتا ہے کہ کسی سے عداوت ہوئی کہ فلاں پر نام لے کر لعنت بھیجنی شروع کر دی تو کبھی غلو محبت میں اور کبھی غلو عداوت میں عقیدے بگڑ جاتے ہیں"۔ "عقیدہ کبھی عقل سے بگڑ جاتا ہے کہ کسی غیر عقلی چیز میں عقل لڑانا شروع کر دیا تو سچے عقیدے کا انکار کریں گے یا غلط عقیدہ گھڑ لیں گے۔ عقیدہ کبھی غلو محبت سے بگڑ جاتا ہے کہ اپنے اعتقاد والے بزرگوں سے محبت اتنی بڑھ جائے کہ جو وہ کریں یا کہیں وہ شریعت بن جائے اور کبھی غلو عداوت سے بگڑتا ہے کہ کسی جماعت یا کسی قوم سے عداوت پیدا ہو جائے وہ صحیح عقیدہ بیان کرے تو بھی غلط سمجھیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ غلط عقیدے پر قائم ہو جائیں گے"۔

تعلیم اعتدال

فرمایا: "شریعت نے یہ تعلیم دی ہے کہ اگر کسی سے محبت کرو تو اعتدال سے اور اگر کسی سے عداوت کرو تو بھی اعتدال سے کرو افراط اور تفریط سے بچو، نفس کے جذبے سے

نہ محبت ہو اور نہ عداوت اس لئے کہ اسلام کی یہی تعلیم ہے"۔

بندہ عقل و بندہ خدا

فرمایا: "بندۂ عقل کو کبھی قلبی راحت نہیں مل سکتی اور بندۂ خدا کو کبھی بھی قلبی پریشانی نہیں ہو سکتی"۔

تجویز و تفویض

فرمایا: "مغروران عقل ہمیشہ تجویز کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو ہمیشہ نامراد رہتے ہیں اور خاکساران حق تفویض کی راہ چلتے ہیں تو ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں"۔

حل مصائب کا پہلا راستہ

فرمایا: "خلاصہ یہ ہے کہ راستے دو ہی ہیں۔ ایک مصائب سے دل تنگ ہو کر اسباب کے راستے سے ان کا مقابلہ اور استیصال کی فکر و سعی اور دوسرا مسبب الاسباب سے عشق کے ذریعے مصائب کو توجہ محبوب سمجھ کر ان پر دل سے راضی ہو جانا اور شیوۂ تسلیم و رضا اختیار کرنا۔ پہلا راستہ بندگان عقل (فلاسفہ) نے اختیار کیا تو ایک لمحہ بھی مصائب سے نجات نہیں پا سکے، نہ خود مطمئن ہوئے اور نہ کسی کو اطمینان دلا سکے بلکہ خود مبتلا ہو کر پوری دنیا کو مبتلائے مصائب و آفات کر دیا۔ جس کی وجہ سے دنیا سے سکھ اور چین رخصت ہو گیا۔ اسباب راحت بڑھ گئے اور راحت رخصت ہو گئی۔

دوسرا راستہ

فرمایا: دوسرا راستہ بندگان خدا (انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم) نے اختیار کیا کہ حوادث عالم سے تنگدل ہونے کے بجائے انہیں توجہ حق اور منشائے الٰہی سمجھ کر ذریعہ راحت قلب بنالیا تو تشویش و پریشانی ان کے قلب کے آس پاس بھی نہ پھٹک سکی خود بھی مطمئن اور منشرح ہوئے اور عالم میں بھی سکون و اطمینان کی لہریں دوڑا دیں اس لئے ان کی اور ان کے متبعین کی زندگیوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مصیبتوں کا خاتمہ ہوا اور خوش و خرمی ان کی زندگیوں کا عنوان بن گئی"۔

عبادات

مفہوم رسالت

فرمایا: محمد رسول اللہ کے معنی ہیں اتباع ہو رسالت خداوندی کا۔ اب جس درجہ میں اتباع میں کمی آتی جائے گی اسی درجہ ابتداع اور بدعت کی بنیاد پڑتی چلی جائے گی جو شرک تک پہنچائے گی تو دین کی اصلاح کی دو بنیادیں ہیں۔ اخلاص اور اتباع سنت اور دین کی فساد کی دو بنیادیں ہیں۔ شرک اور بدعت۔ لاالہ الا اللہ میں کمی آنے سے شرک کی ابتداء ہوتی ہے اور محمد رسول اللہ میں کمی آنے سے بدعت کی ابتدا ہوتی ہے۔"

ایمان اور رسالت

فرمایا: "ہر آدمی کا کام یہ ہے کہ اپنے ہر کام میں غور کرے کہ جو کام میں کر رہا ہوں اس میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ شامل ہے یا نہیں۔ جس پر اس کا ایمان ہے۔ اگر ہے تو عمل صالح ہے نہیں تو عمل طالح ہے"۔

مشورہ کی حکمت

فرمایا: "شریعت نے مشورہ کا اصول اسی لئے رکھا کہ آراء کے تصادم سے مسئلہ کے موافق اور مخالف پہلو کھل جائیں اور بات چھن چھنا کر منقح ہو جائے۔ غرض اگر اصول کے مقابلہ پر اضداد نہ ہوں اور متخالف اشیاء کے سامنے ان کے متخالفات نہ ہوں تو نہ ان کے مخفی حقائق واشگاف ہو سکتے ہیں اور نہ بے حقیقت اضداد کی قلعی کھل سکتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دین میں ایک حصہ محل فکر کا رکھ کر اجتہاد و تحقیق اور تزاحم آراء کے لئے چھوڑ دیا تھا تاکہ اسلام کا وہ باطنی علم جو وسیع ترین کلیات اور مخفی علل و اسرار پر مشتمل ہے "لاتقف

عند حد" کی حد تک کھلتا چلا جائے اور امت کے مخصوص دماغوں کی جولانیاں اور قلوب صافیہ کی رسائیاں سارے عالم کے لئے نفع بخش ثابت ہوں"۔

ایصال ثواب

فرمایا: "ایک سوال کہ (اولیاء اللہ اور دوسرے حضرات جو اس دنیا سے جا چکے ہیں ان کے نام کی نذر و نیاز اور ایصال ثواب سے علمائے دیو بند منع کرتے ہیں) کے جواب میں فرمایا کہ ایصال ثواب کو تو ہم خود کہتے ہیں یعنی یہ کہنا کہ ایصال ثواب کو روکتے ہیں یہ افتراء پردازی ہے، ہم لوگ چشتی ہیں اور چشتیہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ جب صبح و شام بیٹھ کر اپنے معمولات کو پڑھو، خواہ ذکر کرو یا نفی و اثبات کرو یہ ایک بے وجہ کی تہمت ہے"۔ "بزرگوں کے نام پر نذر و نیاز کے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا کہ غرض نذر و نیاز کے معنی اگر مالی عبادت کے ہیں کہ کھانا پکا کر غریبوں کو کھلاؤ اور اس کا ثواب پہنچاؤ یہ جائز ہے اگر کپڑا دینا ہو تو ثواب کی نیت کر دو یہ بھی جائز ہے تلاوت قرآن کریم کر کے ثواب پہنچاؤ یہ بھی جائز ہے غرض بدنی عبادت ہو یا مالی عبادت ہو دونوں کا ثواب پہنچتا ہے"۔

شرک و بدعت

فرمایا: "ابتدا سے لے کر انتہا تک اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف دو ہی چیزوں کی جانچ پڑتال ہے۔ وہ یہ کہ ہر عمل میں ایمان کا دخل ہو اور ہر عمل میں اتباع کا دخل ہو۔ ایمان میں کمی آئی تو شرک پیدا ہوا اور اتباع میں کمی آئی تو بدعت پیدا ہوئی اور یہ دونوں چیزیں دین کے فساد کی ہے"۔

لقمہ حلال

فرمایا: "اگر غذا لقمہ صحیحہ ہے تو اخلاق صحیح ہے اور اگر لقمہ ناپاک ہے تو اخلاق بھی ناپاک ہیں، اس لئے ہم نے اکابر کو دیکھا ہے کہ وہ بیعت کرتے وقت پہلے یہ پوچھتے تھے کہ تمہارے پاس موروثی زمین تو نہیں ہے کچھ سود وغیرہ تو نہیں جس کو تم کھاتے ہو پہلے اس سے توبہ کرو پھر بیعت کریں گے اس لئے کہ جب غذا ہی مشتبہ ہو گی تو ذکر اللہ کیا اثر کرے گا"۔

بدعت کی نحوست

فرمایا: ''حدیث شریف میں بدعت کا خاصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مااوتی قوم بدعة الااوتواالجدل جس قوم میں بدعت آئے گی اس میں دنگا فساد اور جھگڑا ضرور آئے گا۔ یہ بدعت کا خاصہ ہے۔ سنت میں کوئی جھگڑا نہیں سنت تو ایک ہی ہے جس کا جی چاہے عمل کرے اور بدعات ہر جگہ کی الگ الگ ہیں تو بدعت کا خاصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے اصل دین ختم ہو جائے گا نزاع وجدال اور گروہ بندی و پارٹی بازی شروع ہو جائے گی۔''

فہم دین

فرمایا: ''پھر اس (تیسرے، دسویں، چالیسویں) میں دوسرا فرق یہ ہے کہ ایک ہی وقت کا تقید کرنا اپنی سہولت کے لئے مثلاً میرے پاس فلاں مہینے کے فلاں دن آمدنی زیادہ ہوتی اس دن میں اپنے حالات کے لحاظ سے کر سکتا ہوں ورنہ مشکل ہو جاتی ہے اگر اتنا کریں اور دوسرے کو ملامت نہ کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ سب دنوں کو برابر سمجھتا ہے اس میں بھی کوئی حرج نہیں جیسے مثلاً آپ حضرات تاجر ہیں اور سیزن کا کوئی مہینہ آ گیا اس میں آمدنی زیادہ ہوتی ہے اور بکری زیادہ ہوتی ہے آپ نے ارادہ کر لیا کہ اس مہینے میں غرباء کو کھانا کھلایا کروں گا۔

تو یہ ایک عمل ہے اس عمل پر آپ نے اتفاقی احوال کے لحاظ سے دوام کر لیا، آپ کے عقیدے میں یہ نہیں کہ اس دن ثواب پہنچاؤں گا تو پہنچے گا ورنہ نہیں پہنچے گا۔ اس واسطے اگر کوئی شعبان میں کرتا ہے تو اس کو بھی صحیح قرار دے رہے ہیں ایک نے اتفاق سے شوال میں کیا تو آپ نے کہا کہ اس نے بھی ٹھیک کیا اب آپ خود جس مہینے میں دواماً کر رہے ہیں تو اس کے خلاف کو بھی جائز سمجھتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں''۔

برکات نماز

فرمایا: ''نماز سے انانیت اور کبر نفس کا ازالہ ہوتا ہے جو ہزار ہا بدخلقیوں اور بداعمالیوں کی اساس ہے کیونکہ کبر نفس جب تک باقی رہ سکتا ہے کہ اپنے سوا کسی دوسرے کی عظمت دل میں نہ ہو اور نماز سے حق تعالیٰ کی عظمت دل میں آ جاتی ہے اور جب کسی کی

عظمت قلب میں آ جائے تو اس قلب میں کبر و غرور پاس بھی نہیں پھٹکتا''۔

اخلاص و اتباع

فرمایا: ''عمل صالح کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک اخلاص للہ اور دوسرا اتباع سنت۔ اخلاص للہ کو کلمہ کا پہلا جز بیان کر رہا ہے وہ یہ ہے لا الٰہ الا اللہ اور اسی کلمہ کا دوسرا جز محمد رسول اللہ سے اتباع سنت نکلتا ہے اسی لئے طریق صواب وہی ہے جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھا دیا ہے یا جو آپ کے متبعین صحابہ کرامؓ کا تعامل ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ جس عمل میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ شامل ہوگا۔ وہی عمل صالح ہوگا''

غلط فہمی

فرمایا: ''عمل صالح اسے نہیں کہتے کہ جس کو میں اور آپ سمجھ رہے ہیں کہ فلاں نے بڑے اچھے کام کئے رفاہ عام کا کام کیا۔ بہت ہی عمدہ کام کیا۔ لیکن ہمارے اور آپ کے سمجھنے سے اور محض تخیل سے وہ عمل صالح نہیں بنے گا۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ بلکہ عمل صالح دو بنیادوں سے مل کر بنتا ہے ایک بنیاد اخلاص للہ ہے اور دوسری بنیاد اتباع سنت۔ جس کام میں اخلاص ہے اور اتباع سنت بھی ہے تو وہ عمل صالح ہوگا۔

منکرین حیات النبی

فرمایا: ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ''حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کا لوگ انکار کیوں کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اجمالاً اتنی بات ہے کہ حیات النبیؐ کا مسئلہ تو مجمع علیہ ہے یعنی امت کے اندر کوئی بھی اس کا منکر نہیں ہے اس کی کیفیت میں گفتگو ہے کہ حیات ہے تو کس کیفیت اور کس نوعیت کی ہے تو کیفیات میں اگر کوئی اختلاف کرے تو اسے اصل مسئلہ میں اختلاف کنندہ نہیں کہا جا سکتا۔''

تبلیغ کا مقصد

فرمایا: ''میں نے خود مولانا الیاسؒ سے ان کا مقولہ سنا ان کی شان عجیب تھی

فرمایا کہ بھائی! یہ سلسلہ (دعوت وتبلیغ) میں نے اس لئے جاری کیا ہے کہ مدرسوں کو طالب علم ملیں اور مشائخ کو مرید ملیں''۔

بانی تبلیغ کا تواضع

فرمایا: ''مولانا مرحوم (مولانا الیاسؒ) اس حد تک تھے کہ یہ کام جب ابتدائی شروع ہوا تو ہر چھ مہینے کے بعد دہلی میں گزارتے تھے' کچھ دار العلوم دیوبند میں اور کچھ مظاہر العلوم میں اور غایت تواضع سے فرماتے تھے کہ ''بھائی! اتنا کام تو میں نے کر لیا اب بتاؤ کہ آگے کیا کروں؟''

مدرسہ اور تبلیغ

فرمایا: ''آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس دور میں مسلمانوں کے لئے صرف دو پناہ گاہیں ہیں۔ ایک دینی مدرسے' دوسرے یہ تبلیغی کام۔ تعلیمی ادارے باہر سے لوگوں کو لا کر ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور پھر اپنی تعلیم دیتے ہیں اور یہ تبلیغی کام والے جمع شدہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں''۔

سلوک اصلاح

فرمایا: ''صوفیا کا جو اصل بنیادی طریقہ ہے جس کو احسانی سلوک کہتے ہیں وہ ایک ہی ہے اور وہ قرآن وحدیث میں موجود ہے جس کا حاصل یہ کہ قلب کو پاک بناؤ ذکر اللہ کی کثرت کرو یہ بنیادی چیز ہے اب قلب کو پاک کرنے کے طریقے مختلف ہیں۔ اس میں تجربات ہیں کہ چشتیہ نے اور طریقہ رکھا نقشبندیہ نے اور طریقہ رکھا سہروردیہ نے اور طریقہ رکھا اور قادریہ نے اور طریقہ رکھا۔ یہ سب درحقیقت قلوب کو مانجھنے کی مختلف تدابیر ہیں''۔

دین اور اس کے محافظین

فرمایا: ''دین ایک ہی ہے البتہ اس کے ابلاغ وتبلیغ میں تدابیر کے طور پر طریقے مختلف ہیں لیکن تدبیروں سے جو چیز پہنچائی گئی وہ ایک ہی ہے اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے تو جب عقل کا دور آیا تو متکلمین کھڑے ہو گئے صوفیت کا دور آیا تو متکلمین

کھڑے ہو گئے۔ درایت کا دور آیا تو فقہاء کھڑے ہو گئے اور روایت کا دور آیا تو محدثین کھڑے ہو گئے۔ غرض دین ہر حالت میں چلتا رہا اور ہر شعبے میں نمایاں ہوتا رہا''۔

تین مبارک ماحول

فرمایا: ''میں نے اپنی عمر میں تین ماحول دیکھے۔ ایک دارالعلوم دیوبند کا دوسرا گنگوہ اور تیسرا تھانہ بھون کا ماحول دیکھا۔ گنگوہ کا ماحول یہ تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ روؤں روؤں سے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے ہر ایک سے ذکر اللہ' ہر ایک سے اللہ اللہ۔ دارالعلوم دیوبند میں یہ دیکھا کہ وہاں بے نمازی رہنا بڑا مشکل تھا۔ یہ ماحول کا اثر تھا کہ نماز پڑھنے پر ہر ایک مجبور تھا تھانہ بھون کا یہ ماحول تھا کہ معاملات کی سچائی' دیانت اور تقویٰ۔ وہاں تعلیم یہ ہوتی تھی کہ دیانت اور تدین پر قائم رہو اور ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچاؤ''۔

اصلاح نفس

فرمایا: ''تصوف وسلوک میں اصلاح کے لئے کل چار طریقے ہیں۔ اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دعوت وتبلیغ اصلاح کے ان چار طریقوں کا ایک مجموعہ ہے۔ تو یہ تبلیغی جماعت ایک معجون مرکب ہے گویا یہ نسخہ امرت کا بن گیا جس پر اصلاح نفس کے چاروں طریقے جمع ہو گئے ہیں''۔

مقصد تبلیغ

فرمایا: ''دعوت وتبلیغ سے مقصود اصلی یہ ہے کہ پہلے خود ہمارا ہی دین درست ہو یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ابتدا خود اپنے ہی سے کرنی پڑتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ پہلے آدمی خود صالح بنے' پھر دوسرا مقام یہ ہے کہ دوسروں کو صالح بنائے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر عمل کرے گا تو صالح بنے گا دوسروں کو عمل کی دعوت دے گا تو مصلح بنے گا''۔

دینی امنگ

فرمایا: بس تبلیغ والوں کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے اندر دین کا جذبہ اور دینی امنگ پیدا کر دی جائے اب اس امنگ سے آدمی دین کی جس لائن میں کام لینا چاہے لے

سکتا ہے نیز دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جب کسی چیز کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی خود ہی اس امنگ کو صحیح طریقے سے پورا کرنے کی جدوجہد اور سعی کرتا ہے"۔

نافعیت تبلیغ

فرمایا: "بہرحال تبلیغ سے نفع اظہر من الشمس ہے کہ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں دین کی امنگ اور طلب پیدا ہوئی اور اس امنگ اور طلب کی وجہ سے کتنی ساری بدعات ختم ہوئیں"۔

تبلیغ اور حفاظت دین

فرمایا: "آج کے دور میں بہت سی تحریکیں چل رہی ہیں لیکن تحریک (دعوت و تبلیغ) اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں نہ عہدے ہیں نہ منصب ہیں نہ کرسیاں ہیں اور نہ سیٹیں ہیں بلکہ اپنے ہی مال کا خرچ ہے اور اپنی جیب پر بار ہے۔ یہ تحریک موجودہ دور میں دین کے تحفظ کے لئے ایک بڑی پناہ گاہ ہے"۔

تبلیغ کی بنیاد

فرمایا: "کسی ریاست کی بنیاد "توہمات اور تنازع للبقاء" پر ہوتی ہے لیکن یہاں (دعوت و تبلیغ میں) اس کے برعکس ہے۔ یہاں تنازع للبقاء کی جگہ فنا للبقاء ہے اور توہمات کی جگہ محبت و الفت ہے۔ ریاست کیلئے پارٹیاں بنائی جاتی ہیں اور یہاں خود بخود پارٹیاں بن جاتی ہیں"۔

تبلیغ بنیادی کام

فرمایا: "تبلیغی کام ایک ٹھوس اور بنیادی کام ہے۔ اس پر قوموں کی عروج و زوال کی بنیاد ہے۔ جو لوگ اس تبلیغ کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور اپنے وقتوں کو لگاتے ہیں وہ مزید اس کام میں لگیں اگر پہلے کم وقت لگاتے تھے تو اب اور زیادہ وقت لگائیں اور اس کام کو محنت و جانفشانی سے کریں۔ جو کچھ کہیں اس پر خود عامل ہوں اور عمل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ سب سے بڑی دلیل عمل ہے اور عمل کے بڑے اثرات پڑتے ہیں"۔ "آج دنیا میں اور خصوصاً ہندوستان میں مسلمانوں کیلئے راہ نجات اور فلاح و کامرانی کی یہی راہ

دعوتی کام ہے۔ اس کام نے قوموں کو بنایا اور سنوارا ہے یہی کام کرنے والے پنپتے ہیں اور یہی کام کرنے والے عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے گئے ہیں''۔

جہاد کبیر

فرمایا: ''یہ دعوت کا کام جہاد کبیر ہے۔ اس میں انسان طعنے سنتا گالیاں کھاتا ہے تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ مصیبتیں جھیلتا ہے اور اذیتیں برداشت کرتا ہے اور میدان کارزار میں آدمی جا کر جنگ کرتا ہے پھر یا تو قتل کرتا ہے قتل ہو جاتا ہے۔ (بعض محدود ذہن رکھنے والے لوگ بزرگوں کے اس طرح کے ارشادات کو غلط محمل پر حمل کرتے ہیں۔ یاد رکھئے! اس طرح کے ارشادات سے کسی دینی شعبے کی تحقیر مقصود نہیں ہوتی۔ ہر شعبے کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے۔ (از مرتب)

انقلابی کام

فرمایا: ''آج ہماری کامیابی' کامرانی اور فلاح اس دعوتی کام میں مضمر ہے۔ دعوت وتبلیغ کا یہ کام ہماری زندگیوں میں ایک عظیم انقلاب لاسکتا ہے اور ہم میں وہ قوت پیدا کر سکتا ہے کہ پھر جو ہم سے ٹکرائے پاش پاش ہو جائے۔''

خدائی امانت

فرمایا: ''حق بات کو دوسروں تک پہنچانا اور دین کی تبلیغ واشاعت کا کام انتہائی امانت اور دیانت سے کرنا خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور خدا کا کام کرنے والا خدا کی نگرانی میں ہے اگر دل میں یہ تصور جاگ اٹھے کہ خدا کی مدد ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر اور کس کا خوف۔''

طریقہ تبلیغ

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلب مبارک پر تبلیغ کے کام کا القاء فرمایا۔ انہوں نے تبلیغ کے لئے جماعتوں کا طریقہ اختیار کیا کیونکہ دستور ہے کہ جب کچھ لوگ مل کر ایک بات کہتے ہیں یا کوئی کام کرتے ہیں تو اس کا اثر خاص طور پر پڑتا ہے ایک ہی بات کو جب مختلف لوگ مختلف وقتوں میں کہتے ہیں تو اس کا اثر بھی کبھی نہ کبھی تو

ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے سورۂ یاسین میں ارشاد فرمایا **اذارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون**"۔

اجتماعی دور

فرمایا: "آج کل کا دور اجتماعی دور ہے۔ کھیل کود، صنعت وتجارت وزراعت، غرض ہر چیز میں اجتماعیت پائی جاتی ہے ہر مسئلہ میں وفود جاتے ہیں۔ میٹنگیں ہوتی ہیں۔ ہر جگہ اجتماعی رنگ دکھائی دیتا ہے اجتماعی ماحول میں انفرادی بات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

قبولیت تبلیغ

فرمایا: "آج کے دور میں یہ کام (دعوت وتبلیغ) بڑا مفید اور لازمی ہے اسی وجہ سے یہ کام تیزی سے پھیل رہا ہے اور اس سے ایک عظیم انقلاب آرہا ہے۔ ہندوستان کے ہر خطے میں اور ہندوستان سے باہر جہاں بھی میں گیا، وہاں میں نے تبلیغی جماعتیں اور تبلیغی مراکز دیکھے۔ یہ ایک خاموش تبلیغ ہے جو عالمگیر طریقے سے ساری دنیا میں پھیلتی جارہی ہے اور اس کی قبولیت روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہے"۔

فن تبلیغ کا القاء

فرمایا: "شاید میں نے کہیں لکھا ہے کہ تبلیغ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاسؒ کے دل پر بطور فن کے القاء کیا۔ اس میں تعلیم وتربیت، سیر سیاحت، روح کی دلچسپی اور بدن کی ورزش ہر چیز موجود ہے"۔

معتبر عمل سے نجات

فرمایا: "لوگوں کی نجات شکل وصورت سے نہیں ہوگی بلکہ علم سے ہوگی پھر فقط علم سے نہیں ہوگی بلکہ عمل سے ہوگی اخلاص سے ہوگی اور للّٰہیت سے ہوگی۔ اگر کوئی دورخے پن سے عمل کرے کہ خدا کو بھی خوش کرلوں اور کچھ بندوں کو بھی خوش کرلوں تو وہ عمل معتبر نہیں ہے عمل وہ معتبر ہے جو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہو ورنہ نہیں ہوسکتا"۔

اخلاص کی برکت

فرمایا: ''اگر کسی عمل کی شکل وصورت بڑی ہو لیکن اس میں اخلاص نہ ہو تو وہ تباہی کا ذریعہ بنے گا اور چھوٹا سا عمل ہو بالکل معمولی سا ہو مگر خلوص اور للّٰہیت ہو تو وہ عمل نجات کا ذریعہ بن جائے گا''۔

عمل کی روح اخلاص

فرمایا: ''عمل کا ڈھانچہ کام نہیں دیتا' جب تک عمل کے اندر جان نہ ہو روح نہ ہو اور عمل کی روح اخلاص اور خلوص ہے اس سے عمل کے اندر جان پیدا ہوتی ہے اگر جان نہ ہو تو مردہ لاش کتنی ہی موٹی تازی ہو پہلوانوں جیسی ہو وہ تو دفن کرنے قابل ہوتی ہے کارآمد نہیں ہوتی' کارآمد جب ہی ہوتی ہے جب اس کے اندر جان اور روح ہو اور وہ خلوص اور اخلاص ہے''۔

کفران نعمت کا نتیجہ

فرمایا: ''میں تو کہا کرتا ہوں کہ اللہ میاں نے سو روپے میں سے اڑھائی روپے رکھے تھے' جب اس کے دینے میں پس وپیش کیا اور نہ دیا تو اتنے بڑے بڑے ٹیکس لگوائے کہ اسی فیصد گورنمنٹ کا اور بیس فیصد تمہارا' اگر اڑھائی روپے دیتے تو ساڑھے ستانوے روپے تمہارے ہوتے لیکن اب سو کماؤ گے تو اسی حکومت لے گی اور بیس تمہارے ہاتھ میں رہ جائیں گے تو یہ کفران نعمت کا نتیجہ ہے''۔

امیر غریب

فرمایا: ''حکمت باہمی اور تعاون باہمی کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرق پیدا کیا ہے کہ کچھ امیر ہوں کچھ غریب ہوں۔ امیر کی حاجت غریب اور غریب کی حاجت امیر سے اٹکی ہوئی ہے تو اس فرق کو مٹا دینا فطرت کے خلاف ہے اس لئے اگر مال کا فرق مٹانا ہے تو پھر عقلوں کے فرق کو بھی مٹانا چاہئے حالانکہ یہ ہمارے قبضے میں نہیں ہے۔ غرض آپ نے جبری طور پر معاش کے اندر مساوات اور برابری قائم کی نہ تو امیر باقی رہے گا نہ غریب' نہ

دونوں ایک دوسرے کے کام آسکیں گے۔ اس لئے مساوات فطرت کے خلاف ہے ہاں توازن ہے کہ ایک دوسرے کے بالکل بعید نہ ہوں کہ ایک آسمان پر ایک زمین پر حقوق رکھ دیئے کہ کچھ وہ نیچے اترے کچھ یہ اوپر جائے تاکہ محبتیں پیدا ہوں"۔

قرب الٰہی کا نسخہ

فرمایا: "اسلام میں لقمہ حلال اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کی سب سے پہلی شرط ہے حرام لقمے سے کبھی قرب پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس سے توفیق چھن جاتی ہے دیکھنے میں آیا ہے کہ جو لوگ جائز کمائی استعمال کرتے ہیں ان کے قلب میں نور ہوتا ہے نیک کام کرنے کو ان کا جی چاہتا ہے ناجائز کمائی کھا کر ان سے توفیق چھن جاتی ہے اور سرکشی کرنے اور برے کام کرنے کو جی چاہتا ہے"۔

ہر کام کے لئے تعویذ

فرمایا: "حضرت تھانویؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا کہ حضرت! مجھے نماز پڑھنے کے لئے ایک تعویذ لکھ دیں۔ حضرت نے فرمایا "بھائی! مجھے کوئی ایسا تعویذ لکھنا نہیں آتا ہے کہ "اس میں دو سپاہی بیٹھے ہوئے ہوں کہ جہاں نماز کا وقت آیا اور وہ ڈنڈا لے کر تیرے سر پر ہو جائیں کہ چل مسجد میں" اور پھر اس کو ڈانٹا کہ "نالائق! جو تیرے کرنے کا کام ہے وہ بھی تعویذ ہی کرے اور تجھے اپنی چارپائی سے ہلنا نہ پڑے تو آرام سے پڑا رہے۔ بس تعویذ سب کچھ کردے" تو تعویذ بھی جب ہی کارآمد ہوگی جب آپ اسباب مہیا کرلیں"۔

اطمینان قلب

فرمایا: "اگر تم دلوں کا سکون اور اطمینان چاہتے ہو تو ذکر اللہ میں لگو ہماری یاد میں لگو ہم سکون دیں گے' ذکر اللہ میں سکون مخفی ہے۔ الابذکر اللہ تطمئن القلوب دنیا کے لاکھ اسباب آپ جمع کرلیں سکون کبھی میسر نہ ہوگا۔ جو لوگ آج تمام اسباب و وسائل کو جمع کئے ہوئے ہیں وہ آپ سے زیادہ پریشان خاطر ہیں اور جو اللہ کا ذکر کر کے ان پر اعتماد کئے ہوئے ہیں۔ ان کو کوئی فکر نہیں ہے۔ نہایت مطمئن اور ساکن القلب ہیں"۔

عبادت کا مطلب

فرمایا: ''عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اس عزیز مطلق کے سامنے ذلیل مطلق بن جائے اس کی عزت کسی حد تک رکی ہوئی نہیں۔ ہماری ذلت کسی حد تک رکی ہوئی نہیں ہے اور یہ غایت تذلل اور انتہائی ذلت اللہ تعالیٰ کے سامنے اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ آدمی میں انتہائی محتاجگی ہو کیونکہ غنی کسی کے سامنے نہیں جھک سکتا''۔

پاکیزہ اخلاق

فرمایا: ''عبادت اور عقیدہ درست نہیں ہو سکتا ہے جب تک قلب کی حالت درست نہ ہو اور قلب محل اخلاقیات ہے جب تک اخلاق انسانی صحیح نہ ہوں گے یعنی جب تک صبر پیدا نہ ہو حیا پیدا نہ ہو شکر پیدا نہ ہو سخاوت پیدا نہ ہو شجاعت پیدا نہ ہو توکل علی اللہ پیدا نہ ہو انابت الی اللہ پیدا نہ ہو۔ یہ ملکات جب تک ذہن میں نہ جمیں گے جب تک عقیدہ درست نہ ہوگا عقیدہ درست نہ ہوگا تو عمل درست نہ ہوگا اور عبادت درست نہ ہوگی تو مدار آ کر اخلاق پر ٹھہر جاتا ہے اسی لئے اسلام میں اہم ترین شعبہ اخلاق کا ہے لہٰذا اخلاق کی تربیت کی جائے اخلاق کو بلندی پر پہنچایا جائے اور انسان کو جبلی طور پر جو بداخلاقیوں کے روگ لگے ہوئے ہیں یہ دور کر کے پاکیزہ اخلاق سے بدلا جائے''۔

معاملات اہم شعبہ

فرمایا: ''معاملات کا شعبہ بھی اہم ترین شعبہ ہے جس میں ایک انسان کو دوسرے انسان سے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر دیانت نہ ہو' امانت نہ ہو تو لازمی طور پر دنیا میں فساد پیدا ہوگا اور جب فساد پیدا ہوگا تو بدامنی پیدا ہوگی جب بدامنی پیدا ہوگی تو نہ جان کی خیر رہے گی نہ مال کی خیر رہے گی۔ ہر شخص غیر مطمئن رہے گا' پریشان رہے گا' اضطراب اور بے چینی قلب کا جوہر بن جائے گا اسی لئے معاملات کی صحت اور خوبی یہ بھی اسلام کا اہم ترین شعبہ ہے''۔

نکاح اتحاد باہمی کا سبب

فرمایا: ''شادی اور نکاح سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور اسے اسلام میں صرف

معاملے کی حد تک محدود نہیں رکھا' بلکہ عبادات کے زمرے میں شمار کیا اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ النکاح نصف الدین فلیتق الله فی النصف الباقی نکاح ہی ہے جس کے ذریعے عفت' پاکدامنی اور خیال کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے آدمی حرام سے بچتا ہے اور حلال کے دائرے میں محدود رہتا ہے۔ نکاح ہی ہے جس کے ذریعے اتحاد باہمی قبائل و خاندانوں کے باہمی تعاون کی بنیاد پڑتی ہے''۔

شفقت و اطاعت

فرمایا: ''نکاحی تعلق مضبوط سے مضبوط اور ذریعہ اتحاد بنانے کا جو راستہ شریعت الٰہی نے طے فرمایا ہے وہ بنیادی طور پر دو چیزیں ہیں ایک شفقت اور ایک اطاعت۔ جس سے معاشرہ کی گاڑی چلتی ہے خاوند کو تو حکم دیا کہ وہ بیوی کے ساتھ انتہائی شفقت اور دلداری سے پیش آئیں اور نرم اخلاق سے اس کے دل کو موہ لینے کی کوشش میں لگے رہیں۔ ادھر بیوی کو حکم دیا گیا کہ وہ خاوند کی اطاعت اور اتباع میں سرگرمی دکھلائیں اور کوئی حرکت ایسی نہ کرے کہ جس سے خاوند کا دل ٹوٹے اور بیوی سے دل بیزار ہو جائے جس سے اس تعلق کی غرض و غایت ہی فوت ہو جائے جیسے بدمزاجی' درشت کلامی' سرکشی' نافرمانی اور شوہر کے مال میں خیانت کرنا اور اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا۔ بلاشبہ یہ چیزیں خاوند کے لئے بددلی اور بیزاری کا باعث ہیں''۔

خالق و مخلوق

فرمایا: ''حق تعالیٰ سوال کرنے سے جتنے خوش ہوتے ہیں اتنے کسی چیز سے خوش نہیں ہوتے ہیں۔ دنیا میں اس کا قصہ برعکس ہے۔ اگر آپ کسی کے آگے سوال کرنے لگیں تو وہ خوش نہیں ہوگا بلکہ ناخوش ہوگا اگر محبت بھی ہوگی تو وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ اس کی بنا یہ ہے کہ دنیا میں آپ جس سے بھی مانگیں گے چاہے وہ عرب پتی ہو مگر اس کا خزانہ پھر بھی محدود ہے جتنا دے گا اتنی خزانے میں کمی پڑے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے خزانے لامحدود ہیں اگر پورا عالم بھی بخش دیں تب بھی کمی نہیں پڑے گی اس لئے ناخوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں''۔

شانِ مسلم

فرمایا: مسلمان کی صورت تو داڑھی ہی سے اچھی معلوم ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ داڑھی نہ ہو آپ خود غور کریں یہ صحیح ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ کچھ سوسائٹی اور ماحول کی وجہ سے ایسا کر لیتے ہیں یہ صحیح ہے مگر مجبوری تو وہ پیش نظر رکھنی چاہیئے جس کا کوئی جواب نہیں ہوگا اور وہ قیامت کے دن کی مجبوری ہے۔ یہاں کی مجبوریاں تو سہی جا سکتی ہیں لیکن اگر وہاں اگر کوئی ایسی بات سامنے آجائے تو کسی صورت میں وہاں تدارک ممکن ہی نہیں۔

محروم الرزق

فرمایا: روزی کا مارا ہوا اور روٹی کا مارا ہوا کہیں نہیں پنپتا۔ یعنی جو روٹی کے سامنے بے ادبی کرے، روزی کے ساتھ گستاخی کرے وہ محروم الرزق بن جاتا ہے اس لئے شریعت اسلام نے روٹی کا ادب سکھلایا کہ اس کی توقیر کرو۔ اس کو کوڑے میں مت ڈالو اس کو خاک پر مت ڈالو اسے منہ پونچھنے کا رومال مت بناؤ بلکہ جتنا بچ جائے اس کو ادب کے ساتھ احتیاط کے ساتھ رکھو خود تمہارے کام آئے گی یا کسی غریب وفقیر کے کام آئے گی۔"

قبولیت دعا

فرمایا: "میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ دعا تو مانگے مگر اپنی طرف سے تجویز نہ کرے کہ اگر میں مانگ رہا ہوں تو یوں ہونا چاہیئے یہ مالک کے اوپر چھوڑ دے کبھی تو ہاتھ در ہاتھ ملے گا اور کبھی مرنے کے بعد ملے گا مگر مضطرب ہو کر جو دعا مانگی جائے یہ ممکن نہیں کہ وہ رائیگاں چلی جائے وہ ضرور قبول ہوگی"۔

عبادت کا مغز

فرمایا: "میں کہتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے لئے مان لیجئے کہ دعا قبول نہیں ہوئی نہ دنیا میں ملا، نہ آخرت میں ملا، کچھ نہ ملا مگر دعا مانگنا خود تو عبادت ہے۔ تو عبادت کی توفیق ہوئی یہ کوئی کم نفع ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ **الدعاء مخ العبادة** یعنی دعا عبادت کا مغز اور خلاصہ ہے"۔

سوال کی صورتیں

فرمایا: ''ایک ہے سوال ذلت' اس سے شریعت نے روکا ہے اور ایک ہے سوال محبت اور سوال تعلق وہ اس سے خارج ہے جیسے بیٹا باپ سے مانگے یا دوست احباب میں باہم گہرا تعلق ہے اور وہ مانگے کہ بھائی' ہمیں چند پیسے دے دو یا کھانا کھلا دو یہ سوال تعلق ہے یہ سوال ذلت نہیں بلکہ سوال محبت ہے اس کی اجازت ہے۔ بعض اوقات شریعت نے تلقین کی ہے کہ بعض مواقع میں جا کر خود مانگ کر کھاؤ تا کہ تعلق میں اضافہ ہو جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ **لیس علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت ابائکم او بیوت امھاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم''.**

مقصد جہاد

فرمایا: ''جہاد وقتال انسانوں کے گلے کو کاٹنے کے لئے نہیں رکھا گیا بلکہ دفع فتنہ کے لئے رکھا گیا ہے' تا کہ کوئی فتنہ زدہ قوم نظام صالح کو برباد نہ کر پائے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی بربادی اور رخنہ اندازی انسانوں ہی کے ہاتھوں ہوا کرتی ہے تو وہ فتنوں کو مٹانے والی طاقت بالآخر انہی کی گردنوں پر مسلط ہوتی ہے ورنہ اصل مقصود دفع فتنہ ہے قتل انسان نہیں۔ چنانچہ یہی فتنہ زدہ انسان اگر فتنے سے ہٹ کر امانت پر آجائیں تو قتال فوراً بند ہو جاتا ہے''۔

اسلامی تعلیمات

فرمایا: ''ایک طرف زن' زر' زمین کی جاہ پسندانہ بدمستیوں اور دوسری طرف ہوائے نفس کی جاہ پسندانہ خودی خود بینی اور خود رائیوں کا سودا انسان کے سر سے نکالا جائے یا کم از کم ان کے ترک کا خوگر نہ بنایا جائے اس وقت تک انسان پر اعمال بر کا رنگ نہیں چڑھ سکتا۔ اگر بتکلف چڑھ بھی گیا تو وہ جڑ نہیں پکڑ سکتا اور اگر اتفاقاً جم بھی گیا تو پختہ نہیں رہ سکتا۔ ایک ہی شوب میں جائے گا۔

بہر حال نفس میں روحانیت اور ملکیت کی خیر اس وقت تک جاگزیں نہیں ہو سکتی جب

تک کہ اس میں سے نفسانیت کا یہ جبلی شر کھرچ کر باہر نہ پھینک دیا جائے بالفاظ دیگر الفاظ بر کی قلعی سے اس وقت تک نفس پر چمک دمک نہیں آ سکتی۔ جب تک کہ تروک تقویٰ سے اس کا زنگ خودی اور زنگ انانیت اتارا نہ جائے اور اس وقت تک قلب کے آئینہ میں نور الٰہی منعکس نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے صیقل کر کے شفاف نہ کر لیا جائے۔

دل را اگر تو صاف کنی ہمچو آئینہ — در دلے جمال دوست بہ بینی چو آئینہ

شریعت اور حکم تصویر

فرمایا: ''اگر یہ کہا جائے کہ تصویر اشراک کی جڑ ہے اور صورت پسندیاں انسان کی توحید کو بجائے خود کبھی باقی نہیں چھوڑ سکتیں تو یہ ایک بجا اور مطابق واقعات دعویٰ ہوگا۔ اس لئے اگر توحید پسند طبقہ مطلقاً تصویر کا دشمن اور اس سے متنفر ہو تو یہ اس کا ایک قدرتی جذبہ اور فطری حق ہے۔ اس لئے انبیاء جیسے کامل موحدین نے انسان کو انہماک صور و اشکال سے دور رکھنا ہی اپنے مسلک کا ایک جلی اور روشن نشان قرار دیا ہے''۔

قلب موضوع

فرمایا: ''غرض صورت پسندی، تصویر دوستی، تصویر سازی اور تصویر بازی اسلامی مقاصد کے منافی اور اس کے بنیادی مقصد رجوع الی الغیب یا سیر الی اللہ کی راہ میں ایک عظیم الشان رکاوٹ ہے اس لئے کم از کم مسلم قوم کو اپنی حقیقت پسندانہ ذہنیت کو چھوڑ کر صورت پرستانہ جذبات پیدا کر لینا بلاشبہ قلب ماہیت اور قلب موضوع ہے''۔

مصور پر وبال

فرمایا: ''جب قیامت میں آدمی اپنے مومن ہونے کا دعویٰ کرے گا تو اس سے دلیل طلب کی جائے گی کیونکہ کوئی دعویٰ بلا دلیل کے سماعت نہیں ہوتا اور دلیل یہ ہے کہ طاعت، عبادت اور اتباع سنت ہو آگے قبول کرنا نہ کرنا مالک کا کام ہے مگر ہمیں ثبوت فراہم کرنا چاہئے اور اس ثبوت پر ناز نہ ہو کہ میں نے اتنی عبادت کی ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے''۔

سلسلہ نکاح

فرمایا: ''دنیا میں انسانوں کو ملانے کا سب سے بڑا سلسلہ نکاح کا سلسلہ ہے جس سے دو اجنبی جڑ جاتے ہیں جن میں پہلے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور اچانک ان میں ایسا جوڑ لگتا ہے کہ منافع مشترک، اتحاد باہمی اور خاندانی اشتراک سے ایسی محبت اور مودت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس سے پہلے ایسی محبت اور مودت کبھی نہیں دیکھی گئی۔ نکاح جوڑ لگانے کا ایک سلسلہ ہے اس لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس سلسلے کے حامل ہیں''۔

نکاح کی غرض وغایت

فرمایا: ''نکاح کی غرض وغایت باہمی سکون اور باہمی مودت ہے۔ محبت ومودت کا اثر جب پڑتا ہے کہ جب نکاح بابرکت ہو۔ نکاح بابرکت جب بنتا ہے جب اخراجات میں کمی کی جائے۔ نام ونمود اور شہرت کے جذبات سے خالی ہو اور فرض کی ادائیگی پیش نظر ہو''۔

نکاح نازک بھی آسان بھی

فرمایا: ''نکاح کا مرحلہ بڑا آسان بھی ہے بڑا نازک بھی ہے آسان تو اس لئے ہے کہ چار بول پڑھے گئے اور وہ جڑ گئے اور نازک اس لئے ہے کہ اس میں ذمہ داریاں بہت آ جاتی ہیں۔ مرد کی بھی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور عورت کی بھی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو نبھانا صبر وتحمل والے کا کام ہے۔ جو ذرا ذرا سی بات پر آپے سے باہر نکل جانے کا عادی ہو وہ تو لڑائی ہی کرا کر رہے گا۔ خاندانوں میں بگاڑ ہی پیدا کرا کر رہے گا''۔

اسلامی تبلیغ

فرمایا: ''تبلیغ میں اسی اسوۂ حسنہ کے نقش قدم کو مشعل راہ بنایا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً اختیار فرمایا اور قرآن حکیم نے اسے اصولاً پیش کیا یعنی تبلیغ ''الاقرب فالاقرب'' کے قاعدے سے ہو۔ اولاً ایک شخص اپنے نفس کو اسلام سے آراستہ کرے پھر اپنے اہل بیت کو، پھر اہل قرابت کو پھر اہل شہر کو پھر مضافات کو اور پھر پورے ملک کو''۔

نکاح کی بنیاد

فرمایا: ''نکاحی تعلق کی مضبوطی کی بنیاد شفقت اور اطاعت پر ہے لیکن ان دونوں باتوں کا تعلق کسی ظاہری نمائش یا زینت پر نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ایک ایسی حقیقت پر رکھا گیا جو لافانی اور جاودانی ہے اور وہ عورت کی دینداری ہے اور دین سدا بہار اور دنیا کے بعد آخرت تک جانے والا ہے اس لئے اس پر مبنی شدہ تعلق بھی دائمی' مضبوط اور خوشگوار رہے گا جس میں کوئی عارضی چیز خلل انداز نہ ہو گی اسی وجہ سے تو حدیث میں فرمایا گیا کہ تنکح المرأة لاربع لمالها ولجمالها ولحسبها ولدينها فاظفر بذات الدين''۔

اللہ ورسول کی غالب محبت

فرمایا: ''اگر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب ہے تو کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی' اہل اللہ جیل خانے میں بھی گئے مگر انہیں پرواہ نہیں ہوئی۔ کیونکہ تعلق مع اللہ قوی ہے قلب مطمئن ہے اور اگر دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے نہ ہو تو انسان ہمیشہ ڈانواں ڈول رہے گا۔ ہمیشہ پریشان رہے گا چاہے لاکھوں کا مالک ہو' مگر دل تعلق سے خالی ہے تو ہمیشہ اس پریشانی اور پراگندگی پر تشتت میں رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کا سکون صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے' کسی اور چیز میں نہیں''۔

دل کی زندگی

فرمایا: ''زندگی دل کی زندگی کا نام ہے اور دل کی زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہوتی ہے روٹی اور ٹکڑے سے نہیں ہوتی ہے یہ بدن کی زندگی ہے جو روٹی سے ہوتی ہے یہ اتنی عارضی ہے کہ اگر روٹی ملنے میں دیر ہو تو بدن مرجھانے لگتا ہے اور اگر منقطع ہو جائے تو بدن چھن جاتا ہے لیکن قلب کی زندگی دوامی ہے اس لئے کہ ذکر اللہ جو زندگی پیدا کرتا ہے وہ دوامی زندگی ہوتی ہے وہ نفس کے اندر قائم ہو جاتی ہے''۔

ذکر اللہ

فرمایا: ''یاد حق کا سب سے پہلا طریقہ جو اصل اور بنیادی ہے وہ فرائض کی ادائیگی

ہے دوسرا ذکر کثیر اور ذکر زائد موقت ہے اور تیسرا ذکر کثیر وذکر زائد غیر موقت ہے یعنی اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے آدمی یہ عادت ڈالے کہ اس کی زبان سے کوئی نہ کوئی اللہ تعالیٰ کا نام نکلتا رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مرتے وقت بھی بلا ارادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان پر جاری ہوگا اور خاتمہ ایمان پر ہوگا''۔

تصویر کا خاصہ

فرمایا: ''تصویر بالخاصہ حق پسندی سے ہٹا کر بسہولت باطل پسندی کی ذہنیت پر لے آتی ہے واقعی جذبات کو بے ثمرہ بناتے ہوئے انجام کار عاقبت کی بہرہ مندیوں کو ملیامیٹ کر دیتی ہے پس کہاں تو انسان کتم غیب سے نکل کر عالم شہود میں اسی لئے آیا تھا کہ ہر حسی شاہد سے کنارہ کش ہو کر غیب کے قلبی مشاہدوں میں مصروف ہو' ہر صورت سے اعراض کر کے حقیقت کی طرف جائے اور ہر باطل سے نگاہ ہٹا کر حق کی طرف دوڑے تاکہ اس کا لگاؤ فانی کے بجائے باقی سے ہو اور اس طرح وہ خود بھی باقی بن جائے گا اور اسے اپنے اصل سے وابستگی رہے اور کہاں ان تصاویر کی بدولت کج راہی میں گرفتار ہوا کہ غیب کے ہر مرتبہ سے کنارہ کش ہو کر اس نے محسوسات ہی کو اپنا قبلہ نظر بنالیا۔ مخفیات کے ہر خزانے سے محروم ہو کر حسیات ہی کو منظور نظر کر لیا اور روحانیت کے تمام لذیذ مشاغل سے بے پرواہ ہو کر مادیات کی کثافتوں میں دھنستے رہنا ہی اپنا سب سے زیادہ لذیذ مشغلہ قرار دے لیا' یہاں تک کہ جب باقیات صالحات سے اعراض کر کے فانی چیزوں میں جا پھنسا تو اپنی اصل سے منقطع ہو کر خود بھی بے اصل بن گیا''۔

چار اصلاحی نسخے

فرمایا: ''علم واخلاق میں کمال پیدا کرنے کا ایک طریقہ تو فیض صحبت ہے جہاں یہ میسر نہ ہو تو مایوسی کی بات نہیں پھر ایک اور تدبیر ہے وہ یہ ہے کہ کسی آدمی سے اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی قائم کرے اور معاہدہ کریں کہ ہم اس لئے دوستی کرتے ہیں کہ میں تمہارے دین کی حفاظت کروں گا اور تم میرے دین کی حفاظت کرنا اگر میں نماز میں سستی کروں تو تو مجھے لے جانا اور اگر تم نے سستی کی تو میں لے جاؤں گا اس دوستی کی وجہ سے ایک

دوسرے کی دین کی حفاظت بھی ہو جائے گی اور علم واخلاق میں کمال بھی پیدا ہوگا''۔

زندگی کیا ہے

فرمایا: ''زندگی فی الحقیقت ذکر اللہ اور اللہ کی یاد کا نام ہے۔ جب کائنات' نباتات اور جمادات کی زندگی اسی سے ہے تو انسان کی زندگی اس سے کیوں نہیں ہوگی اس لئے انسان کو سب سے زیادہ ذاکر ہونا چاہئے' تب ہی وہ زندہ ہوگا بلکہ زندہ جاوید بن جائے گا''

شان ذکر اللہ

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی ذات بلند ہے اس کا نام بھی بلند ہے' اس کا ذکر بھی بلند ہے۔ بلند چیز کو اگر آپ زبان پر رکھیں گے تو چاہے اس کی غرض ادنیٰ اور پست ہو مگر انجام کار وہ رفعت کی طرف جائے گا اور اپنے ساتھ آپ کو بھی لے جائے گا اس لئے صبح وشام کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کا نام لینا چاہئے''۔

عبادت کا معنی

فرمایا: ''عبادت کے معنی یہ ہیں کہ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے گزرے یہ عبادت ہے دوستوں سے باتیں کرنا بھی عبادت ہے گھر میں بیوی سے معاملہ کرنا بھی عبادت ہے تہجد پڑھنا بھی عبادت ہے یہ تمام چیزیں عبادت میں داخل ہیں۔ جو حق تعالیٰ شانہ نے زندگی بنائی ہے اس زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے جاری رکھنا یہ فی الحقیقت حقیقی عبادت ہے''۔

امید وبیم

فرمایا: ''امید وبیم کے مجموعے سے انسان کے عمل کی گاڑی چلتی ہے۔ یہ دو بازو ہیں ان دو بازوؤں سے عمل اڑتا ہے۔ تو ایمان خوف اور رجاء کے مجموعے کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ سے امید بھی بندھی ہوئی ہو اور ڈر بھی لگا ہوا ہو اس لئے کہ محض ڈر بھی ایمان نہیں اور محض امید باندھنا بھی ایمان نہیں۔ دونوں کے بیچ میں رہنا یہی ''تفکر'' کہلاتا ہے' یہی فکر عظیم کہلاتا ہے''۔

ایمان کے شعبے

فرمایا: ''نبی کریمؐ نے فرمایا کہ الایمان بضع و سبعون شعبۃ ستر سے

کچھ اوپر ایمان کی شاخیں اور شعبے ہیں۔ سب سے اوپر کی شاخ **لا الله الا الله** ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ دلیل ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی اتنی عظمت بیٹھ چکی ہے کہ اس کے سوا کسی کو معبود بنانے کو تیار نہیں اور ایمان کا ادنیٰ درجہ **اماطة الاذیٰ عن الطریق** ہے یعنی راستہ سے ایذادہ چیزوں کو اٹھا کر پھینک دینا تاکہ مخلوق کو تکلیف نہ پہنچے۔ تو ایک ایمان کا اوپر کا سرا بتلایا گیا جو اللہ تعالیٰ سے ملا ہوا ہے اور ایک نیچے کا سرا بتلایا گیا ہے جو مخلوق سے ملا ہوا ہے اور دونوں کا منشاء بتلا دیا کہ **والحیاء شعبة من الایمان** یعنی یہ دونوں شعبے وہ برتے گا جس میں حیا اور انکساریٔ نفس موجود ہو''۔

کائنات کی روح

فرمایا: ''اس کائنات کی روح ذکر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد ہے اسی طرح سے پوری شریعت کی روح بھی اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ اگر دنیا میں سے روح نکل جائے تو دنیا ڈھانچہ بن جائے گی۔ شریعت میں سے کوئی اس روح کو نکال دے تو شریعت عادت بن جائے گی۔ عبادت نہیں رہے گی''۔

تصفیہ قلب

فرمایا: ''انسان کی صفائی بھی فی الحقیقت یاد خداوندی سے ہے جب اس کے اندر ذکر اور یاد حق باقی نہیں رہی جب ہی انسان کے قلب میں میل کچیل گندگی و نجاست آنی شروع ہو جاتی ہے جہاں یاد الٰہی ختم ہوئی انسان میلا ہو جاتا ہے اور میلا انسان میلے کپڑے کی طرح ہے وہ دھکے دینے کے قابل ہو جاتا ہے اہل اللہ میں سے کوئی اس سے قبول نہیں کرتا''۔

تکلیف قابل وسعت

فرمایا: ''اگر خدا نے انسان کو بر و تقویٰ کا مکلف ٹھہرایا ہے تو ضروری ہے کہ اس میں بھی بر و تقویٰ کے نظام کو قبول کر لینے کی قوتیں بھی ہوں جن پر یہ نظام بر و تقویٰ اپنا عمل کرے اور انسان بار اور متقی، نیکوکار اور پرہیزگار بنے، اسی طرح انسان میں اثم و عدوان کے مادے کا ہونا بھی ضروری ہے جن سے وہ اثم و عدوان کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ ہوتا ہو

اور شریعت اسے قبیح حرکات سے روکے' ورنہ اس میں ان گناہ کاریوں کے مادے ہی نہ ہوتے تو وہ کبھی بھی اثم وعدوان کا مرتکب نہیں ہوسکتا اور ایسی صورت میں اسے اثم وعدوان سے باز رہنے کا حکم دیا جانا بالکل ایسا ہی حکم ہے جیسا کہ کسی جنگلی جانور شیر اور بھیڑیا کو کہا جائے کہ خبردار گناہ مت کرنا اور اثم وعدوان کا مرتکب نہ ہونا۔ ظاہر ہے کہ جیسے یہ حکم غیر حکیمانہ ہے ایسے ہی اثم وعدوان کے مادے کے بغیر انسان کو یہ حکم دیا جانا لغو اور لایعنی ہوتا ہے جس سے اللہ کی شریعت بری ہے اس لئے ضروری ہے کہ انسان میں اثم وعدوان کے مادے بھی ہوں اور وہ ان قبیح حرکات کا مرتکب ہوسکتا ہو بلکہ ہوتا ہو اور پھر اسے روکا جائے جس سے اپنے اختیار سے خود رکے تاکہ یہ رکنا شریعت کے لئے حکیمانہ فعل ثابت ہو اور رکنے والے کے لئے امر حسن باعث اجر وکمال بنے''۔

امانت وحیاء

فرمایا: ''انسان میں جو قوت افعال بر کا تحمل کرتی ہیں بلکہ افعال بر کا مصدر ہے جس سے یہ افعال صادر ہوتے ہیں ان کا نام شریعت کی اصطلاح میں امانت ہے اور جو قوت تقویٰ کا بوجھ اٹھاتی ہے اور اس سے متقیانہ تروک کا ظہور ہوتا ہے اس کا نام شریعت کی زبان میں حیاء ہے۔ پس امانت امر حسن اور اچھے کام کی رغبت کے مادے کا نام ہے اور حیاء امر قبیح سے انقباض کے مادہ کا نام ہے''۔

عید

فرمایا: ''پس عید درحقیقت رمضان کے افعال وتروک کا ایک عملی شکریہ ہے جو بندوں کی جانب سے جناب خداوندی میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس شکریہ پر حسب وعدۂ الٰہی لئن شکرتم لازیدنکم بسلسلۂ اضافہ نعمت شش عید یعنی شوال کے چھ روزوں کا مزید اضافہ کیا جاتا ہے جنہیں رمضان تو نہیں تتمہ رمضان کہا جائے گا''۔

رمضان کی عبادات

فرمایا: ''غور کرو تو رمضان میں عبادت کا یہ جمع شدہ ذخیرہ رمضان ہی تک

محدود نہیں رہتا' بلکہ سال بھر تک یہی ذخیرۂ توفیق و برکات کام دیتا ہے۔ اگر یہ ذخیرہ اس ماہ میں جمع نہ ہو تو پورا سال عبادت سے بیگانگی اور برکات باطن سے محرومی میں بسر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصولاً ہر شئی کے نقطۂ آغاز ہی میں اسی کا انجام اور وسط پنہاں ہوتا ہے وہی نقطہ پھیل کر وسط سے گزرتا ہوا انجام تک جا پہنچتا ہے"۔

اسلامی عید

فرمایا: "اسلام میں عیدین کے تہوار رنگ رلیاں منانے کے لئے نہیں رکھے گئے ہیں بلکہ رنگ رلیوں کو مٹانے کے لئے اور اس قسم کی تمام مادی اور نفسانی لذتوں اور خواہشوں کو ختم کر کے روحانی قرب و وصال کے شکریہ کے طور پر قائم کئے گئے ہیں"۔

شریعت اور تقویٰ

فرمایا: "شریعت کے تمام مامورات یا معروفات' جن کا شمار نیک افعال میں ہے' اصطلاح شریعت میں ان کے افعال کا نام "بر" ہے اور وہ تمام منہیات اور منکرات' جواز قسم تروک ہیں ان سے بچنے کا اصطلاحی نام "تقویٰ" ہے اس لئے گویا پوری شریعت کا خلاصہ "بر و تقویٰ" نکل آتا ہے جس پر انسانی سعادت کا نظام قائم ہے۔ اگر افعال بر اور امور خیر کو معطل کر دیا جائے تو حصول خیر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ جس کو شریعت کی زبان میں "اثم" یعنی گناہ کہتے ہیں اور اگر تقویٰ کو معطل کر دیا جائے تو دفع شر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا جس کا اصطلاحی نام "عدوان" ہے یعنی حدود سے تجاوز کرنا کہتے ہیں"۔

جہاد کا مقصد

فرمایا: "جہاد و قتال انسانوں کے گلے کاٹنے کے لئے نہیں رکھا گیا بلکہ دفع فتنہ کے لئے رکھا گیا ہے تا کہ کوئی فتنہ زدہ قوم نظام صالح کو برباد نہ کرے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کی بربادی اور رخنہ اندازی انسانوں ہی کے ہاتھوں ہوا کرتی ہے۔ تو وہ فتنوں کو مٹانے والی طاقت بالآخر ان ہی گردنوں پر مسلط ہوتی ہے ورنہ اصل مقصود دفع فتنہ ہے قتل انسان نہیں۔ چنانچہ یہی فتنہ زدہ انسان اگر فتنہ سے ہٹ کر امانت پر آ جائیں تو قتال فوراً بند ہو جاتا ہے۔"

اہمیت نماز

فرمایا: ''ساری کائنات کی تخلیق و تنظیم صرف عبادت کے لئے عمل میں آئی ہے اور عبادت کا فرد کامل نماز ہے۔ گویا ساری دنیا نماز کے لئے بنائی گئی ہے کہ یہی عبادت کا فرد کامل اور مظہر اتم بلکہ میں ترقی کر کے یہ عرض کروں گا کہ سلسلہ عبادات میں عبادت صرف نماز ہی ہے اور کوئی چیز بذاتہ عبادت نہیں ہے کیونکہ عبادت کے معنی غایت تذلل اور انتہائی ذلت اختیار کرنے کے ہیں جو انتہائی عزت والے کے سامنے اختیار کی جاتی ہے ظاہر ہے کہ اس معنی کے لحاظ سے نماز کے سوا کوئی چیز بذاتہ عبادت ہی نہیں نکلی''۔ حاصل یہ ہوا کہ کائنات کی تخلیق عبودیت یعنی نماز کے واسطے ہوئی ہے اس لئے قرآن حکیم نے نماز ہی کا ساری کائنات کو پابند ظاہر فرمادیا ہے نہ کہ زکوٰۃ و حج اور صوم و صدقہ کا۔ چنانچہ فرمایا'' **کل قد علم صلوٰته وتسبيحه** جس سے واضح ہے کہ ساری کائنات نمازی ہے۔ بھلا پھر انسان کو تو کیوں نہ نمازی بنایا جاتا۔ فرق اتنا ہے کہ اور مخلوق غیر عاقل ہے تو ان میں نماز کا داعیہ جبلی اور تکوینی طور پر رکھ دیا گیا ہے اور انسان ذی عقل و ذی ہوش ہے تو اس کی نماز اختیاری ہے جس کیلئے ہدایت و رہنمائی اور وعظ و پند کی ضرورت پڑتی ہے۔ پس اگر انسان نمازی نہ ہو تو گویا کہ اس نے اپنے مقصد تخلیق کو فوت اور ضائع کر دیا''۔

ترتیب عبادات

فرمایا: ''اسلامی تہذیب و تربیت میں ایک مسلم کا عباداتی سال افعال و تروک اور برتقویٰ سے مخلوط اور ملا جلا رکھا گیا ہے اگر اس کی بنیادی عبادتوں میں سے دو عبادتیں افعال کی اقسام کی رکھی گئی ہیں یعنی نماز اور حج۔ تو دو عبادتیں تروک کی قسم کی رکھی گئی ہیں یعنی صوم و زکوٰۃ اور اگر عباداتی سال کے ابتدائی مہینے (رمضان) میں افعال بر تلاوت و تراویح وغیرہ رکھے گئے ہیں، تو اسی ماہ میں تروک تقویٰ (ترک طعام و شہوات) بھی رکھے گئے ہیں''۔

صورت اور روح

فرمایا: ''جس طرح کہ کائنات کی ہر ایک چیز میں ایک صورت ہے اور ایک

روح ہے، اسی طرح اعمال شریعہ میں بھی ایک روح ہے اور جیسے وہاں ہر صورت کی ایک خاص روح ہے جو دوسری صورت میں نہیں آ سکتی ہے اسی طرح یہاں ایک روح جو دوسرے میں نہیں آ سکتی۔ اب سمجھئے کہ سارے اعمال شرعیہ کا مقصد تقویٰ ہے۔ مثلاً نماز سے عاجزی اور انکساری کی صورت میں تقویٰ حاصل ہوتا ہے روزے میں تزکیہ نفس کی صورت میں جہاد میں شجاعت کی صورت میں صدقہ میں انفاق مال کی صورت میں اور قربانی سے جاں نثاری کی صورت میں تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ اب اگر قربانی کے بجائے نماز پڑھ لی تو نماز سے عاجزی اور بندگی کا تقویٰ تو ملا مگر قربانی کا نہ ملا۔ یہی حال دوسرے اعمال کا بھی ہے"۔

تخلیق انسان کا مقصد

فرمایا: "زمین و آسمان، رات دن کا لوٹ پھیر، شجر و حجر اور بحر و بر کا کارخانہ سب کچھ انسان ہی کیلئے تیار کیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ تخلیق کائنات کا انتہائی مقصد انسان ہے۔ پھر یہ انسان کس لئے ہے؟ ظاہر ہے کہ کائنات کے لئے نہیں ورنہ وسیلہ ہونے کے بجائے مقصد ہو جائے گا اور یہ خلاف نقل و عقل اور خلاف مشاہدہ ہے جیسا کہ واضح ہوا۔ اس لئے ایک ہی نتیجہ ہے کہ انسان کائنات کے لئے نہیں بلکہ خالق کائنات کے لئے ہے یعنی اس کی عبادت کے لئے۔ اس کے سامنے جھکنے اور گڑگڑانے اور اس کے آگے سر عبودیت خم کرنے کے لئے پس انسان کا مقصد تخلیق عبادت نکلا اور منطقی اصول پر نتیجہ یہ نکلا کہ کائنات انسان کے لئے اور انسان عبادت کے لئے تو ساری کائنات کی یہ تنظیم و تخلیق صرف عبادت کے لئے عمل میں آئی ہے۔"

برکات رمضان

فرمایا: "رمضان کے مہینے میں دن بھر روزہ کے ذریعے جو ممنوعات متروکہ ہیں نفس کو سے مانجھا اور صاف کیا جاتا ہے اور شب کو اس صاف شدہ ظرف پر تلاوت و تراویح سے جو مجموعہ افعال بر ہے قلعی کی جاتی ہے جس سے وہ چمک اٹھتا ہے اور اس میں قرب و اتصال اور قبول و وصال کی اس چمک دمک سے انوار خداوندی منعکس ہونے لگتے ہیں گویا نفس انسان رحمان نظر

آنے لگتا ہے۔ پس ماہ رمضان جیسے بر کا مہینہ ہے ویسے ہی تقویٰ کا بھی مہینہ ہے اور جیسے اس میں اثم سے بچاؤ میسر آتا ہے ویسے ہی اس میں عدوان سے بچاؤ کی توفیق بھی ملتی ہے۔"

ثمرات رمضان

فرمایا: "روزہ کا ثمرہ تقویٰ اور ماہ کا ثمرہ بر نکلا' اس طرح ماہ رمضان بر و تقویٰ کا مہینہ ثابت ہوا جس سے اثم و عدان اور ان کا خاطر خواہ دفعیہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اثم و عدوان کے چشمے سوکھ جاتے ہیں چنانچہ نفس کا دانہ پانی بند ہو جاتا ہے اور شیاطین قید کئے جاتے ہیں جو اثم و عدوان پر ابھارتے تھے۔ ایک دانا دشمن کی حیثیت سے اور ایک نادان دشمن کی حیثیت سے ظاہر ہے کہ دونوں دشمنوں کے اسیر ہو جانے پر اثم و عدوان کے دفعیہ قدرتی تھا"۔

توحید

فرمایا: "جگر مراد آبادی کا ایک شعر ہے اور بہت ہی اچھا شعر ہے۔

سر جس پر نہ جھک جائے اسے در نہیں کہتے
اور ہر در پہ جو جھک جائے اسے سر نہیں کہتے

کیا اچھی بات کہی مراد آبادی نے کہ سر وہی ہوگا جو ایک ہی کے آگے آگے جھکے اور ہر در پہ جو جھکے وہ سر نہیں وہ تو گیند ہے' ٹھوکر ماری یہاں جھک گیا ٹھوکر ماری وہاں جھک گیا تو کیا مسلمان ٹھوکروں والی گیند بننے کے لئے آیا ہے؟ جہاں اس کو ٹھوکر دیدی وہاں جا کر پڑا وہ تو ایک آقا کا غلام ہے اور پھر سب کے اوپر مخدوم ہے اور آقا ہے ساری کائنات اس کے ماتحت ہے اور اس کے زیر حکم ہے تو بہر حال یہ ہونا چاہئے مومن کا کام یہ ہے کہ یبیتون لربھم سجداً و قیاماً رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہیں اسی سے مانگنا اسی سے فریاد کرنا لایدعون مع اللہ الھاً اخر اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو معبود بنالینا رب بنالینا یہ رحمان کے بندوں کا کام نہیں' یہ تو شیطان کے بندوں کا کام ہے"۔

درس اخوت

فرمایا: "حق تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے الذین ان مکنھم فی الارض

اقاموا الصلوٰة واٰتوا الزکوٰة وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر ولله عاقبة الامور پس ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمانوں کا دنیاوی عروج اور تمکین فی الارض یعنی سلطنت وامارت اس کے لئے نہیں کہ کیک، پیسٹری کی فکر میں مستغرق ہوں۔ کوٹھی بنگلوں کی تعمیر ان کا منتہا نظر ہو اور انڈا مکھن اس کا آخری مطلب ہو بلکہ ان کا عروج اصلی یہ ہوگا کہ وہ خدا کی چوکھٹ پر جھکیں اور اس کی مخلوق کو جھکا دیں۔ دنیا میں معروف اور اچھی باتیں پھیلائیں اور برائی سے دنیا کو پاک کریں صدقہ وخیرات سے غریبوں کی غربت مٹادیں سائلوں اور محتاجوں کے دلوں کو تھامیں اخوت وہمدردی سے عالم کو بھر دیں۔ تفوق اور علو وفساد کا قلع قمع کریں"۔

تہذیب وتربیت کے دو عمل

فرمایا: "قدرتی طور پر انسانی تہذیب وتربیت کے دو عمل قرار پاتے ہیں۔ ایک افعال بر اور دوسرا تروک۔ یعنی کچھ کرنے کی چیزیں ہیں جو اس سے کرائی جائیں اور کچھ بچنے کی چیزیں ہیں جو اس سے چھڑائی جائیں کرنے کی چیزوں سے اس کا نفس شر اور شیطنت سے پاک ہوگا اس طرح تربیت انسانی دو عملوں کا مجموعہ بنتی ہے ایک تخلیہ اور دوسرا تحلیہ۔ تخلیہ کے ذریعے اسے رذائل نفس سے پاک کیا جاتا ہے اور تحلیہ کے ذریعے اسے فضائل سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ جب تک کہ ان دونوں (مثبت ومنفی) عمل اس میں جاری نہ کئے جائیں نہ اس کی تہذیب مکمل ہوسکتی ہے اور نہ وہ سعادت ورشد کے نور سے روشن ہوسکتا ہے۔"

اہمیت نماز

فرمایا: "زر ومال کے بڑھنے سے وسائل عیش اور سامان بڑھنے کا قدرتی تعلق ہے وہی تعلق نفس کو عیش پرستی میں مبتلا کر کے نماز اور عبادت سے غافل اور بے تعلق بنا دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب رکاوٹ کے اسباب ہٹ جاتے ہیں تو شی وجود پذیر ہوجاتی ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے وسائل عیش وعشرت کو بصورت زکوٰۃ وصدقات راہ خدا میں فنا کر دینے کا حکم دیدیا ہے تا کہ نماز میں رکاوٹ ڈالنے والے اسباب ختم ہو جائیں تو اس سے نماز آسان ہو جائے گی۔ پس زکوٰۃ وصدقات نماز کو بروئے کار لانے کے لئے فرض کئے گئے ہیں۔"

تخلیق انسان

10

فرمایا: ''ساری مخلوق انسان کے کام کے لئے پیدا کی گئی ہے لیکن انسان ان میں سے کسی کے کام کا نہیں یہ خالق کے کام کا ہے کہ اور خالق کا کام یہ ہے کہ اُس کی اطاعت کرے اس کے سامنے نیازمندی برتے عبادت کرے اور جھکے۔ حاصل یہ کہ انسانی زندگی کا مقصد اصلی یہ نکل آیا کہ ''طاعت وعبادت خداوندی'' ہو اسی لئے یہ سارا کارخانہ قائم کیا گیا ہے''۔

کائنات خادم انسان

فرمایا: ''آپ اللہ تعالیٰ سے لو لگائیں تو یہ ساری کائنات آپ کی خدمت کرے گی لیکن آپ اپنے مالک کو چھوڑ کر اس کائنات سے لو لگائیں گے تو مالک کا کیا بگڑے گا وہ تو یہ چاہے گا کہ یہ انسان گولی مار دینے کے قابل ہے''۔

وسعت عبادت

فرمایا: ''عبادت خداوندی دنیا سے چلی، قبر میں پہنچی، میدان حشر میں پہنچی اور جنت تک پہنچ گئی۔ یہ چیز ایسی ہے کہ جو زندگی کا مقصد بن سکتی ہے۔ اگر زندگی ابدی ہے تو عبادت بھی ابدی ہے۔ کھانا پینا ابدی نہیں ہے۔ یہ قبر تک ختم ہو جائے گا۔ قبر میں کوئی کھانا پینا نہ ہوگا اور جو کچھ ہوگا وہ ذکر اللہ ہوگا۔ جنت میں کھانا پینا ہوگا مگر محتاجگی نہیں ہوگی اصل محتاجگی ''ذکر اللہ'' کی ہوگی اور وہ زبان پر جاری ہوگا''۔

اعمال رمضان

فرمایا: ''عباداتی سال کا نقطۂ آغاز رمضان المبارک اور اس کے افعال و تروک ہیں۔ یہی ایک حصہ افعال وتروک کا ذخیرہ ہے۔ ذخیرہ درحقیقت سال بھر کی عبادت کا نقطۂ آغاز ہے یہی مادۂ عبادت پوری سال کی عبادت کا مادہ ہے جو رنگ بدل بدل کر مختلف طاعات میں ظہور کرتا رہے گا گویا سال بھر کے مختلف الانواع عبادتیں اور بروتقویٰ کے مختلف مظاہر اسی ماہ کی صبر واستقامت کا فیض ہوتے ہیں یہ نہ ہو تو سال بھر کی توفیق وبرکت درجہ صفر میں رہ جائے جیسا کہ روایات حدیث میں اس کے اشارے ملتے ہیں''۔

توفیق خداوندی

فرمایا: ''بہرحال فضل خداوندی ہوتا ہے تو توفیق بھی ملتی ہے جب توفیق ملتی ہے تو عمل بھی ہوتا ہے اور جس کی اس حقیقت پر نظر ہے کہ پہلے فضل آیا پھر توفیق آئی پھر میرے اندر ارادہ پیدا کیا گیا پھر میرے اندر طاقت پیدا کی گئی تب جا کے عمل ظاہر ہوا جو اس سلسلے کو جانتا ہے وہ کبھی دعویٰ نہیں کرے گا کہ میں نے عمل کیا وہ تو کہے گا کہ یہ سب کچھ اوپر سے ہے میرے اندر تو کچھ بھی نہیں''۔

نسخہ سکون وقلب

فرمایا: ''چین اگر آتا ہے تو پھر وہی ایک ہی راستہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے توکل اعتماد اور ایمان چین اسی سے ملے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اللہ کے ذکر سے ہی دل چین پا سکتا ہے۔ سامانوں سے چین نہیں پا سکتا ہے، سامان خود مصیبت کا ذریعہ بن جاتے ہیں جتنا زیادہ سامان ہوگا اتنی ہی زیادہ مصیبت ہوگی وہ کسی عربی کے شاعر نے کہا ہے۔

اذا ادبرت کانت علی المرء حسرة   وان اقبلت کانت کثیراً همومها

دنیا جب جاتی ہے تو حسرتیں چھوڑ جاتی ہے آدمی برسوں روتا ہے اور جب آتی ہے تو سینکڑوں مصیبتیں ساتھ لاتی ہے کہیں محافظ کی فکر کہیں سنتری کی فکر، کہیں چور کی فکر کہیں ڈاکو کی فکر۔ ایک مصیبت میں مبتلا اور ایک وہ ہے کہ بقدر ضرورت کھانے پینے کو ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

کس نیاید بخانۂ درویش کہ   خراج زمین و باغ بدہ

درویش کے گھر کوئی نہیں آتا کہ بھئی! ٹیکس ادا کر، خراج ادا کر، وہ اپنا بادشاہ بنا بیٹھا ہوا ہے''۔

مقصود اصلی

فرمایا: ''یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو راضی کیا جائے اور اس سے تعلق رکھا جائے وہ خود غرضی سے نہ رکھا جائے کہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں کہ میرا گھر بن جائے۔ میری دولت بڑھ جائے تو اللہ تعالیٰ مقصود نہ ہوا وہ تو گھر اور دولت مقصود ہوگئی بلکہ

اللہ کو راضی اس لئے کرو کہ حق یہی ہے کہ وہ راضی ہو جائے۔ جب وہ راضی ہو گیا تو سب کچھ مل گیا اور میں کہتا ہوں کہ اور کچھ نہ بھی ملے آخرت تو مل گئی اور فرض کرو کہ آخرت بھی نہ ملے اللہ تعالیٰ یوں کہہ دیں کہ ''میں راضی ہوں'' تو سب کچھ مل گیا' اس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں''۔ ''اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت مزدوروں کی طرح مت کرو کہ صاحب! اجرت ملے گی تو سجدہ کریں گے ذرا کمی ہوگئی تو سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہ اپنی مجبوری کی بندگی ہے خدا کی بندگی نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو تا کہ وہ راضی ہو جائے تو پھر ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ وہ راضی ہو جائیں گے تو خود سارے خزانے مل جائیں گے مگر خود طمع مت رکھو''۔

برکات تبلیغ

فرمایا: ''اگر یہ تبلیغ دین نہ ہوتا تو دین حجاز سے باہر نہ نکلتا لیکن دین ساری دنیا میں پھیلا ہے تو یہ تبلیغ ہی کی برکت سے ہے اس لئے جب یہ (حجاز) دنیا کا مرکز ہے تو دین کا مرکز بھی ہے اس لئے یہاں کے لوگوں کو زیادہ آمادہ کیا جائے کہ یہ دینی تعلیم اور تبلیغ کے لئے اور دعوت الی اللہ کے لئے اٹھیں''۔

رضا بر تقدیر

فرمایا: ''بندگی کے یہ معنی ہیں کہ جب منشاء خداوندی سامنے آئے تو اپنا ارادہ اور رضا فنا کر دے کہ میں تابع حق ہوں حق کے مقابلے میں اپنی مرضی جتلانا اپنی تجویزیں رکھنا کہ یہ ہونا چاہئے تھا یہ اللہ تعالیٰ کو مشورہ دینا ہے۔ بندے کا کام یہ نہیں کہ وہ کوئی لفظ بھی ایسا بولے کہ جس سے معلوم ہو کہ حق تعالیٰ کی رضا اور تقدیر کے مقابلے میں اس کی کوئی تجویز ہے۔ یہ جو ساری آفتیں آتی ہیں یہ اسی لئے آتی ہیں کہ ہم اپنی تجویز کو سامنے رکھتے ہیں تقدیر کو پس پشت ڈالتے ہیں اور راضی نہیں ہوتے کہ جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے حالانکہ وہی حق ہے''۔

بندہ اللہ کا غلام

فرمایا: ''ایک بندہ دعویٰ کرے کہ میں اللہ کا غلام ہوں اور پھر اپنی مرضی بھی

چلائے تو یہ اجتماع ضدین ہے بندہ کا کام یہ ہے کہ اپنی مرضی اور تجویز کو تو چھوڑ دے جو انہوں نے قانون بتلا دیا ہے اس پر عمل کرنا شروع کر دے۔ اطاعت کا ثمرہ یہ ہے کہ اس سے محبت پیدا ہو جائے دنیا میں مطیع کو سب کچھ ملا ہے جو طالب ہو اور دعویٰ کرے اسے کبھی نہیں ملتا۔ اطاعت کا راستہ اختیار کرے تو خود بخود سب کچھ ملنا شروع ہو جاتا ہے"۔

اسباب مقبولیت

فرمایا: "اسباب قابلیت کیساتھ ساتھ وہ اسباب بھی پیدا کیجئے جس سے مقبولیت بھی پیدا ہو۔ تادب اور اپنے اخلاق کی درستگی اپنے اساتذہ کی اطاعت اور ساتھ ساتھ اپنے قلب کے اندر غنا اور استغناء جو علم کا خاص وصف ہے وہ پیدا کرنا ہوگا۔ اس صورت کے پیدا ہو جانے کے بعد من بھر کا علم ہوگا تو دس من ہو کے نمایاں ہوگا"۔ "تو جب ادب تادب اطاعت اور سرنگونی کی خو پیدا ہو جائے گی تو اس وقت علم کا گوہر چمک کر نمایاں ہوگا اور اگر گستاخی' بے ادبی' بدتمیزی باقی ہی رہے تو علم ایسا ہی رہے گا جیسے ایک چنگاری ہو اور اس پر راکھ پڑی ہوئی ہو نہ اس کی چمک نمایاں ہوگی اور نہ اس سے کسی کو روشنی کی توقع ہوگی"۔

حقیقت جامعہ

فرمایا: "عرش عظیم کے اوپر شریعت کسی مخلوق کا پتہ نہیں دیتی وہاں خالق کی تجلیات اور کمالات ہیں۔ صرف ایک مخلوق کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک تختی اور لوح رکھی ہے جو زمین و آسمان سے بھی زیادہ بڑی ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ ان رحمتی سبقت غضبی میری رحمت میرے غضب کے اوپر غالب ہے۔ رحمت آگے آگے چلتی ہے اور غضب اس کے پیچھے پیچھے رہتا ہے۔ اصل رحمت ہے غضب اس کے تابع ہے یہ ایک دستاویز لکھی ہوئی ہے"۔

قابلیت و قبولیت

فرمایا: "دنیا میں قابلیت سے کام نہیں چلتا بلکہ مقبولیت سے چلتا ہے اگر سرے سے قابلیت کے پیچھے لگ جائیں اور مقبولیت کے اسباب ترک کر دیں گے تو دنیا میں کبھی نتیجہ خیز کام نہیں کر سکیں گے۔ قابلیت زیادہ سے زیادہ کتاب دیکھنے سے آجائے گی اور

مقبولیت اخلاق واعمال کی اصلاح توجہ الی اللہ اور انابت الی اللہ سے پیدا ہوگی اور مقبول بن کر آدمی جو کام کرے گا وہ مقبول بنے گا جو نقل وحرکت کرے گا وہ مقبول ہوگی خاصان حق کی سب چیزیں مقبول ہوتی ہیں اور وہ ہزاروں برکات کا ذریعہ بن جاتی ہیں"۔

شریعت کی جامعیت

فرمایا: "میں کہتا ہوں کہ ہم تو سونے میں بھی آزاد نہیں، آپ سمجھتے تھے کہ یہ ایک عادت کی چیز ہے طبعی چیز ہے طبعیات پر بھی شریعت نے آداب عائد کر دیے ہیں۔ ہم تو سونے میں بھی پابند ہیں چہ جائے کہ شادی اور غمی میں آزاد ہو جائیں چہ جائے کہ رسوم میں آزاد ہو جائیں تو لباس اور سونے کے اندر بھی قانون شریعت لاگو ہے"۔

روز جزا اعمال بد کی شکل

فرمایا: "آج جو بدعملی یہاں کی جارہی ہے وہ یہاں عمل کی شکل ہے لیکن تھوڑا سا وقفہ گزرنے کے بعد جب موت کو پار کر کے آدمی قیامت میں پہنچے گا وہی عذاب الیم کی صورت میں پھوٹ کر بدن سے نکلے گی جو یہاں نکلا تھا وہ وہاں سامنے آجائے گا"۔

مجسم اعمال

فرمایا: "(دنیا میں) جتنے بھی اعمال ہیں یہ محض سطحی نہیں ہیں بلکہ انسانی نفس ان کو نگلتا ہے اور جزو بدن بناتا ہے۔ نیکی ہو یا بدی جب جزو نفس بن گئی تو جب اس میدان میں پہنچے گا تو وہی چیز جو نفس کی جوہر بنی تھیں وہ نکل گئیں تو اللہ تعالیٰ عمل کو اندر سے نمایاں کر دیں گے اور باہر سے بھی عمل کو مجسم بنا کر حجت تمام کر دیں گے"۔

ذکر اللہ کی دو صورتیں

فرمایا: "اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے ایک معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی چیز استعمال کرتے وقت قلب میں غفلت نہ ہو دل میں ذکر جاری ہو کوئی چیز کھائی تو الحمد للہ کہے، کھانے کی ابتداء کرے تو بسم اللہ کہے، لباس پہنے تو بسم اللہ سے پہنے اور جب پہن لے تو الحمد للہ کہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس شی کو اصول شریعت کے مطابق استعمال کرے یہ بھی ذکر اللہ میں داخل ہے۔ چاہے زبان سے ذکر اللہ ہو یا نہ ہو مگر جب جائز کی حد میں ہے طریقہ شرعیہ پر چل رہا ہے تو وہ عمل ذکر ہے اگرچہ زبان پر ذکر نہیں"۔

جمعہ یوم امتحان

فرمایا: "جمعہ یوم امتحان بھی ہے کہ یہ امت کامیاب ہوئی۔ جمعہ یوم جامعیت بھی ہے جس نے تمام بکھری ہوئی چیزیں جمع کیں۔ جمعہ یوم فضیلت بھی ہے جس میں انسانوں کو فضیلت ملی۔ جمعہ یوم مزید بھی ہے جس میں دربار خداوندی میں حاضری کی عادت پڑی۔ اس لئے جمعہ کو انتہائی ذوق وشوق سے ادا کرنے کی ضرورت ہے اور اذان جمعہ سے پہلے آ کر مسجد میں صف اول میں بیٹھنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ فضائل وبرکات حاصل ہوں"۔

اسلامی تہوار

فرمایا: "دنیا کی ہر قوم تہوار رکھتی ہے اور اپنی امکانی حد تک اسے شاندار طریقے سے مناتی ہے۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے عیدین کا تہوار عطا فرمایا ہے۔ فرق یہ ہے کہ اقوام عالم میں عید اور تہوار کے معنی رنگ رلیاں منانے اور اپنی قومیت کو مستحکم کرنے یا کسی مقتدر شخصیت کی یاد تازہ کرنے کے ہیں۔ اسلام میں عید اور تہوار کے معنی اجتماعی طور پر خدا کی یاد کرنے اس کی طرف رجوع کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے اور اس کے نام پر غریبوں کی مدد کرنے کے ہیں تاکہ اجتماعیت عامہ کا ظہور عادت اور عبادت دونوں میں ہو جائے"۔

ولذکر اللہ اکبر

فرمایا: "سارے جہاں، عرش وکرسی، لوح وقلم ایک طرف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب ایک طرف۔ جو عظمت اس قلب مبارک کی ہوگی وہ عرش وکرسی لوح وقلم اور تمام جہانوں کی نہ ہوگی۔ اس لئے کہ آپ کا قلب مبارک اللہ تعالیٰ کے ذکر کا خزانہ ہے اور ولذکر اللہ اکبر اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے جب یہ آتا ہے تو ساری چیزیں ہلکی پڑ جاتی ہیں کسی چیز میں کوئی وزن باقی نہیں رہتا"۔

عید کا حاصل

فرمایا: ''پس عید کا حاصل ذکر الٰہی' ذکر ربانی' خدمت خلق اللہ' روح اجتماعیات دنیا میں رہ کر آخرت کو نہ بھولنا اور زندوں کے ساتھ ہی اموات سے بھی رشتہ جوڑے رکھنا اور ان میں سے ہر چیز کی روح اور معیار ایمان کو قرار دینا ہے نہ کہ ظاہر داری اور دنیا سازی تا کہ خلق اللہ کے ساتھ اللہ سے وابستگی اصل اصول ثابت ہوتی رہے''۔

بدعتی و متبع سنت کی علامت

فرمایا: ''بدعت پسند کی علامت ہمیشہ مجادلہ اور بدکلامی ہے اور متبع سنت کی علامت ہمیشہ سلامتی اور سادگی کے ساتھ مسئلہ بیان کرنا ہے''۔

تکمیل توحید

فرمایا: ''توحید کا دعویٰ کبھی مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ تین مقام سامنے نہ ہوں تنزیہ مکمل ہو کہ ہر عیب سے پاک ہو' تنویہ مکمل ہو کہ ہر خوبی کا مالک ہو' تکبیر مکمل ہو کہ ہر عظمت اس کی ہو' یہ تین چیزیں ثابت ہوں گی تو توحید کا وجود ہوگا''۔

مقبول بننے کی ضرورت

فرمایا: ''اہل اللہ کاملین مقبولین بزرگان خداوندی ہیں ان کی اگر لغزش بھی ہو وہ بھی ہزاروں برکتوں کا پیش خیمہ ہے تو آدمی خود مقبول بن جائے۔ایک ایک فعل کو مقبول بنانے کی کوشش نہ کرے بلکہ خود مقبول بننے کی کوشش کرے''۔

علم وادب

ضرورت اجتہاد

فرمایا: ''اس فقدان قوت کے بعد بھی اگر مدعیان زمانہ کو اجتہاد کی اس نوع میں آزادی مل جائے جسکے لئے لوگ تڑپتے ہیں تو قطع نظر استنباط مسائل کی ضرورت وعدم ضرورت کے فساد مذاق، غلبہ ہواوہوس اور جذبہ خود مختاری کے ماتحت ہر ایک فاضل ہر ایک وکیل، ہر ایک بیرسٹر، ہر ایک ایڈیٹر جو چند پیسوں میں لوگوں کا کچھ وقت خرید سکتا ہے بلکہ ہر ایک خواندہ نخواندہ مجتہد عصر اور اجتہادات کے ایسے انوکھے نمونے دنیا کے سامنے آئیں گے کہ اسلام کی اصل شکل پہچاننی بھی مشکل ہو جائے گی''۔

حدیث وفقہ

فرمایا: ''جس طرح کتب روایت میں آج کسی جدید چھان بین اور رواۃ پر نئی جرح وتعدیل کی کوئی ضرورت نہیں حسب ضرورت صرف آئمہ فن سے ان کی عرق ریزیوں کا ثمرہ پیش کر دینا کافی حجت ہے ورنہ تحصیل حاصل ہوگی۔ اسی طرح کتب درایت میں بھی آج پھر سے اجتہاد کی ضرورت نہیں رہی جو کیا جا چکا ہے بلکہ حسب ضرورت ائمہ درایت سے ان کے کاوشوں کے ثمرات کو نقل کر دینا کافی ہے وہاں ہم روایت میں تقلید ائمہ پر مجبور ہیں گویا نہ نئی حدیث کی فکر ہے نہ فقہ کی محدثین نے کوئی روایت نہیں چھوڑی جس کا صحت وسقم کھول کر نہ رکھ دیا ہو۔

فقہاء نے کوئی درایتی احتمال اور بعید سے بعید صورت عمل ایسی باقی نہیں چھوڑی جس کو نکھار کر بدلائل سامنے نہ رکھ دیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں نئے نئے مسائل پیش آئے اور آرہے ہیں مگر مفتیین کو فتاویٰ کے لئے اب کسی جدید فقہ مرتب کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی''۔

فقہ کے اصول

فرمایا: ''اسی فقہ سے جو ایک لاء اور قانون کی صورت میں مدون ہے اور ان ہی اصول سے جس کے ماتحت یہ فقہی ترتیبات عمل میں آئیں زمانہ سازی کی ضروریات پوری ہوتی رہیں اور ہو رہی ہیں خواہ اس کے منصوص حصہ سے ہو اور خواہ اس کے اجتہادی حصہ سے۔ یہ خود اس کی ایک مستقل دلیل ہے کہ اجتہادی دور اپنا کام پورا کر کے منقضی ہو چکا ہے جو لوٹ کر آنے والا نہیں''۔

انسان علوم کا وارث

فرمایا: ''انسان کی خصوصیت مطلق علم نہیں کیونکہ مطلق علم یعنی علم کی کوئی نہ کوئی نوع تو قریب قریب ہر مخلوق کو حاصل ہے حتیٰ کہ جانور بھی اس سے خالی نہیں اس لئے مطلق علم انسانی خصوصیت نہیں کہلائی جا سکتی اور نہ مطلق علم سے انسان کی فضیلت و شرافت اور مخلوقات میں افضیلت نمایاں ہو سکتی جب تک کہ اسے کوئی ایسا علم حاصل نہ ہو جو اس کے سوا کسی اور کو حاصل نہ ہو اور وہ علوم الٰہیہ ہیں''۔

علوم شریعت

فرمایا: ''حقیقت یہ ہے کہ وہ علم جو صرف انسانوں میں ہے اس کے سوا کسی اور میں نہیں وہ علم شرائع اور احکام خداوندی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور انسان اس علم کے ذریعے سعادت کے درجات طے کرتا ہے اور نیابت خداوندی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔''

صورت اختلاف

فرمایا: ''صورت اختلاف نہ فی نفسہ مضر ہے نہ دین کے لئے مضر ہے نہ امت کیلئے مضر ہے بلکہ علم و علماء اور پوری امت کے خواص و عوام کے لئے موجب ترقی اور باعث سود و بہبود ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ترقی بغیر تصادم و تزاحم کے نہیں ہوتی بلکہ ترقی نام ہی دو متخالف چیزوں کے ٹکرانے کا ہے۔ اس لئے علم کی وسعت بھی بغیر تزاحم آراء اور

تصادم افکار کے نمایاں نہیں ہوسکتی۔ ایک حکیم کا مقولہ ہے القاب میت و حیاته بالعلم والعلم میت و حیاته بالبحث والمناظرة یعنی دل آدمی کا مردہ ہے اس کی زندگی علم سے ہے اور علم انسان کا مردہ ہے اس کی زندگی بحث ومناظرہ سے ہے"۔

اجتہاد وتقلید

فرمایا: "اس اجتہاد وتقلید کا شریعت نظم بھی چاہتی ہے کہ مقلدین کی اکثریت مجتہدین کی مطیع رہ کر اپنے دین کے حفاظت کرے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت اسلام چونکہ کمال اعتدال اور جامعیت کی شان رکھتی ہے اور اسی لئے یہ امت بھی "اعدل الامم" اور جامع اقوام ہے جس کا لقب ہی قرآنی زبان میں "امت وسط" ہے اس لئے منشاء شریعت یہ ہے کہ امت میں ہر ایک کام جامعیت کے ساتھ اجتماعی رنگ میں ہو اور یہ اجتماعیت نظام کیلئے ہو خواہ وہ نظام سیاسی ہو خواہ دینی اس انداز کا ہو کہ نہ اس میں تشتت اور پراگندگی ہو جو بدنظمی ہے اور نہ جمود واستبداد ہو جو اجتماعیت اور جمہوریت کے منافی ہے"۔

نظام شریعت

فرمایا: "امت کے دینی نظام میں شریعت نے نص نہ ہونے کی صورت میں نہ تو عام افکار کو اس درجہ آزاد چھوڑا کہ امت کا ہر ہر شخص مجتہد ہو اور کتاب وسنت میں ہر کس وناکس کے آراء وقیاسات کا دروازہ کھل جائے اور نہ امت میں ایسی جامد تقلید کو چھوڑا کہ اس کے قوائے فکر واجتہاد سرے ہی سے معطل ہو جائیں بلکہ ایک طرف تو جنس اجتہاد کو باقی رکھا جس کی انواع حسب اقتضاء زمانہ آتی اور مختتم ہوتی رہیں تا کہ امت کے قوائے فکر وتدبر سست نہ ہونے پائیں اور ایک طرف تقلید کو قائم رکھا تا کہ عامی اور ناواقف اپنی اپنی رائے کو دین کا لباس پہنا کر سارے دین ہی کو آراء وقیاسات کا مجموعہ نہ بنا دے اور اس طرح دین میں تشتت اور پراگندگی کے جراثیم نہ پھیل جائیں۔ پس امت کے علمی تشتت کو تقلیدی سمع و طاقت سے رفع کر دیا اور تقلیدی جمود کو شان اجتہاد وتحقیق کے مضر پہلوؤں سے بچا کر امت کو درمیان کے معتدل نقطہ پر قائم فرما دیا جس میں نافع پہلو سب قائم ہیں"۔

عدل کا تقاضا

فرمایا: ''اس کی بھی واضح دلیل ہے کہ شریعت نے امت میں اجتہاد وتقلید دونوں کی ضرورت محسوس کی ہے جس سے واضح ہے کہ نہ تو اجتہاد بلا تقلید چاہتی ہے اور نہ تقلید بلا اجتہاد اور یہی اس کی جامعیت اور عدل واعتدال کا تقاضا بھی ہے ورنہ اجتہاد بلا تقلید افراط تھا اور تقلید بلا اجتہاد تفریط تھی۔ عدل کا مقتضی یہی تھا کہ دونوں ہوں اور اپنی اپنی حدود میں ہوں''۔

فرمان فاروق اعظم

فرمایا: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے کسی کو غلہ اس شرط پر دیدیا کہ وہ شخص اسے دوسرے شہر میں ادا کردے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند فرما کر رد فرما دیا اور فرمایا کہ مال برداری کا کرایہ کہاں گیا؟

چونکہ اس بارے میں کوئی صریح حدیث موجود نہیں لہذا حضرت عمرؓ کا یہ جواب قیاس سے تھا اور چونکہ جواب کا ماخذ نہ آپؐ نے بیان فرمایا نہ سائل نے پوچھا' بدوں دریافت دلیل قبول کر لیا یہی تو تقلید تھی۔ پس جواز قیاس وتقلید حضرت عمرؓ کے فعل سے بھی ثابت ہوا''

اجتہاد اور قرون اولیٰ

فرمایا: ''ابو ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے راستہ میں اونٹنیاں گم ہوگئیں اور حج کا وقت نکل جانے پر پہنچے۔ حضرت عمرؓ سے سارا قصہ بیان کرکے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا افعال عمرہ ادا کرکے احرام کھول دو اور اگلے سال حج کرکے میسر شدہ قربانی دیدو۔

اس سے واضح ہے کہ جو صحابہ اجتہاد نہ کر سکتے تھے وہ مجتہدین صحابہ سے استفسار کرکے اس کی تقلید کر لیتے تھے۔ چنانچہ ابو ایوبؓ نے حضرت عمرؓ سے صرف حکم سن لیا اور دلیل کی تحقیق نہیں کی جو تقلید کا حاصل ہے یہ ہی صورت تابعین میں بھی کثرت سے پائی جاتی ہے جیسا کہ کتب احادیث سے مزاولت کرنے والے جانتے ہیں۔

اس سے صاف واضح ہے کہ قرون خیر میں اجتہاد اور تقلید دونوں جائز تھے اور دونوں کے افراد واشخاص الگ الگ تھے۔ یہ اگر اس کی دلیل ہے کہ ہر کس وناکس کے لئے اجتہاد جائز

نہیں تواس کی بھی دلیل ہے کہ ان تمام کس وناکس کیلئے تقلید کے سوا کوئی چارۂ کار بھی نہیں۔"

تقلید کا دور کبھی ختم نہیں ہو سکتا

فرمایا: "اجتہاد فی الدین کا دور ختم ہو چکا تو ہو جائے مگر اس کی تقلید کا دور کبھی ختم نہیں ہو سکتا' تقلید ہر اجتہاد کی دوامی رہے گی خواہ وہ موجودہ ہو یا منقضی شدہ کیونکہ تقلید عین اجتہاد میں نہیں کی جاتی بلکہ اس سے پیدا شدہ مسائل میں کی جاتی ہے اور وہ مسائل آج بھی موجود ہیں اور رہیں گے اس لئے تقلید پر کوئی دور بھی اختتام وانقضاء کا نہیں آ سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جنس اجتہاد وتقلید میں سے کسی کو نہیں کہا جا سکتا وہ کس وقت دنیا سے منقطع ہوئے ہیں اس لئے آج بھی وہ دونوں اپنی اسی نوعیت کے ساتھ جس کی تفصیل ابھی عرض کی گئی دنیا میں موجود ہیں کہ دین کی جامعیت تو ان دونوں چیزوں کو مقتضی ہے جب کہ یہ دونوں شرعی چیزیں ہیں اور دین کا اکمال واتمام ان دونوں کے درجہ اعتدال کو مقتضی ہے کہ ان دونوں کو ٹکرا کر ختم نہ کیا جائے بلکہ درمیانی نقطہ پر لا کر دونوں کو قائم رکھا جائے"۔

علوم نبوت کا مخاطب......صرف انسان

فرمایا: "علم شرائع انسان کی خصوصیت اس لئے ہے کہ یہ علم بغیر پیغمبری کے نہیں آ سکتا کیونکہ یہ علم اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات کے جاننے کا علم ہے اور اس علم کے لئے نبوت رکھی گئی اور یہ نبوت بشریت کے ساتھ مخصوص کر رکھی اور نبوت کے علوم صرف انسان کو دیئے"۔

خصوصیت انسان

فرمایا: "وحی الٰہی اور نبوت وشریعت کی دولت سے مخلوق میں بجز انسان کے اور کسی کا انتخاب عمل میں نہیں آیا اور ظاہر بات ہے کہ "وحی" علم اتارنے ہی کو کہتے ہیں' وحی کے ذریعے ہی تو علم رسول کو دیا جاتا ہے بالفاظ دیگر علم الٰہی کی نعمت مستقلاً انسان ہی کو دی گئی ہے جس کو اس کی بنیادی خصوصیت اور امتیازی شان سمجھنا چاہیئے"۔

انسانیت کا جوہر

فرمایا: "اگر انسان کو علم وحی حاصل نہ ہو تو وہ انسان' انسان نہ رہے گا اس لئے کہ

انسان کی خصوصیت اس میں نہ آئی یا نہ رہی۔ گو اس کی صورت انسانوں جیسی ہو اور ظاہر ہے کہ انسان نام انسانی صورت کا نہیں بلکہ انسانی جوہر کا ہے اور انسانیت کا جوہر یہ "علم وحی" ہے"

اختلاف آئمہ

فرمایا: "ائمہ کے اس اختلاف مذاق کو امثلہ سے واضح طور پر سمجھنے کے لئے اس پر غور کیجئے کہ مثلاً تعارض روایات کے وقت امام شافعیؒ کا مذاق اور اس سے پیدا شدہ قوت سند ہے وہ روایات متعارضہ میں عموماً قوت سند کے معیار سے ترجیح دیتے ہیں۔ پس جس حدیث کی سند اصولی روایت کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہوگی وہ اسی روایت کو اپنے مذہب کی اساس قرار دے کر دوسری ضعیف السند روایات کو جو اُس کے خلاف ہیں ترک کر دیں گے یا مرجوح قرار دیں گے یا اس کی کوئی توجیہ کریں گے۔ امام مالکؒ امام دارالہجرۃ کا ایسی صورت میں سب سے بڑا اصول تاسی باسوۃ السلف ہے۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ان دو متخالف روایات میں اہل مدینہ کا تعامل کس طرف ہے یہ تعامل جس روایت کے ساتھ ہوگا وہ اختلافی مسائل میں اسی روایت کو اپنے مذہب کی اساس قرار دیں گے اور بقیہ روایات کو ترک کر دیں گے یا ان کی کوئی توجیہہ کریں گے۔ امام احمدؒ کا مذاق اور اصولی معیار ایسے اختلافی مواقع پر رجحانات سلف کا تتبع ہے کہ کثرت سے فتاویٰ صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کس طرف ہیں، جدھر بھی یہ صورت ہوگی وہ اسی روایت کو مذہب کی اصل قرار دے کر بقیہ روایات کا اسی سے فیصلہ کر دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا مذاق اور اس سے پیدا شدہ اصول ایک خاص جامعیت کے ساتھ تطبیق و توفیق بین الروایات ہے"۔

فقہ فی الدین

فرمایا: "بہرحال جبکہ اجتہاد مشروع بھی ہوا اجتہادی اختلاف بھی شرعی اور مطلوب شرعی ٹھہرے تو ائمہ اجتہاد کے ذریعے ایسے اجتہادی اختلافات کا ظہور بھی نہ قابل ملامت ہو سکتا ہے نہ ایسے مسائل کی تدوین ہی قابل طعن ہو سکتی ہے۔ اگر کسی مجتہد کے تلامیذ اپنے عمل کے لئے اس کے اجتہادات کو ایک جگہ جمع کر لیں یا بالفاظ دیگران شرعیان کے مسائل

کی تدوین کرنے لگیں تو آخر اس میں کونسی شرعی قباحت ہے؟ کہ اس پر انہیں قابل سرزنش شمار کیا جائے بس ایسے ہی اجتہادی مسائل کے ایک جگہ جمع شدہ مجموعہ کا نام فقہ ہے جس کو کسی مجتہد کے متوسلین نے باب وار اوراق میں ذخیرہ کر لیا ہو پھر یہ نام بھی کوئی اختراعی نام نہیں بلکہ حدیث نبوی سے ثابت شدہ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے تجویز فرمودہ نام ہے جیسا کہ حدیث رب حامل فقه اور حدیث مثل من فقه فی دین الله اور حدیث من یرد الله به خیراً یفقه فی الدین سے تفصیلی طور پر اس فقہ کی نوعیت عرض کی جا چکی ہے"۔

جواز تقلید

فرمایا: "غیر مجتہد کیلئے اجتہادی مسائل میں بجز مجتہد کی تقلید کے کوئی دوسرا چارۂ کار باقی نہیں رہتا۔ اس لئے کہ تقلید کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مستقلاً موجود ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله عليه وسلم من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاه (الحدیث) رواہ ابوداؤد۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کوئی بے تحقیق فتویٰ دے دے تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے کو ہوگا ظاہر ہے کہ اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتویٰ پر بدون معرفت دلیل کے عمل جائز نہ ہوتا جو حاصل ہے تقلید کا تو گناہ گار ہونے میں مفتی ہی کی کیا تخصیص تھی بلکہ جس طرح مفتی کو غلط فتویٰ دینے کا گناہ ہوتا ہے اسی طرح سائل کو دلیل تحقیق نہ کرنے اور بلا تحقیق عمل کرنے کا گناہ ہوتا لیکن جبکہ شارع نے سائل کو باوجود تحقیق دلیل نہ کرنے کے عاصی نہیں ٹھہرایا تو جواز تقلید بلاشبہ ثابت ہو گیا"۔

ایک حدیث سے استدلال

فرمایا: عن انس رضی الله عنه ان رجلاً کان یتهم بام ولد رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لعلی اذهب فاضرب عنقه فاتاه فاذا هو فی رکی یبرد فقال اخرج فناوله یده فاخرجه فاذا هو مجبوب لیس له ذکر فکف عنه و اخبره به النبی صلی الله علیه وسلم فحسن

فعله زاد فی روایته وقال یری الشاھد مالایری الغائب

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ایک لونڈی ام ولد سے متہم تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اس کی گردن ماردو۔ حضرت علیؓ ان کے پاس آئے تو ان کو دیکھا کہ وہ کنوئیں میں اترا ہوا بدن ٹھنڈا کر رہا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ باہر نکل اس نے اپنا ہاتھ دیدیا آپ نے اس کو باہر نکالا تو مقطوع الذکر نظر پڑا آپ اس کی سزا سے رک گئے اور حضور کو اس کی خبر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے فعل کو مستحسن فرمایا (اور ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے) کہ آپ نے فرمایا کہ پاس والا ایسی بات دیکھ سکتا ہے جو دور والا نہیں دیکھ سکتا۔

ظاہر ہے کہ اس واقعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اور صاف حکم موجود تھا مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ذوق اجتہاد سے ایک علت سے معلول سمجھا اور جب علت کا وجود نہ پایا تو حکم سزا بھی جاری نہ کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کا یہ عمل ظاہر اطلاق حدیث کے خلاف تھا۔ اس سے واضح ہے کہ حدیث کی لم اور علت حکم سمجھ کر اس کے موافق عمل کرنا اور الفاظ حدیث کے ظاہر کو ترک کر دینا خلاف حدیث نہیں بلکہ وہ بھی عمل بالحدیث ہے مگر بطن حدیث پر ہے جو خود حدیث سے ثابت شدہ ہے''۔

دار العلوم الہامی مدرسہ

فرمایا: ''دین کی بقاء علم دین کی بقاء سے ہو سکتا ہے اور اگر علم دین باقی نہ رہے اور مسلمانوں کی شوکت وقوت باقی بھی ہو تو قابل اعتنا نہیں۔ تو وقت کے تمام اہل اللہ کے قلوب میں وارد ہوا کہ ایسا ادارہ ہونا ضروری ہے۔

ایک مجلس میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا گنگوہیؒ وغیرہ اکابر جمع تھے۔ دین کے بارے میں فکر دامن گیر تھی تو کسی نے کہا کہ مجھے کشف ہوا ہے کہ مدرسہ قائم ہونا چاہئے۔ غرض تمام اولیاء اللہ کا اجماع منعقد ہوا کہ ادارہ قائم ہو۔ تو یہ کوئی رسمی صورت نہ تھی بلکہ غیبی اور باطنی صورت تھی الہامی اور کشفی صورت تھی چنانچہ الہام خداوندی کی تحت اس مدرسے (دار العلوم دیوبند) کا قیام عمل میں آیا''۔

روحانیت میں اجتماع

فرمایا: ''مادی چیزوں میں تغیر اور انتشار ہوتا ہے' روحانیت میں قدرتی طور پر اجتماع ہوتا ہے اور دارالعلوم کی بنیاد روحانیت پر ہے۔ مادہ کا خاصہ ہی تغیر ہوتا ہے اور روحانیت میں ایسا نہیں ہوتا۔ ایک شیخ کے مرید اور ایک استاد کے شاگرد قدرتی طور پر مجتمع اور آپس میں جڑے رہتے ہیں''۔

دارالعلوم کی روحانی اولاد

فرمایا: ''مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں نے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے ذکر کیا کہ بریلی میں ایک مدرس ہیں جو دارالعلوم کے نمایاں فاضل ہیں۔ انہیں دارالعلوم میں بلالیں' مولانا خاموش رہے' چپ ہوگئے۔ تین دفعہ عرض کیا گیا پھر عرض کیا کہ آپ کیوں رکاوٹ کرتے ہیں؟ فرمایا کہ ان کو بلانا غلط ہے' اس لئے کہ جو فاضل جہاں بیٹھا ہے وہاں دارالعلوم دیوبند قائم ہے اسی طرح گویا ہر شہر اور ہر قصبہ میں دارالعلوم قائم ہے۔ یہ دارالعلوم دیوبند کی وسعت ہے' آپ فاضل کو بلا کر دارالعلوم کے دائرے کو سمیٹ کر محدود کر رہے ہیں اور میں سمیٹنا نہیں چاہتا ہوں یہ ساری روحانی اولاد دارالعلوم کی ذریت ہے''۔

فیضان دارالعلوم

فرمایا: ''جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) کا ہندوستان کے تمام مدارس دینیہ بالخصوص دارالعلوم دیوبند سے ایک قدرتی اور طبعی رابطہ ہے۔ کیونکہ اگر کوئی تعلق دیرپا اور مستحکم ہوسکتا ہے تو وہ صرف علمی تعلق ہے اس کے علاوہ دیگر اقتصادی اور سیاسی تعلقات محدود اور وقتی ہوتے ہیں اس لئے میری خواہش ہے کہ جامعہ اور دارالعلوم کا یہ علمی اور دینی رابطہ زیادہ سے زیادہ پائیدار اور مستحکم ہو''۔

فہم وذوق کا وہبی درجہ

فرمایا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کرامؓ کی رائے وقیاس کو رد فرما دینا

11 اس کی واضح دلیل ہے کہ نہ ہر ایک مجتہد ہوتا ہے اور نہ ہر ایک کی رائے اور قیاس پایہ اعتبار کو پہنچ سکتا ہے جب تک کہ وہبی طور پر فہم و ذوق کا وہ خاص درجہ نہ پیدا ہو جائے جو شارع کی نظر میں متعین ہے جب صحابہ کرامؓ میں یہ تقسیم ہو سکتی ہے تو آج کس طرح ممکن ہے کہ ہر شخص کا فہم معتبر اور حد اجتہاد تک پہنچا ہوا تسلیم کیا جائے تو آج بھی یہ تقسیم لازمی ہوگی"۔

جواز اجتہاد

فرمایا: "**عن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلاً اجنب فلم یصل فاتی النبی ﷺ فذکر لہ ذالک فقد اصبت فاجنب آخر فتیمم و صلی فاتی فقال نحو ماقال للآخر یعنی اصبت** (رواہ النسائی)

حضرت طارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہو گئی اس نے نماز نہیں پڑھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اس قصہ کا ذکر کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے ٹھیک کیا۔ پھر ایک دوسرے شخص کو نہانے کی حاجت ہوئی اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر وہ آپ کے حضور حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص سے فرما چکے تھے یعنی (تو نے بھی ٹھیک کیا) اس حدیث سے اجتہاد و قیاس کا جواز صاف ظاہر ہے کیونکہ اگر ان کو نص کی اطلاع ہوتی تو پھر عمل کے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی' اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد و قیاس پر عمل کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور آپ نے دونوں کی تصویب و تحسین فرمائی اور ظاہر ہے کہ شارع علیہ السلام کی تقریر یعنی کسی چیز کو سن کر رد نہ فرمانا بلکہ صراحتاً اس کی تصریح فرما دینا اس کی مشروعیت کی واضح دلیل ہے اس لئے نص صریح نہ ہونے کی صورت میں جواز اجتہاد و قیاس میں کوئی شبہ نہ رہا"۔

اہل اجتہاد

فرمایا: "دین میں نص نہ ہونے یا متعین الوجہ نہ ہونے یا غیر معلول ہونے کی صورت میں اجتہاد و قیاس جائز ہے اور اس کے لئے افراد منجانب اللہ منتخب اور مخصوص ہوتے

جواہر حکیم الاسلام-11

ہیں ہر ایک اس کا اہل نہیں ہے اور وہ بتصدیق پیغمبر حجت شرعیہ ہے۔ تو ظاہر ہے کہ غیر اہل اجتہاد یعنی غیر مجتہد کیلئے بجز اس کے چارۂ کار ہی کیا ہے کہ اس اجتہاد کی متابعت اور پیروی کرے اور جب خود علم نہیں رکھتا تو علم والے کا اتباع کرے خود ان مخفی دلائل اور علل تک نہیں پہنچ سکتا تو دانایان اسرار و علل کے سامنے جھک جائے کیونکہ مراتب علم کے دو ہی ہیں یا خود سمجھنا یا فہمیدہ لوگوں کی اطاعت کرنا چنانچہ یہی دو مراتب بلا کسی واسطہ کے قرآن نے ہدایت کے رکھے ہیں۔ قیامت کے دن کفار اسی پر افسوس کریں گے کہ ہم نے دین کو نہ خود اپنی عقل سے سمجھا اور نہ عقل والوں سے سنا **وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر** اور کہیں گے کفار اے کاش! ہم سنتے ہوتے یا سمجھتے ہوتے تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

مشکل کام

فرمایا: ''سب سے زیادہ مشکل چیز فتویٰ دینا ہے' یہ مفتی کا کام ہے ہر مدرس یا ہر عالم کا کام نہیں۔ اس سے زیادہ آسان درس دینا ہے درس میں کتاب سامنے ہوتی ہے کتاب کے مطابق مضمون بیان کر دیا کوئی زیادہ دشواری نہیں ہوتی۔ اس سے زیادہ آسان تقریر کرنا ہے' اس لئے کہ ایک موضوع پر جو یاد تھا علمی طور پر کہہ دیا۔ اس سے زیادہ آسان وہ تقریر ہے جو علمی نہ ہو ادھر ادھر کے واقعات لیکچر میں کہہ دیئے۔ یہ سب سے آسان ہے اور اس سے بھی زیادہ آسان اعتراض کر دینا ہے اس کے لئے کسی تکلیف کی ضرورت نہیں جس پر چاہا اعتراض کر دیا جس پر چاہا شبہ کر دیا جاہل سے جاہل اعتراض کر سکتا ہے اس میں کسی علمیت کی ضرورت نہیں''۔

قواعد و کلیات

فرمایا: ''جس طرح تکوین کے ان مراتب مواد اور علوی و سفلی ذخائر سے بواسطہ فکر و تدبر نئے نئے عجائبات کا انکشاف کیا جا سکتا ہے اور ان کی چھپی ہوئی طاقتوں کا سراغ لگا کر تمدن کے نئے نئے کارنامے دنیا کو دکھائے جا سکتے ہیں جن کی کوئی حد نہیں **لاتنقضی غرائبہ** اسی طرح تشریع کے منظم احکام و مسائل اور قواعد و کلیات کے مخفی علوم و اسرار کا پتہ لگا کر ان سے تدین کے نئے نئے فروعی مسائل' لطائف و ظرائف اور حقائق و معارف پیدا کئے جا

سکتے ہیں کہ قرآن کی شان بھی لاتنقضی غرائبه وارد ہوئی ہے اس تکوینی انکشاف کا نام ایجاد ہے اور تشریعی استخراج کا نام اجتہاد ہے۔ نہ ایجاد کی کوئی حد ہے نہ اجتہاد کی' یہ الگ بات ہے کہ ایجادات ہر زمانہ کی ذہنیت اور ضرورت کے مطابق ہوتی ہیں اور فطرتاً موجدین کی طبائع انہی ایجادات کی طرف چلتی ہیں جن کی زمانہ کو ضرورت ہوتی ہے اور جب وہ ضرورت ختم ہو جاتی ہے تو طبائع کی یہ دوڑ بھی ختم ہو جاتی ہے آگے صرف ان ایجادات سے فائدہ اٹھانا رہ جاتا ہے ایسے ہی اجتہاد کا رنگ بھی ہر دور کی علمی ذہنیت اور وقت کے مقتضیات کے مطابق ہوتا ہے مجتہدین کے قلوب فطرۃً چلتے ہی اس استخراج کی طرف ہیں جس کی اس قرن کو ضرورت ہوتی ہے پس تکمیل ضرورت کے بعد اجتہاد کا وہ دور نہیں لوٹتا جو آ چکا ہے کہ زمانہ اس کی ضرورت سے فارغ ہو چکا ہے اب صرف اس سے نفع اٹھانے کا موقع باقی رہ جاتا ہے''۔

دارالعلوم کے اصول وفروع

فرمایا: ''اس ادارہ (دارالعلوم دیوبند) کے اصول اور فروع بھی الہامی طور پر واقع ہوئے ہیں مجھے اپنے پچیس چھبیس سال کے زمانہ اہتمام کا تجربہ ہے اس دوران میں یہ چیز نہایت شدت سے محسوس ہوتی رہی کہ کوئی غیبی طاقت ہے جو اس ادارہ کو چلا رہی ہے اور اس کا دار و مدار ظاہری جدوجہد سے بالاتر کوئی باطنی طاقت ہے جو اس کو تھامے ہوئے ہے۔ ہمارے اندر بہت سی خامیاں ہیں مگر اکابر کا فیض ہے کہ کام برابر چل رہا ہے ورنہ آج کے دور میں علوم دینیہ کا ذوق رکھنا ایسا ہی ہے جیسے پہلے زمانے میں ملامیہ فرقہ تھا۔ اسی طرح آج جس کو ملامت سننی ہو وہ مولوی بن جائے''۔

دارالعلوم اور غیبی اعانت

فرمایا: ''عدم اعتناء دین کے اس دور میں جب کہ علوم دینیہ سے شدید بعد ہو چکا ہے' اس دارالعلوم کا قائم رہنا اور ترقی کرتے رہنا یہ اس کی علامت ہے کہ یہ منجانب اللہ قائم ہے چنانچہ جب کبھی مخالفین کی جانب سے ایسی سعی کی گئی کہ چندہ نہ آئے تو اس سال نسبتاً چندہ زیادہ آیا اور مخالفین کو اپنے مقصد میں شرمندگی اٹھانی پڑی۔ یہ واقعہ ہے کہ اس دور پر فتن میں دارالعلوم

کا قائم رہنا اسباب کے درجہ میں نہیں ہے بلکہ غیبی امداد واعانت ہے جو اس کو چلا رہی ہے۔"

مقصد تعلیم

فرمایا: "مجاہدات باطنیہ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ مدارس میں طلباء تعلیم پاتے ہیں ان کے لئے بھی کثرت علائق بری چیز ہے اگر وہ بری دوستیاں کرے تو مطالعہ کون کرے گا ان کی استعداد کس طرح پیدا ہوگی؟ غرض کسی بھی مقصد کے لئے ضروری ہے کہ دل میں مقصد کی لگن ہو اور مقصد کے لئے عشق ہو اور غیر مقصد سے تنفر اور بعد ہو پھر جا کے مقصد حاصل ہوتا ہے"۔

ہمت مراں مدد خدا

فرمایا: "ایک طالب علم کا جب انتہائی مقصد متعین ہو جائے تو اس میں لگن ہونی چاہئے اور مقصد سے عشق ہونی چاہئے۔ جب اس سے منہمک ہوگا تو غیر مقصد کی طرف کبھی توجہ نہیں کرے گا تو مقصد کی لگن اور دھن یہ اصل چیز ہے جب علوم ظاہرہ میں اس کی ضرورت ہے تو علوم باطنہ میں اس کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے آدمی یہ سوچ لے کہ چاہے عمر نوح بھی گزر جائے مجھے ہر صورت میں یہ مقصد حاصل کرنا ہے پھر حق تعالیٰ بھی مدد فرما دیتے ہیں اور مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ غرض پہلی چیز یہ ہے کہ اپنے مقصد سے لگن ہو اس کے لئے بھی ایثار کی ضرورت ہے کہ آدمی اپنی خواہشات مقصد میں فنا کر دے۔ اگر رات دن اس میں ہے کہ کھاؤں گا پیوں گا یہ تو آرائش کی فکر میں ہے اسے مقصد سے کیا تعلق؟

جب آدمی مقصد میں لگ جاتا ہے تو ہر چیز سے نگاہ ہٹ جاتی ہے پھر مدد خداوندی آتی ہے مثل مشہور ہے "کہ ہمت مرداں مدد خدا" ہمت کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوگی کم ہمت ہو کر گھر بیٹھ جاؤ گے اس کی کوئی مدد نہیں ہوگی"۔

مقام ادب

فرمایا: "مقام ادب پر پہنچ کر نہ عبادت آرائی باقی رہتی ہے نہ تزئین الفاظ وفقرات' نہ شستہ کلامی کے جذبات قائم رہتے ہیں۔ نہ سلاست بیانی کے مروجہ رسوم باقی رہتی ہیں نہ بناوٹی تعظیم وتوقیر بلکہ سادگی و بے تکلفی کے ساتھ حقیقی عظمت وادب اور حقیقی اظہار ضمیر باقی رہ جاتا ہے

جس میں زینت کے بجائے خلوص، آرائش کے بجائے فنائیت ومحویت باقی رہ جاتی ہے جس طرح عشق کے لئے زبان کی ضرورت نہیں وہ خود اپنی مقصد کا اظہار ہے اسی طرح ادب کے لئے اعلان ادب کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود ہی ایک مستقل ادب اور سرچشمۂ ادب ہے"۔

ادب کی تعریف

فرمایا: "ایسے ادب میں کہ جس میں جاہلانہ انداز سے محض رسوم شرعیہ کو رواجی انداز سے قائم رکھا جاتا ہے رسوم شرعیہ تو باقی رہ جاتی ہیں مگر حقائق شرعیہ کلیۃً گم ہو جاتی ہیں اس لئے الفاظ ورسوم ادب کا یہ بے روح نقشہ ایک مردہ لاشہ کی طرح ہو جاتا ہے جس کا کوئی نفع نہ دنیا میں ظاہر ہوتا ہے نہ آخرت میں ظاہر ہے کہ یہ لفظی ادب اور رسمی توقیر نہ اہل اللہ اور نہ اہل ادب کا ہے اور نہ ان کے شایان شان اور نہ ہی اسے جوہر عمل کہا جاسکتا ہے کہ جس کی شرعی حیثیت سے تحسین کی جاسکے۔ جوہر عمل اور روح تقویٰ وہی ادب ہے کہ جو ان رسمیات سے بالاتر رہ کر اپنے اندر ادب کی حقیقی روح رکھتا ہو"۔

حاصل ادب

فرمایا: "ادب کا حاصل یہ ہے کہ وہ سلسلہ مامورات میں تو محافظ فرائض اور سلسلہ منہیات میں مدافع محرمات ہے۔ فرائض کے آداب امتثالی حدود کہلائیں گے اور محرمات کے آداب کو احترازی حدود کہا جائے گا۔ محرمات کے آداب بجالانے سے تو محرمات سے بچاؤ میسر آئے گا اور فرائض کے آداب بجالانے سے فرائض میں جماؤ میسر آئے گا۔ فرائض کے آداب کی پابندی فرائض کی محبت دل میں جاگزیں کرے گی اور محرمات کے آداب کی پابندی محرمات سے نفرت دل میں بٹھائے گی اس لئے فرائض کے آداب تو درحقیقت تحلیہ کے وسائل ہیں جن سے نفس انسانی آراستہ ہوتا ہے اور محرمات کے آداب تخلیہ کے وسائل ہیں جن سے نفس انسانی کے جبلی عیوب ونقائص زائل ہو جاتے ہیں"۔

ظواہر ومضمرات شریعت

فرمایا: "فقہائے کرام کا احکام وضع کرنا، شارع بننا نہیں کہ تجویز احکام کا شبہ

کیا جائے' بلکہ شارع اور شریعت کی ایک گہری معرفت ہے' جس سے ظواہر شریعت کے ساتھ مضمرات شریعت بھی ان کے سامنے روشن ہو جاتے ہیں اور وہ انہیں نمایاں کر دیتے ہیں اس لئے یہ راسخین فی العلم مجوزِ احکام نہیں بلکہ مظہرِ احکام ہیں۔ اختراعِ احکام نہیں کرتے ہیں بلکہ استنباطِ احکام کرتے ہیں اس لئے ان کا اتباع ان کی ذات کا اتباع نہیں بلکہ بالواسطہ شریعت ہی کا اتباع ہے''۔

زیورِ علم

فرمایا: ''علم کی غایت عمل ہے علم کا جوہر تقویٰ ہے اور علم کا زیور ادب ہے''۔

ادب کی حقیقت

فرمایا: ''علم کا زیور ادب ہے اور ادب ان احتیاطی افعال اور تقوائے اعمال کا نام ہے جو افعالِ شرعیہ کی حفاظتی اور انتہائی حدود سے متعلق ہوں۔ پس ادب کا ابتدائی درجہ تو یہ نصوصِ شرعیہ کی عبارت پر عمل کرنا ہے اور اس کا آخری درجہ وہ ہے جو اس عمل کی مشق و تکرار سے ان ہی نصوص کی دلالت و اشارہ اور اقتضاء سے ذہن پر منکشف ہو اور اگر ظواہرِ نصوص کے تعبیری حکم کو فتویٰ کہا جائے گا تو اس دلالتی اشارتی اور اقتضائی حکم کو تقویٰ کہا جائے گا۔ پس صحیح معنی میں ایک متادب اسی وقت ادب دان بنتا ہے جبکہ عملی طور پر اس کے سامنے ادب کے یہ تمام ظاہری و باطنی اور فتوائے و تقوائے احکام اور حدود موجود ہوں اور دل کی آمادگی اور امنگ سے ان پر عمل پیرا ہو' یہاں تک کہ انجام کار ادب کی ذوقی حدود بھی اس پر منکشف ہو جائیں''۔

نیک عمل کا نور

فرمایا: ''کسی نیک عمل میں اس وقت تک نور نہیں آ سکتا ہے جب تک کہ اس کا ادب اس میں شامل نہ ہو اور وہ احتیاطی اور تقوائے حدود زیرِ عمل نہ ہوں جس سے اس عمل کی حقیقی جامعیت اور اس کا واقعی کمال و جمال وابستہ ہے پس ادب ہی علم کا جوہر اور زیور ہے اس کے بغیر علم ایک بے لباس اور بے زینہ پیکر ہے جس کی طرف رغبت و شوق کی نگاہیں نہیں اٹھ سکتیں اس سے بسہولت اندازہ ہو سکتا ہے کہ اعمال بغیر آداب کے قبولیت کے مقام پر

نہیں پہنچ سکتے اور ان کا حقیقی ثمرہ اور صلہ بغیر آداب کے سامنے نہیں آسکتا۔"

طلب کی ضرورت

فرمایا: "انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور نائبان انبیاء کا یہ خاصہ رہا ہے کہ پہلے دل میں شوق اور تڑپ پیدا کرتے ہیں اس کے بعد مقصد پیش کرتے ہیں تا کہ دل میں اتر جائے بلاطلب کے اگر کوئی چیز ازخود کہہ دی جائے تو عادت یہ ہے کہ دل میں اترا نہیں کرتی۔ آدمی توجہ نہیں کرتا جب تک کہ اس کے اندر سے طلب صادق نہ ہو جیسے عارف رومیؒ نے فرمایا۔

آب کم جو تشنگی آور بدست

پانی کو زیادہ مت پکارو اپنے اندر پیاس پیدا کرو پیاس پیدا ہوگی تو پانی ملے گا اور پھر وہ اترے گا اور رگ رگ میں تری پیدا کرے گا۔ پیاس نہ ہو اور پانی پی لو تو بعض دفعہ بیماری بھی پیدا ہو جاتی ہے"۔

تعلیم و تربیت

فرمایا: "ایک تعلیم کا درجہ ہوتا ہے مگر تربیت کا درجہ دوسرا ہے۔ تعلیم تو ایک حکم ہوتا ہے جو سب کو سنا دیا جاتا ہے۔ تربیت میں ہر ایک کا مزاج دیکھنا پڑھتا ہے اس کی نفسیات کے مطابق اس سے کلام کرنا پڑتا ہے۔ تربیت کرنے میں کسی بری اور منکر چیز کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سکوت کرنا پڑتا ہے کہ طبیعت میں صلاحیت آجائے۔ پھر بات کہی جائے پھر نصیحت کی جائے گی تو وہ قابل قبول ہوگی ورنہ نہیں"۔

علم و عمل

فرمایا: "علم درسگاہوں میں، مکاتب میں اور علماء کے پاس ملے گا اور عمل عمل کرنے والوں کی ہیئت دیکھ کر ملے گا۔ خلوص مخلصوں کی جماعت میں بیٹھ کر ملے گا اور فکر، متفکروں کی جماعت میں بیٹھنے اور ان کی صحبت اور معیت سے ملے گا"۔

علم عمل خلوص فکر

فرمایا: "مسلمان کو متفکر پیدا کیا گیا ہے غافل پیدا نہیں کیا گیا مگر اس تفکر کو چمکانے

کی ضرورت ہے۔ فکر اس وقت تک چمکتا نہیں ہے جب تک خلوص نہ ہو خلوص چلتا نہیں جب تک عمل کا جذبہ نہ ہو عمل بنتا نہیں جب تک علم نہ ہو۔ تو علم، عمل، خلوص اور فکر ضروری ہیں"۔

مراتب علوم

فرمایا: "جیسے علوم کے مراتب ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے شخصیات کے مراتب رکھے ہیں، ایک وہ ہے کہ الفاظ کے فقط مدلول کو سمجھ لیتا ہے وہ بھی اونچے درجے کا آدمی ہے ایک وہ ہے کہ مدلول سے آگے بڑھ کر حقائق تک پہنچتا ہے وہ اس سے اونچا عالم ہے اور ایک وہ ہے کہ حقائق کے بعد علل و اسرار کو بھی سمجھتا ہے وہ بھی اونچے درجے کا عالم ہے تو جیسے آیات قرآنیہ میں مراتب ہیں ایسے ہی شخصیات میں بھی مراتب ہیں۔ ایک لفظوں کا عالم، ایک معانی کا عالم، ایک علل و اسرار کا عالم، پھر سینکڑوں قرآن کریم کے علوم ہیں جن کا آدمی عالم بنتا ہے"۔

علماء وعوام

فرمایا: "میں تو ایک مختصر بات کرتا ہوں کہ عالم کیلئے کتاب وسنت حجت ہے ان میں وہ مسائل تلاش کرے عوام کے لئے حجت خود وہ عالم ہے عوام کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ براہ راست قرآن وحدیث کو سمجھیں انہیں تعلیم نہیں وہ اسے کیا سمجھیں؟ عوام کا کام یہ ہے کہ عالم ربانی جو فتویٰ دیں اس پر عمل کریں"۔

مدارس کا نصب العین

فرمایا: "دینی درس گاہوں کا نصب العین اس دینی تعلیم سے نہ روٹی ہے اور نہ کرسی ہے بلکہ تہذیب نفس ہے کہ اس تعلیم سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو انسانیت کے سچے خدمت گزار ہوں اور عالم بشریت کی بہی خواہی میں اپنی جان، مال اور آبرو کی کوئی پرواہ نہ کرے ظاہر کہ ہمیں ان افراد کی کامیابی اور ناکامی اور ان اداروں کے کمال و نقصان کو اسی معیار اور نصب العین سے جانچنا ہوگا جس کو لے کر یہ ادارے کھڑے ہوئے ہیں بلاشبہ وہ اس مقصد میں کامیاب ہیں۔ ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم ان کو سرکاری معیار سے جانچیں اور پھر ان کی تنقیص کریں"۔

دلائل اور مسائل

فرمایا: ''قرآن ہر زمانے میں ایک رہا لیکن اس کی تفہیمات کا انداز بدلتا رہا' جس دور میں مثلاً فلسفہ کا زور ہوا تو قرآن کو فلسفیانہ رنگ میں سمجھایا گیا جس دور میں تصوف کا دور ہوا تو قرآن کو صوفیانہ رنگ میں سمجھایا گیا۔ آج سائنس کا دور ہے تو وہ سائنسی رنگ میں تجلی کرے گا اس ساری حقیقت کو میں بطور خلاصہ ان الفاظ میں لاسکتا ہوں کہ سائل پرانے ہوں اور دلائل نئے ہوں' ہم ان ٹھیٹ فطری مسائل کو جدید آلات سے مسلح کر کے میدان میں لائیں گے''۔

صنم پرست

فرمایا: ''ہندوستان کے صنم پرست اور خدا کے فرضی مظاہر سے رشتہ نیاز جوڑنے والے تینتیس کروڑ دیوتاؤں کی رنگین تصویروں کے غلام بنے' مغرب کی تثلیث پرست کنواری کے بت اور مسیح ابن اللہ کے مجسمے کے سامنے اوندھے ہوئے' ایران کے مجوسی یزدان و اہرمن کے پیکاروں کے سامنے رغبت و رہبت کا اظہار کرنے لگے۔ آتش پرستوں نے آتشیں لپٹوں کے سامنے سر نیاز خم کیا۔ غرض اس راہ محسوس پسندی نے صورتوں میں الجھا کر سب ہی کو حقیقت سے بیگانہ بنا دیا''۔

نجات کے چار اصول

فرمایا: ''نجات کے چار اصول ہیں۔ ایک علم دوسرا عمل' تیسرا اخلاص اور چوتھا اپنی آخرت کی فکر' یہ چار بنیادیں ہیں جس سے آدمیت بنتی ہے اور انسان کی انسانیت ترقی کرتی ہے۔ گویا کہ جس طرح انسان کا بدن چار چیزوں سے مل کر بنتا ہے (آگ' پانی' ہوا اور مٹی) اسی طرح انسان کی روح بھی چار چیزوں سے مل کر بنتی ہے' علم' عمل' اخلاص اور فکر۔ اگر یہ آگ' پانی' ہوا اور مٹی نہ ہو' تو انسانی جسم ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر یہ چار چیزیں نہ ہوں تو یہ روح ختم ہو جائے گی''۔

ترقی کا پہلا درجہ تعلیم

فرمایا: ''قومی ترقی کی دفعات میں سب سے پہلی چیز ''تعلیم'' ہے' جس سے کسی

قوم کا دل و دماغ بنایا جاتا ہے۔ تمام کامیابیاں اور ہر نوع کی عزت و سربلندی کا ابتدائی زینہ ''علم'' ہے۔ حق تعالیٰ نے انبیاء مرسلین علیہم السلام کا سلسلہ اسی علم کی نشر و اشاعت کے لئے قائم فرمایا۔ اسلام میں سب سے پہلی آیت ہی اقراء نازل ہوئی جس کا حاصل پڑھنے پر ابھارتا ہے اسی لئے دینی تقاضوں کے اعتبار سے سب سے پہلا اور اہم ترین مسئلہ تعلیم کا ہے''۔

ابتداء وانتہا کی خوشی

فرمایا: ''ابتدا میں امید کی بناء پر خوشی ہوتی ہے اور انتہا میں تکمیل کی بناء پر خوشی ہوتی ہے کہ جو توقعات باندھی گئی تھیں وہ اللہ تعالیٰ نے پوری فرما دیں اس لئے انتہاء خوشی کا دن ہوتا ہے تو ہر ابتداء بھی خوشی کی چیز ہے اور ہر انتہا بھی خوشی کی چیز ہے فرق اتنا ہے کہ ابتدا میں خوشی توقع پر ہوتی ہے اور انتہاء میں تکمیل پر ہوتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ تکمیل بہ نسبت توقع کے زیادہ خوشی کی چیز ہے اور توقع اور امید مبہم ہوتی ہے کہ پوری ہو یا نہ ہو' لیکن تکمیل کے معنی یہ ہیں کہ وہ ساری توقعات پوری ہوگئیں تو امید محض ہوتی ہیں اور یہ واقع ہوتا ہے۔ تو واقع پر جو خوشی ہوگی وہ یقیناً اس سے بڑھ کر ہوگی۔ جو محض توقع پر ہوتی ہے''۔

درجات علم

فرمایا: ''علم کا ابتدائی درجہ ناموں کا معلوم ہونا ہے۔ اس کے بعد پھر آدمی کا طبعاً جی چاہتا ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس اسم کا مسمیٰ کون ہے۔ اسے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ جب مسمیٰ کی صورت دیکھ لی تو طبعاً جی چاہتا ہے کہ اب یہ معلوم ہو کہ اس مسمیٰ کی خصوصیات کیا ہیں۔ تو آدمی ان خصوصیات کا علم حاصل کر لیتا ہے۔ جب وہ بھی حاصل ہوگئیں تو پھر آگے یہ درجہ ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے تو پہلے اسم ہے اس کے بعد معانی مدلولہ ہیں اس کے بعد اس کے خواص اور آثار ہیں اس کے بعد اس کے حقائق ہیں۔ اس طرح درجہ بدرجہ علم ترقی کرتا ہے''۔

آدم علیہ السلام کو مسمیات کا علم

فرمایا: ''حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں عالم بشریت کی طفولیت تھی' انسانیت کی لڑکپن کا زمانہ تھا' اور بچوں کا سب سے بڑا علم ناموں کا یاد کرنا ہے' اس لئے آدمؑ

پر جو وحی اتاری گئی۔ اس میں زیادہ تر اسماء ہی تھے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وعلم آدم الاسماء کلھا آدمؑ کو نام یاد کرا دیئے گئے۔ ناموں کے کچھ مسمیات بتا دی گئیں، مسمی پہچانوا دیا گیا تو علم کی ابتداء اسماء سے ہوئی''۔

تعلیم کے دو اہم اجزاء

فرمایا: ''تعلیم خواہ مدارس کی ہو یا مکاتب کی، مساجد کی ہو یا تبلیغی رنگ کی۔ بہرصورت اس میں دو جز اہم اور لازمی رکھا جائے۔

ایک یہ کہ مسلمانوں کو ان کی ماضی سے باخبر کرنا اور ان کی شاندار روایات سلف سے انہیں آشنا بنانا جسکا مرکز ومحور سیرت مقدسہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہو اور اسی کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگی ان کے سامنے لائی جائے۔ اس سے دل و دماغ اور روحوں میں انقلاب پیدا ہوگا اور ان میں آگے بڑھنے کا ولولہ خود بخود ابھر جائے گا۔ بشرطیکہ پڑھانے والا ان سیرتوں سے خود متاثر اور ان کے بنیادی نقطوں سے واقف کار ہو۔

دوسرا اہم جز جس کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ (دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا) اور (دنیا میں اسلام سے روکنے کی کیا کیا تدابیر عمل میں لائی گئیں) اس کا قدرتی ثمرہ ایک تو یہ ہوگا کہ نوجوانوں میں اشاعت اسلام کا جذبہ پیدا ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ اشاعت دین کے ڈھنگ اور تبلیغ کی بنیادی معلومات ہوں گی اور اسی کے ساتھ موانع تبلیغ کی تفصیلات بھی سامنے آجائیں گی جن پر قابو پالینے کا راستہ بسہولت سامنے آسکے گا''۔

تعلیم و تبلیغ

فرمایا: ''تعلیم خواہ مدارس کی ہو یا مکاتب ومساجد کی، بہرحال ایک محدود دائرہ رکھتی ہے اور صرف اسی حالت میں پایہ تکمیل تک پہنچ سکتی ہے کہ طالب علم ان اداروں اور مکاتب میں آئیں اور کچھ لے کر جائیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت حال سے قوم کی تعلیم عام اور دین کی صدائے عام کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے ساتھ ساتھ اس کی بھی اشد ضرورت ہے کہ معلمین دین لوگوں کی طلب کا انتظار ترک کر کے خود ہی تعلیم دین کی طلب

لے کر نکلیں اور لوگوں کے کانوں تک کلمہ حق پہنچائیں اسی کو شرعی اصطلاح میں تبلیغ کہتے ہیں جو دین کا ایک اہم اور بنیادی مسئلہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کا اصلی اور حقیقی ورثہ ہے"۔

اقلیت و اکثریت

فرمایا: "تبلیغ ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے ہمیشہ اقلیت و اکثریت کا فیصلہ کیا ہے۔ مدینہ میں کلیت کفار کی تھی تبلیغ نبوی سے اولاً مسلم اقلیت پیدا ہوئی پھر اکثریت اور پھر کلیت بن گئی۔ مدینہ میں بھی کلیت غیر مسلموں کی تھی۔ ابتداء جمرۂ عقبہ والی تبلیغ سے اقلیت بنی۔ پھر اکثریت ہوئی اور رفتہ رفتہ کلیت' یہاں تک کہ حجاز میں اقلیت و اکثریت کا سوال ہی باقی نہ رہا"۔

تعلیم اور مدارس

فرمایا: "اشاعت اسلام اور حفاظت دین کے سلسلے میں سب سے پہلی چیز تعلیم ہے جس مذہب کی تعلیم باقی نہ رہے وہ مذہب کبھی باقی نہیں رہ سکتا۔ اس سلسلے میں ایک مکمل تعلیم ہے جس سے جامع علماء پیدا ہوں اور حفاظت و مدافعت ہر ڈھنگ اور ہر رنگ سے کر سکیں۔ یہ تعلیم مدارس ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ جس کا تکفل اہل مدارس نے کیا ہوا ہے۔ ایسے دینی مدارس ملک میں قائم ہیں مگر کم' کمی حوصلہ افزائی کی کمی کی وجہ سے ہے"۔

دلائل جدید

فرمایا: "میں تعلیم کے سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ تعلیم کے قدیم منہاج کو باقی رکھ کر نئی ضروریات نظر انداز نہ کی جائیں اور انہیں سامنے رکھ کر تعلیم کا پروگرام بنایا جائے۔ صورت ایسی ہو کہ دعاوی قدیم ہوں اور دلائل جدید تا کہ پرانے دعاوی نئی دنیا کے دماغوں میں اتر سکیں"۔

مدارس کے برکات کی توسیع

فرمایا: "مدارس کی تعلیم کا دائرہ بہرحال محدود ہے' نہ ہر شخص مکمل عالم بننا چاہتا ہے اور نہ اس کی ضرورت بھی ہے اس لئے مدارس کی تعلیم کے علاوہ ایسی ابتدائی تعلیم ضرورت پھر بھی باقی رہتی ہے جس سے عوام مسلمین کے تمام بچے مستفید ہو سکیں اور ضروریات دین کا علم ہر مسلم

گھرانے میں پہنچ جائے۔ اس مسئلے کا حل مکاتب ہیں۔ جو ہر محلہ کی مسجدوں میں قدیم طریقے پر قائم ہوں اور ان کا تعلق بڑے اداروں سے رہے۔ قرآنی تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو کے ایسے مختصر رسالے داخل نصاب کر دیئے جائیں کہ جو ضروریات دین' عقائد' فرائض' اخلاقیات' معاملات اور معاشرت اور ابتدائی حساب کتاب کے مسائل پر حاوی ہوں"۔

حقیقت علم

فرمایا: "انسان' انسان جب بنتا ہے جب اس کے اندر علم آ جائے اور علم بھی وہ ہو کہ وہ محض دانستن کا نام علم نہیں محض جان لینے کا نام علم نہیں اس لئے کہ تھوڑا بہت علم جانوروں کو بھی حاصل ہے۔ اتنا علم اگر انسان میں آ جائے تو اتنا علم حیوانیت کیلئے بھی ہے۔ حقیقی علم وہ ہے کہ جس سے انسان حلال و حرام کو پہچانے اور جائز و ناجائز میں فرق کرے۔ یہ کام انسانی قلب کا ہے' ہاتھ اور پیر کا نہیں"۔ "علم کی حقیقت ہی در حقیقت تمیز ہے۔ یعنی دو چیزوں کو ممتاز کئے رکھنا' اگر دو چیزیں رل مل جائیں تو کہیں گے کہ اس شخص کو علم نہیں۔ اگر علم ہوتا تو دو چیزوں کو الگ الگ دیکھتا اور دونوں چیزوں کو الگ الگ سمجھتا تو امتیاز پیدا کر دینا یہ علم کا مرتبہ ہے اور علم میں کمال تقویٰ سے آتا ہے جتنا تقویٰ و طہارت ہوگا اتنا علم میں کمال پیدا ہو جائے گا اس لئے قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ **یایها الذین امنوا ان تتقوا الله یجعل لکم فرقانا** اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرنے لگو اور متقی بن جاؤ تو اللہ تم میں فرقان پیدا کر دے گا۔ س "فرقان" ز کے معنی اس اندرونی قوت کے ہیں جو حق و باطل میں امتیاز پیدا کر دے' جب یہ تمیز پیدا ہو جائے تو کہا جائے گا کہ تقویٰ کامل ہو گیا۔ تقویٰ کا اثر یہ ہے کہ انسان کا دل خود بھلائی اور برائی میں امتیاز کرنے لگتا ہے"۔

علم صفت خداوندی

فرمایا: "علم کوئی سا بھی ہو ہر انسان کا ایک طبعی مرغوب ہے' اس میں یہ قید نہیں ہے کہ بھئی یہ ہندوستان والوں کا علم ہے ہمیں اس سے بچنا چاہئے۔ علم میں پاکستانی و ہندوستانی کی تقسیم ہے ہی نہیں وہ تقسیم سے بالاتر ہے لہٰذا سب جھکیں گے کہ اس کی وجہ یہ کہ علم ہماری صفت

نہیں اگر ہماری صفت ہوتی تو اس میں تعصب ہوتا۔ یہ ہمارے خدا کی صفت ہے اور حق تعالیٰ ان ساری حد بندیوں سے بالاتر ہے ان کی صفت پر جب ہم آئیں گے تو اتحاد پیدا ہوگا''۔

فرمایا: ''علم خود ذاتی طور پر رفعت کی چیز ہے وہ اللہ کی صفت ہے علم کبھی نیچا ہو کر نہیں رہتا' اس لئے اگر کوئی واقع میں عالم ہے وہ بھی کبھی نیچا ہو کر نہیں رہے گا۔ علم میں طبعی طور پر ترفع اور بلندی ہے مگر اس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ آدمی میں کہیں تکبر پیدا نہ ہو جائے' اس لئے اس کا بدرقہ عبدیت ہے کہ علم کے ساتھ جب تک عبدیت جمع نہ ہوگی تو تکبر اور نخوت اس سے الگ نہیں ہو سکتا اور عبدیت یہ ہے کہ کسی مرد کامل کے سامنے پامال بنے''۔

عالم کے لئے ضرورت اخلاق

فرمایا: ''عالم اگر کسی اللہ والے کے سامنے جھک کر اپنے اخلاق کی اصلاح نہ کرائے تو علم اس کے لئے اور زیادہ تباہی اور وبال جان کا ذریعہ بنے گا اور وہ تکبر اور نخوت اور لڑائی جھگڑا پیدا کرے گا۔ جب تک اپنے اخلاق کو پامال کر کے اس کو بلند نہ کرے حرص کے بجائے قناعت نہ ہو کبر کے بجائے تواضع نہ ہو بخل کے بجائے سخاوت نہ ہو غرض جب تک اخلاق فاضلہ جمع نہ ہوں علم کی قدر نہیں کھل سکتی نہ علم کام دے سکتا ہے جب تک اخلاق صحیح نہ ہو تو محض علم سے آدمی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا''۔

الہامی مدرسہ

فرمایا: ''بھائی! یہ مدرسہ (دار العلوم دیوبند) الہامی مدرسہ ہے۔ اس کا آغاز بھی الہام سے ہوا ہے۔ اس کی تعمیر بھی الہام سے ہوئی ہے اور طلبہ کا داخلہ بھی الہام ہی سے ہوتا ہے بلکہ بعض واقعات سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس کے اساتذہ کا تقرر اور تعیین بھی خاص زاویوں میں ہوتا ہے اور یہاں کی خدمت ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی ہے۔ اس مدرسہ کا آغاز دوسرے مدارس کی طرح کسی رسمی مشورے سے نہیں ہوا بلکہ وقت کے اکابر و مشائخ کا اجماع سا ہے''۔

تابناک ماضی

فرمایا: ''دار العلوم دیوبند پر ایک وقت وہ بھی گزرا کہ مہتمم سے لے کر دربان

تک سب اہل نسبت بزرگ تھے حاجی عبداللہ صاحب دربان تھے نوشت وخواند کچھ نہ تھی لیکن صاحب نسبت بزرگ تھے۔ صبح صادق پر جو دارالعلوم میں گھنٹہ بجتا ہے اس کے بجانے کا کام انہی کے سپرد تھا۔ پہلی ضرب لگاتے تو زبان پر سبحان اللہ ہوتا دوسری پر الحمد للہ اور تیسری پر اللہ اکبر کے ایک نعرہ کے ساتھ پھر یہ شعر زبان پر عجیب کیفیت سے لاتے۔

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گی

علم مشترکہ پونجی

فرمایا: ''تعلیم گاہ درحقیقت سب کے لئے ہوتی ہے علم کسی خاص قوم کی وراثت نہیں بلکہ علم سارے انسانوں کی ایک مشترکہ پونجی ہے۔ مسلم ہو یا غیر مسلم کسی بھی ملت کا ہو علم سب کی مشترکہ متاع ہے۔ کسی کالج یا اسکول کا قیام اس لئے ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچایا جائے خواہ وہ کسی بھی قوم سے بھی تعلق رکھتے ہوں''۔

علم بنیادی ضرورت

فرمایا: ''آج علاقے کے علاقے اور بستیوں کی بستیاں ہیں جن میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی آبادی ہے لیکن عالم دین کا سایہ تک نظر نہیں آتا' اسی لئے جگہ جگہ وہ بدعات وخرافات ورسوم ورواج کے بندھنوں میں بندھے ہوئے نظر آتے ہیں اور اپنی جہالت سے انہی رسوم ورواج کو دین باور کر کے اپنی دنیا وآخرت کو خراب کر رہے ہیں۔ نہ ان میں قابل ذکر طریقہ پر دینی شعور ہے نہ دنیاوی احساس' تمدنی لائنوں میں صنعتی تجارتی سیاسی اور اقتصادی شعور سے بھی عامۃ بے بہرہ ہیں کیونکہ بنیادیں علم کی وجہ سے قائم ہوئی ہیں جب علم ہی صفت کے درجے میں ہو تو بنیادیں کہاں قائم ہوسکتی ہیں اور جب بنیادیں نہ ہوں تو تعمیر اٹھنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا''۔

دینی تعلیم کی ضرورت واہمیت

فرمایا: ''انسانی زندگی میں دینی تعلیم انتہائی اہم اور ضروری ہے اور اس سے پیدا شدہ علم و

عمل اور اس علم و عمل سے مربوط زندگی ہی حقیقی زندگی ہے اور اعلیٰ ترین حیات ہے جس کی اشاعت و ترویج اس نازک ترین یا تاریک ترین دور میں پورے جان و مال کی قربانی کے ساتھ اہم ضرورت ہے"

ہر برائی کا سرچشمہ جہالت

فرمایا: "تعلیم کا مسئلہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے دنیا کی کوئی قوم بغیر تعلیم کے ترقی نہیں کر سکتی۔ کسی قوم کی ترقی کا پہلا زینہ تعلیم ہے۔ اسلام میں بھی سب سے پہلے پڑھنے ہی کی آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ "اقرأ باسم ربک الذی خلق" اسلام سے قبل کا زمانہ بداخلاقی، بداعمالی اور برائیوں سے بھرپور تھا لیکن اس زمانے کا نام بداخلاقی اور بداعمالیوں کا زمانہ نہیں رکھا۔ بلکہ اس کا نام جہالت کا زمانہ رکھا۔ معلوم ہوا کہ ہر برائی کا سرچشمہ جہالت ہے اور اس کے مقابلہ میں اسلام کا بنیادی سرچشمہ تعلیم ہے"۔

فضیلت علم

فرمایا: "تعلیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جتنا اہتمام کیا اور کسی چیز کے بارے میں نہیں کیا۔ سب سے پہلے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا تو ان کے کھانے، پینے اور پہننے کا انتظام نہیں کیا اولاً تعلیم کا بندوبست کیا اور فرمایا کہ "وعلم آدم الاسماء کلھا" انہیں اشیاء کا نام سکھلا کر ملائکہ سے مقابلہ کرایا اور وہ کامیاب ہوئے تو خلافت سے بہرور کیا اور خلافت کا تاج سر پر رکھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ "اسکن انت و زوجک الجنة" تو رہنے سہنے کا انتظام بعد میں ہوا۔ پہلے تعلیم کا انتظام کیا معلوم ہوا کہ علم اور تعلیم کا بہت بڑا درجہ ہے بغیر تعلیم کے انسان اور حیوان میں فرق نہیں کیا جا سکتا"۔

تعلیم نسواں کی ضرورت

فرمایا: "تعلیم کا سلسلہ عورتوں کے لئے بھی ہے۔ اس لئے کہ ابتدائی تربیت یہیں سے شروع ہوتی ہے۔ قوم کی تعلیم کا دارومدار "ماں" کی تعلیم پر ہے اگر وہ جاہل ہے تو قوم جاہل رہے گی "الاماشاء اللہ" جس کی فطرت سلیم ہو۔ اگر وہ عالمہ ہوئی تو اولاد بھی عالم ہوگی والدہ کے قلب میں تعلیم کی طرف رغبت موجود ہو تو بچے بھی اس کی رغبت سے فیض یاب ہوں گے"۔

ربانیت بغیر تعلیم و تعلم کے ممکن نہیں

فرمایا: ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتٰب وبما کنتم تدرسون (الآیہ) اس آیت کا حاصل یہ نکلا کہ درس وتدریس کا مشغلہ نہ ہوتو ربانیت کا پیدا ہونا مشکل ہے۔ محض وعظ گوئی سے اور محض تقریروں سے ربانی نہیں بنایا جاسکتا تقریریں تو مذکرات ہیں جو بھولا سبق یاد دلا دیتی ہیں تقریریں تربیت کی چیز تھوڑی ہی ہیں یہ تو وقتی باتیں ہوتی ہیں"۔ "ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتٰب و بما کنتم تدرسون" اس آیت کا حاصل یہ نکلا کہ ربانیت بغیر تعلیم و تعلم کے ممکن نہیں اور تعلیم و تعلم ہی انسان کی خصوصیت ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی ۔تو معلوم ہوا کہ حقیقی معنوں میں ربانی بنانا یہ انسان کا کام ہے دوسروں کا کام نہیں حتیٰ کہ ملائکہ بھی جدو جہد کریں تو انسانوں کو ربانی نہیں بنا سکتے وہ زیادہ سے زیادہ علم لاکر پہنچا دیں گے چاہے انہیں معنی معلوم نہ ہوں لیکن حقیقی معنی میں اس کو سمجھنے اور سمجھانے والا انسان ہوگا اس واسطے علم ہو اور علم کے بعد تعلیم ہو استناد ہو اس کی سند اور نسبت صحیح ہے یہ مقبول ہو جاتی ہے"۔

تعلیم و تعلم سے بقائے انسان

فرمایا: "آج جو مدارس ومکاتب قائم کئے جارہے ہیں یہ دراصل انسانی خصوصیت کو اجاگر کیا جارہا ہے کہ اگر یہ مدارس قائم نہ کئے جائیں یہ جوامع قائم نہ کی جائیں اور تعلیم نہ دی جائے اور فرض کیجئے کہ تعلیم مٹ گئی تو انسانیت مٹ گئی تو یہ تعلیم و تعلم کا سارا جھگڑا انسان کی بقاء کیلئے ہے"۔

وراثت علم کے لئے نسبت صحیح ہونے کی ضرورت

فرمایا: "کوئی علم اس وقت تک اونچا نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا "انتساب" صحیح نہ ہو تو علم میں "انتساب" سے مقبولیت آتی ہے اگر انتساب نہ ہو تو مقبولیت نہ ہوگی اس کی وجہ فی الحقیقت یہ ہے کہ علم ایک وراثت ہے جیسے حدیث میں فرمایا گیا "ان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا درھماً ولکن ورثوا العلم دوسری جگہ فرمایا کہ "العلماء ورثة الانبیاء" اور یہ وراثت جب ملتی جب نسبت صحیح ہو مورث اعلیٰ تک سلسلہ یکسانی کے ساتھ قائم ہو"۔

جواہر حکیم الاسلام-12

مسلمانوں کی ایک خصوصیت

فرمایا: ''مسلمانوں کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے ہاں ہر چیز ''سند'' کے ساتھ پائی جاتی ہے جو دوسروں کے پاس نہیں۔ اس کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو پڑھایا سلسلہ ہم تک پہنچ گیا تعلیم ہی سے پہنچا محض علم سے نہیں پہنچا۔ علم جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ آپ کی ذات بابرکت کے ساتھ خاص ہے اگر آپ تعلیم نہ دیتے تو ہم تک علم کیسے پہنچتا۔ تعلیم کے ذریعے ہم تک پہنچا اور ہم عالم بنے''۔

مدارس کا فیضان

فرمایا: ''حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان یہ تھی کہ دارالعلوم دیوبند قائم کر کے جہاں جہاں گئے مدارس قائم کرتے چلے گئے اور اپنے شاگردوں اور مریدین کو تاکید کی کہ جہاں رہو مدرسہ قائم کرو آج ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں جہاں مدارس ہیں وہیں کچھ علم کی روشنی پائی جاتی ہے جہاں مدارس نہیں ہیں وہاں جس کا جو جی چاہے کہہ دیتا ہے ظلمت پھیلی ہوئی ہے مستند علم کا نشان نہیں ہے''۔

تعلیم وتدریس

فرمایا: ''انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے؟ اس بارے میں حکماء اور فلاسفہ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انسان میں ایک جوہر ہے جو دوسری چیزوں میں نہیں ہے اور وہ عقل ہے تو بناء اشرفیت عقل ہے جو اس کے اندر ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ دعویٰ کچھ نامکمل ہے فی الجملہ صحیح بھی ہے لیکن محض عقل پر بنیاد رکھ دینا یہ انسان کی افضلیت کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ عقل تھوڑی بہت جانوروں میں بھی موجود ہے۔'''' بعض حکماء نے دعویٰ کیا کہ ''عقل'' بناء افضلیت نہیں بلکہ افضلیت ''علم'' ہے۔ جانوروں کو علم نہیں دیا گیا بلکہ انسانوں کو علم دیا گیا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ بھی صحیح نہیں فی الجملہ صحیح ہے مگر اس پر دارومدار نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے کہ علم تو جانوروں کو بھی ہے''۔

ترقی کا پہلا زینہ علم

فرمایا: ''خلاصہ یہ ہے کہ کسی قوم کی ترقی کا پہلا زینہ علم حاصل کرنا ہے۔ اللہ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ جاہلیت کو ختم کیا تو ''اقراء'' کے ذریعے ختم کیا۔ پڑھنے سے ہی آدمی آگے بڑھتا ہے اس سے اونچ نیچ اور مرضی خداوندی کا پتہ چلتا ہے اسی سے بندگی کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے''۔

مرضیات خداوندی

فرمایا: ''علم سے محروم رکھنے والی زیادہ تر دولت کی افراط ہوتی ہے جب کہ آدمی اپنے دل کو اس میں اٹکا دے اس کو فقط خادم کا درجہ دے اس کو خدا نہ بنائے اور یہ سمجھے کہ یہ میری نہیں ہے میرے اللہ تعالیٰ کی ہے اسی کے حکم کے تحت مجھے خرچ کرنا ہے۔ جب اس پر آ جائے گا تو خدا کی مرضی کی ضرورت پڑے گی کہ وہ کیسے خرچ کرنا چاہتا ہے اس کا منشاء کیا ہے پھر اس کی ٹوہ لگے گی کہ مرضیات خداوندی معلوم کروں۔ مرضیات معلوم کرے گا تو پھر تعلیم ہی آ جاتی ہے علم شریعت ہی آ جاتا ہے جس کے ذریعے سے معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام سے خوش اور فلاں کام سے ناراض ہوتے ہیں''۔

نیکی و بدی کے ثمرات

فرمایا: ''نیکی کرنے سے امید اور بدی کرنے سے مایوسی پیدا ہوتی ہے جو ہمیشہ نالائقیاں کرتا ہے اسے مایوسی ہوتی ہے کہ مجھے کچھ نہیں ملنا ملانا بس آقا کی طرف سے جوتیاں پڑیں گی اور جو شخص عمدہ کام کرتا ہے اسے تمنا رہتی ہے کہ کاش میرے سے کوئی پوچھے کہ تو نے کیا کام کیا؟ تاکہ میں بتا سکوں کہ میں نے یہ کیا یہ کیا۔ مجھے انعام ملے گا اور میرے مالک کے دل میں میری قدر بڑھے گی''۔

ہر کمال کا سرچشمہ خداوندی

فرمایا: ''جب اپنی ذات میں کوئی کمال نہیں تو معلوم ہوا کہ کمالات جتنے آتے ہیں وہ خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ عیب جتنے بھی ہیں وہ انسان کی ذات میں پہلے سے موجود ہیں۔ اس واسطے اس کو اپنی ذات کے اندر کمال پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا پڑے گا وہیں سے کمال ملے گا اسی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ کیونکہ علم و

کمالات اور اخلاق کا سر چشمہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔''

ضرورت شکر

فرمایا: ''انسان کی ذات میں کتنا ہی علم آ جائے ذات تو انسان ہی کی ذات رہے گی' ذات میں وہی کوراپن ہے وہی گندگی ہے یہی وجہ ہے کہ علم آ جانے کے بعد علم بڑھتا رہتا ہے اتنا ہی اہل علم تواضع سے جھکتے رہتے ہیں سر نیچا رکھتے ہیں اور غرور نہیں کرتے اس لئے کہ یہ جانتے ہیں کہ علم ہمارا کمال نہیں ہے غرور آدمی کرے تو اپنی چیز پر کرے دوسرے کی چیز پر آدمی کیا غرور کرے جو آ بھی سکتی ہے اور چھینی بھی جا سکتی ہے یہ ہماری چیز نہیں ہے لہذا اس پر اس کو شکر ادا کرنا چاہئے نہ کہ فخر و تکبر''۔

علم محض نافع نہیں

فرمایا: ''علم آدمی کو اس وقت تک نہیں چلا سکتا جب تک اخلاق درست نہ ہوں' اخلاقی قوت سے ہی آدمی چلے گا۔ علم کا کام فقط راستہ دکھلانا ہے۔ اگر ایک عالم بہت اعلیٰ علم حاصل کرے مگر عمل کی طرف متوجہ نہیں تو راستہ اس نے دیکھ لیا مگر محض علم اسے راستے پر نہیں چلا سکتا جب تک کہ اس کے اندر چلنے کی اخلاقی قوت نہ ہو' اخلاق میں صبر ہے' شکر ہے' شجاعت ہے' رضا ہے' تسلیم ہے' یہ عملی چیزیں ہیں''۔

علم محبت اور اخلاق

فرمایا: ''علم راستہ بتلاتا ہے کہ کرنے کا طریقہ یہ ہے اور بچنے کا طریقہ یہ ہے لیکن اس طریقہ پر آدمی چل پڑے تو چلا دینا علم کا کام نہیں ہے یہ کام اندرونی قوت کا ہے جو اخلاقی قوت ہے اگر قلب میں محبت ہے تو آدمی شجاعت اختیار کرے گا محبوب کی خاطر لڑے گا اور اس کے دشمنوں کو فنا کر دیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبت اخلاق کو چلاتی ہے علم نہیں چلاتا۔ غرض ہر چیز کا ایک وظیفہ ہے علم کا کام راہ دکھلانا ہے محبت کا کام حرکت میں لانا ہے اور اخلاق کا کام عمل کرا دینا۔ ہر چیز اپنے اپنے دائرہ کار میں عمل کرے گی''۔

اصلاح قلب کی اہمیت

فرمایا: ”قلب کی حالت اگر درست نہ ہو فتنے میں پڑا ہوا ہو اور شکوک وشبہات میں پڑا ہوا ہو تو شکی آدمی کبھی عمل نہیں کر سکتا۔ تذبذب اور تردد ہوگا تو کبھی عمل ظہور پذیر نہ ہو گا۔ قوت یقین پہلے آئے پھر آدمی چلے گا اور اخلاق ابھاریں گے تو آدمی عمل کرے گا۔

فرمایا: ”نہ علم میں نجات ہے نہ عمل محض میں نجات اور نہ اخلاص میں نجات ہے جب تک کہ اس کے ساتھ فکر صحیح شامل نہ ہو کہ نہ غرور ہو نہ اپنے اوپر اعتماد اور بھروسہ ہو نہ اپنی عبادت اور عمل پر کوئی غرہ ہو بلکہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ یہ انہی کا دیا ہوا ہے اگر وہ چھین لے تو میں کیا کروں۔ یہ فکر جس کو دامن گیر ہو گی اس کا اخلاص بھی کارآمد ہوگا اس کا عمل بھی کارآمد ہوگا اور اس کا علم بھی کارآمد ہوگا۔“

علم کا مقصد معرفت خداوندی

فرمایا: ”شریعت اسلامی نے جس طرح شریعت اور دین کے علم کی طرف توجہ دلائی ہے اسی طرح سے ابدان کا علم اور ضروریات زندگی کے علوم مثلاً سائنس اور فلسفہ وغیرہ کی طرف بھی توجہ دلائی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ادیان کا علم اصل مقصود ہے اور ابدان کا علم اس کے لئے ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا گیا ہے اور ان دونوں کا مقصد معرفت خداوندی ہے“۔

مدارس کے ذریعے عوام کی تعلیم

فرمایا: ”خواص کی تعلیم مدارس سے اور بچوں کی تعلیم مکاتب سے پوری ہو جاتی ہے لیکن عوام رہ جاتے ہیں اس لئے اس کی شکل مساجد میں درس قرآن حکیم کی ہے جس میں قرآن حکیم کا عام فہم اور سلیس ترجمہ سنایا جائے اور ترجمہ کے ذیل میں فقہ کے عملی مسائل موقع بموقع بیان کئے جائیں تا کہ عوام بھی غافل محض اور جاہل نہ رہ جائیں اور ان میں علم کا شوق اور عمل کا جذبہ پیدا ہو“۔

مدارس کی تعلیم

فرمایا: ”میں طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ مدارس میں ہماری جو تعلیم ہے وہ تو بہت

ہی اہم اور ضروری ہے اگر تعلیم نہ ہو تو تبلیغ کا بھی دروازہ بند ہو جائے گا۔ ساری بنیاد تعلیم سے ہی چلتی ہے مگر تعلیم حاصل کرنے کے بعد تعلیم ہی کو مقصد بنا لینا یہ کافی نہیں بلکہ دعوت عام ہونی چاہئے کتابیں پڑھانے کے وقت آپ کتابیں پڑھائیں اور جب دوسرے لوگ سامنے آئیں تو دعوت الی اللہ کا راستہ اختیار کریں جیسا مخاطب ہو ویسا ہی خادم بن کر اس سے گفتگو کریں اگر علم و حکمت والا آدمی سامنے آئے تو اسے حکمت کے راستے سے اسلام پہنچائیں کوئی سادہ لوح آدمی ہو تو سادگی سے اسے اسلام پیش کرو اور اگر کوئی کٹ حجت ہو تو اس کے مسلمات سے اس پر حجت قائم کریں''۔

اخلاص والوں کا علم

فرمایا: ''(نزدیکاں رابیش بود حیرانی) جو زیادہ علم والے زیادہ عمل والے اور زیادہ اخلاص والے ہیں وہ زیادہ ہلاکت کے مقام پر کھڑے ہوئے ہیں کہ ذرا قدم گرے کہ ادھر بھی جہنم اور ادھر بھی جہنم۔ ان کے خطرات اور ان کے وساوس پر بھی گرفت ہوتی ہے''۔

علامت فضل

فرمایا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے فرمایا کہ لن ینجی احدکم عملہ تم میں کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دلائے گا نجات محض اللہ کا فضل دلانے والا ہے۔ (حضرت قاری صاحبؒ) نے فرمایا کہ اس سے یہ مت سمجھ لینا کہ جب عمل سے نجات نہیں تو عمل کو چھوڑ دو۔ فرمایا کہ بیشک عمل نجات دہندہ نہیں اللہ کا فضل نجات دہندہ ہے لیکن فضل کی علامت عمل ہے۔ عمل ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ فضل خداوندی متوجہ ہے۔ دنیا میں فضل کی علامت توفیق ہے اور آخرت میں جنت کا مل جانا ہے''۔

جامعیت دین

فرمایا: ''دین بھی جامع پیغمبر بھی جامع، صحابہ بھی جامع اور جہاں یہ جامعیت دین حاصل ہوتی ہے وہ ہیں ہمارے مدارس اسلامیہ' کیونکہ ان میں اسی دین کی تعلیم و تبلیغ ہوتی ہے اور قوانین و اصول شریعت سکھائے جاتے ہیں نائبان رسول پیدا کئے جاتے ہیں اور

درحقیقت یہ مدارس اسلامیہ دیکھنے میں تو بہت ہی حقیر سے نظر آتے ہیں یونیورسٹیوں کو دیکھو لاکھوں کے سامان لاکھوں کی عمارتیں موجود ہیں اور یہ مدارس بہت ہی معمولی مگر حقیقت میں معنویت ان ہی کے اندر ہے۔ ان مدارس میں پیدا ہونے والے ظاہر میں مساکین ہیں مگر قلوب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ سلاطین ہیں۔ طالب علموں کی زندگی مسکین کی سی ہوتی ہے لیکن اگر صحیح معنوں میں طالب علم ہے تو سلاطین کا علم رکھتا ہے اس کے اندر غنا اور استغنا علو مرتبت اور غناء نفس یہ سب چیزیں ہوتی ہیں بشرطیکہ وہ طالب علم ہو اور ذی استعداد ہو"۔

علم کا ذوق فطری جذبہ

فرمایا: "انسان میں علم کا ذوق اور جذبہ فطری ہے یعنی پیدا کرانے سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ انسان طبعاً علم کو مطلوب سمجھے ہوئے ہے۔ ہر وقت اس کا جی چاہتا ہے کہ اس کا علم بڑھتا رہے علم کی زیادتی سے کبھی وہ تھکتا نہیں"۔

معلم اول کا تلمیذ اول

فرمایا: "علم کا بالکل ابتدائی مرتبہ شی کا نام معلوم ہونا ہے۔ اگر نام بھی معلوم نہ ہو تو اس کی طرف توجہ کرنا محال ہے۔ اس لئے کہ مجہول مطلق کی طرف توجہ ہو ہی نہیں سکتی، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پہلے شاگرد حضرت آدم علیہ السلام کو اشیاء کے نام سکھلائے جو علم کی بالکل ابتدائی منزل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وعلم آدم الاسماء کلھا" شی کا نام معلوم ہو جانے پر طبعاً آدمی کا دل چاہتا ہے کہ میں اس کو دیکھ بھی لوں"۔

انسانیت منازل عروج پر

فرمایا: "انسان کے سوا کائنات کی تین باشعور مخلوقات ایک ایک جوہر کی حامل ہیں حیوانات میں صرف بہیمیت ہے، جنات میں صرف شیطنت ہے اور ملائکہ میں صرف ربانیت ہے اسی لئے ان میں کسی کی بھی ترقی نہیں بخلاف انسان کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ مساوی قوتیں جمع فرما دیں اس میں ملکیت بھی ہے بہیمیت بھی ہے اور شیطنت بھی ہے۔ تو لازمی بات ہے کہ یہ متضاد قوتیں باہم ٹکرائیں اور اس

ٹکراؤ سے نئے نئے افعال کا ظہور ہو''۔

فرمایا: ''انسان کی ایک قوت ''بہیمیت'' کا کام کھانا پینا اور نسل بڑھانا ہے جب اس کے ساتھ ملکیت ٹکرا جاتی ہے تو تیسری قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو ''عفت'' کہا جاتا ہے اور اس سے جائز و ناجائز کی سینکڑوں صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح شیطنت کا کام دھوکہ' فریب' دغابازی اور مکاری ہے۔ جب اس کے ساتھ ملکیت ٹکرا جاتی ہے تو تدبیر و تدبر پیدا ہوگا جس سے مکر و فریب کے بجائے عقل خیز تدابیر کا ظہور ہوگا''۔

مغلوب عقل کے کرشمے

فرمایا: ''انسان کی تین قوتیں ملکیت' بہیمیت اور شیطنت کے باہم ٹکراؤ میں اگر عقل مغلوب ہو جائے یعنی عقل ان مادوں کی خادم بن جائے اور ان کے تقاضوں کو اپنی تدبیر سے پورا کرنے کی نوکر بن جائے تو پھر یہ بہائم سے چار ہاتھ آگے کا بہیمہ اور شیاطین سے درجنوں اوپر کا شیطان بن جاتا ہے جس سے بہائم اور شیطان بھی پناہ مانگتے ہیں''۔

مدارس کے ذریعے علم

فرمایا: ''اس دنیا کی ساخت اور بناوٹ پر ہم غور کریں تو اس سے یہ اندازہ اور مشاہدہ ہوتا ہے کہ اس میں دو سلسلے جاری ہیں۔ ایک خیر اور بھلائی کا دوسرا شر اور برائی کا۔ لیکن شر اور برائی تو ہر چیز کی ذات میں رکھی ہوئی ہے اور خیر اور بھلائی باہر سے لا کر اس میں داخل کی جاتی ہے اپنی ذات میں کوئی بھلائی موجود نہیں۔ جدوجہد اور محنت کریں تو خوبی آتی ہے اگر محنت نہ کریں تو خود بخود خرابی آئے گی۔ اس کے لئے کسی محنت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مثلاً کسی کو عالم بنانا ہو تو لاکھوں مدرسے قائم ہیں جدوجہد اور محنت کرے گا تو عالم بن جائے گا لیکن جاہل بنانے کے لئے کوئی مدرسہ دنیا میں موجود نہیں ہے۔''

مدارس میں تعلیم کے ساتھ تربیت کی ضرورت

فرمایا: ''مدارس میں دو چیزوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے ایک تعلیم کی کہ جس

سے علم پہنچے اور دوسری تربیت کی کہ جس سے اخلاق درست ہوں۔ اگر تعلیم محض رہ گئی تو علم آ جائے گا اور اخلاق نہیں آئیں گے تو وہ علم وبال جان بن جائے گا اور اگر اخلاق تو درست ہو گئے لیکن علم نہ آیا تو جاہلانہ افعال سرزد ہوں گے۔ اس سے منکرات و بدعات سرزد ہوں گے اور یہ دونوں صورتیں تباہی کی ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ علم و اخلاق دونوں جب تک جمع نہ ہوں تو کام چلنے والا نہیں ہے''۔

علم کی روشنی کی وسعت

فرمایا: ''دنیا میں علم کی دولت سب سے بڑی ہے اور علم کی روشنی سب سے بڑی روشنی ہے۔ آپ کو سورج کی روشنی بڑی معلوم ہوتی ہے پورے عالم میں پھیلی دکھائی دیتی ہے مگر اس کے ذریعے صرف رنگ اور صورت کا علم ہوتا ہے لیکن علم کی روشنی اسلام اور کفر میں فرق بتلاتی ہے سنت و بدعت میں امتیاز سکھلا دیتی ہے اور حق و باطل کی پہچان کا ذریعہ ہوتی ہے''۔

انسانی فضیلت کا راز

فرمایا: ''حیوانات کو عقل وفہم سے محروم رکھنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے لئے عقل وفہم کی ضرورت نہ تھی بلکہ عقل ان میں حارج ہوتی ہے کیونکہ اگر ان میں عقل ہوتی تو جب انسان ان پر سوار ہوتا' زین رکھتا' تو عقلمند جانور کہتا کہ ذرا ٹھہریئے! پہلے آپ یہ ثابت کیجئے کہ آپ کو مجھ پر سواری کرنے یا بوجھ لادنے کا حق بھی ہے یا نہیں؟ اب آپ دلائل بیان کرتے اور وہ اپنے عقل کے مطابق آپ سے بحث کرتا تو سواری اور بوجھ رہ جاتا۔ آپس میں بحث چھڑ جاتی اور اگر کہیں بحث میں جانور غالب آ جاتا تو آپ کھڑے منہ تکتے رہ جاتے۔ بلکہ ممکن ہوتا کہ وہی آپ پر سواری کرتا' ظاہر ہے کہ یہ بڑی مشکل بات ہوتی''۔

علم سے خشیت خداوندی

فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انما یخشی اللہ من عبادہ

العلمؤ اہل علم میں جو علم ہوتا ہے اس کی وجہ سے ان میں خشیت الٰہی اور خوف خداوندی ضرور پیدا ہوتا ہے یہ علم کی تاثیر ہے اور جب خوف آخرت ہوگا اور اپنے مرنے کا ڈر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا اندیشہ ہوگا تو عمل کا جذبہ انسان میں پیدا ہوگا لیکن جب علم سے خشیت اور خوف پیدا نہ ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ علم حقیقی نہیں ہے بلکہ رسمی علم ہے۔ رسمی علم کے لئے خشیت کا وعدہ نہیں ہے۔"

معصیت کے برے اثرات

فرمایا: "غرض آج کی معصیت اور گناہ قلت علم کے سبب سے نہیں ہے بلکہ قلت اخلاق، قلت نورانیت اور قلت توفیق کے سبب سے ہے اور توفیق سلب ہونے کے اسباب میں سے مشتبہ کمائی اور حرام کمائی ہے کہ آدمی احتیاط سے نہ کمائے، حلال وحرام کا کوئی امتیاز نہ کرے، مشتبہ اور غیر مشتبہ کو نہ دیکھے۔ بس پیسہ مقصود ہو کہ جس طرح سے بھی ہو پیسہ بٹورلو، خواہ ڈکیتی سے ہو یا چوری سے ہو یا رشوت سے ہو۔ ایسے پیسے کا اثر یہی ہے کہ توفیق جاتی رہتی ہے"۔

تعلیم و تربیت

فرمایا: "انبیاء علیہم السلام اور خصوصیت سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی مشکلات کو ختم کرنے کے لئے تشریف لائے اور اس کے لئے دو ہی طریقے اختیار فرمائے ایک تعلیم اور دوسرا تربیت تعلیم کے ذریعے لوگوں کو علم پہنچایا تاکہ ان کے دلوں میں روشنی پیدا ہو اندھیرا ختم ہو جائے اندھیرے میں کوئی قوم ترقی کی طرف نہیں چل سکتی۔ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔ تربیت یعنی قوت عمل اخلاق سے پیدا ہوتی ہے تو ان کے اخلاق درست کئے۔ قلب کے اندر فاسد مادوں کی اصلاح کی۔"

اسلام قانون فطرت

فرمایا: آپ خدا کے اٹل قانون فطرت کے زیر سایہ زندگی بسر کریں۔ کیونکہ فطرت پر رہنے ہی میں کلی وقار و عزت اور امن وسکون ہے اور خلاف فطرت زندگی گزارنے میں یقیناً ہر نوع کی بے عزتی' بے وقعتی اور بے سکونی ہے۔ خواہ کوئی بھی شعبہ زندگی ہو گو قانون فطرت ہی کا دوسرا نام اسلام ہے۔

اسلام دنیا میں تعصبات یا فرقہ وارانہ کشیدگیاں اور دھڑے بندیاں کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ وہ ان تفرقوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے اور نہ صرف اخلاقی ہی طور پر بلکہ اصولاً اور قانوناً بھی۔

اسلام کی بلند نظری

فرمایا: اسلام فرقہ واریت کو ہوا تو کیا دیتا وہ تو آپ کی اس اصطلاحی جمہوریت اور عوامیت کی آخری حد کو بھی ناکافی جمہوریت بلکہ فرقہ واریت کہتا ہے کیونکہ اس کی جمہوریت ان بناوٹی جمہوریتوں سے کہیں زیادہ بلند اور بالاتر ہے۔

اسلام کا مقصد

فرمایا: دنیا میں سارے انسان بھائی بھائی کی طرح زندگی بسر کریں' نہ مذہبی فرقہ واریت رہے نہ وطنی فرقہ واریت اور نہ اور ہی کسی قسم کی فرقہ واریت قائم رہے بلکہ پوری دنیا ایک ہی عالم گیر ملک اور ایک ہی فطری ہمہ گیر ازم پر آ جائے۔

اسلام کا عادلانہ نظام

فرمایا: ایسی عالمگیر جمہوریت کا فطری نظام قائم کرنا ہے جس میں ساری دنیا کے انسان مل جل کر بھائی بھائی کی طرح زندگی بسر کریں۔ ایک نظام میں منسلک ہوں ان کی حکومت بھی عالمی ہو اور مسلک بھی عالمی وہ اقوام نہ ہوں بلکہ قوم واحد ہوں اور ان کے وطن کے ٹکڑے نہ ہوں بلکہ ساری دنیا وطن واحد ہو۔ سیاست بھی ایک ہو اور دیانتاً بھی ایک ہو۔

اسلامی اصول

فرمایا: اسلام نے اپنا پہلا اصول اس نسبی فرقہ واریت کو مٹا کر نسبی یک سانی پیدا کر دینا قرار دیا تاکہ دنیا کے انسان ایک دوسرے کے قریب آجائیں اور ان میں ایک ہمہ گیر اشتراک عمل پیدا ہو اس نے اعلان کیا یاایھاالناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ ایک ماں باپ کی اولاد ہی کو بھائی بھائی کہا جاتا ہے اور ان بھائیوں ہی کے درمیانی رشتے کا نام اخوت اور برادری ہے۔

مثالی اخوت

فرمایا: قرآن نے سارے انسانوں کو بھائی بھائی کہہ کر ایک عالم گیر برادری اور حقیقی مساوات کا سبق دنیا کو پڑھایا اور ان کے درمیان سے منافرت کی بیخ و بنیاد اکھاڑ کر پھینک دی۔ کیونکہ منافرت اور وحشت دو جنس یا دو نوعوں کے افراد میں ہو سکتی ہے ایک نوع کے افراد اور ایک اصل کی دو شاخوں میں وحشت اور نفرت کے کوئی معنی ہی نہیں۔ مجانست' موانست کی جڑ ہوتی ہے نہ کہ منافرت کی۔

جب مادۂ خلقت اور جوہر قوام بھی سب اقوام ایک ہی ہو تو عقلاً یا طبعاً اقوام عالم میں کوئی وجہ نفرت باہمی کی باقی نہیں رہتی۔ بلکہ موانست باہمی کی بھی انتہائی حد آجاتی ہے جس سے ایک کے درد کا دوسرے کو محسوس کرنا امر طبعی ہو جاتا ہے۔

موجودہ جمہوریت کی قلابازیاں

فرمایا: جب انسانوں میں پیدائشی طور پر اونچ نیچ' چھوت چھات' برتری

اور کھتری، اجنبیت اور علیحدگی بتلائی جائے جو میل ملاپ یا اشتراک و یکسانیت اور مساوات کے پیر جمنے ہی نہ دے تو وہاں عالمگیر جمہوریت کے نام لینے کے کوئی معنی ہی نہ ہوں گے اور پھر بھی لیا جائے گا تو وہ دنیا کو دھوکہ دہی ہوگا جو کبھی شرمندۂ عمل نہ ہوگا۔

اسلام کا امتیاز

فرمایا: وہ ازم اور مسلک دنیا کے سارے انسانوں کو مساوات کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر لا سکتا ہے جو انہیں ایک جوہر بتلا کر ایک ماں باپ کی اولاد بتلائے اور ان میں رشتہ یگانگت ہی نہیں رشتہ اخوت ثابت کر کے ان کے باہمی تفرقوں کو مٹا ڈالے اور نسبی تفرقوں کو ختم کر دے جو انسانی جہالتوں کی ابتدائی فرقہ واریت ہے۔ اور وہ اسلام کے سوا ہمیں کوئی دوسرا مسلک نظر نہیں آتا۔

جب بھی دنیا بین الاقوامیت کی طرف آئے گی اور جب بھی وہ عالمی رشتہ اور عالمی یگانگت کا نصب العین لے کر کھڑی ہوگی تو اس کے لئے چارۂ کار نہ ہوگا کہ وہ اسلام کے اس اصولی یک جوہریت اور ایک اصلیت کو مانے اور اس کے ذریعے سے اقوام میں سے نفرت باہمی اور اونچ نیچ کا خاتمہ کرے ورنہ بین الاقوامیت تو بجائے خود ہے یک قومیت کی سطح بھی ہموار نہیں رہ سکے گی۔ اور ایک ہی قوم میں اتنے تفرقے اور اتنی نفرتیں قائم ہو جائیں گی کہ ان کا ایک پلیٹ فارم، ایک معبد، ایک مدرسہ اور ایک خانقاہ میں جمع ہونا محال ہو جائے گا جیسا کہ اس قسم کی تنگ دل اقوام میں اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

آپ اسلام کا نام لینے سے تو ڈرتے ہیں لیکن اس کا کام کرنے سے اور اس کو ماننے سے نہیں ڈرتے۔ پھر ایسی چیز سے بھاگنے اور ڈرنے سے کیا حاصل ہے جو آپ کا پیچھا نہ چھوڑے اور آپ کہیں بھی بھاگ کر جائیں وہ آپ کا پیچھا کرے اور وہیں جا پکڑے۔ پس کیا اچھا ہو کہ آپ زبان سے بھی اس چیز کے نام سے ڈرنا چھوڑ دیں جو آپکے دلوں اور روحوں میں گھس چکی ہیں۔

اسلام کی عالمگیر مساوات

فرمایا: علم کسی ایک خاندان کی میراث نہیں بلکہ بلاتفریق خاندان و نسل

ضروریات دین کی حد تک علم کا طلب کرنا ہر مسلم و مسلمہ مرد و عورت پر فرض ہے اور زائد از ضرورت عام فرض کفایہ۔ عبادت گاہوں میں محمود و ایاز برابر ہیں۔ صفوف عبادت میں صدیق اکبر اور ایک حبشی غلام یکساں ہیں۔ حدود و قصاص اور تعزیرات میں ایک عام آدمی اور سید المرسل کی بیٹی برابر ہیں۔ اگر خدانخواستہ پیغمبر کی بیٹی بھی فعل سرقہ کی مرتکب ہو تو اس کے ہاتھ بھی عوام کی طرح کاٹے جانے ضروری ہیں۔ حج میں دو کپڑے کا احترام شاہ و گدا کے لئے برابر ہے۔ خواہ ایک عامی ہو یا سلطان ابن سعود ہو دونوں کے لئے عرفات جانا بھی ناگزیر ہے اور ایک ہی نوع کے احرام میں ملبوس ہو کر وہاں ٹھہرنا بھی لازمی ہے۔ مال غنیمت سے اگر ایک چادر کسی عامی کا حق ہے تو اتنا ہی امیر المومنین کا بھی حق ہے۔ ورنہ شبہ پر بھی ایک بدوی فاروق اعظمؓ پر اعتراض کر سکتا ہے اور امیر المومنین کو جواب دہی لازم ہے قانون اسلام کی نگاہ میں سب کے حقوق برابر ہیں۔

اکابر کی احتیاط

فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند نے اپنے بعض نوشتوں میں فرمایا ہے کہ ہندو قوم کے بڑوں مثل رام چندر اور سری کرشن وغیرہ کو نام لے کر کبھی برا نہ کہو اور کوئی توہین آمیز کلمہ ان کی شان میں زبان سے مت نکالو کہ ممکن ہے کہ اپنے وقت میں یہی وہ مردان حق ہوں جو بہ طور ہادی اور نذیر بھیجے گئے ہوں اور شرائع حقہ لے کر ہندوستان کی اصلاح کے لئے آئے ہوں لیکن مرور ایام سے بعد کے لوگوں نے ان کی شریعتیں مسخ کر دی ہوں جیسا کہ اہل تورات اور اہل انجیل نے اپنی ان کتابوں کا حشر کیا۔

ایک مستقل اصول قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا کہ دوسری اقوام کے بزرگوں اور مقتداؤں کی توقیر کرو اور تعیین و تشخیص کے بعد تو نام بہ نام ان پر ایمان لاؤ اور اپنے وقت میں انہیں ہادی برحق جانو اور سند نہ ہونے کی وجہ سے تعیین نہ ہو سکے تو بالاجمال عمومیت کے ساتھ انہیں مانو اور کوئی بھی کسی قسم کی سند نہ ہو تو پھر یہی مشخص کر کے کسی کے نام کے ساتھ کوئی نامناسب کلمہ استعمال مت کرو بلکہ کہہ دو کہ نصدقھم ولا نکذبھم (نہ ہم ان کی

تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب۔ بلکہ معاملہ خدا کے حوالے کرتے ہیں) ظاہر ہے کہ اقوام عالم کو اپنے سے قریب تر کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا منصفانہ اور خیر خواہانہ اصول ہوسکتا ہے کہ جس سے ایک قوم دوسری قوم کی ثنا خواں اور مخلص بنائی جاسکتی ہے۔ پس اس اصول سے مدحیاتی فرقہ واریت کو بھی اسلام نے بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور مدحیاتی مساوات کا اصول مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا۔

اسلامی اصول۔ وطن کی شرعی اور مذہبی خصوصیت کا اظہار کیا جائے

فرمایا: اسلام کا یہ ایک مستقل اصول ہے کہ جس وطن میں جو مذہبی اور شرعی خصوصیت یا منقبت ہو اسے برملا کہا جائے' نہ اس لئے کہ باشندگان وطن پر اچھا اثر پڑے کہ یہ اثر تو بہ طور خاصیت کے خود ہی ظاہر ہوگا۔ اس کا ارادہ و نیت کرنا فعل عبث ہے۔ بلکہ اس لئے کہ ایک اچھا وطن مستحق ہی اس کا ہے کہ اسے اچھا کہا جائے اور جو اس کی واقعی خوبی ہے خواہ تمدنی ہو یا شرعی اسے انصافاً ظاہر کیا جائے۔

اسلام میں فضائل کا ایک عظیم الشان باب ہے۔ جو وطنوں' مکانوں اور مواضع ہی کے لئے خاص طور سے رکھا گیا ہے حجاز اور مکہ و مدینہ کی تقدیس کی طرح اس نے شام کی دمشق کی غوطہ کی پھر یمن کی' حبش کی' خراسان کی' عراق کی' مصر کی' مخصوص پہاڑوں کی' مواضع کی تقدیس کی۔ اور احادیث ان فضائل سے بھری ہوئی ہیں۔

ہندوستان کے فضائل سے بھی ذخیرہ احادیث بھرا ہوا ہے۔ اللہ کا پہلا دارالخلافہ جس میں اولین خلیفہ خداوندی حضرت آدم علیہ السلام نازل ہوئے' ہندوستان ہے۔ کیونکہ آدم جنت سے سراندیپ کے جزیرے میں وجنا کی وادی میں اترے ہیں جو ہند میں ہے۔

اولیات دین ہندوستان میں

فرمایا: خدا کا پہلا قانون ہندوستان ہی میں آیا اور یہیں سے دین شروع ہوا جس کی تکمیل بالآخر حجاز نے کی۔ حضرت جبرئیل امین اور روح القدس کا پہلا ورود ہند میں

ہوا جو وحی لے کر اترے۔ پہلی اذان ہندوستان میں ہوئی جس میں توحید کا اعلان ہوا' جیسا کہ روایات میں موجود ہے۔ اول النبیین کو آخر النبیین کی بشارت ہند ہی میں دی گئی یعنی سرزمین ہند پہلا دار التبشیر ہے۔ طبری کی روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت حواؑ کو لے کر حجاز سے لوٹے تو اسی وادی میں آئے جس میں نزول ہوا تھا اور وہیں رہنے کا گھر بنایا یعنی ہندوستان پہلے نبی کا وطن ہے۔ کفیٰ بہٖ فخراً۔

مقدس ہندوستان

فرمایا: حجاز اس لئے مقدس ہے کہ خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مولد و منشا اور مہبط وحی قرآنی ہے اور اگر شام اس لئے مقدس ہے کہ وہ انبیائے بنی اسرائیل کا مولد و منشا ہے۔ اور اگر مصر اس لئے مقدس ہے کہ اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسبت حاصل ہے۔ اور اگر عراق اس لئے مقدس ہے کہ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت ہے تو بلاشبہ ہندوستان اس لئے مقدس ہے کہ اسے حضرت آدم علیہ السلام سے نسبت ہے اور پہلی وحی کا مہبط ہے۔ پہلا دار النبوۃ اور دار الخلافہ ہے۔

یہ تو ممکن ہے کہ بہ وجہ تجلیات الٰہی کوئی حصہ زمین خدا کی طرف سے بہت اعلیٰ اور افضل بنا دیا جائے لیکن اس سے دوسرے قطعہائے زمین کا منحوس یا مذموم ہونا لازم نہیں آسکتا کہ اسے قابل تشنیع سمجھ لیا جائے اور وطنی فرقہ واریت یا کشیدگیوں کا ذریعہ قرار دے لیا جائے جب کہ ہر خطہ زمین کو کسی نہ کسی مخصوص بندۂ خدا کی نسبت کا شرف حاصل ہے۔ پس زمین کے ٹکڑوں میں افضل و فاضل کی نسبت تو قائم رہے گی لیکن فاضل و منحوس کی وہ نسبت نہ ہوگی جس سے کسی وطن کی توہین کا دروازہ کھلے اور قوموں میں وطنی تعصبات بھڑک اٹھیں۔

ہر شخص کسی وطن یا حصہ زمین میں رہ کر یہ سمجھے گا کہ جیسے مجھے یہ حصہ زمین محض اس لئے مل گیا ہے کہ میرا موروث دنیا میں باقی نہ رہا اور زمین رہ گئی ایسے ہی میرا بھی انجام یہی ہے کہ میں دنیا میں نہ رہوں گا اور یہ زمین رہ جائے گی جو میرے وارثوں کے ہاتھ لگے گی اور جب میرے بعد بھی اس زمین کو چھوڑ چھوڑ کر سب اسی طرح چل دیں گے جس طرح میرے سے پہلے اسے چھوڑ چھوڑ کر چل دیئے تو زمین پر حقیقتاً قبضہ مالکانہ صرف اسی کا رہ جائے گا جو اس

13 زمین کو نہ کبھی چھوڑ کر گیا نہ جائے گا اور وہ مالک الملک ہے کہ جس کا کوئی بعد ہی نہیں کہ اس کے بعد اس کا بھی کوئی وارث پیدا ہو۔ پس وہی حقیقی وارث ہے اور وہی حقیقی مالک ہے۔

بہر حال اسلام نے وطنی تعصبات ختم کرنے کے لئے اول تو تمام وطنوں کے فضائل اور تقدیس کا دروازہ کھولا تا کہ وطنی توہین کا پھاٹک بند رہے اور قومیں ایک دوسرے کے قریب ہوں اور ان میں وطنی منافرت سے وطنی اونچ نیچ نہ پیدا ہو۔ جس سے وطنی فرقے بن جائیں اور دست وگریباں ہوں اور پھر ساری زمین اور سارے ہی وطنوں پر خدا کی ملکیت کا اعلان کر کے انسانوں کو اس میں یکساں منتفع اور یکساں وارث بتایا تا کہ وطنی مساوات کا جذبہ ابھر کر وطنی فرقہ واریت کا بیخ وبن سے استیصال ہو جائے اور دنیا کی قومیں وطنی محبت کی راہ سے بھی ایک دوسرے کے وطن پر متعصبانہ یورش نہ کریں اس سے اسلام کی بین الاقوامیت کے ساتھ اس کی بین الاوطانیت بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مسلک اور ازم ہے جو ہر نوع کی تعصب آفرینی سے پاک رہ کر دنیا کی اقوام کو بہ لحاظ وطن بھی ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکتا ہے۔

حقیقی اور عالم گیر وطنی جمہوریت اسے بھی فرقہ واریت ہی کہتی ہے جس میں سینکڑوں وطنی تعصبات کی کشیدگیاں پرورش پاتی رہتی ہیں اور وقت پر ابھرتی ہیں تو دنیا کو تہ وبالا کر ڈالتی ہیں۔ اس لئے جب بھی دنیا فرقہ واریت کو صحیح معنی میں ختم کرنا چاہے گی یا جب بھی وہ عالمی جمہوریت کے نقطے پر آنا چاہے گی جس میں تمام اقوام اور تمام اوطان برابر ہوں تو اسے صرف اسلامی ہی جمہوریت کے دامن میں پناہ ملے گی۔ جس میں نسلی نسبتی اور وطنی فرقہ واریتوں کو بیخ وبن سے اکھاڑ کر حقیقی مساوات کا اصول اور قانونی نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

انسانوں میں کسب مال کی استعدادیں متفاوت ہیں ان کا طبعی تقاضا تھا کہ جیسا ان میں تفاوت ہے ویسا ہی ان کے ثمرات ونتائج میں بھی فرق رہے کہ ایک کے پاس اس کی محنت کا ثمرہ زیادہ ہو بوجہ قوت استعداد وعمل۔ اور ایک کے پاس کم ہو بوجہ قلت استعداد وضعف عمل۔ پھر بھی اگر زبردستی برابری اور معاشی مساوات قائم کر دی جائے گی تو اول تو سرمایہ دار کے دل میں غیظ پیدا ہو گا کہ کمائی میری اور معمولی محنت کی اور اس میں زبردستی حصہ دار دو ہیں۔

یہ مال خدا کا ہے

فرمایا: یہ مال تمہارا ہے ہی نہیں خدا کا ہے جتنا چاہے تمہیں دے اور جتنا چاہے روک لے۔ سو جتنا ملے اس پر شکر کرو اور جتنا نہ ملے اس پر صبر کرو اور خوش دلی سے قضائے الٰہی پر راضی اور مطمئن رہو۔ اس سے قدرتاً مال دار کے دل میں غرور فخر نہیں آسکتا۔ اور نادار کے دل میں جزع' فزع اور شکوہ نہیں آسکتا۔

سب سے زیادہ محنت تجارت میں ہے کہ تاجر کا دماغ چوبیس گھنٹے تجارت کے جوڑ توڑ میں لگا رہتا ہے اس لئے اس میں سالانہ محصول زکوٰۃ چالیسواں حصہ رکھا گیا یعنی سو پر ڈھائی روپے' جو کم اور کم سے کم ہے۔ اس سے کم محنت زراعت میں ہے کہ کھیتی پر کسان کو تین چار ماہ کی محنت ہوتی ہے یعنی آب پاشی وغیرہ اور پھر وہ صلہ لے کر گھر آ جاتا ہے اور سال بھر کھاتا ہے۔ اس لئے اس پر محصول بڑھا دیا گیا اور بیسواں حصہ غربا کا حق رکھ دیا گیا۔ یعنی سو پر پانچ روپیہ اور اگر زمین بارانی ہے اور آب پاشی کی محنت بھی نہ پڑی صرف تخم ریزی اور دو تین ماہ کی دیکھ بھال پر معاملہ ختم ہو گیا تو شرعی محصول اور زیادہ کر کے عشر (دسواں حصہ) رکھ دیا گیا یعنی سو پر دس۔ اگر بلا محنت و مشقت دفینہ ہاتھ لگ گیا تو محصول اور زیادہ بڑھا کر خمس (پانچواں حصہ) کر دیا گیا ہے یعنی سو پر بیس پھر اسی طرح مویشیوں میں زکوٰۃ رکھی گئی اور بواسطہ بیت المال غربا کا حق قائم کیا گیا۔

احسان' صلہ رحم' حسن سلوک کی اتنی ترغیبیں دی گئیں کہ اگر وہ دل میں رچ جائیں اور ایک مسلمان کے دل میں کم و بیش رچی ہوئی ہوتی ہی ہیں تو وہ خود غریب بن جائے گا اور غربا کو امیر بنا دے گا اور اس میں طبعاً سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کا جذبہ موجزن ہوگا۔ جیسا کہ یہ سخاوت مسلمانوں کی ایک روایتی چیز ہے۔

اسلامی اصول پر امیر تو غریب کا محسن ہوگا اور غریب امیر کا خادم۔ وہ شفیق اور یہ مطیع۔ اور اس طرح قوم کے ان دو بنیادی طبقوں میں مالی' اخلاقی' قانونی' معاشرتی اور معاشی توازن قائم ہو جائے گا جس میں اول تو نتیجتاً معاشی مساوات ہو جائے گی اور تفاوت رہے گا بھی تو وہ ایسا ہوگا کہ غریب ہزار جان سے یہ چاہے گا کہ اس مال دار کے مال میں اور برکت و

اضافہ ہو کہ ہمارا حصہ اور بڑھ جائے۔ گویا مزدور اور غریب چاہے گا ہی نہیں کہ وہ اور مال دار برابر ہو جائیں۔ پس یا مساوات پیدا ہو جاتی ہے یا متفاوت توازن پیدا ہو جاتا ہے جس میں اخلاقیت کا پاکیزہ رنگ آ کر طبقاتی ربط قائم ہو جاتا ہے اور طبقاتی کشمکش ختم ہو جاتی ہے۔

اسلام نے مالیات کے سلسلے میں دونوں جانبوں کو ایک ایسی معتدل اور موزوں سطح پر قائم کر دیا تھا کہ معاملے کے دونوں فریق اپنے اپنے دائرے میں خوش اور مطمئن تھے جس سے مالیات میں طبقاتی کشمکش فرقہ واریت اور فرقوں کی اونچ نیچ کی بنیادیں ہی منہدم ہو گئی تھی اس لئے دنیا جب بھی اقتصادیات کے صحیح حل پر آئے گی تو وہ بلاشبہ اسلام ہی کا اقتصادی نظام ہوگا اور ایسا ہونا ناگزیر ہے۔

ہوس اقتدار میں پارٹیاں بنتی اور بگڑتی ہیں اور وہی لوگ جو دین کے نام پر جماعت بننے سے گھبراتے ہیں اس دنیا کے نام پر وہ ساری تباہیاں لاتے ہیں جو دین کے نام پر عشر عشیر بھی نہیں آ سکتیں۔ ہر پارٹی عوام کے جذبات و رجحانات' دھوکا اور فریب سے اپنی طرف کھینچتی ہے اور انجام کار عوام کو دو گروہ بنا کر ان کے جذباتی ٹکراؤ کا تماشا دیکھتی ہے اور ان کا خون دیکھ کر اپنی کامیابی پر سرور اور شاداں ہوتی ہے۔

دین فطرت نے۔ حکومت اللہ کی قائم کی ہے اور انسان کو حاکم یا فرمانروا ہونے کے بجائے نائب اور فرمان پذیر بنایا ہے تاکہ سب انسان مل کر یہ نعرہ لگائیں کہ "ہمارا تمہارا خدا بادشاہ" یہ اصول پارٹیوں' ملکوں اور اقلیموں کی کشاکش کو ٹھنڈا کر دیتا ہے کیونکہ کشمکش کا آغاز ہی اس نعرے سے ہوتا ہے کہ "ہم آقا اور تم غلام"۔ "ہم بادشاہ اور تم رعایا" لیکن جب ہر قوم دوسری قوم سے کہے کہ نہ ہم آقا نہ تم' بلکہ ہم سب کا آقا اور بادشاہ خدا ہے اور ہم تم سب پر حکمراں خدا کا مستند اور فطری قانون ہے۔ تو یہ نعرہ نہ صرف انسانوں کی کش مکش ہی ختم کر ڈالتا ہے بلکہ ان کے جذبات اقتدار کو بھی ٹھنڈا کر دیتا ہے اور ان میں بندگی اور عبودیت کی شان آ کر باہمی توافق اور انس قائم ہو جاتا ہے۔

اسلام نے طبعی جذبات کو مٹایا بھی نہیں اور آزاد بھی نہیں چھوڑا۔ ان میں قیدیں ایسی اضافہ کر دیں کہ وہی جذبات صحیح راستے پر بھی پڑ جائیں اور ان کی پنہانی مضرتوں سے بھی

نجات مل جائے اور ان قیود سے اس نے ہر اجتماعی شعبہ حیات میں توازن اور فطری مساوات قائم کر کے اونچ نیچ اور فرقہ وارانہ نزاعات کا خاتمہ کر دیا ہے۔

دنیا کے ان بکھرے ہوئے عناصر اور اجزا کو جو فرقہ وارانہ کشمکش میں پڑے دم توڑ رہے ہیں نہ وطن جوڑ سکتا ہے کہ اس میں خود حد بندی اور تفریق ہے' نہ نسل و خون جوڑ سکتا ہے جس میں خود رنگ و بو کا تضاد ہے نہ قومیت جوڑ سکتی ہے جس میں خود کالے گورے اور روشن اور تاریک کا فرق ہے نہ دولت اور حکومت جوڑ سکتی ہے جو خود حرص وہوس کے ٹکراؤ اور قضا سے منشا جنگ و جدال ہے نہ کہ منشا میل ومحبت' نہ مختلف مذاہب کے لیبل جوڑ سکتے ہیں جو خود رنگا رنگ ہو کر انسانوں کو رنگ بہ رنگ کئے ہوئے ہیں بلکہ وہی اصل الاصول ذات جوڑ سکتی ہے جس میں نہ تفرق ہے نہ ترکیب' نہ جزئیت ہے نہ بعضیت' نہ رنگ ہے' نہ بو نہ صورت کی حد بندیاں ہیں نہ شکل کی رنگا رنگیاں نہ نسلیت ہے نہ قومیت نہ وطنیت کی نسبت ہے نہ قومیت کی خصوصیت نہ حد بندی ہے نہ تفریق و تقسیم بلکہ وحدانیت محضہ ہے یک تائی ہے محبوبیت عامہ ہے مرکزیت مطلقہ ہے وہ جو سارے وطنوں سے بالاتر تمام قومیتوں سے اوپر ہر نسل و خون سے بری ہر محتاجگی سے منزہ ہر عیب ونقص سے مبرا ہر غرض اور لوث سے پاک اور ہر جانب داری اور طرف داری سے مقدس۔ اور اس لئے سارے وطنوں پر یکساں حکمران ساری نسلوں کا بلاشرکت غیرے خالق ساری قوموں کا تنہا مربی اور سارے ہی اعیان واکوان زمان ومکان اور ارواح واجسام میں تن تنہا متصرف ہے جس کا نام مبارک اللہ ہے جس کی شان غنی عن العالمین ہے جس کا لقب رب العالمین ہے جس کی صفت ارحم الراحمین ہے جس کا خطاب خودی احکم الحاکمین ہے۔

ہر اونچ نیچ کو مٹا کر ہر ذات پات کو قطع کر کے ہر فرقہ واریت کو ختم کر کے جو چیز دنیا کے ان متضاد عناصر کو ایک سطح پر لا سکتی ہے وہ خدا کا نام ہے یعنی من وتو میں ہمہ شما میں اور ہم میں اور تم میں جو چیز یکساں اور برابر ہے وہ خدا کی معبودیت ہے۔ اگر بلاشرکت غیرے اس کی ذات کو سب اپنے سامنے رکھ لیں تو یہی ایک نقطہ اشتراک ہے جو اقوام عالم کو جوڑ سکتا ہے یہی وہ کلمہ ہے جس کو کلمة سوآء بيننا و بينكم (سورۂ آل عمران:۶۴) کے بلیغ

عنوان سے قرآن نے دنیا کو قوموں کے سامنے پیش کیا ہے۔

جب تک نسلی امتیازات وطنی تفوقات اور قومی افتراقات نہیں مٹادیئے جائیں گے اس وقت تک یہ باہمی بداعتمادی منافرت دھڑہ بندی اور مابینی آویزش ختم نہیں ہوسکتی۔ اور اس کے بعد جب تک کسی ایسے ایک مرکز سے وابستگی نہ ہوگی جس کے جوہر ہی سے فرقہ تعدد تضاد کثرت حد بندی اور انقطاعیت خارج ہو اس وقت تک عالم میں باہمی وحدت' الفت' جذب وکشش' میل ملاپ اور اتحاد ذات البین پیدا نہیں ہوسکتا اور وہ صرف اللہ کی ذات بابرکات ہے اس لئے اس نے ایک پروگرام تو منفی پہلو میں پیش کیا جس کی رو سے ہر غیر اللہ کی مرکزیت ختم ہوجاتی ہے جو مخلوق کو منتشر کردے خواہ وہ وطن ہو' نسل ہو' قوم ہو' دولت ہو' حکومت ہو' صورت ہو' مورت ہو' اپنا نفس ہو' یا عناصر و کواکب کے نفوس ہوں کچھ بھی ہو کوئی انسان اور کوئی قوم ان کے سامنے جھکے نہ انہیں مرکز فکر بنائے نہ انہیں غایت عمل بنائے نہ یہ چیزیں مساعی اور کوششوں کا منتہا بنائی جائیں۔

اسلام ہی جو اپنے منفی اور مثبت پہلوؤں کے لحاظ سے صرف مرکز کائنات (اللہ) کو جو اپنا منتہائے نظر اور منتہائے مقصد ٹھہراتا ہے اس دنیا میں عالم نظام قائم کرسکتا ہے۔ جس سے فرقہ وارانہ حد بندیاں ختم ہوسکتی ہیں نہ وہ ازم اور مسالک جس کا منتہائے نظر یا زمین کا کوئی محدود ٹکڑا ہو یا انسانی برادری کا کوئی مخصوص طبقہ ہو یا دولت و مال کا کوئی مخصوص حصہ ہو کہ ان میں وسعت نظر ہی پیدا نہیں ہوسکتی چہ جائے کہ ان کے قلوب میں کسی وسیع نظام اور عالم گیر انتظام کے فکر کی گنجائش ہو؟

وحدت یا (اتحاد کا حقیقی پروگرام) صرف اسلام ہی نے پیش کیا ہے۔ جس پر عالمی نظام کا نقشہ اس طرح بن سکتا ہے اور دنیا کی ساری قومیں اس نقطہ پر آجائیں ان کا پلیٹ فارم بھی عالمی ہو ان کی حکومت بھی عالمی ہو ان کی دیانت بھی عالمی ہو اور سیاست بھی عالمی ہو اور جو اقوام نہ ہوں بلکہ یا قوم متحدہ ہوں یا قوم واحد ہوں اور جس طرح ابتدا آفرینش کے وقت وہ ایک طریقہ اور ایک ہی دین پر تھے گو قلیل تھے اسی طرح وہ اب انتہائے دنیا پر بھی سب مل کر ایک ہی راستے پر آجائیں اگرچہ کروڑوں اور اربوں ہوں کہ اول بہ آخر نسبتے دارد۔

اسلام کی اصل بنیاد وحدت ہے فرقہ نہیں جمع ہے تفریق نہیں۔ اجتماع ہے انقسام نہیں اتحاد ہے فرقہ واریت نہیں۔ اس لئے فرقہ واریت سے بچنے والوں کے لئے بلاشبہ ان مذاہب

سے بچتے رہنے کی ضرورت ہے جو اپنی ابجد ہی سے تفریقوں، تقسیموں اونچ نیچ اور چھوت چھات وغیرہ سے دنیا کو فرقوں اور ذاتوں میں بانٹ کر عالم گیری کے تصور تک سے بھی محروم کئے ہوئے ہیں۔ لیکن جو مذہب ہی فرقہ واریتوں کے مٹانے کے لئے آیا ہے اس سے بچنے کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ فرقہ واریت سے بچنے کا نام لے کر دنیا میں فرقہ واریت کو فروغ دینا چاہ رہے ہیں۔

آج کی اقوام نے جس حد تک بھی فرقہ واریت سے کنارہ کشی اختیار کی ہے اسی حد تک انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے کیونکہ یہ فرقہ واریت شکنی اسی کا اولین قدم ہے۔ ذات پات کی اونچ نیچ مٹانا اسی کا اولین نصب العین ہے چھوت چھات ختم کرنا اسی کا اولین مقصد ہے۔ نسلی اور وطنی امتیازات کی بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا اسی کا اولین مطمح نظر ہے اور اسی نے یہ خبر بھی دی ہے کہ دنیا کے آخری دور میں وہی ان مصنوعی حد بندیوں کو ختم کرنے والا ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جو دنیا کے آخری دور میں ظاہر ہوگا (جیسا کہ ہو چکا ہے) ان تمام قومی، نسلی اور وطنی امتیازات کو پاش پاش کر ڈالے گا اور اس طرح دنیا کی متفاوت قومیتیں اور اونچی نیچی ذاتیں رل مل کر ایک ذات ہو جائیں گی۔ چھوت چھات کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیا جائے گا اور وہی قومیں جس کا مذہب ہی اونچ نیچ اور چھوت چھات تھا خود اپنے اس مذہب پر لعنتیں بھیجنے لگیں گی۔ حتیٰ کہ سارے رجعت پسند لیڈر مل کر بھی اگر ان امتیازات کو پھر لوٹانا چاہیں گے تو نہیں لوٹا سکیں گے اور اس طرح پوری دنیا میں ایک قوم ہوگی ایک ازم ہوگا اور دنیا کی اس واحد قوم کی عالمی حکومت ہوگی۔ اسلام جب کہ امور طبعیہ اور خلق جذبات کو پامال کرنے کے بجائے انہیں ٹھکانے لگانے کے لئے آیا ہے تو ممکن نہ تھا کہ وہ ان طبعی قوتوں سے کلیتاً صرف نظر کر لیتا اس نے ان رشتوں کو باقی رکھا اور اندرون حدود ان سے کام لیا اور ان سب رشتوں کو ایک ایک مستقل اخوت کی صورت سے قائم رکھنے کا اعلان کیا۔ مگر ان سب کے استعمال اور حدود استعمال کا معیار دین اور جستہ یعنی اخلاص للہ (اللہ کے لئے اخلاص) کو ٹھہرایا۔

آسمانی مذہب کا پہلا کام بت شکنی ہے اور زمینی مذاہب کا پہلا کام بت گری ہے۔ اسلام کا نصب العین ہی قومیتوں کے ان رنگین اور سنگین بتوں کو توڑ ڈالنا ہے جو دنیا میں اونچ نیچ پیدا کر کے بالآخر فرقہ وارانہ کشاکشی کی بنیادیں ڈالنے کا باعث ہوئے اور مخلوق خدا کو

سینکڑوں جنابوں میں بانٹ کران میں نفرت باہمی اور تعصبات مابینی قائم کردیئے جس سے کچھ قومیں بہ زعم خود ہمیشہ کے لئے اونچی اور کچھ نیچی ہوگئیں۔کوئی سر کی اولاد اور سونا بن گیا اور کوئی پیر کی اولاد اور مٹی بن گیا۔اور اس طرح وہ انسانی کنبہ جو اپنی انسانیت میں مساوی اور یکساں سلوک کا متقاضی تھا اونچ نیچ کی نذر ہوکر نفرت باہمی کا شکار ہوگیا جس سے قانونی طور پر دنیا میں فتنہ وفساد کی آگ پھیل گئی۔

مذہب کی جگہ وطن وغیرہ کو رکھ دینے سے فرقہ واریت کا خاتمہ نہیں ہوتا بلکہ فرقہ واریت کا صرف چولہ بدل جاتا ہے مذہبی فرقہ واریت کے بجائے وطنی نسلی قومی اور مالی فرقہ واریت آ جاتی ہے اور وہی نفرت انگیز اونچ نیچ تبدیل معیار کے ساتھ بدستور قائم رہتی ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ بھیانک اور مہلک شکل میں آ جاتی ہے جس سے پوری دنیا کا امن وسکون خطرہ میں پڑ جاتا ہے اس لئے اس کا صحیح علاج یہ ہے کہ صرف اسی مسلک اور ازم کو اپنایا جائے جس کا سنگ بنیاد ہی اس فرقہ وارانہ اونچ نیچ کو مٹانے پر رکھا گیا ہے اور اس نے مذہبی، نسلی، نسبی، قومی، مالی، سیاسی اور وطنی اونچ نیچ کو مٹا کر پوری دنیا کو مساوات اور عالمگیر اخوت کا درس دیا۔

نعمتوں کا اصل اصول حقیقتاً دو ہی نعمتیں ہیں نعمت امن اور نعمت رزق ۔ کہ ان دونوں ہی کے فقدان سے جان و مال اور آبرو خطرے میں پڑ جاتے ہیں اور ان دونوں نعمتوں کی بنیاد شکر وقدر دانی اور اعتراف احسان پر ہے۔اس لئے شکر واعتراف نعمت تو تمام نعمتوں کا اصل اصول ٹھہر جاتا ہے اور کفران نعمت تمام نعمتوں کے سلب ہو جانے اور چھن جانے کا منشا نکل آتا ہے۔

ایک بستی امن ورزق کی بستی تھی۔ جسے ہر سمت سے رزق مل رہا تھا۔ ہر ملک سے جہاز اور ریلیں غلے سے لدے ہوئے چلے آ رہے تھے۔گویا قومیں اپنا سرمایہ اجناس اس کے لئے کھلے دل سے پیش کر رہی تھیں کسی قوم میں اس کے خلاف بدامنی اور بے اطمینانی کے جذبات نہ تھے۔ بلکہ ہر ملک اور ہر قوم اس کے حق میں معین ومددگار بنا ہوا تھا کہ اچانک یہ بستی کفران نعمت کا شکار ہوئی۔خدا کی ناشکری کی ترک طاعت سے اس پر بھروسہ چھوڑا، اس

کی رزاقی پر اعتماد ترک کرتے ہوئے اپنی رزاق خود ہی بن بیٹھی اور عطیات خداوندی پر غرور ونخوت کیا۔ پھر اقوام کی بھی ناشکری کی ان کی توہین کی ان کے وطنوں کی توہین کی ان کے مقتداؤں کی توہین کی ان کے وطنوں کی توہین کی جہاں سے رزق مل رہا تھا۔ پھر خود اپنے قومی افراد کی بھی توہین کی کہ ان میں اونچ نیچ پیدا کی۔ ان میں سرمایہ داری اور ناداری کا تفاوت قائم کیا اور ان میں پھوٹ اور بغض باہمی کے جذبات بھر دیئے اور جہاں سے امن کا چشمہ پھوٹتا تھا وہاں سے نفرت باہمی کا سوت ابلنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بنیادی نعمتیں رزق اور امن اس بستی کے ہاتھ سے نکل گئیں اور بدامنی اور بے رزقی لباس بن کر اسے چمٹ گئی۔ لباس کا خاصہ ہے کہ گھبراہٹ کیساتھ اس سے بھاگ کر اگر اسے اتارنے کی کوشش بھی کی جائے تو وہ اور زیادہ بدن کو چمٹ جاتا ہے بلکہ جتنا اس سے بھاگتے ہیں اتنا ہی وہ بدن سے پیوست ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی پسینے سے بدن کو چپک بھی جاتا ہے کہ پھر سکون کے ساتھ بھی اگر اسے بدن سے جدا کرنے کی کوشش کی جائے تو آسانی سے جدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح بدامنی اور بے رزقی اس کافر نعمت بستی کو لباس کی طرح گویا چپک کر رہ گئی ہے کہ اسے چھوڑنا بھی چاہتے ہیں تو نہیں چھوٹتی اسی لئے قرآن نے یہ نہیں فرمایا کہ خدا نے اس بستی سے امن ورزق چھین لیا بلکہ یہ فرمایا کہ بدامنی اور بے رزقی انہیں لباس بن کر چپک گئی اور نہ صرف یہی بلکہ بھوک اور خوف غذا بن کر ان کے اندر اتر گئی ہے جس کا مزہ بھی وہ چکھ رہے ہیں کیونکہ کسی چیز کا مزہ اندرون دہن میں داخل ہوئے بغیر نہیں آتا۔ حاصل یہ نکلا کہ بھوک اور خوف نے تن بدن کو تو باہر سے گھیر لیا ہے اور وہ بھی لباس بن کر اور پھر یہ بھوک اور خوف غذا کی طرح داخل بدن میں اتر گیا ہے جس کا مزہ بھی لوگ خوب چکھ رہے ہیں اب اس داخل وخارج کے عذاب سے لوگ بھاگنا بھی چاہتے ہیں تو وہ پیچھا نہیں چھوڑتا کہ ظاہر و باطن پر مسلط ہے اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے ریزولیشن بھی پاس کئے جا رہے ہیں تجویزیں بھی بن رہی ہیں پروگرام بھی تیار ہو رہے ہیں تلواریں بھی اٹھائی جا رہی ہیں قلم بھی گھسے جا رہے ہیں، قدم بھی سفروں میں رگڑے جا رہے ہیں زبانیں بھی معاہدوں میں رطب اللسان ہیں۔ لیکن

دنیا ہے کہ اسے بے رزقی اور بدامنی چپک کر رہ گئی ہے کہ چھوٹنے میں نہیں آتی۔

بے رزقی اور بدامنی کے اسباب محض سیاسی اور رسمی ہی نہیں ہیں بلکہ کچھ اور بھی ہیں جو خود ان ظاہری اسباب کے بھی اسباب ہیں اور وہ باطنی اور معنوی ہیں جنہیں آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں مگر دل پہچانتے ہیں۔ یہی معنوی اسباب ان ظاہری معاملات پر غیر شعوری طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور ان کی خوبی اور خرابی واقعات پر اچھا اور برا اثر ڈالتی ہے ان سے رزق و امن سلب کر لینے والے اسباب کا سبب الاسباب ایک ہی ہے اور وہ معصیت ہے۔ ادھر رزق و امن کے اسباب پیدا کر دینے کا بنیادی اور معنوی سبب طاعت ہے پس اس وقت کی بے رزقی اور بدامنی کی ذمہ داری درحقیقت ہمارے ہی افعال و حرکات پر عائد ہوتی ہے نہ کہ اغیار پر۔ گو سطحی طور پر اس کا سبب اغیار نظر آئیں۔

نعمتوں کا بقا اطاعت قانون میں مضمر ہے اور نعمتوں کا سلب قانون کی نافرمانی اور معصیت میں مخفی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب عقلی قوانین کی نافرمانی کے یہ آثار ہیں کہ نعمتیں سلب ہو جاتی ہیں تو روحانی قانون کی نافرمانی سے نعمتوں کا چھن جانا اور بالخصوص قلبی نعمتوں سکون قلب بشاشت دل راحت روح اور طمانیت باطن کا چھن جانا مزید برآں ہے۔ پس امن و رزق کا تعلق صرف معاہدوں، ریزولیوشنوں اور تجاویز سے نہیں بلکہ قوموں کے کردار، کیریکٹر، کیفیات نفس اور قانون الٰہی یا قانون فطرت سے وابستگی کی نوعیت سے اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لئے بقائے نعمت اور سلب نعمت کا حقیقی سبب قانون الٰہی کی اطاعت (جسے عبادت کہتے ہیں) اور قانون الٰہی کی نافرمانی (جسے معصیت کہتے ہیں) نکل آتی ہے۔

افزائش رزق و امن کے اسباب جو کچھ بھی اب تک کی تقریروں میں بیان کئے گئے ہیں ان کی نفی نہیں کرتا۔ وہ ظاہری اور سطحی اسباب ہیں اور جب تک اس ظاہری اور نمائشی عالم میں رہنا ہے ان کے اختیار کرنے سے چارۂ کار بھی نہیں ہے مگر انسانیت کا مدار محض ظاہر بدن اور مادۂ اشیاء پر نہیں بلکہ اس کے ساتھ روح اور باطن بھی لگا ہوا ہے۔ اس لئے محض مادی وسائل ہی اس کے سامنے نہ رہنے چاہئیں بلکہ روحانی اسباب بھی پیش نظر رہیں جب کہ بدن کے ساتھ روح سے چارۂ کار نہیں۔ اس لئے جہاں ہمیں اسباب ظاہری کی طرف

توجہ کرنی پڑے گی وہیں اس سے کہیں زیادہ اسباب باطنی کی طرف بھی جھکنا پڑے گا اور جیسے ہم دنیا میں رہتے ہوئے روح سے قطع تعلق کر کے محض بدن پر قناعت کر کے زندہ نہیں رہ سکتے ایسے ہی ہم ان روحانی اسباب سے منقطع ہو کر محض مادی اسباب پر بھروسہ کر کے نہیں بیٹھ سکتے۔ پس جہاں ہمیں مادی قوانین درکار ہوں گے وہیں ہمارے لئے اخلاقیت بھی ناگزیر ہو گی۔ قانون محض جس میں اخلاقیت اور روحانیت نہ ہو دنیا کے لئے کبھی بھی نجات اور امن وسکون کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ بلکہ مادہ سے زیادہ روح کی ضرورت ہے کیونکہ روح کے بغیر تو مادی ڈھانچے کا بقا ہی ناممکن ہے لیکن مادی ڈھانچوں کے بغیر روح کا قیام ممکن ہے جیسا کہ دنیا کی تمام ملتیں اسے مانتی ہیں اور اس پر عقلی اور نقلی دلائل قائم ہیں اور روح و روحانیت کا سرچشمہ ذات بابرکات خداوندی ہے۔ اس لئے دنیا میں زندگی بسر کرنے کے سلسلے میں خدا سے منقطع ہو کر اور اس کے اٹل فطری قانون سے بے تعلق رہ کر امن وسکون کی زندگی بسر کرنے کا خیال جنون اور مالیخولیا سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ پس کسی بھی شعبہ زندگی سے پراگندگی تشتت باہمی' بے اعتمادی فرقہ وارانہ کشمکش فرقہ واریت کے فتنوں کی انواع جس کے ثمرہ کے طور پر بے رزقی اور بدامنی پھیلتی ہے اس وقت تک ہرگز نہیں مٹ سکتے جب تک کہ اللہ کی جامع الاشتات ذات کی طرف ان بکھرے ہوئے عناصر کا رجوع نہ ہو گا۔ عالم کے ان بکھرے ہوئے اجزا کو نہ وطن جوڑ سکتا ہے کہ اس میں خود حد بندی اور تفریق داخل ہے نہ نسل وخون جوڑ سکتا ہے کہ اس میں خود تفاوت واختلاف ہے نہ قومیت جوڑ سکتی ہے کہ اس میں خود تلون اور گورے کالے کی تفریق ہے۔ بلکہ وہی نام جوڑ سکتا ہے جس کے مسمیٰ میں نہ حد بندی ہے نہ تفرق ہے نہ جزئیت ہے اور تقطیع ہے بلکہ وحدانیت ہے۔ یکتائی ہے محبوبیت ہے مرکزیت مطلق ہے جو تمام بکھرے ہوئے مواد وعناصر اور صد انواع موالید عالم کو اپنے نام پر جمع کئے ہوئے ہے۔ جتنا اس کے نام سے علیحدگی ہوتی ہے تشتت پھیلتا ہے بکھراؤ بڑھتا ہے اور جتنا اس کے نام کے ساتھ وابستگی ہوتی ہے جمعیت خاطر سکون دل اور غنا و بشاشت نصیب ہوتا ہے جو جمع واجتماع کی روح ہے۔

علم اور عمل

فرمایا: ''علمی باتیں کان میں پڑتی ہی رہتی ہیں جلسوں میں مواعظ میں، گفتگو میں لیکن عملی مسائل کی گفتگو کم ہوتی ہے اور کوتاہی ہم لوگوں کی جتنی ہے وہ عمل کی ہی ہے علم کی نہیں۔ علم کے وسائل اس زمانے میں اتنے بڑھ چکے ہیں کہ ہم ارادہ بھی نہ کریں تو خواہ مخواہ علم ہمارے سامنے آتا ہے کتابیں ہیں، رسائل ہیں، اخبارات ہیں۔ تو رات دن علمی باتیں سامنے آتی رہتی ہیں کوتاہی درحقیقت عمل کی ہے علم کی نہیں بقول مرزا غالب کے۔

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی

علم تو ہے مگر عمل کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے آمادگی نہیں ہوتی اور نجات کا تعلق ہی عمل سے ہے علم سے نہیں''

خشیت الٰہی بقدر علم

فرمایا: ''ایک حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ''نہ کسی طالب مال کو کسی حد پر قناعت ہوتی اور نہ طالب علم کو' بلکہ حرص بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ کسی عالم کو اگر سو مسئلے معلوم ہو گئے تو دو سو معلوم کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ جب علم کی طلب اس درجہ تک پہنچ جائے گی تو علم خود ہی عمل کو دعوت دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **انما یخشی اللہ من عبادہ العلموء** جس قدر علم بڑھتا جائے گا' خشیت بڑھتی جائے گی اور جب خشیت بڑھے گی تو آپ یقیناً اطاعت کی جانب مائل ہوں گے اس لئے کہ علم کے لوازم میں سے عمل ہے''۔

علم کے ساتھ تربیت کی ضرورت

فرمایا: ''اگر تزکیہ ضروری نہ ہوتا تو حضورؐ کے فرائض میں تزکیہ نہ رکھا جاتا اور تربیت نہ رکھی جاتی تو سب سے زیادہ ضرورت تربیت کی پڑتی ہے اور تربیت کے ساتھ ساتھ تعلیم کی ضرورت پڑتی ہے اور ان دونوں چیزوں کا تعلق کسی منجھی ہوئی شخصیت کے ساتھ ہوتا

ہے اگر کوئی چاہے کہ میری تربیت کاغذ سے ہو جاتی تو کاغذ اور کتاب تربیت نہیں کر سکتے کاغذ میں تو کالے کالے نقوش ہوتے ہیں ان نقوش کی مرادات معلم سمجھا سکتا ہے اور بتلا سکتا ہے"۔

تعلیم اور تربیت

فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس لئے تشریف لائے کہ علم سے دنیا کو آراستہ کریں اور اس علم سے راہ حق نظر آئے اور تزکیہ سے آراستہ کرے جس سے لوگوں میں اس راستے میں چلنے کی قوت پیدا ہو اور عمل کا نمونہ سکھلائیں تاکہ عمل من گھڑت نہ ہو اس میں بھی لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے متبع ہوں یہ چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض وغایت ہیں۔ اسی کے مجموعے کا نام "تعلیم وتربیت" ہے۔

ضرورت علم

فرمایا: "سیدھی بات یہی ہے کہ سب سے ہٹ کر ایک کے ساتھ تعلق بڑھاؤ تاکہ ہزاروں کی خوشامد نہ کرنی پڑے اور یہ جبھی ہوتا ہے کہ جب اس ذات کا علم صحیح ہو جائے جب علم صحیح نہیں ہوگا تو کبھی ادھر کبھی ادھر۔ علم کے ذریعے روشن ہوگا کہ مجھے فلاں ذات سے ملنا ہے اور وہ ذات بابرکات حق ہے جو کہ پروردگار ہے مالک اور خالق بھی ہے"۔

منقول واجب القبول

فرمایا: "علم کے میدان میں اس چیز کی پرواہ ہرگز نہیں ہونی چاہئے کہ کہنے والا چھوٹا ہے، ناقص الاستعداد ہے یا بڑا ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کا ذاتی قول ہے یا منقول ہے۔ اگر منقول ہے تو واجب القبول ہے اور اگر غیر منقول ہے تو پھر وہ غیر معقول بھی ہے لہذا اس کو قبول کرنا کوئی ضروری نہیں ہے پھر اصل میں جو غلطی ہے وہ اپنے نفس کی طرف سے ہے اور جو خیر ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے"۔

حقیقی عالم کون

فرمایا: "علم کا خاصہ ترقی، اونچائی اور بڑائی ہے اسی وجہ سے انسان کے لئے

عبدیت لازم کی گئی اس لئے کہ علم محض اسے متکبر بنادے گا اس کا علاج عبدیت میں رکھا گیا ہے تو جب علم کے ساتھ عبدیت جمع ہوتی ہے تو علم کے آثار میں استکبار کے بجائے وقار پیدا ہوتا ہے اور عبدیت سے ذلت نفس کے بجائے تواضع للہ پیدا ہو جاتی ہے تو عالم حقیقی وہ ہے کہ جو متکبر نہ ہو بلکہ باوقار ہو جو ذلیل النفس نہ ہو بلکہ متواضع ہو"۔

علم وعبدیت کا تلازم

فرمایا: "اگر عالم کے اندر استکبار ہے تو عالم کے لئے فساد ہے اور اگر اس میں تواضع کے بجائے ذلت نفس ہے تو بھی عالم کے لئے فساد ہے اور اگر وہ جاہل ہے یعنی عامل بے علم ہے تو وہ بدعات ومنکرات میں مبتلا ہوگا وہ بھی فساد کبیر ہے تو علم کے لئے بھی ایک فتنہ ہے اس کا علاج عبدیت میں ہے اور عبدیت کے لئے بھی ایک فتنہ ہے اس کا علاج علم ہے جب تک یہ دونوں چیزیں جمع نہیں نہ ہوں کام نہیں چلتا"۔

فرمایا: "اگر علماء میں بگاڑ آتا ہے تو یہود کے نقش قدم پر جاتے ہیں جمود استکبار میں مبتلا ہوتے ہیں اور اگر عباد وزہاد میں بگاڑ آتا ہے تو وہ نصاریٰ کے نقش قدم پر چلتے ہیں بدعات ومنکرات میں مبتلا ہوتے ہیں"۔

اصلاح علماء

فرمایا: "ایک عالم مطیع اور طالب حق کی شان یہ نہیں ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تو اس کے اوپر شرف وکمال خالص کرے اور وہ اس کے مقابلے میں نقص وعیب اور بری اور گندی چیزوں کا طالب بن جائے یہ انتہائی بے قدری ہوتی اس میں ڈر ہوتا ہے کہ کہیں مسلم کا شرف بھی چھن جائے"۔ "علم پاک چیز ہے پاک ظرف میں بھرا جائے گا جس ظرف کے اندر گندگی موجود ہو اور وہ غیر اللہ اور دنیا کا طالب بنا ہوا ہے تو ایسا ہی ہے جیسا کہ سونے کے ظرف میں نجاست بھر دی ہو تو محبت صرف ایک چیز کی رہے۔ دنیا استعمال کی چیز ہے محبت کی چیز نہیں استعمال جتنا چاہے کر لو لیکن محبت ایک ذات سے رہنی چاہئے تو علم کے شرف کے بعد کسی غیر علم کی طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک عالم طلب کرے کہ میں جاہل بن جاؤں تو یہ

کون سی دانشمندی ہوگی۔ خدا علم دے اور وہ جہالت کو چاہے"۔

اصلاح طلباء علم دین

فرمایا: "طالب علم کے ساتھ اگر آدمی طالب دنیا بھی ہو تو نہ علم رہتا ہے اور نہ ہی دنیا آتی ہے اور اگر علم محض کا طالب بن جائے تو دنیا ذلیل ہو کر آئے گی" "ایک طالب علم کے ذہن میں یہ آنا کہ کل کو کیا کریں گے علم پڑھ کر ہم روٹی کہاں سے کھائیں گے اور پیسہ کہاں سے ملے گا؟ یہ انتہائی احتیاج مندی اور ذلت نفس کی بات ہے جس کو اللہ تعالیٰ علم کی دولت سے نواز دیں اور اس کی سوچ یہ ہو کہ روٹی کہاں سے آئے گی؟ یہ تو اتستبدلون الذی ھو ادنی بالذی ھو خیر کا مصداق ہے کہ اعلیٰ اور اشرف پاس ہے پھر ادنیٰ کی طرف توجہ کر رہا ہے"۔

کمال کی بات

فرمایا: "طبعی تقاضوں کو پورا کرنا یہ کوئی کمال کی بات نہیں ہے بلکہ کمال خلاف طبیعت کرنے کا نام ہے اس میں انسان کی محنت کشی، جفاکشی اور صبر و تحمل کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں"۔

جہاد نفس

فرمایا: "انسان کا سجدہ فرشتوں کی ہزاروں برس کی عبادت سے عجیب بلکہ افضل ہے کیونکہ وہ نفس کشی پر مبنی ہے نہ کہ نفس کے تقاضوں پر یہ نفس کشی اور جہاد نفس فرشتوں کو میسر نہیں وہاں نہ نفس امارہ ہے نہ ہوائے نفس کہ اس کا مقابلہ کیا جائے اور جہاد کر کے نفس کو پچھاڑا جائے"۔

انسان عجائب و کمالات کا مجموعہ

فرمایا: "انسان کی طبیعت اس کی متحمل نہیں ہے کہ اس میں علم آئے بلکہ جہالت اس کا تقاضا ہے اس کی جبلت میں جہل ہے علم نہیں، کوئی انسان ماں کے پیٹ سے ہنر لے کر نہیں آتا محنت و ریاضت سے ہنر پیدا کرتا ہے طبیعت کو مار کر علم حاصل کرتا ہے جو عجیب بھی ہے اور کمال بھی ہے۔ کمال اس لئے ہے کہ مجاہدہ سے اسے حاصل کیا اور عجیب اس لئے ہے کہ وہ انسان جو ایک گندے قطرے سے بنایا گیا اور "جماد لا یعقل"

مادہ (نطفہ) سے تیار ہوا' نہ ''نور'' سے بنا' نہ ''نار'' سے بنا بلکہ پامال خاک سے بنا۔ جس میں شعور کا نشان نہیں اور پھر ایسا باشعور نکلا کہ دنیا بھر پر محض علم کے کمال سے فوقیت لے گیا' ''نوری'' ملائکہ پر بھی فائق ہوا اور ''ناری'' جنات پر بھی غالب آیا''۔

علماء کا کمال اور کام

فرمایا: ''علماء کا سب سے بڑا کام توکل اور استغناء ہے اسی میں دین بھی ہے دنیا بھی ہے دنیا چاہے تھوڑی ملے مگر ضرور ملے گی ممکن ہے کہ لکھ پتی نہ بنے لیکن سینکڑوں کروڑ پتی قدموں کے سامنے سر جھکائیں گے اور کروڑ پتی کو اپنے سامنے جھکانا یہ کمال کی چیز ہے''۔

علم کے ساتھ ضرورت اخلاق

فرمایا: ''آدمی کے جب تک اخلاق درست نہ ہوں اس وقت تک اعمال صحیح نہیں ہو سکتے اور اخلاق درست ہو لیکن علم نہ ہو تو عمل کا راستہ نظر نہیں آ سکتا۔ تو دونوں چیزیں لازمی ہیں کہ علم کا راستہ بھی سامنے ہو اور چلنے کی طاقت بھی ہو۔ جب تک دونوں چیزیں سامنے نہیں ہوں گی نہ آدمی چل سکے گا اور نہ منزل مقصود تک پہنچ سکے گا''۔

علما کے معزز بننے کا طریقہ

فرمایا: ''عالم کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے علم کی عزت کو باقی رکھے اور وہ عزت استغناء ہے۔ جتنا دوسروں کی طرف حاجت مندی اپنے اندر بڑھائے گا تو علم کو بھی ذلیل کرے گا اور خود بھی ذلیل ہوگا۔ اس کے اندر اگر طلب ہو تو صرف آخرت کی طلب ہو دنیا کی طلب نہ ہو''۔

استغناء سے عزت

فرمایا: ''دنیا طلب سے نہیں آتی بلکہ استغناء سے آتی ہے یہ سمجھ کا کھیل ہے۔ لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ جتنا طالب بنیں گے اتنی ہی دنیا آئے گی۔ اس کے اگر آپ طالب بن گئے تو اس کے سامنے ذلیل ہو گئے پھر دنیا آئی تو کیا ہوا آپ کو ذلیل کر کے آئی۔ عزت داری یہ ہے کہ استغناء ہو پھر دنیا آئے اتت الدنیا و ھی راغمہ دنیا سر پر خاک ڈالتی ہوئی قدموں پر آ جائے''۔

اخلاقیات

صحبت صالح کا بدل

فرمایا: ''اگر کسی کو اپنے علم و اخلاق میں کمال پیدا کرنے کیلئے فیض صحبت اور مواخات کیلئے اچھا آدمی میسر نہیں تو اس کے لئے تیسرا طریقہ اتعاذ بالغیر ہے یعنی دوسروں سے عبرت پکڑ کر اپنی حالت درست کرنا اسکا طریقہ یہ ہے کہ آپ اسکی ٹوہ لگائیں کہ آپکے دشمن آپ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ آپ کی برائیوں کو شہرت دیں گے تو آپ اس دشمن سے شیخ وقت کا کام لیں وہ یہ کہ جو برائیاں وہ بیان کرے آپ انہیں چھوڑتے جائیں۔ چالیس دن تک آپ یہ عمل کریں تمام برائیاں خود ہی ختم ہو جائیں گی''۔ ''اگر کسی شخص کو اپنے اندر علم وکمال پیدا کرنے کے لئے نہ فیض صحبت ہے نہ مواخات ہے اور نہ اتعاذ بالغیر میسر ہو تو اس کیلئے چوتھا طریقہ محاسبہ نفس کا ہے یعنی روزانہ کوئی وقت مقرر کر کے اس میں سوچے کہ آج میں نے کتنی بھلائیاں کیں اور کتنی برائیاں کی ہیں۔ تو جو نیکیاں کی ہیں ان پر تو صدق دل سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے اور جو برائیاں کی ہیں اگر وہ حقوق العباد سے متعلق ہیں تو ان سے معاف کروالے اور اگر حقوق اللہ سے متعلق ہیں تو تمام برائیوں کے بدلے میں سچے دل کے ساتھ ایک ہی مرتبہ توبہ کر لے تو نیکیوں پر شکر کیا تو بارشاد خداوندی لئن شکرتم لازیدنکم وہ بڑھنی شروع ہو جائے گی اور حقوق کو معاف کروایا یا توبہ نصوح کر لیا تو بارشاد نبوی التائب من الذنب کمن لاذنب له وہ مٹنی شروع ہو گئیں۔ تو چالیس دن اس عمل کے کرنے سے علم واخلاق میں کمال پیدا ہونا شروع ہو گا۔''

نیکی میں تعجیل

فرمایا: ''کسی وعظ ونصیحت سے نیکی کا جذبہ پیدا ہو تو فوراً کر گزرے کل پر اٹھا

14 کرنہ رکھے لیت ولعل میں نہ پڑے یہ شیطان کا دھوکہ ہے اس پر عمل نہ کرے بلکہ جذبہ حق اور جذبہ خیر آتے ہی فوراً اس پر عمل کرے۔ یہ ایسا نسخہ ہے کہ جو اصلاح کے چاروں نسخوں پر مشتمل ہے یعنی صحبت صالحین مواخات فی اللہ اتعاذ بالغیر اور محاسبہ نفس اگر کسی کو سب میسر ہوں تو یہ معجون مرکب بن جائے گا پھر تو سبحان اللہ وہ تو اکسیر بن جائے گا''۔

تعلیمات انبیاء میں اخلاق کے درجات

فرمایا: ''اخلاق میں اگر غور کیا جائے تو تین مرتبے نکلتے ہیں۔ایک خلق حسن اور ایک خلق کریم اور ایک خلق عظیم۔انبیاء علیہم السلام جامع الاخلاق ہوتے ہیں لیکن تربیت کرنے میں انبیاء علیہم السلام کے درجات ہیں۔ان درجات میں حضرت موسیٰؑ کے ہاں خلق حسن کا درجہ ہے جس پر انہوں نے اپنی امت کو تربیت دی۔ عیسیٰؑ کا دور آیا تو انہوں نے اپنی امت کو خلق کریم پر تربیت دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو خلق عظیم پر تربیت دی ہے اور یہ تینوں میں سب سے اعلیٰ ہے''۔

طلب اصلاح اور حسن قبول

فرمایا: ''آج کل اخلاقی حالات کے بگڑ جانے ہی سے عموماً بگاڑ آیا ہوا ہے ہاں مگر جہاں عام دنیا کی حالت ہے وہاں دینی حیثیت سے یہ خرابیاں ہیں وہیں ایک بڑی امید افزاء خوبی بھی ہے جو اور جگہ کم پائی جاتی ہے اور وہ ہے طلب اصلاح اور حسن قبول۔ یعنی وہاں پر ہر بڑے چھوٹے میں اصلاح کی طلب اور خواہش پائی جاتی ہے مگر اصلاح کے لئے ہر قسم کے علماء کی ضرورت ہے۔ایک خالی الذہن کے لئے خطابیات سے سمجھا دینا کافی ہوگا۔

ایک عقلیت پسند کے لئے حکمت واستدلال کی ضرورت ہوگی اور ایک کٹ حجت کے لئے الزامی جوابات اور خود اس کے مسلمات سے اس پر حجت کرنا ضروری ہوگا۔قرآن نے انہی تین مقامات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة پس جیسے لوگ ہوں گے ویسے ہی زبان میں انہیں سمجھانا ہوگا اس لئے تقسیم عمل کی ضرورت ہے''۔

ضرورت اصلاح

فرمایا: اگر مسلمان دیانت عمل کا مجسمہ بن جائے تو خود بخود لوگوں کے دلوں

جواہر حکیم الاسلام-14

میں کشش پیدا ہو جائے۔ غلط نمونہ پیش کر کے خود ہم نے لوگوں کو دین سے دور کر دیا ہے۔ گویا کہ ہم مبلغ بننے کے بجائے تبلیغ دین کے حق میں روڑا بنے ہوئے ہیں۔ ہمارا نمونہ عمل دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ اگر اسلام کے یہی معنی ہیں تو ہمارا اسلام کو سلام ہے"۔

نماز کے اثرات

فرمایا: "فن تصوف کا موضوع تہذیب نفس ہے یعنی نفس کے رذائل زائل ہوں اور فضائل حاصل ہوں۔ نماز میں دو چیزیں سامنے ہوتی ہیں نفس اور رب۔ نماز جب نفس کی تحقیر و تذلیل کرتی ہے تو وہ مر جاتا ہے اور اس کے آثار بھی مٹ جاتے ہیں اور رب کی عظمت مطلقہ نماز سامنے کر دیتی ہے تو عنایات رب متوجہ ہوتی ہیں اور وہ اپنے فضائل سے نوازتا ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ نماز تہذیب نفس اور اصلاح نفس کے لئے افضل ترین مجاہدہ اور اعلیٰ ترین ذریعہ ہے"۔

لاثانی اور لافانی ہستی

فرمایا: "انسانی عظمت کی تعریف اور تعبیر میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں کوئی تو دولت مند آدمی کو بڑا مانتا ہے کسی کے نزدیک سیاست دان اور ارباب اقتدار بڑے ہوتے ہیں لیکن درحقیقت خدائے ذوالجلال سے جو شخص جتنا قریب ہو گا وہ اتنا ہی بڑا انسان ہو گا کیونکہ اس کا تعلق ایک ایسی ہستی سے ہے جو سب سے بڑی لاثانی اور لافانی ہے"۔

اخلاق کا سرچشمہ

فرمایا: "علم (دین) کا حاصل کیا جانا یہ ناگزیر ہے اس کے بغیر آدمی کی نہ ہی روحانیت جاگ سکتی ہے نہ روحانی مراتب طے ہو سکتے ہیں نہ اخلاق درست ہو سکتے ہیں اس لئے کہ اخلاق کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور جب تک مذہب و دین نہ ہو آدمی کے اخلاق کبھی تربیت نہیں پا سکتے ہیں مادیات سے تربیت نہیں ہوتی"۔

قلت اختلاط

فرمایا: "علائق جتنے کم ہوں گے وصول الی اللہ اتنا جلد سے جلد ہو گا جتنے علائق اور تعلقات بڑھ جائیں گے تو طبیعت اس میں بٹے گی یکسوئی ختم ہو جائے گی تو پھر دیر لگ

جاتی ہے چاہے استعداد اور صلاحیت بھی ہو اسی واسطے ان حضرات نے جو اصول رکھے ہیں وہ چار ہی ہیں۔ قلت طعام' قلت منام' قلت کلام اور قلت اختلاط مع الانام''۔

سکوت و کلام

فرمایا: ''ضرورت کے موقع پر چپ رہنا برا ہے اور چپ رہنے کے موقع پر بولنا برا ہے۔ حسب ضرورت سکوت و کلام کرنا چاہئے''۔

اخلاق و کردار

فرمایا: ''دنیا کی کوئی قوم کبھی ترقی نہیں کر سکتی' نہ دولت سے چاہے ارب پتی بن جائے اور نہ کوئی قوم عددی اکثریت سے ترقی کر سکتی ہے کہ اس کے پاس افراد زیادہ ہوں اور نہ کوئی محض سیاسی جوڑ توڑ سے ترقی کر سکتی ہے بلکہ ملک اور قوم کی ترقی ہوتی ہے اخلاق اور کردار سے جب یہ ختم ہو جائے تو سب سے بڑا تنزل کا سبب یہ ہے''۔

متکلم کے اثرات

فرمایا: ''متکلم کے قلبی جذبات مخاطب پر اثر انداز ہوتے ہیں زبان تو محض آلہ ظہور ہے اس لئے قلب میں خوف و خشیت' تقویٰ و طہارت اور تعلق مع اللہ ہے تو معمولی درجہ کے مضمون سے سامعین متاثر ہوتے ہیں ورنہ اونچے درجے کے علوم و معارف بھی دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔''

صحبت کی اہمیت

فرمایا: ''سب سے بڑی چیز صحبت ہے اس کے ذریعے ایک کے قلب کا رنگ اور اس کے جذبات دوسرے کے اندر آتے ہیں۔ محمد حسین آزاد نے بالکل سادہ لفظ میں ایک شعر کہا ہے کہ

ملنے والوں سے راہ پیدا کر   اس کے ملنے کی اور صورت کیا

یعنی تم اگر محبوب سے ملنا چاہتے ہو تو پہلے اس کے پاس آنے جانے والوں سے رسم و راہ پیدا کرو وہ کسی دن تذکرہ کریں گے تو تمہاری بھی رسائی ہوگی۔ ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے پہلے اللہ والوں سے ملا جائے ان کے رنگ کو قبول کیا جائے قلوب کو

بدلنے کی کوشش کی جائے اخلاق کو درست کیا جائے اور نفس کی اصلاح کی جائے۔ پھر بلاشبہ وہ ہمیں بھی قبول فرمالیں گے اور اپنا بنالیں گے"۔

تقویٰ سے جرائم کا انسداد

فرمایا: "اصل میں جرائم سے بچانے والا خدا کا خوف ہے' پولیس جرائم سے نہیں بچا سکتی ہے اگر پولیس سے ہتھیاروں سے اور فوجی طاقتوں سے گناہوں سے روکا جاسکتا تو آج کی دنیا سب سے زیادہ متقی ہوتی' اس لئے کہ آج نہ فوج کی کمی ہے نہ پولیس کی کمی ہے اور نہ ہتھیاروں کی کمی ہے لیکن یہ چیزیں جتنی بڑھتی جارہی ہیں اتنے جرائم بھی بڑھتے جارہے ہیں۔ بنا وہی ہے کہ جرائم کا روک لینا پولیس کا کام نہیں ہے محض قانون کا کام نہیں۔ جب تک انسان کی اخلاقی حالت اندر سے صحیح نہ ہو اور جب تک اللہ تعالیٰ کا خوف سامنے نہ ہو آدمی جرائم سے نہیں بچ سکتا"۔

ضمیر کی آواز

فرمایا: "قانون محض سے جرائم بند نہیں ہوا کرتے ہیں جب تک اپنے قلب میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر موجود نہ ہو تو شریعت اسلام برائیوں اور منکرات سے بچانا چاہتی ہے مگر دباؤ سے نہیں بلکہ اس کے ذریعے سے بچانا چاہتی ہے کہ خود تمہارے ضمیر کے اندر دباؤ پیدا ہو۔ ضمیر خود کہے کہ یہ بری چیز ہے ہم اسے چھوڑنا چاہتے ہیں"۔

زنا کے وسیع برے اثرات

فرمایا: "حقیقت یہ ہے کہ زنا میں آدمی تین گناہ کرتا ہے اور تین کی حق تلفی کرتا ہے۔ چنانچہ زنا کرنے والے نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حق تلفی کی۔ اس نے حکم دیا کہ زنا مت کرو' اس نے کیا تو اللہ تعالیٰ کی خلاف روزی کی۔ دوسرا گناہ یہ ہے کہ اس نے پبلک کی حق تلفی کی کہ امن اٹھادیا اور ایسا راستہ پیدا کردیا کہ لوگ زنا کرتے پھریں۔ تیسرا گناہ اپنے نفس کا کیا' کہ اس پر لازم تھا کہ اپنے نفس کو اس برائی سے پاک بناتا۔ اس نے گناہ کرکے اپنے قلب کو اپنے نفس کو بدن سب کو آلودہ اور ملوث کیا۔ اب توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اپنے حق کو اگر چاہیں گے تو معاف کردیں گے لیکن یہ جو نفس میں گندگی بیٹھی ہوئی ہے اور پبلک کا نقصان کیا

ہے یہ توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک سنگسار نہ کیا جائے اور رجم نہ کیا جائے"۔

جرائم سے بیزاری کے لئے صحبت اہل اللہ

فرمایا: "حکومتوں کے قوانین' جرائم کے افعال تو روک سکتے ہیں لیکن جرائم کی نفرت دل میں نہیں بٹھا سکتے ہیں۔ زانی زنا سے اور چور چوری سے قانون کی وجہ سے رک سکتا ہے لیکن زنا اور چوری کی نفرت اس کے دل میں قوانین سے نہیں بیٹھ سکتی جرائم کی نفرت اور معصیت سے بیزاری اہل اللہ کی صحبت و معیت سے نصیب ہوتی ہے"۔

دین کا کام

فرمایا: "دلوں کو متقی بنانا دین کا کام ہے۔ انسان کا نہیں اور یہ ماحول کے بہتر بنانے سے ہوتا ہے اور اس کی ابتدا اپنے گھر سے کرنی چاہئے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے یہ فرمایا گیا کہ **قوا انفسکم و اھلیکم نارا** پھر حکم فرمایا **و انذر عشیرتک الاقربین** اس کے بعد حکم فرمایا **لتنذر ام القری و من حولھا** آخر میں ارشاد فرمایا کہ **لیکون للعلمین نذیرا**

بری صحبت کی مثال

فرمایا: "بری صحبت کی مثال یہی ہے کہ برے کے پاس بیٹھ کر یا تو برا بنے گا اگر برا نہیں بنا تو کم از کم برائی کی برائی دل سے نکل جائے گی کل کو برائی پر آمادہ ہو جائے گا نیکوں کے پاس اگر بیٹھے گا تو اگر دیندار نہیں بنے گا تو کم از کم دین کی محبت تو دل میں پیدا ہو جائے گی محبت نہ بھی پیدا ہو تو کوئی کلمہ سن کر دل کی برائی ہی جاتی رہے گی تو راستہ درست ہو جائے گا"۔

تزکیہ کی تعریف

فرمایا: "زندگی میں جو عادت ڈالی جائے وہی عالم قبر اور عالم حشر میں قائم رہے گی اور وہی ذریعہ نجات بنے گی اس واسطے اتباع شریعت ذکر اللہ اور یاد خداوندی اس زندگی میں رکھی جائے اور اس کے دو جز ہیں ایک منکرات سے بچنا اور دوسرا معروفات پر عمل کرنا۔ اس میں مقدم یہ ہے کہ منکرات سے بچا جائے تو یہ ماموریات پر عمل کرنے کا ذریعہ بنیں گی اور جو منکرات سے نہیں بچتا اسے نیکی کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ اگر توفیق ہوتی بھی ہے تو نیکی اپنا اثر نہیں دکھلاتی

ہے اس لئے کہ مضر چیزیں استعمال میں آ رہی ہیں اس کے مجموعے کو یعنی نیکی کرنے لگے اور بدی سے بچنے لگے اسی کا نام شریعت کی اصطلاح میں تزکیہ ہے"۔

انسان خیر وشر کا مجموعہ

فرمایا: "ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے دو مادے رکھے ہیں ایک خیر کا مادہ اور دوسرا شر کا مادہ۔ خیر کے مادے سے وہ اچھے افعال انجام دیتا ہے اور شر کے مادے سے برائی بدی اور معصیت کا ارتکاب کرتا ہے کوئی بھی انسان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے انسان بنا ہی اس لئے کہ اس میں خیر اور شر دونوں مادے موجود ہیں اگر وہ خیر محض ہوتا تو انسان نہ ہوتا اس کو فرشتہ کہتے اور اگر شر محض ہوتا تب بھی انسان نہ ہوتا اس کو شیطان کہتے۔ تو جس میں شر کا نشان نہیں ہے وہ فرشتہ ہے اور جس میں خیر کا نشان نہیں وہ شیطان ہے۔ انسان دونوں کا مجموعہ ہے"۔ "انسان خیر وشر کا مجموعہ ہے' اسی لئے اس میں ترقی ہے نہ فرشتہ ترقی کرسکتا ہے نہ شیطان مادی اور روحانی جتنی ترقی کی ہے وہ انسان نے کی ہے اس لئے کہ اس میں دونوں مادے موجود ہیں اور ضدیں جب ٹکراتی ہیں تبھی تو تیسری چیز پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ نے ترقیات عطا فرمائی ہیں کہ اس میں یہ دونوں مادے موجود ہیں"۔

اولیاء الرحمٰن اور اولیاء شیطان

فرمایا: "یہ بات مسلم ہے کہ اوپر سے لے کر نیچے تک دو سلسلے ہیں' ایک خیر کا دوسرا شر کا۔ ادھر ملائکہ اور ادھر شیطان' ادھر انبیاء اور ادھر دجال' ادھر ائمۃ الدین اور ادھر ائمۃ الکفر' ادھر اولیاء الرحمٰن اور ادھر اولیاء الشیطان یہ دو متضاد سلسلے دنیا میں چلے آ رہے ہیں اس خیر کے سلسلے کا کام یہ ہے کہ یہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتا ہے جو بچھڑ جاتے ہیں ان کو ملاتا ہے جن میں عداوت ہو ان میں محبتیں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ان جن میں لڑائی ہو ان میں صلح کرانے کی کوشش کرتا ہے"۔

عزت کا طریقہ

فرمایا: "بہرحال عزت کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ذلت محسوس کرے اگر کوئی مخدوم بننا چاہے تو اس کا طریقہ یہ نہیں کہ یوں کہے لوگو! میں مخدوم ہوں تم سب میرے

غلام ہو۔ لوگ کہیں گے کہ نامعقول تجھے شرم نہیں آتی۔ ایسا کلام کر رہا ہے ہاتھ کے ہاتھ پست بن جائے گے۔ مخدوم بننے کا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کا خادم بن جائے تو لوگ سروں پر اٹھائیں گے وہ خود ہی مخدوم بن جائے گا''۔

باعزت بننے کا طریقہ

فرمایا: ''حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی بندہ عمل کر کے غرہ اور غرور کرے اور یوں کہے کہ اے اللہ! دیکھ میں نے تیری نماز پڑھی میں نے حج کیا میں نے جہاد کیا' میں نے یہ کیا' یہ کیا۔ تو جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نالائق تو نے کیا کیا؟ بدن کے اندر طاقت تو ہم نے دی تھی توفیق تو ہم نے دی تھی ارادہ تو ہم نے پیدا کیا تھا تو نے کیا کیا؟ اور اگر کوئی بندہ سب کچھ کر کے کہے کہ اے اللہ! تیری ہی توفیق سے سب کچھ ہوا میرے اندر کوئی طاقت نہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نہیں عمل تو تو نے ہی کیا حرکت تو تو نے ہی کی۔ مسجد تک قدم اٹھا کر تو ہی گیا تھا تو نے ہی سب کچھ کیا ہے غرض جو اپنی عمل کی نفی کرتا ہے اس کا اثبات کرتے ہیں اور جو خود اثبات کرنے لگے اس کی نفی کر دیتے ہیں جو نیچا بنے اسے اونچا اٹھاتے ہیں اور جو خود اونچا بننے لگے اسے زمین کے اوپر پٹخ دیتے ہیں۔

ضرورت تواضع

فرمایا: ''متکبر بننا درحقیقت اپنے نسب نامے کو شیطان کے ساتھ جوڑ دینا ہے اور متواضع بننا درحقیقت اپنے نسب نامے کو آدم علیہ السلام سے ملانا ہے تو جتنا ہم آدم کے بیٹے بنیں گے اتنا ہی عزت پائیں گے اور جتنا اپنے کو شیطان اور کبر و انانیت سے نسبت دیں گے اتنے ہی پامال کئے جائیں گے اور ذلیل و رسوا ہوں گے''۔

تواضع

فرمایا: ''حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ کلکم بنو آدم و آدم من تراب تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔ تو مٹی کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ اچھل اچھل کر اوپر آ جائے وہ جتنی پامال ہوگی اتنی ہی کارآمد ہوگی۔ انسان بھی ایسا ہے کہ جتنا متواضع ہو کر مٹی بن

جائے تو سر آنکھوں پر رکھا جاتا ہے اور اگر دوسروں پر چڑھنے لگیں تو اسے پٹخ کر پامال کر دیا جاتا ہے''۔

انسان کی دو قوتیں

فرمایا: ''انسان میں دو ہی قوتیں ہیں جن سے ساری معصیتیں پھیلتی ہیں۔ ایک قوت شہوانی اور دوسری قوت غضبیہ۔ ایک سے فواحش اور منکرات پھیلتے ہیں اور دوسری سے مار دھاڑ اور جھگڑے پھیلتے ہیں کہ حکومت کو فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے''۔

درس تواضع

فرمایا: ''کسی مسلمان سے حسن ظن قائم کرنے کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں ہوتی۔ لیکن بدظنی قائم کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت پڑتی ہے جب تک ہاتھ میں حجت نہ ہو کسی سے بدگمانی پیدا کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ سب اس وقت ہوتا ہے کہ جب اپنے نفس کی حقارت اور دوسرے کی عظمت دل میں بیٹھی ہوئی ہو۔ فساد اس سے پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی کہے کہ میں بڑا ہوں تو حقیر ہے۔ دوسرا کہے گا کہ تو ذلیل ہے میں عزت والا ہوں اب فساد شروع ہو جائے گا تواضع کے اندر امن وسکون ہے اور تکبر کے اندر خلل امن و بدامنی ہے اور مومن کو تواضع سکھلایا گیا ہے تکبر نہیں سکھلایا گیا ہے''۔

تکبر اللہ کی شان

فرمایا: ''حدیث شریف میں یہ حکم ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق اور اس کی صفات اپنے اندر پیدا کرو۔ اس سے طالب علمانہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ حکم ہے تو پھر متکبر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے پھر چاہئے کہ ہر شخص متکبر بنے۔ حالانکہ تکبر کرنا جائز نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے تکبر کرنا بری بات نہیں ہے تکبر تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے وہ بڑا تھوڑا ہی ہو سکتا ہے ہاں جھوٹ بولنا حرام ہے اس لئے کہ جب اللہ یوں کہیں گے کہ میں بڑا ہوں تو وہ سچے ہیں اور اگر ہم یوں کہیں کہ ہم بڑے ہیں تو یہ جھوٹ ہے اس لئے کہ بڑائی تو اللہ ہی کے لئے ہے۔ تو یہ جھوٹ بولنا بری بات ہے۔ تکبر کرنا بری بات نہیں ہے خدا کے سوا جو تکبر کا دعویٰ کرے گا تو وہ جھوٹا ہوگا''۔

تصاویر اور شہوانی جذبات

فرمایا: ''آج عریاں تصویروں کو سامنے رکھ کر شہوانی جذبات اسی طرح مشتعل کئے جاتے ہیں جس طرح کسی اصل صورت کے سامنے ہو سکتے ہیں بڑی بڑی شخصیتوں کے مجسمے صرف بازاروں ہی کے چوک میں نصب نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں میں اس درجہ گھس چکی ہیں کہ ان کی ادنیٰ توہین پر اسی طرح ازالہ حیثیت کے مقدمات چلائے جاتے ہیں کہ جس طرح اصل شخصیت کے بارے میں مقدمہ چل سکتا ہے''۔

تصاویر کی کشش

فرمایا: ''آج کوئی ڈیزائن اور نمونہ مقبول نہیں جس میں تصویر کو دخل نہ ہو کوئی رسالہ جاذب نظر نہیں جب تک تصاویر اور خصوصاً عریاں تصاویر سے مزین نہ ہو گویا ادبی رسالوں کی جان اب بجائے علوم مضامین کے رنگینی تصاویر قرار پا گئے ہیں۔ علم میں طاقت نہیں کہ لوگوں کی جیب سے پیسے گھسیٹ سکے مگر تصویر اپنی خالص محبوبیت کی بنا پر جذب و کشش ضرور رکھتی ہے کہ تجارتوں کو فروغ دے سکے دکانوں کی رونق بڑھائے اور لوگوں کا وقت اپنے اوراق کے لئے خرید سکے''۔

قلب موضوع

فرمایا: ''صورت پسندی تصویر دوستی، تصویر سازی، تصویر بازی اسلامی مقصد کے منافی اور اس کے بنیادی مقصد رجوع الی الغیب یا سیر الی الغیب یا سیر الی اللہ کی راہ میں ایک عظیم الشان رکاوٹ ہے اس لئے کہ کم از کم مسلم قوم کو اپنی حقیقت پسندانہ ذہنیت کو چھوڑ کر صورت پرستانہ جذبات پیدا کر لینا بلاشبہ قلب ماہیت اور قلب موضوع ہے''۔

تخلیہ و تحلیہ

فرمایا: ''قدرتی طور پر انسانی تہذیب و تربیت کے دو عمل قرار پائے جاتے ہیں، افعال اور تروک یعنی کچھ کرنے کی چیزیں ہیں جو اس سے کرائی جائیں گی اس کے نفس میں بھری جائیں گی اور کچھ بچنے کی چیزیں، جو اس سے چھڑائی جائیں گویا اس کے نفس میں سے نکالی جائیں۔ کرنے کی چیزوں سے اس کا نفس خیر و خوبی سے آراستہ ہوگا اور بچنے کی چیزوں سے اس کا

نفس شیطنت سے پاک ہوگا اس طرح تربیت انسانی دو عملوں کا مجموعہ بنتی ہے ایک تخلیہ اور ایک تحلیہ (یعنی خالی کرنا اور بھرنا) تخلیہ کے ذریعہ اسے رذائل نفس سے پاک کیا جاتا ہے اور تحلیہ کے ذریعے اسے فضائل سے آراستہ کیا جاتا ہے جب تک کہ دونوں مثبت اور منفی عمل اس میں جاری نہ کئے جائیں نہ ان کی تہذیب مکمل ہوسکتی اور نہ وہ سعادت ورشد کے نور سے روشن ہوسکتا ہے"۔

معروفات ومنکرات

فرمایا: "یہی وجہ ہے کہ شریعت خداوندی جو انسانیت کی تہذیب واصلاح کی کفیل بن کر آئی ہے دو ہی اجزاء سے مکمل ہوکر نازل ہوئی ہے ایک امر اور ایک نہی یعنی ایک حصہ اس میں مامورات کا ہے جن کے کرنے کا امر کیا گیا ہے تاکہ نفس کو اس کی سعادت مل جائے اور ایک حصہ منہیات کا ہے جس سے بچنے کا اسے پابند کیا گیا ہے کہ نفس کی شقاوت دور ہو۔ پھر معمولات کو از قسم افعال سمجھو اور منہیات کو از قسم تروک یعنی ماموارت نیکیاں ہیں جن کا نوعی اور اصولی نام شریعت کے زبان میں "معروف" ہے اور یہی منہیات بدیاں ہیں جن کا نوعی اور اصولی نام اصطلاح شرع میں "منکر" ہے اور یہیں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغی اصطلاح بنتی ہے جسے سب پہچانتے ہیں اور قرآن نے جابجا اس کی تاکید کی ہے اور کہیں اس کا امر کیا ہے"۔

شکر خداوندی

فرمایا: "دولت دنیا بھی ایک نعمت ہے اور دولت دین اس سے بڑھ کر نعمت ہے اگر دولت جمع ہوجائیں تو سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے۔ دونوں کے بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ مالداری کے اندر آدمی غرور میں نہ پڑے اور ہر وقت اپنے پروردگار کا شکر گزار رہے اس لئے کہ جو کچھ اس سے ملا ہے وہ اس کا حق نہیں تھا بلکہ محض عطاء خداوندی ہے اللہ کے اوپر کسی کا حق نہیں ہے جب فضل سے ملے تو شکر واجب ہوتا ہے لہذا ملنے پر شکر ادا کرے اور جس کو مفلسی دی ہے وہ عدل سے دی ہے گویا حکمت وانصاف کا یہی تقاضا تھا کہ اس کو اس حالت میں رکھا جائے تاکہ وہ صبر کرے کیونکہ دونوں ہی راستے جنت کی طرف لے جاتے ہیں دونوں کامیاب اور ناجی ہیں اور محبوب خداوندی شاکر بھی ہے اور صابر بھی"۔

حکمت و مصلحت

فرمایا: ''تونگری کی حالت میں ہو جب بھی اللہ کا خوف ضروری ہے اور مفلسی کی حالت میں جب بھی خوف خداوندی ضروری ہے۔ اگر تونگری میں خوف خدا نہیں ہے تو ڈر ہے کہ تونگری چھن جائے اور اگر مفلسی میں خوف خداوندی ہے تو ممکن ہے کہ وہ تونگر بن جائے یہ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے کہ جسے چاہتے ہیں لے لیتے ہیں جس کو دینا بہتر سمجھتے ہیں اس کو دے دیتے ہیں مگر اسی حد تک دے دیتے ہیں جس حد تک باری تعالیٰ کی حکمت و مصلحت اجازت دیتی ہے''۔

اخلاقیات

فرمایا: ''شریف الطبع آدمی اخلاق کی بات سے جھک جاتا ہے اور رذیل الطبع جب تک جوتا نہ اٹھاؤ وہ بات کو مانتا نہیں تو پہلے شرافت سے کام لو جب مانتا نہیں تو جوتا اٹھاؤ۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ کیا دنیا کو بدامنی میں چھوڑ دیا جائے بڑی اچھی بات کہی ہے کوثر نے یہ میرٹھ کا ایک شاعر اور بڑا اچھا شاعر ہے واقعی خوب بات کہی ہے۔

اصحاب عمل کا دنیا میں دستور یہی ہے جینے کا
اخلاق سے جیتا کرتے ہیں احسان سے مارا کرتے ہیں

جرائم کا انسداد

فرمایا: ''اگر غور کیا جائے تو جتنے بھی جرائم اور معصیتیں ہیں وہ اللہ کے ڈر سے ہی ختم ہوتی ہیں جرائم کو نہ پولیس روک سکتی ہے نہ فوج روک سکتی ہے نہ ہتھیار روک سکتے ہیں جب تک کہ دل میں ڈر اور خوف خداوندی نہ ہوگا آدمی جرائم سے باز نہیں رہ سکتا اگر محض پولیس اور فوج سے جرائم بند ہو جایا کرتے تو آج کی دنیا سب سے زیادہ متقی ہوتی''۔

ضرورت تقویٰ

فرمایا: ''ارتکاب جرائم کی وجہ یہ نہیں کہ اس دور میں پولیس اور فوج کی کمی ہے بلکہ دلوں میں اللہ کا ڈر اور خوف باقی نہیں ہے اگر یہ ہو تو آدمی کو ارتکاب جرائم کی ہمت ہی نہیں ہوگی خواہ وہاں پولیس اور فوج ہو یا نہ ہو۔ پھر چاہے تنہائی میں ہو وہاں بھی گناہ سے بچے گا''۔

تکبر ونخوت

فرمایا: ''امن وامان کا ذریعہ تواضع اور خاکساری ہے اور لڑائی جھگڑوں کا سبب تکبر اور نخوت ہے یہ تمام چیزیں انسان میں موجود ہیں ان کا علاج اگر کیا ہے تو دین نے کیا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں آ کر اس کی تعلیم دی اس کی طریقے بتلائے ہیں اگر یہ طرز اختیار کرو گے تو تمہاری حرص زائل ہو جائے گی اور یہ طریقے اختیار کرو گے تو تمہارا حسد ختم ہو جائے گا یہ تمام طریقے دین کے بتلائے ہوئے ہیں۔

سعادت وشرافت

فرمایا: ''اصول یہ ہے کہ کوئی شے بھی تہذیب وتمدن اور اصلاحی عمل کے ذریعے اعلیٰ جوہروں سے اس وقت تک شائستہ اور آراستہ نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اس کے اندر سے ابھرنے والی خرابیوں کے مادوں کو پست، مغلوب اور مضمحل کر کے اس کی طینت کو صاف نہ کر دیا جائے۔ ٹھیک اس فطری اصول کے مطابق اس کائنات کے اشرف اصول اور افضل ترین رکن انسان کو بھی دیکھو کہ اسے بھی سعادت، شرافت، بزرگی اور برتری، ظاہر و باطن کے فضل وکمال سے اس وقت تک آراستہ نہیں کیا جاسکتا جب تک اس کے اندرونی شر وفساد اور جبلی عیبوں اور اخلاقی خرابیوں کے ناپاک مادوں سے اسے صاف نہ کر لیا جائے اس میں پاکیزہ اخلاق اور نیکو کارانہ افعال کے مادے اس وقت تک جڑ نہیں پکڑ سکتے ہیں جب تک کہ اس کے ظاہر و باطن کو زنگ خودی اور زنگ ہوا وہوس سے پاک نہ بنالیا جائے اور اس کے دل کی زمین میں ایمان اور ہدایت کا شجرۂ طیبہ اس وقت تک نشوونما اور سنور نہیں پاسکتا جب تک کہ اس میں خودرو وساوس اور اوہامِ ہوائے نفس اور فانی لذتوں کی ہولناکیاں کھرچ کر باہر نہ پھینک دی جائیں''۔

متروکات تقویٰ

فرمایا: ''امور خیر یعنی معروفات کی رغبت وتعمیل کا سرچشمہ امانت ہے اور ان کی خلاف ورزی اور درہمی برہمی کا سرچشمہ فتنہ ہے اور تمام امور شر یعنی منکرات سے بچاؤ کا سرچشمہ

حیاء ہے اوران کے ارتکاب اور سیہ کاری کا سرچشمہ فحش ہے پس امانت وفتنہ حیا وفحش یہی چار قوتیں ہیں جس سے معروف منکر بر وتقویٰ کا تعلق ہے اولین کا تعلق افعال بر کے کرنے اور چھوڑنے سے ہے اوراخیرین کا تعلق متروکات تقویٰ کے ترک اورارتکاب سے ہے"۔

شر کے عناصر

فرمایا: "امر بالمعروف یاامر بالبر براہ راست قوت امانت پراثر انداز ہوتا ہے جس سے آدمی امین بنتا ہے اور امین بن کر ایماندار ہوتا ہے اورایماندار ہوکر مامون ہوتا ہے۔ جس سے خیر کے عناصر ابھر جاتے ہیں اور فتنے دب جاتے ہیں اور نہی عن المنکر یا ہدایت و تقویٰ براہ راست قوت حیاء پراثرانداز ہوتی ہے۔ جس سے آدمی باحیاء بن جاتا ہے اورحیادار بن کر برائیوں اور منکرات سے نفرت کرنے لگتا ہے جس سے شر کے عناصر دب جاتے ہیں اور ایمانداری کے موانع دور ہوکرایمان اورعمل صالح کاراستہ صاف ہوجاتا ہے"۔

اسلامی مہینوں کی ترتیب

فرمایا: "اسلامی اداروں میں عموماً حسابی سال محرم سے شروع ہوکر ذی الحجہ پر ختم کیا جاتا ہے تعلیم گاہوں میں عموماً تعلیمی سال شوال سے شروع ہوکر رمضان میں ختم کیا جاتا ہے انگریزی اداروں میں دفتری سال جنوری سے شروع ہوکر دسمبر پر ختم کیا جاتا ہے ایسے ہی اسلامی شریعت کا دینی اور عباداتی سال ماہ رمضان سے شروع ہوکر شعبان پر ختم ہو جاتا ہے چنانچہ نزول قرآن جو اساس شریعت ہے ماہ رمضان ہی میں ہوا ہے"۔

اشرف وافضل انسان

فرمایا: "کوئی شی بھی تہذیب وتمدن اور اصلاحی عمل کے ذریعے اعلیٰ جوہروں سے اس وقت تک شائستہ اور آراستہ نہیں کی جاسکتی جب تک کہ اس کے اندر سے ابھرنے والی خرابیوں بلکہ خرابیوں کے مادوں کوست مغلوب اور مضمحل کر کے اس کی طینت کوصاف نہ کردیا جائے۔ ٹھیک اسی فطری اصول کے مطابق اس کائنات کے اشرف اصول اورافضل ترین رکن "انسان" کو بھی دیکھو کہ اسے بھی سعادت وشرافت اور برتری اور ظاہر و باطن کے

فضل وکمال سے اس وقت تک آراستہ نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس کے اندرونی شر وفساد اور جبلی عیبوں اور اخلاقی خرابیوں کے ناپاک مادوں سے اسے صاف نہ کرلیا جائے''۔

تکبر وغرور

فرمایا: ''بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ چار پیسے ان کے ہاتھ میں آئے تو وہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں تکبر اور غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو حقیر جاننے لگتے ہیں ایسوں کو اگر دنیا کی دولت دیدی جائے تو ظلم کا کارخانہ کھل جائے اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ لاکھوں روپے آ جائیں تو پھر بھی انسان بنے رہتے ہیں پھر بھی ان میں وہی دینداری رہتی ہے اور پھر بھی ان میں وہی جذبہ باقی رہتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ ان کو دولت دنیا میں ترقی دیتے ہیں''۔

موجودہ دور

فرمایا: ''آج کا دور دورہ وہ ہے کہ انسان نیکی کر کے شرماتا ہے اور منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ جیسے گویا کہ اس نے کوئی بڑا بھاری جرم کیا ہے اور دوسری طرف مجرم بدکاریاں کر کے فخر سے سر اونچا کرتا ہے کہ گویا اس نے دنیا کا کوئی محترم کام انجام دیا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ سے واسطہ پیدا کر کے اور نماز قائم کر کے ایسی فضا پیدا کرنی ہے کہ نیکی کر کے سر ابھارے اور مجرم اور بدکار خلاف شریعت امور کر کے منہ چھپاتا پھرے اور اپنی برائی کو محسوس کرے''۔

تعلق مع اللہ

فرمایا: ''آج کے دور میں ایمان سے کورے آدمی کا لقب دانا' عالی ظرف اور بہادر ہے اور ایماندار کا لقب احمق' بے وقوف' مجنون اور دیوانہ ہے۔ اہل تقویٰ کا نام مذہبی دیوانے احمق ملا وغیرہ ہے اور اہل فجور کے القاب اعقل' اظرف اور اجلا ہے۔ تو ہمیں تعلق مع اللہ والوں کی کثرت پیدا کر کے ایسی فضا پیدا کرنی ہے کہ ہر ایک کو اسی کے صحیح لقب سے یاد کیا جائے اور اسی کے مرتبہ کے مطابق اس سے معاملہ کیا جائے''۔

مسلمانوں کا عروج وزوال

فرمایا: "الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور" (الآیۃ) اس آیت میں ہمیں ہدایت کی گئی ہے کہ مسلمانوں کا دنیاوی عروج اور تمکین فی الارض یعنی سلطنت و امارت اسلامی مقصود نہیں ہے کہ کیک، پیسٹری کی فکر میں مستغرق ہوں کوٹھی بنگلوں کی تعمیر ان کا منتہائے نظر ہوں اور انڈا مکھن ان کا آخری مطلب ہو بلکہ ان کا عروج اس لئے ہوگا کہ وہ خدا کی چوکھٹ پر جھکیں اور اس کی مخلوق کو جھکا دیں دنیا میں معروف اور اچھی باتیں پھیلا دیں اور برائی سے دنیا کو پاک کریں صدقہ وخیرات سے غریبوں کی غربت مٹائیں سائلوں اور محتاجوں کے دلوں کو تھام لیں اخوت اور ہمدردی سے عالم کو بھر دیں تفوق اور علو وفساد کا قلعہ قمع کر دیں"۔

دنیاوی دانشمند

فرمایا: "اہل دنیا عقلمند اس کو کہتے ہیں، جو بے ایمانی زیادہ کرے، چالاکیاں زیادہ کرے اور دھوکہ زیادہ کرے اسے کہتے ہیں کہ بڑا دانشمند ہے اور اگر کوئی بے چارہ بھولا بھالا سیدھا سادھا ایمانداری اور امانتداری سے پیش آئے تو اسے کہتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے، پہلے زمانے کی روح اس میں آ گئی ہے مگر حقیقت میں عقلمند وہی ہے کہ جو اپنی آخرت کو پیش نظر رکھے۔ وہ عقلمند نہیں جو انجام کو بھلا دے اور بعد میں مصیبتیں اٹھائے۔ مولانا رومیؒ نے خوب فرمایا ہے کہ

او است دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد　　او است فرزانہ کہ فرزانہ نہ شد

"دولت دنیاوی ایک نعمت ہے اور دولت دین اس سے بڑھ کر نعمت ہے۔ اگر یہ دونوں جمع ہو جائیں تو سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے۔ ان دونوں نعمتوں کے بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ مالداری کے اندر آدمی غرور میں نہ پڑے اور ہر وقت اپنے پروردگار کا شکر گزار ہے کہ جو کچھ اس سے ملا ہے وہ اس کا حق نہیں تھا بلکہ محض عطا خداوندی ہے۔ جب فضل سے ملے تو شکر واجب ہو جاتا ہے"۔

علمی و عملی کمال

فرمایا: ''انسان کے دو کمال ہوتے ہیں ایک علمی کمال دوسرا عملی کمال۔ علمی کمال پیدا کرنے کے لئے مکاتب ہیں۔ مدارس ہیں، یونیورسٹیاں ہیں اور عملی کمال پیدا کرنے کے لئے بھی مختلف طریقے اور مختلف ذرائع ہیں جیسا کہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں عملی کمال پیدا کرنے کے لئے چار طریقے لکھے ہیں۔ شیخ کے ذریعے مواخات فی اللہ، دشمن کے ذریعے اور محاسبہ نفس کے ذریعے''۔

علم اور اخلاق

فرمایا: ''اگر ایک شخص عالم ہے اور اس کا علم بہت بڑا ہے لیکن بد اخلاق ہے تو اس کا علم کبھی موثر نہ ہوگا وہ دوسروں کو کبھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اگر کوئی شخص بہت با اخلاق ہے۔ نیک خلق ہے لیکن جاہل ہے تو محض اخلاق سے وہ دنیا کو تربیت نہیں دے سکتا''۔

تواضع کی حقیقت

فرمایا: ''تواضع کا ایک کنارہ تو تکبر ہے کہ آدمی فرعون بن جائے بڑے بول بولے اکڑ کر اور اینٹھ کر چلے دوسرا کنارہ یہ ہے کہ ذلت نفس پیدا ہو جائے بس ہر کس و ناکس کے سامنے جھکتا پھرے یہ بھی تواضع نہیں وہ بھی تواضع نہیں۔ یہ دونوں کنارے ہیں اور یہ ایک دوسرے کی ضد ہیں بیچ میں تواضع ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل بھی نہ بنائے اور متکبر بھی نہ بنائے، ذلت بھی نہ ہو یعنی وقار ہو، تکبر بھی نہ ہو یعنی تواضع ہو یعنی اللہ کی خاطر اور اللہ ہی کے سامنے جھکے، کسی بڑے کی تعظیم کرے تو لوجہ اللہ کرے خوشامد اور غرض مندی سے نہ کرے ورنہ تملق اور چاپلوسی ہوگی''۔

تعلیمات اسلام کا کمال

فرمایا: ''انسان میں تکبر کا مادہ بھی ہے اور تذلل کا مادہ بھی ہے لیکن شریعت نے کسی مادے کو ضائع نہیں کیا، بلکہ کہا کہ باقی رکھو البتہ جہاں ہم بتلائیں وہاں استعمال کرو۔ تکبر کا مادہ بھی کام آئے گا کہ جب کفار کے مقابلہ میں جاؤ تو خوب اکڑ کر چلو پہلوانوں کی سی ہیئت بناؤ

'تاکہ ان کے اوپر رعب پڑے اور جب ایمان والوں کے سامنے آؤ تو جھک کر چلو تاکہ تمہاری رحیمی اور کریم النفسی واضح ہو تو دونوں مادوں کو باقی رکھا ان کو ضائع نہیں کیا ہاں ٹھکانہ اور مصرف بتلا دیا کہ اس طرح استعمال کرو جس طرح کہ شریعت کی تعلیمات ہیں"۔ 15

تین بنیادی اصول

فرمایا: "قرن اول کی اصلاحی اسکیم کے بنیادی تین اصول علم نافع (حکمت نظری) خلق عادل (حکمت اخلاقی) اسوۂ حسنہ (حکمت عملی) جنہوں نے قوم کے ظلم وجہل اور بدنظمی کو یکسر فنا کر کے دنیا میں ایک نئے حکیمانہ نظام کی بنیاد ڈالی۔ علم سے انہوں نے دماغوں کو روشن کیا' اخلاق سے قلوب کو جگمگایا اور اسوۂ حسنہ کی پیروی سے اپنے جوارح کو شائستہ بنایا اور تینوں روشن ہتھیاروں سے مسلح ہو کر جب وہ عالم میں نکلے تو دنیا نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان تینوں طاقتوں کے ذریعے سے اللہ نے اپنے قرآنی وعدے کے مطابق ان کی خلافت ارضی کی جڑیں زمین میں جمادیں"۔

زوال کی تین علامات

فرمایا: "کسی قوم کی تباہی اور بربادی کے بھی تین اصول نکل آتے ہیں جن سے ایک قوم قعر مذلت میں گھر کر دم توڑ دیتی ہے ایک یہ کہ جہالت کا راستہ دکھائی نہ دے دوسرا یہ کہ بدخلقی یعنی تہذیب وشائستگی کا سرا ہاتھ سے چھوٹ جائے اور انسان کے بجائے حیوان بن جائے اور تیسرا بے عملی کہ سست اقوام کا نتیجہ ہمیشہ ذلت وخواری اور پستی وغلامی نکلا ہے دنیا کی جو قوم بھی ہلاک ہوئی وہ انہی تین بنیادی بیماریوں سے ہلاک ہوئی ہے"۔

عروج کی تین علامات

فرمایا: "تین بنیادی اصول ہمیشہ قوموں کے عروج وارتقاء کا راستہ ثابت ہوئی ہیں۔ ایک علم نافع جس سے دارین کی ترقی اور سرخ روئی کی راہیں نظر آئیں دوسرا اخلاق حسنہ جن سے ان راہوں پر چلنے کی قوت ملے اور تیسرا عمل صالح جس سے زندگی کی برتری اور عزت ممکن ہو"۔

15- جواہر حکیم الاسلام

صورت فانی سیرت باقی

فرمایا: ”صورتیں عشق کے لئے نہیں سیرت عشق کے لئے ہے۔ صورت تو بگڑنے والی چیز ہے صورت درحقیقت ایک گندگی ہے گندگی جب تک رہتی ہے صورت باقی ہے یہ نکل جائے تو صورت ختم ہو جاتی ہے لیکن سیرت ہر حال میں موجود رہتی ہے اگر اچھی سیرت علم اور کمال ہو تو دنیا میں رہے گا جب با کمال قبر میں جائے گا جب با کمال حشر میں پہنچے گا جب با کمال اور صورت یہاں کہیں بھی ساتھ نہیں ہوگی سیرت ہی سیرت انسان کے ساتھ رہتی ہے اس لئے انسان کا یہ فرض ہے کہ اپنی سیرت بنانے کی فکر کرے نہ کہ صورت بنانے کی فکر میں رات دن لگا رہے“۔

سیرت و صورت

فرمایا: ”صورت ہمیشہ فتنوں میں ڈالتی ہے اور سیرت ہمیشہ امن اور عزت و سربلندی پیدا کرتی ہے۔ حضرت یوسفؑ سے زیادہ ہم اور آپ حسین نہیں ہیں ان کے حسن و جمال کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے لیکن حضرت یوسفؑ جہاں جہاں مصیبتوں میں گرفتار ہوئے صورت کی خوبصورتی نے انہیں گرفتار کرایا اور جب سلطنت ملنے کا وقت آیا تو سیرت آگے بڑھی۔

بڑی چیز

فرمایا: ”سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھے اس کی اطاعت میں رہ کر تھوڑی عبادت پر بھی بہت شکر کرے تا کہ وہ عبادت بڑھتی جائے۔ اپنی اطاعت پر غرہ نہ کرے کہ میں نے کچھ کیا ہے“۔

دل کی جیب

فرمایا: ”غرض دل کے جیب میں ایمان کا سونا ہونا چاہئے ایمان کا جذبہ ہونا چاہئے پھر دنیا کے بازاروں میں سب کچھ ملے گا اور اگر دل خالی کر کے جا رہے ہو جس میں ایمان باللہ نہیں عمل صالح اور پیروی سنت نہیں تو پھر دنیا چاہے کروڑوں کی ہو مگر آپ کے لئے کچھ نہیں خالی ہاتھ واپس آنا پڑے گا“

اخلاص

فرمایا: ''حسن عمل اور عمل صالح وہ ہے کہ جو خالص رضائے خداوندی کے لئے ہو اخلاص کے ساتھ ہو مخلوق کی رضا یا اپنی رضاء نفس شامل نہ ہو۔ اگر عمل کے اندر رضائے خلق کا شائبہ تک بھی شامل ہے تو وہ داخل شرک قرار دیا گیا ہے''۔

مصیبت کیا ہے

فرمایا: ''خلاصہ یہ ہے کہ مصیبت نام ہے خلاف طبع کا اور خلاف طبع کو موافق طبع بنانے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ عالم کی طبیعت کو بدلنے کے بجائے (جو بس کی بات نہیں) اپنی طبیعت کو بدل دیا جائے اور اس کا رخ پھیر کر مصیبت بھیجنے والے کی طرف کر دیا جائے یعنی نظر مصیبت پر نہ ہو بلکہ خالق مصیبت کی توجہ و عنایت اور بے پایاں حکمت و تربیت پر ہو جائے''۔

قرآنی اصطلاحات

فرمایا: ''صوفیاء کی اصطلاح میں جو اپنی محنت سے مقامات سلوک طے کرے اسے مرید اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب ہو اسے مراد کہتے ہیں لیکن قرآن پاک کی اصطلاح میں جو اپنی محنت سے آگے بڑھے اسے منیب اور جو منتخب کیا جاتا ہے اسے مجتبیٰ کہتے ہیں جس کو قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ اللہ یجتبی الیہ من یشآء و یھدی الیہ من ینیب''

محقق کا نصاب

فرمایا: ''محض کتاب دیکھ لینے سے اور بزرگوں کا کلام سننے سے انسان محقق نہیں بن سکتا ہے جب تک کہ محنت کر کے تربیت نہ پائے اور ان کی زیارت کر کے صحبت اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا معالجہ نصیب نہ ہو''۔

بچے کی تربیت کب

فرمایا: ''امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بچہ پیدا ہوتا ہے اسی وقت سے تربیت کے قابل بن جاتا ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جب چار پانچ برس کا ہوگا جب اس کو تعلیم

وتربیت دیں گے ایسا نہیں اسے ظاہر میں کوئی عقل شعور نہیں لیکن اس کے سامنے کوئی برا کلمہ مت کہو اور بری ہیئت بھی اس کے سامنے مت اختیار کرو اس لئے کہ اس کا قلب ایسا ہے جیسے سفید کاغذ' آنکھ کے راستے سے یا کان کے راستے سے جو ہیئت جائے گی وہ جا کر اس کے قلب پر چھپ جائے گی جب وہ ہوش سنبھالے گا تو وہی باتیں بکتا ہوا ہوگا''۔

شکر کا نسخہ

فرمایا: ''دنیا کے بارے میں ہمیشہ اپنے سے کم تر پر نظر رہنی چاہئے تا کہ آدمی شکر کرے اور دین کے بارے میں اپنے سے برتر کو دیکھے تا کہ ازدیاد رغبت پیدا ہو۔ اب لوگوں نے قصہ برعکس کر دیا ہے کہ دنیا کے بارے میں اپنے سے برتر کے اوپر نگاہ رکھتے ہیں اور دین کے بارے میں اپنے سے کمتر کا اقتدا کرتے ہیں اسی لئے بادشاہ ظفرؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر — رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی خرابیوں پر جو نظر — تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا
ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا — گو ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی — جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

علم اور اخلاق

فرمایا: ''علم کے بعد عمل اخلاقی طاقت سے ہوتا ہے اس لئے تہذیب اخلاق تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے اگر اخلاقی کریکٹر بلند نہ ہوں تو علم کی روشنی نفع نہیں پہنچا سکتی۔ اخلاق عمل کی مخفی طاقت ہے اگر یہ طاقت مضمحل ہو جائے تو علم بلا عمل کیا کار آمد ہو سکتا ہے۔ اس لئے اخلاقی تربیت ناگزیر ہے جس کے لئے مسلمانوں کو مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہے۔ اخلاق کے اعتدال کے لئے محنت و مشقت کی حاجت ہے اس کے لئے طریقے اور تدابیر فن تصوف میں مدون ہیں اور جن کو مشائخ حقانی ہی بروئے کار لا سکتے ہیں جبکہ ان کے اپنے قلوب مزکی اور اس راہ تزکیہ پر چلے ہوئے اور پڑے ہوئے ہوں''۔

صورت کا سیرت پر اثر

فرمایا: ''سنت اللہ یہی ہے کہ جیسا پیکر ہوگا ویسی ہی حقیقت ظاہر ہوگی اسی وجہ

سے حدیث مبارک میں ہے کہ التمسوا الخیر فی حسان الوجوہ یعنی تم خوبصورت چہروں میں خیر تلاش کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہرہ مہرہ اچھا ہے تو اندر بھی خیر ہی ہوگی اور اگر چہرہ مہرہ خراب ہے تو خیر اس درجہ کی نہیں ہوگی۔ ویسے تو اللہ پاک قادر مطلق ہے بہتر سے بہتر صورت میں گندی حقیقت ڈال دیں اور گندی سے گندی صورت میں بہترین حقیقت ڈال دیں لیکن سنت اللہ یہی ہے''۔

علم اخلاق اور عمل

فرمایا: ''ایک مسلمان کی دینی زندگی میں تین بنیادی شعبے نکل آتے ہیں علم' اخلاق اور عمل۔ علم نہ ہو تو راستہ نہیں مل سکتا کہ راہ روی ممکن ہو اخلاق نہ ہوں تو عمل کی قوت میسر نہیں آسکتی کہ آدمی راہ مستقیم پر رواں دواں ہو اور اگر عمل نہ ہو تو معطل قوم کا کوئی مستقبل نہیں ہو سکتا کہ وہ عزت سے دنیا میں باقی رہے''۔

گناہوں کا تریاق

فرمایا: ''انسان کی پوری زندگی پر اتباع سنت چھا جائے جب اس کے ایمان میں کمال آجائے گا اور اس کو مومن کامل کہیں گے لیکن یاد رکھئے اتباع سنت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ کبھی بھی غلطی نہ ہو اور گناہ نہ ہو۔ یہ شان تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ ہم سے گناہ ہوتے ہیں اور گناہ کرتے بھی ہیں مگر اس کا حل یہ ہے کہ فوراً توبہ کر لیں صدق دل سے توبہ کرنے سے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے کہ التائب من الذنب کمن لاذنب له''

مصیبت کیا ہے

فرمایا: ''لوگوں نے عموماً مصیبت و پریشانی دکھ و درد' بیماری' افلاس' تنگدستی' جیل' قید و بند' مار دھاڑ' قتل و غارت' قحط' وبا اور بلا وغیرہ کو سمجھ رکھا ہے حالانکہ ان میں سے ایک چیز بھی مصیبت نہیں۔ یہ صرف واقعات اور حوادث ہیں۔ پریشانی اور مصیبت در حقیقت ان سے دل کا اثر لینا' تشویش میں پڑنا' دل تنگ ہونا اور کرب و غم میں ڈوب جانا

ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ چیزیں زیادہ سے زیادہ اسباب مصیبت کہلائی جاسکتی ہیں نہ کہ مصیبت' مصیبت قلب کی کیفیت احساس اور تاثر کا نام ہوگا''۔

دل کا فتویٰ

فرمایا: ''حدیث شریف استفت قلبک فان القلب خیر المفتی کی تشریح کے ذیل میں فرمایا کہ جب تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہو تو تم اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو۔ آدمی کا دل مخلص ہوتا ہے وہ بتاتا ہے کہ صحیح ہے یا غلط۔ اگر آدمی دل کی طرف متوجہ ہو جائے تو سارے قصے ختم ہو جائیں لیکن بات تو یہ ہے کہ لوگ مطلب کے پیچھے رہتے ہیں اسی وجہ سے شریعت نے کہا ہے کہ مفتیوں سے فتویٰ بعد میں لینا پہلے اپنے دل سے فتویٰ لے لو انسان کا دل مخلص ہے وہ سچا مشورہ دے گا اور صحیح فتویٰ دے گا''۔

حیا ایمان کا شعبہ

فرمایا: ''منکرات کو برا ثابت کرنے والی اور ان سے بچانے والی طاقت حیا ہے۔ اس کی عدم موجودگی میں نہ آدمی قبیح کو قبیح کہتا ہے اور نہ اس سے رک سکتا ہے۔ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اذافاتک الحیاء فاصنع ماشئت دوسری جگہ فرمایا الحیاء خیر کله اسی لئے حیا کو ایمان کا عظیم ترین شعبہ قرار دیا گیا ہے کہ خلاف ایمان حرکات سے بچاؤ اس قوت کے بغیر میسر آنا ممکن نہ تھا''

نفس انسانی کی مثال

فرمایا: ''نفس انسانی کی مثال محققین ''سرکش گھوڑے'' سے دیتے ہیں کہ جب سرکش گھوڑے پر سوار ہو تو لگام سنبھال کر بیٹھنا چاہئے اگر لگام ڈھیلی چھوڑ دی اور گھوڑا اچھل پڑا تو معلوم نہیں کہ کس کنویں میں لے جا کر گرا دے گا پھر جان بچانا مشکل ہوگا تو انسان کا نفس جب تک جاہل ہے اس وقت تک یہ سرکش ہے اس کی لگام سہارنی چاہئے''۔

حکمت وبصیرت

ذاتی مطالعہ

فرمایا: ''قوت مطالعہ سے جو علم آتا ہے اس میں امام اپنا نفس ہوتا ہے جو چاہے کرے اور نفس نا تہذیب یافتہ ہے اس لئے مطالعہ سے حاصل شدہ علم لائق اعتماد نہیں''۔

کبر شیطانی کام

فرمایا: ''ایک گناہ وہ کہ جس کا منشاء کبر ونخوت ہے اور ایک لغزش وہ ہے کہ جس کا منشا حرص ہے۔ حرص سے گناہ کا سرزد ہونا یہ تو آدمی کی جبلت ہے اور کبر سے گناہ کا سرزد ہونا شیطان کا کام ہے۔ کبر میں ٹھیک حق تعالیٰ شانہ کا مقابلہ ہوتا ہے اور باہ سے جو گناہ ہوتا ہے اس میں آدمی خود اپنے کو ہیچ سمجھتا ہے کہ میں حرص میں مبتلا ہوں اس سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں دل کے اندر کوئی کمی نہیں آتی ہے''۔

فرق معصومیت

فرمایا: ''بچوں میں جو معصومیت ہے وہ اس لئے کہ ان میں گناہ کرنے کی قوت پیدا نہیں ہوئی ہے صرف مادہ موجود ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام میں وہ ساری قوتیں موجود ہیں پھر وہ معصوم ارادے سے ہیں۔ معصوم تو دونوں ہیں مگر فرق رہے گا علم کا اور لاعلمی کا ارادے کا اور غیر ارادے کا خبر کا اور بے خبری کا''۔

فرقوں کا مزاج

فرمایا: ''ہر فرقے کا ایک مزاج ہوتا ہے۔ اس فرقے (شیعوں) کا مزاج

تخریبی ہے اور تاریخ اس پر شہادت دے گی کہ مسلمانوں کو جتنے بھی صدمات اٹھانے پڑے ہیں سیاست کو یا خلافت کو جہاں جہاں تباہی ہوئی نیچے سے یہی فرقہ نکل آتا ہے تو تاریخ کی روشنی میں یہ ایک تخریبی فرقہ ہے''۔

اجتماعی کام

فرمایا: ''یاد رکھئے! اتحاد جو قائم ہوتا ہے کبھی تو وہ قوت عقیدت سے قائم ہوتا ہے کہ کوئی ایک بزرگ شخص ہے' لوگ اس پر جمع ہو گئے ان میں باہمی اتفاق اور باہمی اتحاد ہو جاتا ہے کوئی عالم ربانی یا شیخ طریقت ہے اس کے متوسلین جمع ہو جاتے ہیں۔ مرکز ایک ہو گیا مگر وہ اتحاد محدود ہوتا ہے۔ ایک قوت قہری یعنی حکومت کی قوت ہے وہ بھی ایک مرکز پر جمع کرتی ہے اس لئے سب لوگ جمع ہو جائیں اور اتفاق کر لیں اور حکومت کو مضبوط بنائیں اور بیرونی خطرات پر نظر رکھیں''۔

قانون شریعت

فرمایا: ''ایک ہے قانون عام جو سب کیلئے عام ہے وہ قانون شریعت ہے ہر کس و ناکس کے لئے پیغام ہے اور ایک ہے طریقت وہ شخصی احوال کا نام ہے اور ایک شخص کا حال دوسرے پر حجت نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ نظیر میں نہیں پیش کیا جائے گا''۔

متکلم کے اثرات

فرمایا: ''ہر کلام میں متکلم کے اثرات چھپے ہوئے ہوتے ہیں کلام کو پڑھ کر آپ پہچان لیتے ہیں کہ یہ کسی عالم کا کلام ہے یا جاہل کا' شاعر یا غیر شاعر کا غرض کلام میں متکلم کے اثرات غالب ہوتے ہیں بلکہ کلام میں خود متکلم چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اگر متکلم کو دیکھنا ہو تو اس کا کلام پڑھ لو اس کی کیفیت عیاں ہو جائے گی''۔

دنیا عالم اضداد

فرمایا: ''اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عالم اضداد بنایا ہے۔ ہر اصل

کے مقابلے میں ایک ضد رکھی ہے اور ہر اصل کا تصادم اپنی ضد سے برابر ہوتا رہتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اسلام کے مقابلے میں کفر ہے توحید کے مقابلے میں شرک ہے اخلاص کے مقابلے میں نفاق ہے۔ سچ کے مقابلے میں جھوٹ ہے ظلمت کے مقابلے میں نور ہے اور دن کے مقابلے میں رات ہے۔ اسی طرح دنیا کے اندر خیر و شر' بھلائی اور برائی بھی ملی جلی چل رہی ہے۔ اس دنیا کو نہ صرف خیر کا عالم کہہ سکتے ہیں اور نہ صرف شر کا۔ خیر محض اور راحت محض عالم جنت ہے تکلیف محض اور برائی محض یہ جہنم کا عالم ہے۔ اس دنیا کو جنت اور جہنم دونوں سے مرکب کر کے بنایا گیا ہے اس لئے یہاں خیر و شر دونوں کے آثار موجود ہیں"۔

اوصاف سے قیمت

فرمایا: "یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اس دنیا میں ہر چیز کی قدر و قیمت اوصاف سے ہوتی ہے جس شے کے اندر اوصاف زیادہ ہوں گے اس کی اسی قدر توقیر زیادہ ہوگی عزت زیادہ ہوگی اور اسی اعتبار سے اسے بلند مرتبہ اور عالی مقام حاصل ہوگا۔ ایک شخص عالم ہے اس کی آپ عزت علم کی وجہ سے کرتے ہیں اور اگر وہی شخص آپ کا استاد بھی ہے تو عزت کا ایک درجہ اور بڑھ جائے گا اور اتفاق سے وہی آپ کا حاکم بھی ہو تو اس کی عزت کا ایک درجہ اور بڑھ جائے گا"۔

زندگی کا جائزہ

فرمایا: "اب ذہن میں یہ تو آتا ہے کہ اللہ میاں نے دوسری اقوام کو سب کچھ دیا اور ہم سے سب کچھ چھین لیا یہ نہیں آتا کہ کیوں چھینا اور ہم نے کیا کیا؟ تو سب سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنی زندگی کا جائزہ لیا جائے ہمارا فرض ہے کہ اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر گزاریں اور یہ ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ تھوڑی بہت تعلیم نہ ہو اور تھوڑی بہت تربیت نہ ہو"۔

ہمت اور دعا

فرمایا: "اصل چیز دین میں صرف ہمت ہے۔ آدمی عزم باندھ لے کہ یہ مجھے کرنا ہے پھر مدد خداوندی ہوتی ہے اور وہ کر گزرتا ہے ڈانواں ڈول رہے عزم ہی نہیں تو اس کی مدد بھی نہیں ہوتی اس لئے عزم پیدا کرنے کی ضرورت ہے یہ دعائیں بھی جب ہی کام

دیتی ہیں کہ جب آدمی اسباب مہیا کرا کے دعا کرائے۔

موت مصیبت بھی نعمت بھی

فرمایا: ''موت جس طرح فزع اکبر اور عظیم ترین مصیبت ہے ویسے ہی عظیم ترین نعمت اور عظیم ترین انعام خداوندی بھی ہے۔ موت کے بارے میں صرف ایک ہی پہلو سامنے نہیں رہنا چاہئے یعنی ''ہائے افسوس'' کا' بلکہ خوشی کا بھی ایک پہلو ہے کہ یہ تحفہ مومن بھی ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یہ طریقہ اور راستہ ہے دنیا کی آبادکاری کا یہ طریقہ ہے نئے نئے علوم پیدا ہونے کا یہ طریقہ ہے اور نئے مربیوں کے پیدا ہونے کا یہ طریقہ ہے اس لئے موت کا صرف ایک پہلو نہیں کہ اس سے ڈریں بلکہ موت میں خوشی کا پہلو بھی ہے کہ اس کا انتظار بھی کریں اور اس کی تمنا بھی کریں''۔

موجودہ جنگ

فرمایا: ''آج عسکریت کے لئے جہاں بقدر ضرورت استطاعت عملی فنون حرب یا بدنی استعداد بہم پہنچانے کی ضرورت ہے وہیں ان نظری فنون جنگ سے بھی باخبر ہونے کی ضرورت ہے جنہیں آج کی اصطلاح میں ڈپلومیسی اور اسلام کی اصطلاح میں خدعہ سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ آج کل کی جنگ اعصابی جنگ ہے۔ خیالات پر اثر ڈال کر صلح و جنگ کا میدان ہموار کیا جاتا ہے اس لئے نوجوانوں میں سیاسی اور نظری حیثیت سے ایسے شعور پیدا کئے جانے کی ضرورت ہے جس سے خیالاتی حربوں سے متاثر ہونے کے بجائے ان کی بنیادوں کو سمجھ سکیں اور یہ پرکھ سکیں کہ کون سے خیالات کہاں سے آرہے ہیں؟ ان کا منشاء کیا ہے کس رخ پر مسلمانوں کو ڈالنا چاہتا ہے اور اس کا دفعیہ کیا ہے؟''

مفتی کا کام

فرمایا: ''سب سے زیادہ مشکل چیز فتویٰ دینا ہے اور عمل کے طور پر مسئلہ بتلانا ہے ہر پڑھا لکھا آدمی بلکہ ہر مدرس بھی یہ کام نہیں کر سکتا' یہ مفتی کا کام ہے کسی کو اللہ تعالیٰ یہ بصیرت دیتے ہیں اس لئے بزرگوں میں ہم نے یہ دیکھا ہے کہ فتویٰ دینے کی جرات نہیں کرتے تھے اس سے زیادہ آسان درس دینا ہے اس سے زیادہ آسان تقریر کرنا ہے اس سے بھی زیادہ آسان وہ

تقریر ہے جو علمی نہ ہو محض دنیا داری کی باتیں ہوں اور اس سے بھی زیادہ آسان اعتراض کر دینا ہے اس کے لئے کسی تکلیف کی ضرورت نہیں پڑتی جس پر چاہا اعتراض کر دیا جس پر چاہا شبہ وارد کر دیا۔ جاہل سے جاہل اعتراض کر سکتا ہے اس میں کسی علمیت کی ضرورت نہیں ہوتی"۔

عالم امر

فرمایا: "اس عالم کی زندگی اور آبادی و رونق صرف دو چیزوں سے ہے بلکہ عالم میں آباد ہی صرف دو چیزیں ہیں۔ ایک اللہ کا کام اور اس کا کلام۔ خدا کے کاموں سے کائنات عالم میں حسی نظام بنا ہے جسے عالم خلق کہتے ہیں اور اس کے کلاموں سے اقوام عالم کا یہ شرعی نظام استوار ہوا ہے جسے عالم امر کہتے ہیں الا له الخلق والامر تبارک الله رب العلمین پس عالم خلق ہو یا عالم امر دونوں اسی ذات و صفات اور کمالات علم و عمل کی جلوہ گری ہے اور تکوین و تشریع کے گونا گوں مظاہر میں اسی باطن مطلق کے محاسن اقوال و افعال ظہور کر رہے ہیں۔

ہر چہ دیدم در جہاں غیر تو نیست　　　یا توئی یا خوئی تو یا بوئے تو

اشتراکی عمل

فرمایا: رب اشرح لی صدری و یسرلی امری و احلل عقدة من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیراً من اهلی هارون اخی اشدد به ازری و اشرکه فی امری ان مرادوں میں کچھ چیزیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ذات کے لئے طلب کیں جیسے شرح صدر تیسیر امر اور حل عقدۂ لسان لیکن جو چیز سب سے اہم طلب کی وہ اشرکه فی امری ہے یعنی میرے اس کام میں میرے بھائی کو شریک کر دیا جائے جس سے واضح ہے کہ سعی آزادی کے سلسلے میں اشتراک عمل اولین منزل ہے اور وہ بھی اپنوں کے ساتھ اس سے یہ مسئلہ صاف ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کو باہمی اشتراک عمل کی اشد ضرورت ہے غیروں سے پہلے انہیں اپنوں کو اپنانا چاہئے"۔

موت ایک پل

فرمایا: "میں کہتا ہوں کہ موت پر کوئی خوش نہیں ہوتا' انتقال پر کوئی خوش نہیں ہوتا

بلکہ موت اگر اچھی ہوتی تو سب کہا کرتے کہ خدا ایسی موت سب کو نصیب کرے اگر موت کوئی رونے کی ایسی چیز ہوتی تو یہ دعائیں کیوں کرتے کہ ایسی موت ہمیں بھی نصیب ہو جائے۔ اللہ کے راستے میں کوئی شہید ہو جائے تو کہتے ہیں کہ بڑے رتبے کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی موت نصیب کرے۔ معلوم ہوا کہ موت غم کی چیز نہیں موت تو خوشی کی چیز ہے۔ غم اپنے عزیز کی جدائی کا ہوتا ہے کہ ہم سے ہمارا عزیز جدا ہو گیا اس کے فیض سے محروم ہو گئے اس کے انتقال کا صدمہ نہیں ہوتا انتقال سے تو وہ اللہ تک پہنچ گیا یہ کوئی صدمہ کی چیز ہے؟۔ ایک آدمی خدا سے جاملا یہ کونسی رونے کی بات ہے یہ تو عین خوشی کی چیز ہے۔ ان الموت جسر یصل الحبیب الی الحبیب موت ایک پل ہے جس سے گزر کر آدمی اپنے محبوب حقیقی سے جاملتا ہے''۔

علم واخلاق

فرمایا: ''دیانت بلا سیاست اور علم و اخلاق بلا شوکت' بے بس' بے کس اور عام نگاہوں میں بے وقعت ہو جانے کے سبب قبول عام اختیار نہیں کر سکتے اور نہ صرف یہی بلکہ اس ضعف آور صورتحال کے بڑھ جانے سے اس کی تحقیر واستہزاء اور تمسخر کی داغ بیل پڑ جاتی ہے جس سے شوکت پرست طبقہ میں ان کی حقارت ایک مشن اور مقصد کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ فساق و فجار طبیعتیں جو شوکت دین سے دبی رہتی ہیں ان حالات میں کھل کر کھیلتی ہیں اور اسی استہزاء اور تمسخر کی سنت سیئہ کو اور مضبوط بنا دیتی ہیں ساتھ ہی وہ طبقہ جو گو فسق و فجور کا شکار نہ ہو مگر تقویٰ اور تقدس کی طرف بھی کوئی خاص میلان نہ رکھتا ہو وہ بھی فجور کا غلبہ واستیلاء دیکھ کر ادھر ہی مائل ہو جاتا ہے اور اب وہ خالص حقانی طبقہ جو علم و اخلاق کا سرمایہ لئے رہتا ہے بے کس و بے بس رہ جاتا ہے جن میں سے ضعفائے قلوب ادھر جا ملتے ہیں اور اسی طرح رفتہ رفتہ یہ دیانت بے سیاست اپنا وجود ختم کر دیتی ہے۔ غلامی اور محکومی کے منحوس آثار رفعت اور شوکت کے ساتھ سارے جذبات ختم کر کے خود ہی بلا شرکت غیرے غالب آ جاتے ہیں''۔

چین کا نسخہ علم واخلاق

فرمایا: ''مولوی کا غلط مذہب' انٹی ملازم' تکفیر اہل حق ازالہ اثرات علماء کی

مساعی اوراس کے بالمقابل الحاد وشرک' بدعات' محدثات' منکرات' فواحش اور معاصی سے اہل دیانت کی ترغیم صرف اسی کا نتیجہ ہیں کہ دیانت اپنی ہے اور سیاست دوسرے کی یعنی مسجد اپنی ہے اور قفل دوسرے کے ہاتھ میں ہے وہ جب چاہے کھول دے جب چاہے بند کر دے' اس لئے یہ نتیجہ صاف ہے کہ جب تک دیانت کے ساتھ سیاسی طاقت اور سیاست کے ساتھ علم واخلاق کی دیانت نہ ہو تو دنیا کبھی امن وچین کا سانس نہیں لے سکتی''۔

ضرورت فکر

فرمایا: ''فکر ہی انسان کی امتیازی صفت ہے۔ فکر ہی انسانی حقیقت کی فصل ممیز ہے فکر ہی سے علم ومعرفت کے دروازے کھلتے ہیں فکر ہی انسان کی ظاہری اور باطنی قوتوں کا امام اور سربراہ ہے۔ اگر فکر اسلام میں مطلوب نہ ہوتا تو اجتہاد کا دروازہ کلیۃً مسدود ہو جاتا اور شرائع فرعیہ امت کے سامنے نہیں آ سکتیں''۔

مقام افسوس

فرمایا: ''افسوس یہ ہے کہ آج یہ تینوں چیزیں (شریعت' طریقت اور سیاست) الگ الگ مستقل شمار کی جا رہی ہیں اور ان کے حامل الگ الگ طبقات گنے جا رہے ہیں اور اسی طرح شریعت وطریقت اور سیاست کو الگ الگ منہاج سمجھ لیا گیا ہے اور نہ صرف اسی پر اکتفاء کیا گیا بلکہ صوفی اپنے تصوف کی تکمیل اسی میں سمجھتے ہیں کہ وہ علماء کے مدمقابل آئیں علماء صوفیوں کے مقابلے پر ہوں اور سیاسی ان دونوں طبقوں کے بالمقابل کھڑے ہوئے ہوں اور یہ دونوں طبقے سیاسیوں کے بالمقابل کھڑے ہوں''۔

ضرورت اجتماعیت

فرمایا: ''میرے خیال میں جب تک یہ تینوں طبقے مل نہ جائیں اور نہ صرف افراد ہی مل جائیں بلکہ یہ تینوں فنون اس طرح باہم آمیختہ نہ ہو جائیں کہ قوم کا ہر ہر فرد متشرع خالص' صوفی خالص اور سیاسی مخلص ہو جائے اس وقت تک قوم بحیثیت مجموعی مکمل نہیں کہلا سکتی اور اسلامی نقطہ نظر سے کامیابی کا منہ بھی نہیں دیکھ سکتی''۔

علم اور حسن اخلاق

فرمایا: ''علم اور حسن اخلاق دیانت کے اساسی شعبے ہیں اور کمال نظم و اجتماعیت سیاست کا اہم شعبہ ہے۔ سیاست کو جب بھی دیانت سے الگ کیا جائے گا جب ہی نہ حقیقی سیاست قائم رہے گی اور نہ حقیقی دیانت اگر دیانت نہ رہے تو سیاست ایک کھٹ کھنا اور جور واستبداد کا ملک ہوگا اور اگر سیاست نہ رہے تو دیانت بے کس' بے بس اور علی شرف الزوال ہو جائے گی قانون محض اور کوری سیاست سے دنیا کبھی امن وچین کا منہ نہیں دیکھ سکتی ہے اور نہ ہی عالم بشریت کی اصلاح و تنظیم ہو سکتی ہے''۔

تصوف کی بنیاد

فرمایا: ''طریقت اور تصوف کی بنیاد یکسوئی اور انفرادیت پر ہے چنانچہ وہ اپنے مبانی واصول اور مبانی وفروع کے لحاظ سے انسان کو طبعاً تخلی وخلوت اور یکسوئی کی طرف کشاں کشاں لے آتی ہے۔ صوفی بحیثیت صوفی کے ساری زندگی دنیا سے یکسو اور الگ تھلگ ہو جاتا ہے اسے صرف اپنی ذات اور اس کے صلاح وفلاح پیش نظر ہوتی ہے''۔

شریعت کی بنیاد

فرمایا: ''شریعت کی بنیاد تعلقات کی کثرت اور ادائے حقوق پر ہے ہدایت اور ارشاد کی خاطر مخلوق میں گھستا ان کی اڑی کڑی جھیلنا اور لگی آگ میں گھس کر جلتے ہوؤں کو نکالنا۔ طریقت میں جس مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کی جاتی ہے شریعت میں اسی مخلوق سے رابطہ جوڑا جاتا ہے وہاں فرار عن الخلق ہے اور یہاں ذھاب الی خلق اللہ ایک متشرع بحیثیت ایک شرعی فرد ہونے کے سارے انسانوں کی طرف دوڑ کر ان کی اصلاح کی فکر میں رہے گا''۔

خلوت در انجمن

فرمایا: ''طریقت خلوت محض ہے' سیاست جلوت محض ہے اور شریعت دونوں کے درمیان ایک برزخ ہے جو ان دونوں کو ملا کر خلوت اور انجمن پیدا کر دیتی ہے اس سے

خود واضح ہو جاتا ہے کہ شریعت کا خلوت اور انجمن میں آنا جب ہی ممکن ہے کہ اس کے دائیں بازو پر خلوت کا مخزن (طریقت) ہو اور بائیں بازو پر انجمن کا منبع (سیاست) ہو' ورنہ "خلوت در انجمن اور دل بیار دست بکار" کا وجود ہو ہی نہیں سکتا۔ ظاہر ہے کہ اس حالت میں ان تینوں عنصروں کو جدا کر دیا جائے تو ان کے باہمی امتزاج کے مخلوط منافع منقطع ہو کر ایک ایک مخصوص مضرت سر پڑ جائے گی"۔

ہر چیز سے نصیحت

فرمایا: "علمائے کرام لکھتے ہیں کہ کسی کی اچھائی دیکھو تو حرص کرو' برائیاں دیکھو تو حرص مت کرو' لوگوں کی نیکی بھی ہماری ترقی کا ذریعہ بنتی ہے اور اگر برائیوں کو دیکھ کر عبرت پکڑی اور ان سے بچ گئے تو لوگوں کے گناہ بھی ہماری ترقی کا ذریعہ بن گئے غرض دنیا کی ہر چیز میں عبرت' نصیحت اور موعظت موجود ہے۔ انسان اس لئے نہیں بھیجا گیا کہ دنیا کو مٹا کر ختم کر دے بلکہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ ہر چیز سے عبرت پکڑے ہر ہر چیز سے نصیحت حاصل کرے ہر ہر چیز سے اپنی آخرت بنائے اور اپنی آخرت کو یاد کرے یہ جب ہی ہو گا جب دنیا سجی ہوئی ہو اس کو دیکھ دیکھ کر ہم عبرت پکڑیں۔"

انسان ایک مستقل جہاں

فرمایا: "انسان ایک ایسی حقیقت جامعہ ہے کہ ساری صورتیں اور حقیقتیں اس میں جمع ہیں' الٰہیات اور مخلوقیات کے سارے ہی نمونے اس میں موجود ہیں اور ہر انسان گویا ایک مستقل جہان ہے۔ جسمیں ظلمانی اور نورانی' شیطانی اور رحمانی' مادی اور روحانی سارے انموذج قائم ہیں۔

آسمانہا است در ولایت جاں   کار فرمائے آسماں جہاں
در رہ روح پست و بالا ہست   کوہ ہائے بلند و صحرا است

گویا انسان اس کا مصداق یہ ہے کہ "میں وہ چھوٹی سی دنیا ہوں کہ آپ اپنی ولایت ہوں"۔

آج کی آواز

فرمایا: "اب یہ صدا اٹھ رہی ہے کہ اگر عالمی امن چاہتے ہو تو چھوت چھات

مٹاؤ اور امتیازات کو ختم کرو تو اسی وقت امن قائم ہوگا جس کی وجہ سے قوموں کے اصول بدل رہے ہیں کہ پہلے عوام خواص کے تابع تھے اور اب خواص عوام کے تابع ہیں۔ پہلے چراغ تلے اندھیرا تھا اور اب چراغ کے اوپر اندھیرا ہے۔ پہلے جو چھپانے کی تھی وہ اب برسرِ عام آگئی ہے مثلاً دولت اور عورت پہلے خواص کی رائے اہمیت رکھتی تھیں اور اب عوام کی رائے کو اہمیت حاصل ہے لہٰذا خواص کو نیچے اترنا پڑے گا اور عوام کو اوپر اٹھنا پڑے گا''۔

عقل کی حیثیت

فرمایا: عقل کے بارے میں فرمایا گیا اول ما خلق اللہ العقل یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا ہے اور عقل کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں اس لئے عقل کو بیکار نہیں سمجھنا چاہئے البتہ اس کو اس کی حدود اور دائرے میں استعمال کرنا چاہئے حواس جہاں ختم ہو جاتے ہیں عقل کا دائرہ وہاں سے شروع ہو جاتا ہے عقل صرف محسوسات میں کار آمد ہے مغیبات میں وحی خداوندی کام دے گی اور عقل کو اس کے تابع بن کر خادم کی حیثیت سے چلنا پڑے گا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے ارسل رسولہ بالھدی کے بعد ودین الحق کی قید لگائی کہ ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا مگر انسان کو نہیں سونپا کہ جس طرح چاہیں عقل سے تجویز کرلیں بلکہ دین حق بھی بھیجا ہے یعنی طریقہ بھی بتا دیا کہ اس دین پر چلو یہی دین حق ہے۔ اسی پر چل کر تم کامیاب ہوسکو گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی''۔

صبر کی دعا

فرمایا: انا للہ و انا الیہ راجعون یہ دعا صرف میت ہی پر نہیں پڑھی جاتی بلکہ اگر ایک پیسہ بھی گم ہو جائے تو بھی پڑھی جائے اس دعا کی برکت سے صبر بھی ہو جاتا ہے مالک کی طرف توجہ بھی ہوتی ہے اور نعم البدل مل جاتا ہے۔ یہ اس دعا کی خاصیت ہے''۔

صبر کا وقت

فرمایا: ''صبر اپنے وقت پر ہوتا ہے مدت کے گزر جانے کے بعد تو ہر ایک کو

16 صبر آ جاتا ہے وہ باعث اجر نہیں ہوتا صبر وہی باعث اجر ہے جو ارادہ و اختیار سے مصیبت کو دبانے کے لئے کیا جائے''

میت پر رونا

فرمایا: ''میت پر درحقیقت اس کی موت پر رونا نہیں ہوتا بلکہ رونا اپنی جدائی کا ہوتا ہے اپنے نفع کے گم ہو جانے کا ہوتا ہے۔ ورنہ میت تو اپنے اعلیٰ مقام پر پہنچتا ہے تو اعلیٰ مقام پر پہنچنے کی وجہ سے کسی کو غم تھوڑا ہی ہوتا ہے''۔

دعائے تسکین

فرمایا: ''صابرین پر جب مصیبت آ پڑتی ہے تو یہ دعائے تسکین پڑھتے ہیں **انا للہ و انا الیہ راجعون** اس میں دو جملے فرمائے گئے **انا للہ** اور دوسرا **و انا الیہ راجعون** پہلے جملے کا معنی یہ ہے کہ ہم سب اللہ کی ملک ہیں۔ جب ذہن میں یہ تصور آ گیا تو آدمی سمجھے گا کہ مالک کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں جیسا چاہے تصرف کرے۔ زمین کے اوپر رکھنا چاہے یا قبر میں رکھنا چاہے یا قبر سے آگے اور عالم میں بھیج دے یہ اسی کو اختیار ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی مالکیت کا تصور ہے تو عقلی طور پر انسان میں صبر آ گیا۔ عقل نے سمجھا دیا کہ جب تو دوسرے کی ملک ہے تو تجھے واویلا کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن طبعی طور پر اب بھی غم مسلط ہے تو اگلے جملے نے اس کا علاج کر دیا کہ **و انا الیہ راجعون** ہم سب لوٹ کر اس کی طرف جانے والے ہیں جہاں وہ گیا ہے وہاں تم نے بھی جانا ہے یہ جدائی عارضی ہے تو اسے طبعی طور پر سامان تسلی مل گیا''۔

مقام عبرت

فرمایا: ''موت کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے عبرت حاصل کی جائے اور اپنے اخیر وقت کو یاد کیا جائے اور ایسے سامان پیدا کئے جائیں کہ ہمارے لئے بھی نافع ہوں اور میت کے لئے بھی نافع ہوں''۔

جواہر حکیم الاسلام - 16

دنیا میں خوشی کم

فرمایا: ”ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جب آدم علیہ السلام کا پتلا اللہ تعالیٰ نے بنایا اور مٹی کو پانی میں بھگویا تو چالیس دن اس پر پانی پڑا ہے اور چالیس دن اس پر مینہ برسایا گیا ہے تو روایات میں ہے کہ اس مٹی پر انتالیس دن غم کا مینہ برسا اور ایک دن خوشی کا مینہ برسا۔ اس لئے دنیا میں خوشی کم اور مصیبت زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے انسان زیادہ تر پریشانیوں میں مبتلا رہتا ہے۔“

عقل و بصیرت

فرمایا: ”اگر انسان آفاق و انفس اور اس مادی عالم پر نظر ڈالے اس کے حوادث و واقعات کو امعان نظر سے دیکھے عقل و بصیرت، تدبر اور تفکر سے کام لے تو یہ چیز اس کے لئے بڑے سے بڑے واعظ اور مقرر کا کام دے گی اور انسان ہر وقت وعظ کہہ سکتا ہے اور اس سے پند و نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔“

دنیا امتحان گاہ

فرمایا: ”یہ دنیا جس سے ہم اور آپ گزر رہے ہیں درحقیقت یہ پوری کی پوری امتحان گاہ ہے اس میں حق تعالیٰ شانہ نے ہماری جانچ اور آزمائش کے لئے ہمیں بھیجا ہے جانچ اور آزمائش کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے جو جوہر پیدا کئے ہیں ان کو کھول دے اور نمایاں کر دے یعنی ہر چیز کی خاصیت کو ظاہر ہونے کا موقع دے۔“

سلسلہ نعمت و مصیبت

فرمایا: ”انسان کی جانچ اور آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو سلسلے قائم کئے ہیں۔ ایک سلسلہ نعمتوں کا اور ایک سلسلہ مصیبتوں کا۔ نعمتیں دے کر اس لئے آزماتے ہیں کہ آیا نعمتوں میں گھر کر یہ آدمی نعمت دینے والے کو بھی یاد رکھتا ہے یا نعمتوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے۔ نعمت دیئے جانے کے بعد آدمی دو طرح سے آزمایا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ اس نعمت کو اعتدال کے ساتھ استعمال کرے دوسرے یہ کہ اس نعمت پر نعمت دینے والے کا شکر ادا کرے۔ نگاہ اس کی طرف رہے۔ اس لئے کہ جس کو دینا آتا ہے اس کو چھیننا بھی آتا ہے۔

اسی طرح سے کبھی کبھی مصیبتوں سے بھی آزمایا جاتا ہے وہ اس طرح کہ مصیبت میں گھر کر آدمی آیا اسی ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے یعنی واویلا، جزع وفزع اور پریشانی ہی کا ہو کر رہ جاتا ہے یا اس کی نگاہ مصیبت کے بھیجنے والے پر بھی ہوتی ہے۔ حاصل یہ کہ نعمت سے آدمی کی شکر گزاری کا امتحان ہوتا ہے اور مصیبت سے آدمی کے صبر وتحمل کا امتحان ہوتا ہے"۔

دفع مضرت جلب منفعت

فرمایا: "ایک تاجر کی سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مجھے نقصان نہ پہنچ جائے جب نقصان سے بچ گیا تو دوسری سعی یہ ہوتی ہے کہ نفع حاصل کرے۔ تو خسارے اور نقصان سے بچنا مقدم ہے اسی طرح شریعت میں مقدم یہ ہے کہ آدمی بدعملی سے بچ جائے اس سے کچھ نیکی کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے اور بدعملیوں میں مبتلا رہنے سے توفیق سلب ہو جاتی ہے اور یہ تو عقلی اصول ہے کہ دفع مضرت، جلب منفعت سے مقدم ہے"۔

ضرورت تقویٰ

فرمایا: "مسلم کا حق فرمایا گیا سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا۔ لیکن عورت کو ممانعت کی گئی کہ اجنبی مردوں کو نہ سلام کرے اور نہ ان کے سلام کا جواب دے۔ یہ صرف اس لئے کہ عورت و مرد کا اختلاط پیدا نہ ہو یہی اختلاط برائیوں اور بدعملیوں کا ذریعہ بنتا ہے جس سوسائٹی میں مرد وعورت کا اختلاط بڑھ جائے گا یقیناً وہ سوسائٹی بدکار بن کر ہی رہے گی کتنا ہی وہ دعویٰ کرے کہ وہ تقویٰ شعار ہے مگر ناممکن اور محال ہے"۔

احکام شریعت

فرمایا: "جمال کے معنی صفائی ستھرائی کے اور زینت کے معنی بناؤ سنگھار کے آتے ہیں جتنی زینت بڑھ جائے گی تبختر اور اتراہٹ پیدا ہوگی اور کبر ونخوت پیدا ہوگی۔ عورت چونکہ محل زینت ہے اس واسطے عورتوں میں تکبر زیادہ ہوتا ہے اور مرد محل شجاعت اور محل ہمت ہوتا ہے اس لئے زینت کم اختیار کر لیتے ہیں اور شجاعت نے مردوں کو تجمل کا حکم دیا اور عورتوں کو تزین کا حکم دیا ہے۔ اس واسطے کہ زینت سے محبت کا تعلق ہے اور یہ مطلوب

ہے کہ عورت خاوند کی محبوب بنے اس کو محبت اور تعلق رہے"۔

فرق مراتب

فرمایا: "ولادت اور موت سب کی یکساں نہیں ہوتی' بلکہ جیسے پیدا ہونے والے مختلف مراتب کے لوگ ہوتے ہیں ایسے ہی ان کی ولادتوں اور موتوں میں فرق مراتب ہوتا ہے۔ کسی کی پیدائش صرف ماں باپ کے لئے خوش کن ہوتی ہے کسی کی خاندان بھر کے لئے باعث مسرت ہوتی ہے کسی کی ولادت پر پورا شہر خوشی کرتا ہے اور کسی کی پیدائش پر ملک بھر اور دنیا بھر میں خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ ایسے ہی موت بھی برابر نہیں۔ کسی کے مرنے پر کوئی بھی رونے والا نہیں ہوتا۔ کسی کی موت پر صرف اس کے ماں باپ یا قریبی عزیز غم کر لیتے ہیں کسی کی موت صرف خاندان کے لئے غم ساتھ لاتی ہے کسی کی موت سے شہر کا شہر سوگوار ہو جاتا ہے اور کسی کی موت پر ضلع اور صوبہ روتا ہے"۔

موت وحیات

فرمایا: "(جب کوئی شخص مر جاتا ہے) کوئی بھی اس کی ذات کو نہیں روتا بلکہ اس کے اوصاف کو اس کے احسانات کو اور اس کی خوبیوں کو روتا ہے ٹھیک اس وقت جبکہ اچھے اوصاف کا انسان مرنے کے وقت ہنستا ہوا اور خوش ہوتا ہوا اپنے اللہ سے جا ملتا ہے اس وقت دنیا روتی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

یاد داری کہ وقت زادن تو　　　ہمہ خنداں شوند تو گریاں
آن چناں زی کہ وقت مردن تو　　　ہمہ گریاں شوند تو خنداں

راہ اعتدال

فرمایا: "ہر شخص کی عقل مختلف ہے اور عقل کے مطابق عمل کیا جائے تو دین میں تفریق پیدا ہوتی ہے لہٰذا لٹریچر اور بزرگوں سے وابستگی دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔ یہی اعتدال کا راستہ ہے اور یہی اہل سنت والجماعت کا طریقہ ہے اور جو لوگ شخصیتوں کو تنقید سے بالاتر نہیں سمجھیں گے وہ عمل صحیح سے محروم رہیں گے اور جو عمل کرتے بھی ہیں تو بھی انہیں شخصیتوں سے لیا گیا ہے"۔

کمالِ تواضع

فرمایا: ''حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تواضع اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک انسان یہ خیال نہ کرے کہ میں نصرانی کے کتے سے بھی بدتر ہوں''۔

فضیلت النساء

فرمایا: ''عورتوں کا یہ خیال کرنا کہ ''ہمارا کام تو بس اتنا ہے کہ بس ہم گھر میں بیٹھ جائیں کھانا پکا دیا زیادہ سے زیادہ بچوں کے کپڑے سی دیئے اور زیادہ ہوا تو ان کی تربیت کر دی اس سے زیادہ ہم ترقی کرنے کے لئے نہیں ہے یہ تو میدان مردوں کا ہے۔ ولی بھی مرد بنے گا امام بھی مرد بنے گا مجتہد اور خلیفہ بھی مرد بنے گا ہم اس کام کے لئے نہیں''۔ یہ بالکل غلط ہے اگر تم چاہو تو مجتہد اور ولی کامل بن سکتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ الہام کا معاملہ ہو کہ تمہارے اوپر الہام آئے تم بھی یہ کر سکتی ہو جو ایک بڑے سے بڑا ولی کا حال ہو سکتا ہے وہ ایک عورت کا بھی ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ عورت توجہ کرے''۔

وقت کا تقاضا

فرمایا: ''کالج کے اندر جہاں اِس کی ضرورت ہے کہ کائناتی اشیاء کو سمجھا جائے وہیں اس کی بھی ضرورت ہے کہ اس کا آخری نقطہ اللہ کی معرفت ہو اسلام نے ان چیزوں کی طرف توجہ محض عیش و عشرت کرنے کیلئے نہیں دلائی ہے۔ عیش و عشرت دوامی چیز نہیں ہے یہ تو چند روزہ قصہ ہے''۔

دنیا معرفت خداوندی کی منزل

فرمایا: ''آدمی دنیا میں مسافر کی طرح سے آیا ہے اس کو ایک بڑی منزل تک جانا ہے اگر اس منزل کو گنوا بیٹھا تو اس نے کائنات کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ یہ تو راستہ اور رہ گزر ہے مگر چونکہ راستہ کے نشیب و فراز کا جاننا ضروری ہوتا ہے اس کے بغیر آدمی راستہ نہیں چل سکتا اور نہ ہی آدمی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے اس لئے اس دنیا کے عجائبات کا دیکھنا اور

سمجھنا بھی ضروری ہے کہ یہ وہی تو راستہ ہے کہ جس پر چل کر آدمی اپنے خدا کی معرفت تک پہنچتا ہے تو حاصل یہ کہ ہماری جتنی بھی آخرت ہے وہ اسی دنیا میں سے بنتی ہے۔ یہ تصور غلط ہوگا کہ آخرت کا کوئی الگ مکان ہے اور دنیا کا الگ مکان ہے بلکہ اسی دنیا میں سے آخرت نکلتی اور اسی میں سے وہ اعمال پیدا ہوتے ہیں کہ جس سے آدمی اپنے خدا تک پہنچتا ہے"۔

انسان کی عظمت

فرمایا: "بلڈنگ انسانوں کے لئے بنتی ہے اور انسان اخلاق سے بنتا ہے جب تک انسان کا کردار اور کریکٹر اچھا نہ ہو اور اونچا نہ ہو اور اس کی اخلاقی حالت بلند نہ ہو اس وقت تک وہ انسان نہیں ہے انسان اچھے کپڑوں کا نام نہیں ہے بلکہ انسان نام ہے اچھے کردار کا اچھے کریکٹر کا اور سب سے پہلی چیز ہے انسانیت اور انسانیت کی سب سے پہلی بنیاد ہے انس ومودۃ اور اخوت باہمی کا سلوک کہ تمام آدمی بھائی بھائی بن کر رہیں"۔

علم نفس

فرمایا: "غرض ان تمام چیزوں کا (خواہ علم ادیان ہو یا علم ابدان) مقصد معرفت الٰہی ہے اور معرفت الٰہی نہیں ہو سکتی ہے جب تک معرفت نفس نہ ہو اس لئے صوفیا کرامؒ کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس کو پروردگار کی معرفت حاصل ہوگئی۔ اسی ذیل میں مستقل علم وجود میں آیا جسکا نام "علم نفس" ہے۔

انسانی ایجادات

فرمایا: "میں کہتا ہوں کہ انسان کو درندہ کہنا یہ درندے کی توہین ہے اس لئے کہ درندہ مثلاً شیر ہے اگر پھاڑتا ہے تو بکری پھاڑے گا شیر دوسرے شیر کو نہیں پھاڑتا لیکن انسان ایسا درندہ ہے کہ اپنے ہی بھائی بندوں کو پھاڑ کھاتا ہے۔ جتنے مہلک ہتھیار ایجاد ہو رہے ہیں ان کو انسان ہی ایجاد کر رہے ہیں وہ انسان ہی کی تباہی کیلئے ایجاد ہو رہے ہیں۔

آخری منزل موت

فرمایا: "عالم کے ہر کلیہ میں کچھ نہ کچھ مستثنیات نکلتے ہیں مگر جس کلیہ سے کوئی

بھی مستثنیٰ نہیں وہ کل نفس ذائقة الموت کا کلیہ ہے۔ جب انبیاء اولیاء اور دنیا کے بڑوں میں امراء و سلاطین مستثنیٰ نہیں رہے تو کون ہے کہ موت کے پنجے سے اسے بچا ہوا باور کرلیا جائے؟ جو بھی پیدا ہوتا ہے اس کی آخری منزل موت ہی ہے۔"

اخلاص و اتباع کامل

فرمایا: "دین و دنیا دونوں کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر اخلاص کامل اور (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا) اتباع کامل پیدا کر دے۔ یہی دو چیزیں کلید نجات ہیں اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔ جو بھی کامیاب ہوا وہ اسی طریق پر چل کر کامیاب ہوا اور جو راستہ سے ہٹ گیا وہ منزل مقصود تک نہ پہنچ سکا اور زندگی کا مایہ یوں ہی گم کر بیٹھا"۔

عادت و عبادت

فرمایا: "عادت ان کاموں کو کہا جاتا ہے جو ہم روزمرہ (کی زندگی) میں کرتے ہیں مثلاً کھانا پینا، دوستوں سے ملنا، گھریلو زندگی، اجتماعی زندگی اور ایسے ہی جتنے طبعی افعال ہیں ان کو عادت کہا جاتا ہے۔ اور عبادت یہ ہے کہ انہی (مذکورہ بالا) افعال کو سنت کے مطابق کیا جائے"۔

اعضاء انسانی

فرمایا: "آنکھ، کان اور قلب کا علم ایک بنیادی اور اساسی علم ہے اور اسی پر دنیا اور آخرت کے ثمرات زیادہ مرتب ہوتے ہیں اگر یہ تین علم غلط ہو جائیں تو دنیا کا عمل اور آخرت کا سکون کسی طرح بھی حاصل نہیں ہو سکتا اور اگر یہ صحیح ہے اور اپنے صحیح آثار دکھا رہے ہوں تو انہی سے آخرت و دنیا دونوں بن جاتی ہیں"۔

عقل مخلوق ناقص

فرمایا: "عقل مخلوق ہے اور جب مخلوق ہے تو محدود بھی ہے عارضی بھی ہے اور ساتھ ہی ضعیف بھی ہے اس لئے کہ اس کا علم کس طرح قوی ہو سکتا ہے جیسا اسے فلسفہ نے قوی کہا ہے اس لئے کہ اس کے کلیات سے ثابت شدہ بات ظنی ہوتی ہے نہ کہ قطعی جو کہ

موجب تعین ہو اور جب حسیات میں اس کا یہ حال ہے تو اسے دینیات میں کیا مدار کار ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ جس کی بنیاد یقین پر ہے۔''

سائنس و عقل کی ناقص حد

فرمایا: ''ظاہری علوم خواہ وہ حواس خمسہ کے ہوں یا عقل کے ظاہر آرائی ہی کو قوت مل سکتی ہے صورت صورت ہی کو جنم دے سکتی ہے نہ کہ حقیقت کو مادہ مادیات ہی کو نمایاں کر سکتا ہے نہ کہ روحانیت کو اور معقول معقول ہی کو لا سکتا ہے نہ کہ وجدان اور ضمیر کو اس لئے تجربات اور مشاہدات اور اصول کی روشنی میں یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ حواس خمسہ کی صورت آرائیوں کا یہ علم جو سائنس کے مرکب پر سوار ہو کر آتا ہے اور اس کے دماغی عقلیات کا یہ علم جو فلسفہ کے کاندھوں پر چڑھ کر آتا ہے بلاشبہ اچھے اچھے خوبصورت سامان پیدا کر سکتا ہے لیکن اچھے اور خوش سیرت انسان نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ حسیاتی علم صورت آرائی ہی کے لئے وضع کیا گیا ہے نہ کہ حقیقت نمائی کیلئے اس سے حقیقت نمائی یا سیرت سازی کی توقع باندھنا خلاف موضوع ہے''۔

چہرہ بولتا ہے

فرمایا: ''انسان کا یہ چہرہ اصل میں چغل خور ہے۔ جو دل میں آتا ہے چہرہ چغلی کھا دیتا ہے کہ یہ چیز دل میں بھری ہوئی ہے۔ اگر بدنیتی بھری ہوئی ہے تو چہرہ پر برستا ہے کہ یہ آدمی اچھا نہیں اگر سچائی بھری ہوئی ہے تو چہرہ بول دیتا ہے کہ یہ سچا ہے۔ مادی کیفیات ہوں یا روحانی' چہرے پر برسنے لگتی ہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ **الظاهر عنوان الباطل**

تربیت نسواں کی ضرورت

فرمایا: ''عورتوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو مردوں کے ہیں۔ بلکہ بعض امور میں مردوں سے عورتوں کا حق زیادہ ہے اس لئے کہ بچوں کی تربیت میں سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے' اس سے بچہ تربیت پاتا ہے باپ کی تربیت کا زمانہ شعور کے بعد آتا ہے اگر ماں کی گود علم نیکی' تقویٰ اور صلاحیتوں سے بھری ہوئی ہے تو وہی اثر بچے میں آئے گا اور اگر خدانخواستہ ماں کی گود ہی ان نعمتوں سے خالی ہے تو بچہ بھی خالی رہ جائے گا۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ۔

خشت اول چوں نہد معمار کج　　　　تا ثریا می رود دیوار کج

یعنی کسی عمارت کی پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھ دی جائے تو اخیر تک یہ عمارت ٹیڑھی ہی چلی جاتی ہے اور اگر شروع کی اینٹ سیدھی رکھ دی جائے تو اخیر تک عمارت سیدھی ہی چلی جاتی ہے۔"

عورتوں کا کردار

فرمایا: "جب عورتیں اس طرح مردوں پر دباؤ ڈال سکتی ہیں کہ مرد ان کے سامنے مجبور ہو جاتے ہیں تو اپنی بہنوں سے یہ خطاب ہے کہ جہاں دنیا کے لئے زیور کے لئے کپڑے لانے کے لئے برتن لانے کے لئے اور گھر بنانے کے لئے وہ دباؤ ڈال سکتی ہیں تو اگر دیندار گھر بنانے کے لئے دباؤ ڈالیں تو یقیناً وہ دیندار بنے اور وہ اپنے خاوند کے لئے اصلاح کا ذریعہ بن جائے گی۔ اس لئے ان کے دل میں نیکی، تقویٰ اور بھلائی کا جذبہ ہونا چاہئے تاکہ خاوند پر بھی اس کا اثر پڑے۔ حاصل یہ کہ ایک عورت بچوں پر، خاوند پر اور پورے کنبہ والوں پر بہتر اثر ڈال سکتی ہے"۔

عظیم شخصیات

فرمایا: "دنیا میں بہت سی ذوات ایسی گزری ہیں جو تنہا ایک جماعت کے قائم مقام ہوتی ہیں اور بعض شخصیتیں وہ ہیں کہ جماعتوں کے نہیں بلکہ پوری قوم اقوام کی قائم مقام ایک شخصیت ہوتی ہے اور بعض شخصیتیں پوری ملت اور امت کے قائم مقام ہوتی ہیں یعنی پوری ایک امت میں جو کمالات علم وعمل کے جمع ہوں وہ ایک ذات میں جمع کر دیئے جاتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان ابراهيم كان امةً قانتاًلله حنيفاً تو آپ اندازہ کیجئے کہ جو ذات ملت ابراہیمی کی تکمیل کرنے کے لئے آئے وہ ذات بابرکات کتنی عظیم ہوگی۔ وہ ایک امت نہیں بلکہ دنیا کی ساری امتوں کی جگہ وہ ایک ذات واحد ہوگی اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے"۔

قلب انسانی کا دائرہ کار

فرمایا: "انسان نہ اپنے مادے سے افضل بنتا ہے نہ اپنی صورت سے اور نہ اپنے لباس سے افضل بنتا ہے۔ ہاں بنتا ہے تو اپنے دل سے افضل بنتا ہے اور دل کب افضل بنتا ہے

جب دل عرش الرحمٰن بن جائے اور اللہ تعالیٰ کے علمی تجلیات اس پر آنے لگیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کے اندر اتر جائے تب کہا جائے گا کہ اب انسان حقیقی معنی میں انسان بنا ہے"۔

خوبی و بھلائی

فرمایا: "انسان کو جو کچھ بھی نفع پہنچتا ہے وہ جب ہی پہنچتا ہے کہ جب کوئی خوبی اور بھلائی اس کے نفس میں آجائے نفس کے اندر پیوستہ ہو جائے باہر کتنی ہی خوبیاں پھیلی ہوئی ہوں لیکن وہ انہیں اپنے اندر نہ لے تو اس کے لئے نفع کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوگی"۔

موت کیا ہے

فرمایا: "موت کے معنی فنا کے نہیں ہیں کہ آدمی موت کے آنے کے بعد فنا ہو گیا یا ختم ہو گیا۔ ایسا نہیں بلکہ موت کے معنی منتقل ہو جانے کے ہیں اس دار سے اس دار میں اس جہاں سے اس جہاں میں تو انتقال ایک دار سے دوسرے دار کی طرف' ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف یہ تو ہوتا رہے گا مگر انسان مٹ جائے یہ نہیں ہوسکتا اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ انسان ازلی تو نہیں لیکن ابدی ضرور ہے"۔

ارتکاب جرائم کی وجہ

فرمایا: "اگر غور کیا جائے تو جتنے بھی جرائم اور معصیتیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ہی ختم ہوتے ہیں۔ جرائم کو نہ پولیس روک سکتی ہے نہ فوج روک سکتی ہے اور نہ ہتھیار روک سکتے ہیں جب تک کہ دل میں ڈر اور خوف خداوندی نہ ہوگا آدمی جرائم سے باز نہیں رہ سکتا۔ اگر محض پولیس اور فوج کی طاقت سے جرائم بند ہو جایا کرتے تو آج کی دنیا سب سے زیادہ متقی ہوتی اس لئے کہ آج نہ پولیس کی کمی ہے نہ فوج کی کمی ہے اور نہ ہتھیاروں کی کمی ہے۔ بلکہ آج کل ایسے ایسے ہتھیار موجود ہیں کہ دنیا نے کبھی دیکھے بھی نہ ہوں گے"۔

خوف خدا کی ضرورت

فرمایا: "آج کے دور میں جتنی پولیس بڑھتی جاتی ہے اور جتنے فوج اور ہتھیار

بڑھائے جاتے ہیں اس سے دوگنے جرائم بڑھتے جاتے ہیں اور عام طور سے دنیا میں فسق و فجور، مار دھاڑ، بدامنی، بدنیتی اور فسادات عام ہوتے جارہے ہیں۔ ارتکاب جرائم کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس دور میں پولیس اور فوج کی کمی ہے بلکہ دلوں میں ''اللہ'' کا ڈر اور خوف باقی نہیں رہا ہے۔ اگر یہ ہو تو آدمی کو ارتکاب جرائم کی ہمت ہی نہ ہوگی خواہ وہاں پولیس اور فوج ہو یا نہ ہو پھر چاہے تنہائی میں بھی ہو وہاں بھی گناہ سے بچے گا''۔

نصیحت کی زینت

فرمایا: ''نصیحت کی زینت یہ ہے کہ وہ تنہائی میں ہو۔ بھرے مجمع میں کسی کو خطاب کر کے نصیحت کرنا اسے شرمندہ و رسوا کرنا ہے اس سے بچنے کی ضرورت ہے''۔

مسائل کی بنیاد

فرمایا: ''حضرات صحابہ کرامؓ کے درمیان بھی اختلافات تھے۔ ائمہ مجتہدین میں اجتہادی مسائل میں جو اختلافات ہیں وہ صحابہ کرامؓ میں بھی تھے لیکن اس کے باوجود ادب و احترام اور عظمت و تعظیم میں ذرہ برابر کمی نہ کی۔ ہمارے ہاں جھگڑوں کی وجہ مسائل کی خاصیت نہیں ہے بلکہ نفسانی جذبات ہیں۔ ہم نے اپنے جذبات کو نکالنے کے لئے مسائل کا آڑ بنا رکھا ہے۔ اگر یہ مسائل کی خاصیت ہوتی تو سب سے پہلے صحابہ کرامؓ باہم لڑتے''۔

الدین کلہ ادب

فرمایا: ''دین کیلئے ادب ایک بنیادی چیز ہے۔ جس حد تک ادب و تادب بڑھتا جائے گا اسی حد تک انسان کا دین قوی ہوتا جائے گا اور جس قدر بے ادبی گستاخی جرات و جسارت اور بے باکی بڑھتی جائے گی انسان دین سے ہٹتا چلا جائے گا خواہ علم ہو یا عمل ان میں شریعت نے ادب کی رعایت رکھی ہے''۔

توجہ کے کرشمے

فرمایا: ''آپ نے امام ابوجعفر صادق کا نام سنا ہوگا جن کی کتاب ''طحاوی شریف''

جو حدیث شریف کی کتاب ہے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ یہ عورت ہی کا طفیل ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی نے حدیث کی کتابوں کی املاء کی ہے۔ باپ حدیث اور ان کے مطالب بیان کرتے تھے اور بیٹی لکھتی جاتی تھی اس طرح کتاب مرتب ہوگئی' گویا کہ جتنے علماء اور محدث گزرے ہیں یہ سب امام ابوجعفر صادق کی بیٹی کے شاگرد اور احسان مند ہیں۔ یہ بھی تو ایک عورت ہی تو تھی اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ وہ محدث بن سکے اور ہماری بیٹی نہ بن سکے۔ وہی نسل' وہی دین' وہی ایمان اور وہی علم آج بھی ہے' بس صرف توجہ اور بے توجہی کا فرق ہے"۔

انسانی زندگی کا مدار

فرمایا: "انسانی زندگی کا دارومدار کائناتی اشیاء کے اوپر ہے۔ غرض زمین سے لے کر آسمان تک کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو انسان کے کارآمد نہ ہو حتیٰ کہ سب سے زیادہ وہ چیز جس کو انسان نفرت سے پھینک دیتا ہے وہ فضلات نجاسات اور گندگی ہے وہ بھی انسان کے کارآمد ہے۔ اگر کھاد نہ ہو تو انسان کی کھیتی نہ اگے تو کھاد بھی کام دیتی ہے لیکن کائناتی اشیاء میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ اس کی زندگی انسان پر اٹکی ہوئی ہو۔

تخلیق انسانی

فرمایا: "انسان کے اندر مخلوق کے نمونے بھی ہیں اور خالق کے نمونے بھی ہیں لہذا ایک فریضہ انسان پر عبادت کا اور ایک فریضہ خلافت کا عائد ہوتا ہے اب اگر کوئی شخص چوبیس گھنٹے مسجد میں رہے مخلوق چاہے جئے یا مرے' اس کو کوئی پرواہ نہیں تو اس کا آدھا ایمان ہے اس لئے کہ اس نے عبادت کا کام تو انجام دیا مگر خلافت چھوڑ دی۔ اور ایک شخص دن رات مخلوق کی خدمت میں انجمنوں کے ذریعے لگا ہوا ہے مگر مسجد میں جانے کا نام نہیں لیتا ہے تو اس کا بھی آدھے سے کم ایمان ہے اس لئے کہ خلافت کا کام انجام دیا مگر عبادت چھوڑ دی۔ انسان مکمل تب ہوگا جب ایک طرف عابد و زاہد ہو اور ایک طرف خلیفہ خداوندی ہو"۔

ضرورت فکر

فرمایا: "آج ہمیں فکر کی ضرورت ہے بے فکر انسان کوئی انسان نہیں۔ جس

انسان کا نصب العین نہیں وہ انسان نہیں۔ عقل مند انسان وہ ہے کہ جو اپنا نصب العین متعین کرے اور انسان کا نصب العین طاعت و عبادت خداوندی ہے۔ دولت مند ہو گا تب بھی اطاعت کر سکتا ہے مفلسی میں ہو گا تب بھی یہ نصب العین اپنا سکتا ہے۔ بادشاہی تخت پر ہے تب بھی یہ نصب العین قائم ہے غربت میں ہو تب بھی تندرستی میں ہو تب بھی اور انتہائی بیماری میں ہو تب بھی یہ نصب العین قائم ہے۔ زندگی ہو تو یہ نصب العین قائم ہے موت آ جائے تو بھی یہ عجیب ترین نصب العین ہے کہ جو اس لمبی عمر کے ساتھ آخر تک چلتا ہے"۔

حضرت نانوتوی کی تمنا

فرمایا: "آخر عمر میں آپ (حضرت قاسم نانوتویؒ) نے بطور خاص اس تمنا کا اظہار فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں یورپ پہنچ کر بتلاؤں کہ حکمت وہ نہیں ہے جسے تم غلط فہمی سے حکمت سمجھ رہے ہو بلکہ حکمت وہ ہے کہ جس سے دنیا و عقبیٰ دونوں کے انکشافات تم پر عیاں ہو سکتے ہیں۔

عورتیں مایوس نہ ہوں

فرمایا: "حضرت مریم علیہا السلام نہایت مقدس اور پاکباز بیوی ہیں حتیٰ کہ بعض علماء ان کے نبی ہونے کے قائل ہو گئے ہیں۔ یہ شرف ایک عورت کو حاصل ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی کچھ اور خصوصیات تھیں وہ ان کے ساتھ خاص تھیں لیکن جو بڑائی اور کمال اللہ تعالیٰ نے دیا تھا' اس کے دروازے اللہ تعالیٰ نے کسی کے لئے بند نہیں کئے۔ مریم علیہا السلام اگر ولی کامل بن سکتی ہے تو ہماری عورتیں بھی ولی کامل بن سکتی ہیں۔ نبوت کا دروازہ بیشک بند ہو گیا ہے مگر ولایت کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ اس لئے اس نبوت کے نیچے رہ کر جو بڑے سے بڑا کمال مرد کو مل سکتا ہے وہ عورت کو بھی مل سکتا ہے۔ عورتیں مایوس نہ ہوں اور یہ نہ سمجھیں کہ علم وغیرہ تو مردوں کے لئے ہے ہم صرف گھروں میں بیٹھنے کے لئے ہیں گھر میں ہی بیٹھ کر سب کچھ مل سکتا ہے اگر محنت کی جائے اور یہ توجہ کریں"۔

زندگی کی نعمتیں

فرمایا: "انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں لیکن ساری نعمتوں کی

اصل اصول زندگی کی نعمت ہے جو ہمیں عطا کی گئی ہے اگر زندگی نہ ہو تو کوئی بھی نعمت نہ ہماری نافع بن سکتی ہے نہ مفید ہو سکتی ہے ایک زندہ انسان ہی نعمت سے مستفید ہو سکتا ہے تو ساری نعمتیں ایک طرف اور زندگی کی نعمت ایک طرف ہے"۔

عزت کا اصول

فرمایا: "عزت کے بارے میں سنہری اصول یہ ہے کہ "جو مقبولیت عوام سے اوپر کی طرف چلتی ہے وہ بے بنیاد عزت ہوتی ہے عوام میں پھیل گئی آگے خواص میں اس کا کوئی خاص وجود نہیں وہ عزت فرضی ہوتی ہے اور چند دنوں کے بعد زائل ہو جاتی ہے اور جو عزت خواص سے چلے اور عوام کی طرف آئے وہ حقیقی عزت ہوتی ہے اس کی بنیاد خیالی اور فرضی نہیں ہوتی ہے بلکہ قلب کی گہرائی ہوتی ہے"۔ حاصل یہ کہ عزت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چلے یعنی مقبولیت عند اللہ ہو وہ عزت نہیں ہے کہ لوگوں کے تخیلات کے اوپر اس کی بنا ہو"۔

انسان حقیقت جامعہ

فرمایا: "اللہ پاک کی صناعی کو دیکھئے کہ جس کائنات کو لاکھوں' کروڑوں میل میں پھیلا دیا ہے اس کو ایک ڈیڑھ گز کے انسان کے اندر جمع کر دیا ہے۔ جس میں زمین بھی ہے آسمان بھی ہیں پہاڑ بھی ہیں جمادات' نباتات اور حیوانات بھی اس کے اندر جمع ہیں۔ اسی واسطے علماء لکھتے ہیں کہ انسان حقیقت جامعہ ہے یعنی اتنی جامع حقیقت ہے کہ وہ سارے کمالات اس کے اندر جمع ہیں جو پوری کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں۔"

عظمت قانون

فرمایا: "یہ قدرتی بات ہے کہ کسی قانون کی عظمت تب ہوتی ہے کہ جب قانون ساز کی عظمت دل میں ہو۔ اگر قانون بنانے والے یا قانون چلانے والے کی دل میں عظمت نہ ہو بلکہ حقارت دل میں بیٹھی ہوئی ہو تو قانون کی عظمت بھی دل میں نہیں ہو سکتی۔ اگر قانون بنانے والے کی عظمت دل میں نہ ہو تو پھر قانون دباؤ اور مجبوری کا رہ جاتا ہے دلی شغف کے ساتھ آدمی قانون پر نہیں چل سکتا"۔

فکر ضرورت تدبر

فرمایا: ''ہر چیز میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ طبیعت کا تقاضا نہیں بلکہ کسی فاعل مختار کے ارادے کا یہ فعل ہے اس نے جیسے ارادہ کیا ویسے بنا دیا۔ اس لئے اگر انسان اللہ تعالیٰ کو پہچاننا چاہے تو اپنے کو دیکھ لے جب پہچان جائے گا جانوروں کو دیکھ لے جب پہچان جائے گا پہاڑ پر نگاہ ڈالے تو پہچان جائے گا غرض جس چیز پر نگاہ ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ کا وجود اس سے نمایاں ہوگا اور فکر نہ کرے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی تعلیم دیں تو جب بھی نہیں مانے گا اور اگر ماننا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایک چیز کو واعظ مبلغ اور مذکر بنا دیا ہے''۔

حقیقی عقلمند کون

فرمایا: ''میں کہتا ہوں کہ دنیا میں اہل اللہ حقیقت میں عقلمند ہیں، جنہوں نے بجائے اس کے کہ یہ دولت لیں وہ دولت لیں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ ہمارے ہو جائیں جب آپ ہمارے ہیں تو ساری دنیا ہماری ساری آخرت ہماری ساری جنتیں ہماری عرش کرسی اور لوح وقلم ہمارے اور اگر آپ ہمارے نہیں ہیں تو اگر کسی نے دولت لے لی تو چند دن کے بعد ختم ہو جائے گی۔ آگے اس کے لئے کچھ بھی نہیں۔ بڑی سے بڑی دولت حتیٰ کہ ہفت اقلیم کی دولت بھی مل جائے مگر اللہ تعالیٰ سے تعلق نہ ہو تو دنیا میں بھی ممکن ہے کہ وہ ختم ہو جائے ورنہ موت تو ختم کر ہی دے گی آخرت میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے، کوئی چیز اس کی قسمت کی نہیں ہے۔''

کلام سے متکلم کی پہچان

فرمایا: ''کلام کے اندر خود متکلم جلوہ گر ہوتا ہے اگر متکلم کے اوصاف دیکھنے ہوں تو اس کا کلام سن لیا جائے اگر کوئی شاعر شعر خوانی کرے تو ہر شخص پہچان لے گا کہ شاعر آدمی ہے اس کے کلام سے علم وادب اور لغت سرزد ہوں گے اگر کوئی شیخ کلام کرے تو اس سے معرفت علم اور عرفان الٰہی سرزد ہوگا۔ سب پہچان لیں گے کہ کلام کرنے والا ''عارف'' ہے اگر کوئی عالم کلام کرے گا تو کلام سے پہچان لیا جائے گا کہ ان کے قلب کے اندر علم ہے اور ان کے الفاظ سے علم ٹپکتا ہے''۔

ہمت شیخ الہند

فرمایا: ''مدینہ کے گورنر جمال پاشا کے قول کے مطابق ''شیخ الہند کی مٹھی بھر ہڈیوں اور مختصر جثے میں کیا حرارت رکھی ہوئی تھی کہ اس نے پوری دنیائے اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا''۔

انقلاب

فرمایا: ''آزادی ہند کے بارے میں حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے قول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حاجی صاحب آپ کس خیال میں ہیں؟ وہ وقت دور نہیں جب کہ ہندوستان صف کی طرح لوٹ جائے گا اور انقلاب آ جائے گا رات کو ان کی عملداری میں سوئیں گے اور صبح دوسروں کی عملداری میں کریں گے''۔

زندگی کے تین شعبے اور ان کی اصلاح

فرمایا: ''سیرت جامع کا خلاصہ یہ نکل آیا کہ یہ سیرت مقدسہ اصولاً زندگی کے تین شعبوں پر مبنی ہے (۱) تعلق مع اللہ (۲) تعلق مع الخلق (۳) تعلق مع النفس۔ لیکن ان تینوں تعلقات میں ''تعلق مع اللہ'' ہی دونوں تعلقات کی استواری کی روح تھی جو نفس و خلق کے تعلقات کو صحیح نہج پر قائم کرتی ہے آج بھی جو اللہ سے منقطع ہو کر ان تعلقات کو خوشنما بنانے کی فکر میں ہیں تو طرح طرح کی مہلک لغزشوں سے دنیا فتنہ و فساد کا گھرانہ بنی ہوئی ہے'' ''خدمت خلق بلا عبادت انانیت ہے۔ خدمت نفس بلا خدا ترسی نفسانیت ہے انقطائی عبادت بلا خدمت رہبانیت ہے اور ریاست بلا عبادت ملوکیت واستبدادیت ہے اور ظاہر ہے کہ نہ رہبانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے نہ ملوکیت نہ نفسانیت اور نہ انانیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔

قانون خداوندی کا مخاطب قلب انسانی

فرمایا: ''دنیاوی بادشاہوں کا قانون صرف بدن پر لاگو ہوتا ہے لیکن خدائی قانون قلب پر بھی لاگو ہوتا ہے دنیاوی سلطنتیں بدعملی سے روک سکتی ہیں لیکن قلب نہیں بدل سکتیں وہ تو خدا کی حکومت سے بدلے گا۔ خدائی حکومت و قانون برے افعال کی نفرت دل میں ڈال دیتی

17 ہے تو جب تک اخلاقی حالت درست نہ ہو آدمی صحیح معنوں میں آدمی نہیں بن سکتا"۔

دل فہم کا مدار

فرمایا: "اگر دل میں ٹیڑھ رہ جاتی ہے تو صحیح سے صحیح کلام کا مطلب بھی ٹیڑھا سمجھتا ہے۔ سمجھ کا دارومدار دل پر ہے اور دل کا راستہ غلط ہو تو ہر مکتوب غلط ہو جائے گا۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص کے دل میں خدانخواستہ یہودیت بھری ہوئی ہے وہ قرآن پاک کی آیتوں سے یہودیت نکالنا شروع کرے گا نصرانی ذہنیت ہے تو اسے ہر آیت میں سے نصرانیت نکلتی ہوئی معلوم ہوگی قادیانی ذہنیت ہے تو ہر آیت میں سے اسے قادیانیت نکلتی ہوئی معلوم ہوگی۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ جو مکتب فکر بنا ہوا ہوگا ویسا ہی آدمی ہر آیت اور ہر روایت سے مطلب سمجھے گا"۔

قلب سے قالب کا فرق

فرمایا: "جو اعمال ایک آدمی عام کرتا ہے وہی ایک ولی بھی کرتا ہے فرق ہوتا ہے قلب کے راستے میں اس کا کرنا لوجہ النفس ہوتا ہے اور اس کا کرنا لوجہ اللہ ہوتا ہے عمل دونوں کا برابر ہی ہے۔ کھاتے دونوں ہی ہیں بازار میں دونوں ہی جاتے ہیں صورت عمل میں تو فرق نہیں مگر نیت عمل اور غرض وغایت عمل میں فرق ہوتا ہے"۔

خیر الامم

فرمایا: "مسلم کو خیر الامم کہا جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء علیہم السلام ہیں اسی طرح آپ کی امت بھی امام الامم ہے۔ اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے تو مقتدیوں کی تو نماز بھی باقی نہیں رہ سکتی۔ پھر مسلمانوں میں سب سے زیادہ اصلاح خلق اللہ کی ذمہ داری علماء پر عائد ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری بھلا دی ہے اگر وہ خود خلیق ہوں تو تب دوسرے بااخلاق بن سکتے ہیں"۔

شرک سے اجتناب

فرمایا: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احب الاسماء الی اللہ

عبدالله و عبدالرحمن یعنی اللہ کے ہاں محبوب ترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں کیونکہ اس میں خدا کے سامنے عبدیت اور بندگی ظاہر ہوتی ہے کسی بندے کے نام کے آگے آدمی ''عبد'' لگادے مثلاً عبدالنبی کہہ دے یا کوئی اور چیز کہہ دے کہ کسی بندے کا نام لے کر ''عبد'' لگادے وہ جائز نہیں رکھا چاہے اس کے دل میں نہ ہو کہ میں اس کی عبادت کروں گا مگر نام رکھنا بھی جائز نہیں بلکہ ممنوع قرار دیا اس لئے کہ اس نام سے شرک کی بو آئے گی۔ تعظیم و توقیر کی بو آئے گی تو انبیاء علیہم السلام کی بھی عظمت کی جائے گی اولیاء اللہ کی بھی عظمت کی جائے گی۔ صلحاء مومنین کی بھی عظمت کی جائے گی''۔

فرمایا: ''مومن کا اکرام اور تعظیم شریعت نے قرار دی ہے المؤمن علی المؤمن حرام دمه و ماله و عرضه ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان پر حرام قرار دیا ہے یعنی اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو غرض ایک تعظیم و توقیر ہے اور ایک عبادت ہے اس میں یہ فرق ہے کہ عبادت خالص اللہ کے لئے ہے اور تعظیم و توقیر بندوں کے لئے ہے پھر جس درجے کے بندے ہوں گے اسی درجے کی تعظیم کی جائے لیکن جس تعظیم میں عبادت کی بو آنے لگے تو وہ تعظیم ممنوع ہو جائے گی''۔

فرمایا: ''انسان کو ظاہری بدن دیا گیا ہے یہ مستقلاً انسان نہیں ہے یہ انسان کی محض ایک صورت اور علامت ہے انسانیت اس جثہ کے اندر چھپی ہوئی ہے جو روح اور حقیقت کی صورت میں ہے۔ فی الحقیقت ہماری انسانیت وہی ہے اور اسی کا نام زندگی ہے اگر وہ انسان کے بدن سے نکال دی جائے تو بدن کا کوئی وجود نہیں چند دن روح کے پچھلے اثرات کے تحت باقی رہے گا پھر گلنا سڑنا اور پھٹنا شروع ہو جائے گا''۔

فرمایا: ''میری سمجھ میں اب تک نہیں آیا کہ وہ اختلاف نزاع ہے کیا چیز جس کو بریلویت اور دیوبندیت کے نام سے کھولا جا رہا ہے۔ دیوبندیت کوئی فرقہ تھوڑا ہی ہے۔ بلکہ دیوبندیت تو اہلسنت والجماعت ہیں دیوبندیت کی طرف جو نسبت ہے وہ تعلیمی نسبت ہے کہ دیوبند میں تعلیم پائی دیوبندی بن گئے۔ جنہوں نے علی گڑھ میں تعلیم پائی وہ علیگ کے نام مشہور ہو گئے ندوہ میں تعلیم پائی تو ندوی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ باقیات صالحات

مدارس میں تعلیم پائی تو وہ باقوی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اب یہ فرقے تھوڑا ہی ہیں کہ ندوی ایک فرقہ، باقوی ایک فرقہ اور دیوبندی ایک فرقہ، یہ تو تعلیمی نسبت ہے مگر فرقہ بنا دیا۔"

ہر قوم کا مزاج

فرمایا: "دنیا کی ہر قوم کا ایک مزاج ہوتا ہے یہود و نصاریٰ کا ایک مزاج ہے مشرکین کا ایک مزاج ہے مسلمان کا بھی ایک مزاج ہے۔ یہ جب بھی ترقی کریں گے اپنے مزاج کے مطابق چل کر ترقی کریں گے۔ اگر ایک قوم دوسری قوم کی نقالی کرنے لگے گی کہ جیسے اس کا مزاج ہے میں بھی اس طریقے پر چلوں تو وہ نہیں چل سکے گی اس لئے کہ طبعی طور پر اس کا مزاج یہ نہیں ہے"۔

تشدد سے بچنے کی ضرورت

فرمایا: "ایک شخص اجتہادی رائے کے بارے میں اتنا جمود کرلے کہ کسی کو معذور بھی نہ سمجھ سکے یہ درحقیقت عوام کی اصلاح نہیں بلکہ فساد ہے تو ایک چیز کو چلانے کی ضرورت نہیں کہ بار بار کہے بس ایک مسئلے کا اعلان ہو گیا ماننے والے مانیں گے تم ذمہ دار اور خدائی ٹھیکیدار نہیں ہو۔ ایک مسئلہ کا ضد اور اصرار کے ساتھ پیش کرتے رہنا اور چباتے رہنا اس سے خواہ مخواہ عوام میں نزاعات پیدا ہوتے ہیں کہنے والا تو بچ گیا اور مصیبت عوام کے سر پر آ گئی"۔

فرمایا: "حق تعالیٰ نے مومن کو اس عالم میں اس لئے بھیجا ہے کہ امتحان دے کر لوٹ آئے۔ کافر کو اس لئے بھیجا ہے کہ تو جا رہا ہے ابد الآباد تک وہیں رہے گا اسی کو ہم جہنم کی شکل دیں گے اس لئے کافر کو دنیا سے نکلنا نہیں ہے۔ مومن کو نکل بھاگنا ہے۔ اس لئے قرآن کریم میں ارجعی کا لفظ ارشاد فرمایا یعنی پہلے بھیجا تھا بعد میں واپس بلایا گیا"۔

دل میں محبت یا نفرت کا القاء

فرمایا: "نیک آدمی کو ساری دنیا نیک کہتی ہے، کسی نے جا کے تو اس کو دیکھا نہیں کہ اس نے کیا کیا نیکیاں کی ہیں خواہ مخواہ دنیا کی زبان پر یہ ہوتا ہے کہ فلاں بڑا نیک ہے یہ اسی لئے کہ اللہ دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں اور بدہمیشہ ساری بدیاں چھپا کر کرتا ہے مگر دنیا کی زبان پر ہے کہ فلاں آدمی بڑا بدکار سیاہ کار اور بیہودہ ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ

کی طرف سے دلوں کو اطلاع دی جاتی ہے''۔

وقوع قیامت پر عقلی دلیل

فرمایا: ''قیامت در حقیقت تخریب کا نام نہیں کہ عالم کو اجاڑ دو بلکہ تعمیر کا نام ہے بس اتنا ہے کہ اگر کسی پرانے مکان کی جگہ نیا مکان تعمیر کرانا ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ عمارت کو ڈھا کر جو اچھے اجزاء ہیں وہ لیتے ہیں باقی پھینک دیتے ہیں اور نئی تعمیر کرتے ہیں اسی طرح ایک نئے عالم کی تعمیر ہوگی تو قیامت تعمیر کا نام ہے مگر تعمیر نہیں ہو سکتی کہ جب تک کہ تخریب نہ کی جائے۔ جب تک بوسیدہ عمارتوں کو ڈھا نہ دیا جائے۔ اس سے قیامت کا مقصد واضح ہو گیا اور یہ ایک عقلی چیز ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ جب یہ عقلی چیز ہے پھر قیامت کا آنا کیوں غیر عقلی ہے اور پھر یہ سوال کیسے ہے کہ ''متی هذا الوعد ان کنتم صٰدقین قیامت کب کو آئے گی؟''

تعیین تاریخ قیامت نہ ہونے کی حکمت

فرمایا: ''قیامت کا علم دیا جاتا تو اس میں یہ مضرت تھی کہ قیامت کی تاریخ بتلا دینے میں جو تاریخ سے بعید لوگ تھے وہ بے فکر ہو کر دنیا کی زندگی کو تباہ کر لیتے اور عمل صالح کی اہمیت و توفیق نہ ہوتی لیکن جب ان کو اتنا علم ہے کہ آئے گی تاریخ کا علم نہیں تو ہر وقت ایک خطرہ لگا ہوا ہے کہ معلوم نہیں کب قیامت قائم ہو جائے اور جب قیامت آنے والی ہے تو بھئی! اپنی زندگی کو درست کر لو اس کی فکر کرو اس کے لئے کچھ سامان کرو تو علم نہ دینے ہی کے اندر مصلحت ہے کہ انسان نیکی کرنے پر آمادہ رہے علم ہو جانے کے بعد یا نیکی چھوڑ دیتا یا اتنا خائف ہوتا کہ نیکی سے معطل ہو جاتا''۔

طلبۂ دورۂ حدیث سے خطاب

مستند علماء

فرمایا: ’’طلبہ دورۂ حدیث سے ختم بخاری کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ ’’رات کو بخاری شریف پڑھنے کے بعد دو چیزیں حاصل ہوئیں ایک متن حدیث اور اس کی مرادات اور دوسرا یہ کہ آپ کو سند مل گئی۔ آپ نے کہا کہ مجھے یہ حدیث میرے استاذ سے پہنچی ہے اور اسے اس کے استاذ سے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ مل گیا۔ گویا آپ کے قلب کا رشتہ قلب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم ہو گیا اور ایک نورانی سلسلے سے کلام کے لفظ اور معانی آپ کے قلب تک آ گئے تو متن حدیث کے ساتھ آپ کو سند بھی حاصل ہو گئی اور آپ مستند عالم بن گئے‘‘۔

حافظ قرآن کی سند متصل

فرمایا: ’’اس امت کی سب سے بڑی عظمت یہ ہے کہ اس امت میں اللہ تعالیٰ کا کلام مستند طریق پر موجود ہے۔ آج قرآن کے بارے میں کوئی دعویٰ کرے کہ اس کی سند کیا ہے؟ تو امت کے علماء اپنی جگہ ہیں میں یہ کہوں گا کہ میری سند اللہ تعالیٰ سے متصل ہے مجھے یہ قرآن میرے اساتذہ نے پڑھایا ان کو ان کے فلاں استاذ نے پڑھایا اسی طرح یہ سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے گا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبرائیلؑ نے پڑھا اور جبرائیلؑ کے سامنے حق تعالیٰ جل شانہ نے تکلم فرمایا تو حافظ کی سند حق تعالیٰ جل شانہ تک پہنچ جاتی ہے‘‘۔

منزل کے لئے چار چیزوں کی ضرورت

فرمایا: ''جب انسان کسی بھی متعین منزل کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لئے چار باتوں کی ضرورت پیش آتی ہے ان چار کے بغیر منزل مقصود تک آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ وہ چار باتیں یہ ہیں (۱) روشنی (۲) راستہ (۳) راہنما (۴) راہ رو۔ اگر روشنی نہیں ہوتی تو اندھیرے میں چلنا دشوار ہوگا روشنی ہو مگر راستہ نہ ہو تو آدمی چلے کس چیز پر، راستہ بھی ہو مگر رہنما کوئی نہ ہو تو آدمی چلے کیسے اگر یہ تینوں چیزیں موجود ہوں مگر چلنے والا کوئی نہ ہو تو منزل تک کون پہنچے۔ الغرض یہ چار باتیں ہیں کہ ان کے بغیر منزل مقصود تک پہنچنا ناممکن ہے۔''

موت مصائب کا سرچشمہ

فرمایا: ''بعض لوگ مصیبتوں سے تنگ آکر موت کی دعا مانگنے لگتے ہیں اس پر فرمایا کہ بیوقوف! پتا نہیں کہ موت کیا چیز ہے وہ یوں سمجھ رہے ہیں کہ یہ مصیبت تو بہت بڑی ہے اور موت بڑی معمولی چیز ہے۔ موت آجائے گی تو مصیبت ٹل جائے گی حالانکہ موت سب مصیبتوں کا پیش خیمہ ہے۔

انسان کا کام

فرمایا: ''خالص طبعی جذبات کی پیروی حیوان کا کام ہے اور طبعیات سے کلیۃً باہر رہ کر محض عقل کلی کی پیروی فرشتوں کا کام ہے لیکن طبعیات کو بحالہ قائم رکھ کر انہیں عقلی شعور کے ساتھ ساتھ عقل کی ماتحتی میں انجام دینا اور حدود سے تجاوز نہ کرنا یہ انسان کا کام ہے''۔

تشریح حدیث

فرمایا: ''حدیث بخاری'' خفیفتان علی اللسان '' پر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر ہلکے ہیں اور میزان عمل پر بھاری ہیں۔'' میں ہنسی میں اس کی مثال دیا کرتا ہوں کہ آپ نے کبھی پاپڑ کھائے ہوں گے باریک باریک بنتے ہیں کبھی موم کے کبھی ویسے تو میں کہا کرتا ہوں کہ یہ زبان پر ہلکے ہیں مگر معدے میں بھاری ہو جاتے ہیں یہ مادی غذاؤں میں اس کا مصداق ہے''۔

مصائب بقدر دولت

فرمایا: ''جہاں دولت زیادہ ہے وہاں مصائب بھی زیادہ ہیں اور دولت ہمیشہ رہنے والی نہیں، بیچ میں جواب دے جاتی ہے بیوفائی کرتی ہے تو ایسی بے وفا پر تم آخرت کے بارے میں بھروسہ کئے ہوئے ہو۔ آخرت تو بعد میں ہے تم دنیا تو سنبھال لو وہ لازمی نہیں سنبھلنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک چیز چھن جائے تو ساری زندگی ختم''۔

فرمایا: ''وہاں (پاکستان میں) اس وقت دینی حیثیت سے تین فتنے مسلمانوں کے لئے خطرناک ثابت ہو رہے ہیں۔ ایک قادیانی فتنہ، دوسرا شیعیت کا فتنہ اور تیسرا مغربیت کا فتنہ''۔

عظیم شہادت

فرمایا: ''اگر کسی بڑے آدمی کی بڑائی کوئی چھوٹا آدمی بیان کرنے لگے تو وہ بڑائی نہیں سمجھی جاتی یوں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی تعریف خود کرنا چاہتا ہے۔ بڑا تو خود ہی متعارف ہے لیکن اگر بڑا تعارف کرائے تو یہ فی الحقیقت ایک عظیم شہادت ہوتی ہے''۔

عقل کی حدود

فرمایا: ''مراد ربانی روایت اور نقل سے حاصل ہو سکتی ہے عقل سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ مراد کے دائرے میں رہ کر آپ عقل لڑائیں گے تو حکمتیں کھلیں گی اور وہ حکمت قرآن کہلائے گی لیکن خود مراد کو عقل سے متعین نہیں کیا جا سکتا۔ اگر مراد آیات عقل سے ہی متعین کی جاتیں تو کئی قسم کے قرآن ہوتے''۔

فرمایا: ''میں عرض کیا کرتا ہوں کہ لوگ موت کو ہر وقت وحشت ناک سمجھتے ہیں حالانکہ وہ وحشت کی چیز نہیں ہے اگر تعلق مع اللہ مضبوط ہے تو اس سے بڑھ کر نعمت کوئی چیز نہیں، اگر غفلت ہے تو بے شک موت عظیم ترین مصیبت ہے۔ اس واسطے وہ کفار کے حق میں مصیبت ہے اور مومن کے حق میں مصیبت نہیں''۔

فرمایا: ''یاد رکھئے! اتحاد جو قائم ہوتا ہے کبھی تو عقیدت سے قائم ہوتا ہے کوئی ایک بزرگ شخص ہے لوگ اس پر جمع ہو گئے، ان میں باہمی اتحاد قائم ہو جاتا ہے کوئی عالم ربانی یا

شیخ طریقت ہےاس کے متوسلین جمع ہوجاتے ہیں مرکز ایک ہوگیا مگر وہ اتحاد محدود ہوتا ہے“۔

فرمایا: ”شکر گزاری کے جذبات الفاظ میں ادا نہیں کئے جاسکتے وہ قلب کی کیفیات ہیں اور قلبی کیفیات الفاظ میں نہیں آسکتیں۔ کتنے بھی بڑے سے بڑے الفاظ میں کیفیات کی تصویر کھینچی جائے محبت کو ظاہر کیا جائے لیکن وہ ظاہر ہو ہی نہیں سکتی۔ الفاظ کا دامن تنگ ہے اور جذبات محبت کا میدان بے حد وسیع ہے۔ تو الفاظ کی قباء کا لباس ان پر چست ہو ہی نہیں سکتا“۔

سلسلہ موت وحیات کا مقصد

فرمایا: ”موت وحیات کیوں دی؟ اس سلسلے کی کیا ضرورت تھی؟ کہ کوئی مر رہا ہے کوئی جی رہا ہے کوئی آ رہا ہے کوئی جا رہا ہے کسی کو غم ہے کسی کو خوشی ہے۔ یہ کیوں کیا؟ لیبلوکم ایکم احسن عملاً تا کہ اللہ جان لے کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے اور کس کا برا۔“

فرمایا: ”شخصیتوں پر مبنی کام شخصیتوں کے اٹھ جانے سے ختم ہوجاتے ہیں لیکن جماعتی کام افراد کے اٹھتے رہنے کے باوجود بقاء پذیر رہتا ہے“۔

فرمایا: ”(حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے) مرکز میں مربیوں اور کارکنوں کا اتحاد مشرب لازمی قرار دیا تا کہ اتحادی خیال سے جماعتی نظم متحد اور مستحکم رہے ورنہ درصورت اختلاف مشرب تقابل باہمی پھر اس سے خود بینی اور خود ستائی اور اس سے دوسروں کی توہین وایذا رسانی کے جراثیم ابھر کر جماعتی نظم اور داخلی دلجمعی اور جماؤ کو تہہ وبالا کر دیتے ہیں“۔

فرمایا: ”ہر فرقے کا ایک مزاج ہوتا ہے اس فرقے (شیعوں) کا مزاج تخریبی ہے اور تاریخ اس پر شہادت دے گی کہ مسلمانوں کو جتنے بھی صدمات اٹھانے پڑے ہیں سیاست کو یا خلافت کو جہاں جہاں تباہی ہوئی نیچے سے یہی فرقہ نکلتا ہے تو تاریخ کی روشنی میں یہ ایک تخریبی فرقہ ہے“۔

علم ام الطرق

فرمایا: علم ہی تو اصل ہے اگر علم نہ ہو تو نہ شوق جہاد ہوگا اور نہ شوق عبادت ہوگا علم حاوی ہے ساری چیزوں پر یہ ام الطرق ہے۔ یہی تو راستہ دکھلاتا ہے مگر علم کا کوئی مستقل دروازہ نہیں رکھا گیا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ

فرمایا: حضرت تھانویؒ کا علم و کمال مسلمہ ہے۔ حضرت تھانوی کی ہر کتاب نہایت محتاط اور کمال تدین سے بھرپور ہے انہیں کی کتابوں سے تو ہم دین حاصل کرتے ہیں پھر ہماری رائے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت تھانوی صرف عالم ہی نہیں بلکہ عارف باللہ بھی تھے۔ جس طرح علوم ظاہری میں ان کا پایہ بہت بلند تھا اسی طرح علوم باطن میں بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا اسی طرح تصوف و معرفت میں بھی ان کا پایہ بہت بلند تھا۔

شکل کی حقیقت

فرمایا: شکل نام ہے نور اور ظلمت کے مجموعہ کا اس لئے کہ چاروں طرف سے ظلمت ہی ظلمت ہے جب درمیان میں نور آیا تو شکل بن گئی اس سے معلوم ہوا کہ نور اور ظلمت کے مجموعہ سے شکل بنتی ہے اگر ظلمت نہ ہو تو نور محض کی کوئی شکل نہیں اسی طرح اگر نور نہ ہو تو ظلمت محض کی کوئی شکل نہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ شکل کی حقیقت نور اور ظلمت کا مجموعہ ہے۔

نسخ کے معنی

فرمایا: نسخ کے معنے فی الحقیقت تغلیط کے نہیں ہیں کہ پہلا حکم غلط تھا اس لئے اس کو چھوڑ دیا گیا بلکہ نسخ کے معنے یہ ہیں کہ ایک حکم کسی خاص وقت کے لئے تھا لیکن جب وہ

وقت گزر گیا تو وہ حکم بھی ختم کر دیا گیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پہلا والا حکم غلط تھا۔

اسلام میں اعتدال

فرمایا: یہودی شریعت میں تشدد تھا جب تک اس کا ردعمل متساہل کی صورت میں نہ ہوتا اس وقت تک اعتدال نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ ایک فطری اصول ہے اسی لئے آخر میں اعتدال رکھا گیا کیونکہ اس وقت نہ طبیعتیں تشدد پسند رہیں اور نہ تساہل پسند ہی ہیں بلکہ اعتدال پسند ہو گئی ہیں اس لئے شریعت اسلام میں معتدل احکام دیئے گئے۔

سیرت کے معنی

فرمایا: سیرت کے معنی عدل اور اختصاص فی الاخلاق وفی العقائد اور فی الاعمال وفی المقام وفی الاحوال کے ہیں۔ درحقیقت یہ سیرت ہے کہ ہر چیز میں دونوں پہلو جمع کر دیئے گئے ہیں تاکہ جامعیت پیدا ہو جائے اور یہی معنی ہے **الیوم اکملت لکم دینکم**

یکسوئی کی نعمت

فرمایا: ہر چیز کے اندر قلب کی یکسوئی بڑی نعمت ہے آدمی کا سینہ آئینہ کے مانند ہو اس میں کوئی کھوٹ نہ ہو تبھی عبادت کے اندر یکسوئی پیدا ہو سکتی ہے۔

مصدر و مظہر عمل

فرمایا: ایک ہے مصدر عمل اور ایک ہے مظہر عمل مصدر عمل نیت ہے وہ مکلف ہے قلب کا اور مظہر عمل یہ اعضاء ظاہر سے سرزد ہوتا ہے تو ہر ظاہر کے لئے ایک باطن ہوتا ہے اور باطن اسی مناسبت سے ہوتا ہے جیسا ظاہر ہوتا ہے اور ظاہر اسی مناسبت سے ہوتا ہے جیسا باطن ہوتا ہے۔

محبت الٰہی کے کرشمے

فرمایا: محبت خداوندی مستلزم ہے محبت عباد اللہ کو جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی وہ عزیز و اقربا سے بھی محبت کرے گا اور جس کو شہوات سے محبت ہوگی وہ اس سے دور ہوگا اور جس کو اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبت ہوگی وہ صلہ رحمی بھی زیادہ کرے گا اور برابر

حقوق بھی ادا کرے گا خواہ وہ پڑوسیوں کے حقوق ہوں یا اسلامی حقوق ہوں۔

امانت اور فتنہ

فرمایا: قرآن شریف کی یہ دو اصطلاحیں ہیں ایک امانت اور ایک فتنہ امانت ایک پھیلاؤ ہے جس میں سارے اعمال خیر آ جاتے ہیں۔ اسی طرح فتنہ ایک پھیلاؤ ہے جس میں سارے اعمال شر آ جاتے ہیں۔ اسی طرح فتنہ ایک پھیلاؤ ہے۔

صفات ربانی کے مظاہر

فرمایا: ہر حکم کا منشاء کوئی نہ کوئی صفت ربانی ہے اور اس کا یہ تقاضا ہے کہ یہ حکم آئے مثلاً باپ ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی اولاد بھی ہو اور استاذ ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے شاگرد بھی ہوں۔ جس طرح بندے کی مختلف صفات سے مختلف حقوق عائد ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کمال سے احکام صادر ہوتے ہیں۔ ہر حکم کسی نہ کسی صفت خداوندی کا تقاضا ہے اسی لئے مجتہد پہلے علت کو دیکھتا ہے پھر منشا کو دیکھتا ہے پھر اس پر حکم لگاتا ہے۔

شان رسالت وصحابہ

فرمایا: آپ نے اس قوم کو تعلیم دی آپ ان کے استاذ ہوئے اور استاذ کا کمال اسی وقت سمجھا جاتا ہے کہ اپنے شاگردوں کو اپنے جیسا بنا دے آپ کے ایک لاکھ چوبیس ہزار تلامذہ تیار ہوئے وہ نبی تو نہ تھے لیکن نبیوں کی نسبت پر ضرور تھے۔ ہر صحابی کے اندر کسی نہ کسی نبی کی صفت موجود تھی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام آئے اور اتنے ہی صحابہؓ تھے اسی لئے صحابہؓ کے اندر نبوت کا جذبہ اور ذوق موجود تھا۔

نبوت کی برکات واثرات

فرمایا: حضرت عیسیٰؑ کا مقولہ ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے ظاہر ہے کہ جس ذات اقدس کے پیدا کردہ پھل ایسے ہوں کہ دنیا علم وحکمت سے لبریز ہو جائے یہ سوائے نبوت اور تعلیم خداوندی کے اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ صحابہؓ کے اندر جو یہ شان پیدا ہو گئی تھی کہ ہر وقت دین کی خاطر مرنے اور گھر لٹانے کے لئے تیار رہتے تھے اس کے علاوہ توبہ وزہد و

قناعت وانابت الی اللہ ان کے اندر کس نے پیدا کیا یہ وہی ذات اقدس نے پیدا کیا جو امی تھی اور ہزاروں امیوں کو پورے عالم کا استاذ بنا دیا یہ سوائے الہام خداوندی اور نبوت کے کیا ہو سکتا ہے۔

فیضان رسالت

فرمایا: آپ نے علم کا وہ کارخانہ جاری کیا جس سے آپ کی امت علمی بن گئی آپ کی امت میں بڑے بڑے آفتاب و ماہتاب پیدا ہوئے جو علمی کمالات سے بھرپور تھے بڑے بڑے محدثین وفقہاء اور محققین عجیب وغریب حکمت بیان کرنے والے علماء پیدا ہوئے ادھر تصوف کے دفتر میں جاؤ تو بڑے بڑے مشائخ اور صاحب کرامات ومکشوفات اولیاء کاملین ملتے ہیں یہ ایک ہی ذات کا فیض ہے۔

احترام اذان

فرمایا: ایک زمانے میں دارالعلوم کی مسجد کے موذن جان محمد مرحوم ترکی تھے جب وہ اذان کہتے تھے تو لوڈ اسپیکر نہ ہونے کے باوجود بلا تکلف ان کی اذان اسٹیشن سے سنی جاتی تھی ان کی آواز اتنی تیز تھی کہ کافی دور تک جاتی تھی جب ان کی اذان شروع ہوتی تھی تو بہت سے ہندو ادب سے بیٹھ جایا کرتے تھے کہ اب اللہ کا نام لیا جا رہا ہے۔

خصوصیت اسلام

فرمایا: اسلام کی سند صحیح ہے اس لئے اسلام کی سند جتنی محفوظ ہے دنیا کے کسی مذہب کی سند اتنی محفوظ نہیں ہے۔ مثلاً کتاب اللہ ہے اس کی سند تواتر طبقات سے پہنچی ہے ہر دور میں لاکھوں کی تعداد میں حفاظ موجود رہے اور آج بھی موجود ہیں اسی لئے قرآن کا ایک ایک لفظ موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس امت نے کلام رسول کی جو حفاظت کی ہے اتنی حفاظت کسی اور نبی کی امت نے کلام خداوندی کی بھی نہیں کی۔ حدیث شریف کے ایک ایک جملے کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہوئی ہے اگر کسی سند میں کوئی شبہ ہوا تو محدثین نے اس کو رد کر دیا اس سے بڑی خصوصیت اسلام کی کیا ہو سکتی ہے۔

اقرار عجز سے شکر کی ادائیگی

فرمایا: داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ میں آپ کا شکر کیسے ادا کروں

کیونکہ جب آپ کا شکرادا کروں گا تو توفیق آپ ہی دیں گے جبھی تو شکر کروں گا اور یہ توفیق ایک نعمت ہوگی تو پھر آپ کا شکرادا کروں گا یہ بھی آپ کی توفیق ہوگی پھر اس کا شکرادا کروں گا تو ہر توفیق ایک نعمت ہوگی اور ہر نعمت پر شکر لازم ہے تو میں حیران ہوں کہ آپ کا شکر کیسے ادا کروں کیونکہ ہر شکر سے پہلے ایک شکر نکلتا ہے لہذا آپ کا شکرادا کرنا بہت مشکل ہے تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد جب تم یہ سمجھ گئے کہ ہمارا شکر یہ ادا کرنے سے تم عاجز ہو تو یہی ہمارے شکریہ کی ادائیگی ہے تو اقرار عجز یہی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

خصوصی دعا

فرمایا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے خصوصی دعا فرمائیں میں کہتا ہوں کہ وہ خصوصی دعا کیا ہے تو کہتے ہیں کہ نام لے کر دعا فرمائیں میں کہتا ہوں کہ اگر نام یاد نہ ہو تو پھر کیا ہوگا ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہاتھ ہی ہاتھ دعا کر دیں۔ آدمی فرمائش بھی کرے اور قید بھی لگائے۔ یہ فرمائش کیا ہوئی یہ تو آرڈر ہو گیا۔ بس دعا کی درخواست کافی ہے۔

توبہ کی برکت

فرمایا: توبہ خود مستقل عبادت ہے توبہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی طاقت رکھی ہے اگر کوئی ستر برس سے کفر میں مبتلا رہے لیکن اس کے بعد توبہ کرلے تو ستر برس کا کیا ہوا کفر بالکل ختم ہو جائے گا اور وہ ایسا پاک صاف ہو جائے گا جیسا کہ کفر کیا ہی نہیں تھا۔ مومنین کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں توبوا الی اللہ جمیعاً ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون. اے مومنین سب کے سب مل کر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ تو توبہ کو کامیابی کا دارومدار بتلایا گیا سارے معاصی توبہ کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں۔

حقوق العباد کی معافی کا خدائی طریقہ

فرمایا: حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوں گے جب تک کہ صاحب حق خود معاف نہ کردے البتہ جن لوگوں کے اندر نیکی کا غلبہ ہے اور حقوق کی ادائیگی کی کوشش بھی کر رہے ہیں مگر ادائیگی سے پہلے انتقال ہو گیا ان کے بارے میں حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ فلاح ابدی پائے

تو حقوق مانگنے والوں سے فرمائیں گے کہ اوپر دیکھو جب وہ لوگ اوپر دیکھیں گے تو بہت بڑا عظیم الشان محل نظر آئے گا جس کی وسعت کی انتہا نہ ہوگی تو خود ہی حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو لوگ اپنے حقوق معاف فرمادیں گے ان کو یہ محل دیدیا جائے گا تو سب لوگ کہیں گے کہ ہم نے اپنے حقوق معاف کر دیا یہ عدل خداوندی ہے کہ بندوں کے حقوق خود معاف نہیں فرمائیں گے صرف ان کی سفارش کر دیں گے اور ترکیب ایسی کریں گے کہ لوگ معاف کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

درجات تقویٰ

فرمایا: تقویٰ کا ابتدائی درجہ شرک سے بچ جانا ہے یہ ہر کس و ناکس کے لئے لازم ہے۔ جب ایک شخص اس سے بچ گیا تو اس کے بعد کا تقویٰ یہ ہے کہ کبائر گناہ سے بچے جب متقی کبائر گناہ سے بچ گیا تو تیسرا درجہ یہ ہے کہ صغائر گناہ سے بھی بچے جب گناہ صغائر سے بچ گیا تو اس کے بعد کا تقویٰ یہ ہے کہ لایعنی اور فضولیات سے پرہیز کرے اور ان سے بچا رہے۔

خصوصیات قرآن

فرمایا: یہ صرف قرآن کی خصوصیت ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ سے سینکڑوں معانی و مطالب اور حقائق پیدا ہوتے رہتے ہیں اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا تو اس کے اندر یہ جامعیت پیدا نہ ہوتی اس لئے حقیقی معنی میں اگر کلام الٰہی ہے تو وہ قرآن ہے جس سے تکلم واقع ہوا۔

قرآن وحدیث

فرمایا: حدیث وحی ہے اس کا مضمون اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر القا ہوا ہے مگر الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں تو حدیث کی نوعیت وہی ہے جو انجیل کی نوعیت ہے مگر قرآن شریف کی نوعیت بالکل جداگانہ ہے کیونکہ اس کے الفاظ اور معانی سب منزل من اللہ ہیں تو تلاوت کی اس لئے ضرورت ہے کہ یہ کلام خداوندی ہے اور تکلم کی سند اللہ تعالیٰ تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس لئے تلاوت پر اجر و ثواب ہے۔

قرآن وحدیث کا تلازم

فرمایا: حدیث قرآن کی تفسیر اولین ہے یہ حدیث ہی نے بتایا کہ اس آیت کا

یہ مطلب ہے اور اس آیت کی یہ مراد ہے اس لئے اگر کوئی شخص حدیث سے کٹ کر محض ادب دانی کے زور پر کوئی مدلول نکال لے تو وہ مدلول لغوی تو ہوسکتا ہے مگر مراد ربانی نہیں ہوسکتی کیونکہ مراد ربانی خود متکلم ہی بیان کرے گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کلام کی بہت سی خصوصیات ہیں جو کاغذ میں نہیں آسکتی ہیں بلکہ لب ولہجے اور آواز سے سمجھی جاتی ہیں اور یہ کاغذ میں نہیں آسکتے اس لئے مراد بھی متعین نہیں ہوسکتی ہے۔

تعلیم کے بعد ضرورت تزکیہ

فرمایا: دل کا رخ صحیح نہ ہو اور اس میں کجی اور زیغ بھرا ہوا ہو تو آدمی اس زیغ اور کجی ہی کے مطابق آیات کا مطلب سمجھے گا۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی آنکھ میں سبز چشمہ لگائے گا تو جو چیز اس کے سامنے ہوگی خواہ وہ کتنی ہی سفید کیوں نہ ہو مگر وہ سبز ہی نظر آئے گی اسی طرح اگر دل پر زیغ اور کجی کا چشمہ چڑھا ہوا ہے تو آدمی اپنے اس زیغ اور کجی ہی کے مطابق معنے سمجھے گا خواہ وہ کتنے ہی سیدھے کیوں نہ ہوں اس لئے اس کی ضرورت تھی کہ دل کی کجی کو دور کرکے صاف کر دیا جائے اور صحیح رخ کر کے حق تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے اور ادھر سے جو القا ہو اس کو صحیح سمجھے اور کجی میں مبتلا نہ ہو اس کا نام قرآن میں تزکیہ ہے تو تعلیم کے ساتھ تزکیہ کی بھی ضرورت ہے بغیر اس کے قرآن کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکتا۔

علم اور عمل

فرمایا: علم تو قرآن میں ہے مگر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ہے جو قرآن کہتا ہے وہی آپ عمل کر کے دکھاتے ہیں اور جو آپ عمل کرتے ہیں وہی بعینہ قرآن میں ہوتا ہے تو علم وعمل ایک دوسرے کے مطابق ہیں۔

کتاب اور ضرورت معلم

فرمایا: دین سیکھنے کیلئے شخصیت کی ضرورت ہے محض کتاب کافی نہیں ہے اگر کوئی صرف کتابوں کے مطالعہ ہی سے علم حاصل کرے تو وہ مستند عالم نہیں بن سکتا۔ ہاں لغوی عالم تو بن جائے گا مگر مرادات کا علم نہیں ہوسکتا اور بالفرض مان لیجئے کہ صحیح مراد بھی سمجھ جائے

مگر عمل کا نمونہ کاغذ میں نہیں آ سکتا اس لئے پھر بھی شخصیت کی ضرورت پڑے گی۔

حدیث وفقہ کی ضرورت

فرمایا: بعض لوگ حدیث کا انکار تو نہیں کرتے مگر فقہ کا انکار کر دیتے ہیں تا کہ جو اسناد جزوی ہو وہ ختم ہو جائے اور جزئیات میں بالکل آزاد ہو جائیں حدیث وفقہ کا انکار درحقیقت قرآن کے مطالبہ کا انکار ہے کیونکہ دین اصول اور فروع کے مجموعہ کا نام ہے اور قرآن کے مطالبہ تک پہنچنے کے یہی دو راستے ہیں اور یہی زینہ بھی ہیں۔

برکت کی صورتیں

فرمایا: برکت کے کئی معنے آتے ہیں برکت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ شی کسی طور پر دوگنی چوگنی ہو جائے۔

برکت یہ ہے کہ اولاد بڑھ جائے یا رزق بڑھ جائے یا حالات بہتر سے بہتر ہو جائیں اور اس میں برکت ہو۔

اولاد میں برکت کے معنی یہ ہیں کہ ان کی عدد بڑھ جائے گی یا اتنے ہی مال سے ضرورت پوری ہو جائے اگرچہ وہ برکت محسوس نہ ہو مگر ہوتی ضرور ہے۔

اور کبھی برکت کے معنی یہ بھی آتے ہیں کہ شے تو اتنی ہی رہے مگر بہت سے لوگوں کو کافی ہو جائے تو یہاں پر عدداً تو کوئی چیز نہیں بڑھی البتہ کیفیتاً بڑھ گئی یعنی اتنی مقدار جو دو آدمی کے لئے ناکافی تھی مگر دس آدمی کیلئے کافی ہوگئی اور کبھی برکت کے یہ معنی آتے ہیں کہ کھانے کے مفاد ظاہر ہو جائیں یعنی اس کے کھانے سے صحت وقوت وفرحت وغیرہ بڑھ جائے تو اس میں نہ عدد بڑھی نہ مقدار بڑھی مگر اضافی طور پر برکت یہ ہوئی کہ کھانے کا مفاد ظاہر ہو گیا۔

اکابر کی مہمان نوازی

ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ حضرت کے یہاں تشریف لائے ان کے ساتھ ایک مجمع تھا اور سردی کا زمانہ تھا یہاں پر گھی کھچڑی کا عام رواج تھا تو حضرت نانوتویؒ نے ہر ایک کے آگے دیسی گھی کا پیالہ بھر بھر کر رکھا یہ دیکھ کر حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ اس اسراف کی کیا ضرورت

ہے ایک پیالہ چند آدمی کیلئے کافی ہے ان پیالوں کو گھر میں واپس بھیجو گھر والوں کو تنگی ہوگی مگر یہ حضرت نانوتوی کے قلب کی فراخی اور وسعت تھی کہ مہمان کے لئے سب کچھ حاضر کر دیتے۔

پردہ عورت کا فطری تقاضا

فرمایا: غالباً آپ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ مرد وعورت کا اختلاط صرف معصیت کی وجہ سے ناپسند کیا گیا ہے حالانکہ عورت ہی فی نفسہ اس کی مقتضی ہے کہ وہ مردوں سے الگ تھلگ رہے چاہے کوئی بھی معصیت کا خطرہ نہ ہو جیسے ازواج مطہرات اور ازواج صحابہ ؓ رحمہ اللہ یہ سب کی سب اولیاء کاملین میں سے تھیں وہاں پر تو کسی معصیت کا خطرہ ہی نہیں تھا مگر اس کے باوجود پردے کی آیت نازل ہوئی اور خصوصیت کے ساتھ ازواج مطہرات کے لئے پردے کی تاکید کی گئی مگر یہ تاکید اس بنا پر نہیں کی گئی کہ ان پر اعتماد نہیں تھا کہ وہ کہیں مبتلا نہ ہو جائیں بلکہ اس لئے کی گئی کہ عورت کی حرمت ہی فی نفسہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے مقام پر رہے عورت چاہے اتقیا یا اولیاء کے مجمع میں جائے مگر پھر بھی منہ چھپا کر جائے گی یہ اس لئے نہیں ہے کہ اس میں خطرہ ہے بلکہ عورت کی طبیعت کا فطری تقاضا یہی ہے کہ وہ مردوں سے الگ تھلگ رہے۔

جنت میں بھی عدم اختلاط

فرمایا: جنت میں پردے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی کیونکہ جس طرح مردوں کے مجامع ہوں گے اسی طرح عورتوں کے مجامع بھی مردوں سے الگ ہوں گے اختلاط کی شکل نہ ہوگی۔

پردہ اور تعلیم

فرمایا: پرانے زمانے کی عورتیں جو پردہ نشین تھیں اگر ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کرو تو ان میں تعلیم بھی زیادہ معلوم ہوگی کیونکہ صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعین کی عورتوں میں محدثات بھی تھیں اور فقیہات بھی تھیں متکلمہ اور صوفیہ بھی تھیں ان کے متعلق بڑی بڑی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں آج کل کی عورتوں میں وہ چیزیں نہیں ہیں جو ان میں تھیں تو کیا وہ عورتیں بے پردگی میں یہ تعلیم و تربیت پاتی تھیں ہرگز نہیں بلکہ وہ پردہ ہی میں رہ کر یہ تعلیم و تربیت پائی تھیں۔

زندگی کے دو حصے

فرمایا: حق تعالیٰ سبحانہ نے زندگی کے دو حصے کر دیئے ہیں ایک گھریلو زندگی اور ایک باہر کی زندگی تو باہر کی زندگی کا ذمہ دار مردوں کو بنایا ہے اور گھریلو زندگی کا عورتوں کو ذمہ دار قرار دیا ہے تو مرد کا یہ کام نہیں ہے کہ گھر میں بیٹھ کر کھانا پکائے اور بچوں کو دودھ پلائے اور ان کی پرورش کرے یہ تو عورتوں کا کام ہے اور مرد کا کام یہ ہے کہ باہر جائے اور کمائے اور ذریعہ معاش پیدا کرے اور عورتوں و بچوں کے نان و نفقہ کا انتظام کرے۔

شاہ ولایت کی تحقیق

فرمایا: اہل اللہ کا یہ اصول تھا کہ جب سال یا دو سال میں کسی شیخ کے پاس جمع ہوتے تھے تو وہ تبلیغ اسلام کے لئے بانٹے جاتے تھے کہ تم فلاں جگہ پر جا کر تبلیغ کرو اور تم فلاں جگہ پر جا کر تبلیغ کرو۔ جیسے حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کے نو سو خلفا دکن میں پہنچے حضرت سلطان جیؒ نے ان کو ایک ایک علاقہ اصلاح کے لئے سپرد کیا تھا تو اس علاقے میں جو جاتا اس کا لقب شاہ ولایت ہو جاتا یعنی ولایت کے بادشاہ تو یہ بظاہر عہدہ ہے کوئی نام نہیں ہے۔

اکابر کا مسلک اعتدال

فرمایا: ہم نہ تو فیضان کے منکر ہیں اور نہ قبروں پر جانے سے روکتے ہی ہیں البتہ وہاں جا کر منتیں مانگنا اور سجدہ کرنا اور ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا یہ خالص شرکیہ چیزیں ہیں اس لئے علماء حضرات ان چیزوں سے روکتے ہیں مگر مخالفین عوام کے دلوں میں اشتعال دلانے کے لئے اس کا یہ مطلب بتاتے ہیں کہ علماء دیوبند کے دلوں میں اولیاء اللہ کی محبت ہی نہیں ہے اس لئے وہ قبروں پر جانے سے منع کرتے ہیں یہ مقدمہ وہ اپنی طرف سے لگا لیتے ہیں تا کہ لوگ ان سے بدظن ہو جائیں۔

صوفیا کا طریقہ علاج

فرمایا: صوفیا حضرات معالج ہیں اور معالجہ میں طبیب کا کام یہ ہے کہ ہر ایک مریض اور ان کے مزاج کو پہچان کر علاج کرے مگر اس کو قانون نہیں بنا سکتے اسی طرح باطنی امراض کے

سلسلہ میں صوفیا حضرات معالج ہیں وہ سالک کی حالت دیکھ کر اس کے لئے عمل تجویز کرتے ہیں۔

شخصی احوال

فرمایا: شخصی حال قانون نہیں بنا کرتا اور نہ وہ قابل حجت ہوتا ہے لہذا وہ چیزیں جو شخصی احوال کے تابع ہوتی ہیں ان کو قانون بنانا یا قانون کی شکل دینا یہ بالکل غلط ہے۔

فیضان قبور اور مسلک اعتدال

فرمایا: اس سلسلے میں دو طبقے ہیں ایک طبقہ تو یہ ہے کہ ان امور باطنہ کا سرے سے کلیۃً قائل ہی نہیں ہے اس لئے ایسے طبقے پر ایسی باتیں شاق گزرتی ہیں اور سختی سے انکار کرتا ہے اور ایک طبقہ وہ ہے کہ قبولیت کا دارومدار انہیں قبروں کو ٹھہراتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ سب کچھ قبروں ہی سے ہوتا ہے اس لئے قبروں پر جاؤ اور جو کچھ مانگنا ہو انہیں سے مانگو یہ دونوں طبقے افراط و تفریط کے ہیں اور دین اسلام چاہتا ہے اعتدال کو اسی لئے ہر ہر عمل میں اعتدال قائم کیا گیا ہے اور اعتدال اسی وقت آ سکتا ہے جب افراط و تفریط سے خالی ہو۔ اس سلسلے میں یہ اعتدال ہے کہ تصرف ان کے ہاتھ میں نہیں ہے اس سے تو غلو کرنے والوں کی تردید ہوگئی اور ان سے فیضان پہنچتا ہے اس سے منکرین کی تردید ہوگئی یعنی جو لوگ فیضان کے بھی قائل نہیں ان کی بھی تردید ہوگئی اور جو تصرفات کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے قبضے میں سب کچھ ہے جو چاہتے ہیں کر دیتے ہیں ان کی بھی تردید ہوگئی علماء دیوبند بالکل بیچ کے راستے پر قائم ہیں یعنی اعتدال کے راستے پر ہیں یعنی بزرگان دین کی قبروں سے فیض پہنچتا ہے مگر تصرفات ان کے ہاتھ میں نہیں ہیں کہ جو چاہیں کر ڈالیں جیسا کہ علماء دیوبند اعتدال پر ہیں اسی لئے دونوں طرف کی بوچھاریں ان پر پڑتی ہیں نہ ادھر ہیں کہ یہ لوگ خوش رہیں اور نہ ادھر ہیں کہ وہ لوگ خوش رہیں یہ دونوں سے کٹے ہوئے ہیں اسی لئے دونوں طبقے کے لوگ ان پر لعن طعن کرتے ہیں یہ حضرات بالکل بیچ کے راستے سے گزر رہے ہیں اور وہی اعتدال کا راستہ ہے۔

مزارات اولیاء اور شرعی حکم

فرمایا: عام حکم شرعی یہی ہے کہ مزارات اولیاء پر جا کر فاتحہ اور ایصال ثواب کر

کے اپنی موت کو یاد کر کے چلے آؤ اور آخر والی زندگی بنانے کی فکر میں لگ جاؤ اور سوچو کہ جب ایسے اولیاء اللہ دنیا سے چلے گئے تو ہماری کیا حیثیت ہے وہ حضرات اللہ اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چل کر اللہ اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی اور خوش کر لیے ہم کو بھی ان حضرات کی طرح دنیا میں زندگی گزارنی چاہیے۔

وساوس اور علاج

فرمایا: اولیاء کاملین کو بھی وساوس اور احوال پیش آتے ہیں جیسے چور وہیں پر آتا ہے جہاں پر دنیاوی دولت ہوتی ہے اسی طرح شیطان بھی وہیں پر آتا ہے جہاں پر روحانی اور ایمانی دولت ہوتی ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ شخص اعلیٰ مقام پر پہنچ گیا ہے تو چاہتا ہے کہ وہیں سے اس کو گرادے مگر وہ مقام تو بدل نہیں سکتا البتہ احوال میں وساوس پیدا کر دیتا ہے اس لئے علاج کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ضرورت صحبت

فرمایا: صحبت میں زیادہ موثر معیت کی ہوتی ہے ایک یہ ہے کہ کسی چیز کا مطلقاً یاد ہو جانا اور ایک یہ ہے کہ وہ چیز اس کی طبیعت بن جائے جس کو ذوق خاص بھی کہتے ہیں اور یہ ذوق خاص اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب قلب کے اندر انشراح پیدا ہو جائے اور یہ انشراح اسی وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب کسی بزرگ کی صحبت کے ساتھ ساتھ اس کی معیت بھی حاصل ہو۔

صادقین کون ہیں

فرمایا: صادقین وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے ظاہر و باطن کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تابع بنا دیتے ہیں ان کی صحبت اور معیت میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی صحبت اور معیت سے حق تعالیٰ کی معرفت اور محبت قلب میں پیدا ہوتی ہے۔

صحبت سے معرفت

فرمایا: معیت صادقین سے صرف معلومات ہی حاصل نہیں ہوتیں بلکہ معرفت بھی حاصل ہوتی ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص وہ ہے کہ جو کسی کے دباؤ میں آکر یا کسی سے ڈر

کر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چلتا ہے اور ایک شخص وہ ہے جو اپنی طبیعت اور اپنے ذوق طبعی سے اطاعت خداوندی میں لگا رہتا ہے ان دونوں اطاعت میں فرق ہے اطاعت حق کا ذوق انہیں لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کو صادقین کی صحبت اور معیت حاصل ہوتی ہے۔

بزرگوں کے احوال

فرمایا: بزرگوں کے مختلف احوال ہوتے ہیں کسی کو اس عمل سے مناسبت ہوتی ہے اور اس کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی کو دوسرے عمل سے مناسبت ہوتی ہے اور اس کا ان پر غلبہ ہوتا ہے جس شخص پر جس عمل کا غلبہ ہوتا ہے وہ اسی عمل کے ذریعہ ترقی پاتا ہے۔

حسن نیت اور اتباع شریعت

فرمایا: کسی عمل کے لئے محض نیت کی خوبی کافی نہیں جب تک کہ وہ عمل شریعت کے مطابق نہ ہو اچھی نیت سے اگر کوئی گناہ کرے تو وہ نیکی نہیں بن جائیگا اور نہ ہی اس نیت کا کوئی اعتبار ہوگا۔

موت وحیات

فرمایا: عالم میں یہ تغیرات' موت' حیات' نعمت' سلب نعمت کیوں رکھے؟ وجہ بیان فرمائی **لیبلوکم ایکم احسن عملاً** تاکہ اللہ تمہیں جانچے کہ تم اچھا عمل کرتے ہو یا برا۔ جب تم اس کے ملک میں ہو اس کے اقتدار کے نیچے ہو اس کی قدرت کے تحت ہو تو تم اس کی اتباع کرو گے یا نہیں۔ اسی کو جانچنے کے لئے عالم میں یہ تغیرات رکھے ہیں تاکہ تمہارے ایمان کی جانچ ہو اور دیکھیں کہ تم میں احسن عملاً کون ہے۔

اخلاص اور اتباع سنت

فرمایا: عمل باطن کے اعتبار سے خالص رضا خداوندی اور اخلاص کے ساتھ ہو مخلوق کی رضا یا اپنی رضاء نفس شامل نہ ہو اگر رضا نفس اور رضا خلق کا شائبہ تک بھی شامل ہے عمل کے اندر تو وہ داخل شرک قرار دیا گیا ہے اور ظاہر کے اعتبار سے ثابت بالسنہ ہو اور بطریق صواب ہو یعنی اس نہج پر ہو کہ جس طرح شریعت نے بتلایا ہے تو گویا عمل صالح کی دو بنیادیں ہو گئیں ایک اخلاص للہ اور ایک اتباع سنت۔

عمل صالح کی کسوٹی

فرمایا: اخلاص للہ کو جو کلمہ بیان کر رہا ہے وہ ہے لا الٰہ الا اللہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی برحق ہے۔ اسی کا حکم ماننے کے قابل ہے اور اسی کی رضا پر چلنے سے نجات حاصل ہو سکتی ہے اور اسی کلمہ کے دوسرے جزو محمد رسول اللہ سے نکلتا ہے اتباع سنت۔ اس لئے کہ بطریق صواب وہی ہے جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا ہے یا جو آپ کے متبعین حضرات صحابہؓ کا تعامل ہے اس کا حاصل یہ نکلا کہ جس عمل میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ شامل ہوگا وہی عمل صالح ہوگا۔

شرک فی العمل

فرمایا: اب اگر اخلاص میں کمی آئی یعنی کسی کام میں رضا خداوندی کے ساتھ کچھ مخلوق کی رضا بھی شامل ہو گئی یا نفس کی رضا مخلوط ہو گئی تو وہ عمل خالص اللہ کیلئے نہ رہا۔ اسلئے جس درجہ اخلاص میں غیر اللہ کی رضا شامل ہو گی شرک کی بنیاد پڑتی چلی جاویگی اور شرک فی العمل ہو جائیگا۔

محمد رسول اللہ کہنے کے معنیٰ ہیں کہ اتباع ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اب جس درجہ اتباع میں کمی آتی جائیگی اسی درجہ ابتداع اور بدعت کی بنیاد پڑتی چلی جاوے گی جو شرک تک پہنچا دیگی تو دین کی اصلاح کی دو بنیادیں ہیں اخلاص اور اتباع اور دین کے فساد کی دو بنیادیں ہیں۔ شرک اور بدعت۔ لا الٰہ الا اللہ میں کمی آنے سے شرک کی ابتدا ہوتی ہے اور محمد رسول اللہ میں کمی آنے سے بدعت کی ابتدا ہوتی ہے۔

ایمان کی جانچ

فرمایا: ابتدا سے لے کر انتہا تک اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف دو ہی چیزوں کی جانچ ہے وہ یہ کہ ہر عمل میں ایمان کا دخل ہو اور ہر عمل میں اتباع کا دخل ہو۔ ایمان میں کمی آئی شرک پیدا ہوا۔ اتباع میں کمی آئی بدعت پیدا ہوئی اور یہ دونوں چیزیں دین کے فساد کی ہیں۔

لقمہ حلال کی ضرورت

فرمایا: اگر اس کی غذا لقمہ صحیحہ ہے تو اخلاق صحیح ہیں۔ لقمہ ناپاک ہے تو اخلاق

بھی ناپاک ہیں۔اسلئے ہم نے اپنے اکابر کو یہ دیکھا ہے کہ بیعت کرتے وقت وہ پہلے پوچھتے تھے کہ تمہارے پاس موروثی زمین تو نہیں ہے کچھ سود وغیرہ تو نہیں ہے جس کو تم کھاتے ہو۔ پہلے اس سے توبہ کرو جب بیعت کریں گے۔اس لئے کہ جب غذا ہی تمہاری مشتبہ ہوگی تو ذکر اللہ تمہارے اندر کیا اثر کرے گا اگر اللہ کا نام لوگے تو اس کی تاثیر واقع نہیں ہوگی اللہ کا نام جیسا پاک ہے وہ پاک ہی ظرف بھی چاہتا ہے ناپاک ظرف کے اندر پاک چیز نہیں بھری جاتی وہ بھی ناپاک بن جائے گی تو غذا پر اور اکل حلال پر دار و مدار ہے اخلاق حسنہ کا۔

شریعت اور لقمہ حرام

فرمایا: اسلام نے سب سے زیادہ زور اکل حلال پر دیا ہے اس لئے جتنی ایسی چیزیں ہیں کہ جس سے لقمہ میں کوئی حرمت پیدا ہو کوئی شبہ پیدا ہو کوئی ناجائز شکل پیدا ہو ان سب چیزوں کو شریعت نے ممنوع قرار دے دیا سود کو حرام کر دیا احتکار کو حرام قرار دیدیا احتکار کے معنی ہیں گرانی کی امید پر مال کو روک رکھنا احتکار کی صورت میں مخلوق کو ستانا ہے اور مخلوق کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے ضرورت ہوتے ہوئے مال کو اپنے نفع کے لئے روک کر رکھنا ایسی تمام چیزیں حرام قطعی ہیں اور کچھ "کرہی" ہیں۔مگر ایسی تمام چیزوں کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے کہ جن سے مال میں کسی قسم کا اشتباہ پیدا ہو کوئی حرمت پیدا ہو یا کوئی کراہت پیدا ہو۔

مسلم اور غیر مسلم میں فرق

فرمایا: مسلمان کا تو نام ہی یہ ہے کہ صاحب معاملہ ہو اس کے اندر اطاعت ہو عبادت ہو وہ حرام و مکروہ سے بچ کر حد جواز کی طرف آئے یہی معنی اس کے اسلام کے ہیں ورنہ مسلم اور غیر مسلم میں فرق کیا باقی رہ گیا۔وہ بھی سود خور، تم بھی سود خور، وہ بھی حرام خور اور تم بھی حرام خور، ہم تو تمہیں حلال خور بنانا چاہتے حرام خور نہیں بنانا چاہتے ہیں آدمی اکل حلال پر رہے۔

فرمایا: دین کا مدار مجاریٹی پر یا دوسروں کی گنتی پر نہیں ہے یہ کوئی کونسل یا اسمبلی کے فیصلے تھوڑا ہی ہیں۔اسمبلی میں سر گنے جاتے ہیں سروں کی تعداد پر فیصلہ ہوتا ہے سروں کے اندر کی چیز نہیں دیکھی جاتی یعنی عقل بھی ہے یا نہیں۔اس کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا۔بلکہ

تعداد کی زیادتی پر فیصلے ہوتے ہیں اور دین کا مدار حجت پر ہے اس کے بارے میں تو علامہ اقبال صاحب نے بڑی اچھی بات کہی ہے فرماتے ہیں۔

بترس از طرز جمہوری اسیر پیر دانا شو
کہ از مغز دوصد خر فکر انسانی نمی آید

کہ اس جمہوری طرز کو چھوڑ دو اور کسی پیر دانا کے قیدی بن جاؤ۔ اگر دوسو گدھے جمع ہو جاویں تو انسانی فکر تھوڑے ہی ان کے دماغ میں سے نکلے گی دوسو چار سو گدھے جمع ہو جائیں تو گدھے کا خیال ہی نکلے گا۔ انسانی فکر کہاں سے نکلے گا۔

قرآن کریم نے کہا ہے **ولاتطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ** زمین میں بیوقوفوں کی جو اکثریت ہے اس کا اتباع مت کرو وہ تم کو گمراہ کر کے رہیں گے حق کے راستے سے ہٹا کر چھوڑیں گے اس لئے اگر اکثریت فیصلہ کرے تو وہ دینی حجت کے مقابلے میں کوئی کارگر نہ ہوسکے گا۔ خواہ پوری دنیا کے انسان اس فیصلے کو مل کر پاس کر دیں اور دینی حجت اس کے خلاف ہو۔ لہذا اسود حرام ہی رہے گا جیسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے کسی کے حلال یا جائز کرنے سے جائز نہیں ہوگا۔ پاخانے کو کتنا ہی دھولو صاف کرلو وہ پاخانہ ہی رہے گا۔

انبیاء واولیاء اور اطفال کی علمت کا فرق

فرمایا: بچوں کے اندر جو قوت ہے گناہ کی وہ اس وقت بیدار نہیں وہ ابھار جس کا تعلق فعل سے ہے وہ ابھری ہوئی نہیں ہے صرف مادہ موجود ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں مادہ بھی موجود ہے اور نفس بھی موجود ہے اور پھر نفس کا مقابلہ کر کے گناہ سے بچتے ہیں اور یہ کمال ہے۔

گناہ کا منشاء

فرمایا: انسان میں گناہ کا منشا صرف دو چیزیں ہیں۔ حب جاہ اور حب باہ۔ اسی لئے بعض گناہ تو سرزد ہوتے ہیں جاہ طلبی سے مثلاً آدمی اقتدار چاہتا ہے اس کے لئے دوسروں کی توہین کرتا ہے۔ تذلیل کرتا ہے زبردستی دباتا ہے جس کو اس زمانے کی اصطلاح میں استحصال عوام کہتے ہیں یعنی عوام کو حاصل کر کے ایک شخص لیڈر بنتا ہے پھر چاہے

دوسروں کا خون ہو مگر اسے کرسی ملی، اسے عزت ملی، ہزاروں مخلوق برباد ہوتی ہے کٹ جاتی ہے مگر اس کی لیڈری چمک جاتی ہے۔ اس کا منشا ہوتا ہے حب جاہ اور حب اقتدار۔

انبیاء اختیاری معصوم ہیں اور بچوں میں غیر اختیاری عصمت ہے یہ علم کیساتھ معصوم اور بچے لاعلمی کے ساتھ معصوم وہ ناطاقتی سے معصوم اور انبیاء کمال طاقت اور قوت کے ساتھ معصوم۔ ایک کی عصمت کمال میں داخل ہے ایک کی عصمت کمال میں داخل نہیں اگر دو برس کا بچہ گناہ نہ کرے تو اسے کامل نہیں کہتے اس لئے کہ نہ اس میں ارادہ ہے اور نہ وہ قوت ہے لہٰذا اس کے معصوم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے اسے مجبوراً گناہ کرنے سے روک دیا ہے وہ طاقت اس میں خدا نے ابھاری نہیں اس لئے وہ بیچارہ اپنے ارادہ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ اور انبیاء میں ساری قوتیں موجود ہیں اور پھر بچتے ہیں یہ ہے کمال۔

عجیب ایمان کس کا

فرمایا: عجیب ایمان ان لوگوں کا ہے جو تمہارے بعد میں آئیں گے نہ رسول ان کے سامنے نہ معجزے ان کے سامنے نہ ان کے سامنے وحی اتر رہی ہوگی بلکہ رکاوٹ و موانع اتنے ہوں گے کہ کوئی ایمان میں شک ڈال رہا ہے کوئی اسلام سے ہٹانے کی کوشش کر رہا ہے کوئی دل میں تردد پیدا کر رہا ہے کہیں کفار کہیں منافقین کہیں نفس کے جذبات ہزاروں رکاوٹیں موجود اور دواعی جو تھے ایمان کے کہ وحی اور رسول کا سامنے ہونا وہ ہے نہیں پھر بھی ایمان پر جمے ہوئے ہیں تو ان کا ایمان زیادہ عجیب ہے۔

اولیاء اللہ گناہ پر دیر تک باقی نہیں رہتے

فرمایا: چونکہ اولیاء اللہ میں تقویٰ کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس غلبہ کی ہی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ بہت جلد رجوع نصیب فرماتے ہیں اور قرآن کریم میں اسی لئے فرمایا گیا ہے **ان الذین اتقوا اذامسهم طآئف من الشیطن تذکروا فاذاهم مبصرون** جن لوگوں کی عادت تقویٰ اور طہارت کی ہے اور وہ تقویٰ دل میں جما ہوا ہے اور پھر شیطان کی کوئی جماعت ان کو ورغلاتی ہے تو تھوڑی دیر تو وہ مبتلا ہوتے ہیں اس کے بعد اچانک وہ تقویٰ ابھرتا

ہے اور فوراً وہ قوت ایمانی سامنے آتی ہے تو لاحول پڑھتے ہیں اور اس سے بچتے ہیں۔

ایک گناہ تو وہ ہے کہ قلب میں اس کا مادہ جمع ہے اور مسلسل گناہ کرتا جارہا ہے جیسے معاذ اللہ زنا کاری کا مادہ ہے اور وہ شخص مبتلا بھی ہے اس میں اور ایک وہ ہے کہ قلب بالکل پاک ہے مادہ ہی نہیں گناہ کرنے کا البتہ ماحول سے متاثر ہوکر گھبرا کر اتفاق سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی تو وہ ہزار توبہ کرے گا اور وہ اتنی بڑی توبہ ہوگی کہ اگر وہ یہ گناہ نہ بھی کرتا اور ہزاروں نیکیاں کرتا تو شاید اتنے درجات بلند نہ ہوتے جتنے اس توبہ واستغفار سے بلند ہوئے۔ اولیاء کرام میں گناہ کا مادہ بھی موجود ہے اور امکان بھی ہے کہ وہ گناہ میں مبتلا ہوجائیں اور کھلی معصیت سرزد ہو لیکن جب تک وہ توبہ نہ کرلیں چین نہیں آتا اور بہت بڑی توبہ نصیب ہوتی ہے۔

اولیاء اللہ پر شیطان اثر ڈال سکتا ہے

فرمایا: شیطان اولیاء اللہ کے قلوب میں اثر ڈال سکتا ہے اور امکان بھی ہے کہ وہ کسی وقت بہک جائیں اور امکان ہے کہ کوئی معصیت بھی ان سے کسی وقت سرزد ہوجائے لیکن چونکہ تقویٰ غالب ہے اس واسطے وہ غالب آکر یا تو اس گناہ سے بچا دیتا ہے اور اگر سرزد ہوجائے تو عظیم الشان توبہ نصیب ہوتی ہے کہ وہ سو عبادتوں سے بڑھ کر عبادت ہوتی ہے۔

ہمارے اکابر تعلیم دین پر زیادہ زور دیتے تھے اور اس کی اہمیت اور ضرورت کے عنوان پر خصوصیت کیساتھ بیان فرماتے تھے اس کی وجہ یہی تھی کہ اس زمانے میں جہالت عام تھی تعلیم دین کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا شہروں میں تو کچھ مکاتب اور مدارس تھے مگر دیہاتوں میں اس کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ کوئی عالم نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان اپنے مردے کو بغیر نماز جنازہ کے ہی دفن کردیا کرتے تھے نام مسلمانوں کا ہوتا تھا مگر اکثر اسلام سے واقف نہیں تھے اس لئے ہمارے اسلاف کی کوشش یہ تھی کہ تعلیم کا سلسلہ عام ہو اس لئے کہ ساری خرابیوں کی جڑ اور بنیاد جہالت ہے۔

حق تعالیٰ سبحانہ نے اگر کسی چیز کا سب سے پہلے اہتمام فرمایا ہے وہ تعلیم ہی ہے اس پر عہد الست کا واقعہ شاہد ہے۔

تین مدرسے

فرمایا: تعلیم کے ساتھ بچوں کی تربیت بھی ضروری ہے اگر تعلیم ہو جائے اور تربیت نہ ہو تو محض علم سے فائدہ نہ ہوگا اس لئے بچپن سے ہی ان کی تربیت بھی ہونی چاہئے اور اس کی تربیت کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اگر ماں نے اپنے بچے کی تربیت کردی تو وہی بچہ دوسرے مدرسہ میں جا کر اچھے اخلاق کا بنے گا دوسرا مدرسہ تعلیم کا ہے اس مدرسہ میں آنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے کے ماں باپ کیسے ہیں اور انہوں نے اس کی کیسی تربیت کی ہے اگر استاذ کو یہ معلوم ہو گیا کہ اس بچے کی تربیت ماں باپ نے نہیں کی ہے بلکہ پہلے مدرسہ میں یہ بگڑ چکا ہے تو اپنے مدرسہ تعلیمی میں استاذ تعلیم کے ساتھ اس کی تربیت بھی کرتا ہے اگر استاذ تربیت یافتہ ہے تو اپنے شاگردوں کی بھی تربیت کرتا ہے ورنہ وہ بچہ یہاں پر بھی آ کر محروم رہتا ہے اگر تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی تربیت نہیں ہوئی تو تیسرا مدرسہ صوفیا اور مصلحین امت کا رکھا گیا ہے کہ طالب علم فارغ ہو کر وہاں پر جائے اور اپنے ظاہر اور باطن کی اصلاح کرائے عموماً اس تیسرے مدرسہ میں آ کر انسان کی تربیت ہو جاتی ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عام طور پر لوگوں کا یہ ذہن ہوتا ہے کہ جب بچہ پانچ چھ سال کا ہو جائے تو اس میں کچھ شعور ہو جاتا ہے اس وقت اس کی تربیت کرنی چاہئے یہ ذہن بالکل غلط ہے بلکہ بچے کی تربیت پیدا ہونے کے بعد ہی سے شروع کر دینی چاہئے۔

اگر حمل کے زمانے سے ہی عورتیں احتیاط کریں اور پیدائش کے بعد ان کے سامنے نازیبا حرکتیں نہ کریں اور ان کی اسلامی طور وطریقے پر تعلیم وتربیت کریں تو آج بھی انہیں ماؤں کی گود میں اولیاء اللہ پیدا ہو سکتے ہیں۔

پیغمبر اسلام کی بعثت کی غرض وغایت دو چیزیں ہیں ایک تعلیم دوسری تربیت اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم وتربیت کو سب سے مقدم کیا ہے تا کہ ان کے ذریعہ آدمی آدمی بنے جانور نہ بنے جانوروں کو اچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی وہ ہر کھیت میں منہ مارتا چلتا ہے اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ کھیت ہمارے مالک کا ہے یا غیر کا ہے اس کو تو صرف کھانے سے غرض ہوتی ہے وہ حلال وحرام جائز وناجائز کو کیا جانے اسی طرح اگر آدمی

کو تعلیم وتربیت کا سبق نہ پڑھایا گیا تو اس کو حلال وحرام کی تمیز نہیں ہوگی پھر وہ آدمی کیا ہے اچھا خاصہ جانور بیل ہے اس لئے آدمی اس وقت آدمی نہیں بنتا جب تک اس کی تعلیم وتربیت نہ ہو۔

تعلیم وہ چیز ہے کہ جس سے انسان کے دل ودماغ کی تعمیر ہوتی ہے پھر جس قسم کی تعلیم ہوگی اسی طرح انسان کا دل ودماغ بنے گا اور اسی کے مطابق وہ کام کرے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح سے عبادت کرو کہ گویا ان کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ تصور نہ ہو سکے تو کم سے کم یہ تصور کرو کہ وہ ہم کو دیکھ رہے ہیں جب انسان اس طرح سے عبادت کرے گا اور تصور جمائے گا کہ ہمارا مالک اور خالق اور وہ معبود جس کی ہم عبادت کر رہے ہیں وہ ہمارے سامنے ہے تو اس بندے کی عبادت کا رنگ ہی کچھ اور ہوگا۔

صوفیاء حضرات نے احسان کو اپنے تصوف اور طریقت کا اہم بنیاد بنائی ہے اور اس پر اپنی ساری کوششوں اور محنتوں کو صرف کیا کہ حق تعالیٰ شانہ کی عبادت اسی طرح سے ہو کہ عابد ان کو اپنے سامنے ہونے کا یقین کرلے خواہ عبادت بدنی ہو یا مالی ہو دونوں میں شان احسان ضروری ہے جب خدا تعالیٰ کو انسان حاضر اور ناظر سمجھے گا تو اس کی نماز میں جان اور روح پڑے گی اور نماز کے حقوق کو برعایت کرتے ہوئے پڑھے گا اور جب روزہ رکھے گا تو اس کے حقوق کی بھی رعایت کرے گا حضور معبود کے تصور سے عابد کے اندر خلوص پیدا ہوگا نام ونمود اور ریاکاری سے محفوظ رہے گا۔

طریقت شریعت سے کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ اسلام کے ظاہر کو شریعت کہتے ہیں اور اس کے باطن کو طریقت کہتے ہیں جس طرح ظاہری شریعت کا ثبوت قرآن واحادیث سے ملتا ہے اسی طرح باطن اسلام جس کو تصوف اور طریقت کہتے ہیں اس کا ثبوت بھی قرآن وحدیث میں موجود ہے ہماری بزرگوں میں خصوصاً حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر تجدیدی خدمات انجام دی ہیں آپ نے التشرف فی احادیث التصوف کی تصنیف فرمائی اور الکشف عن مہمات التصوف کی بھی تصنیف فرمائی اس کے علاوہ اپنے مواعظ وملفوظات کے ذریعہ بھی اس کی وضاحت فرمائی اور بدعات کو طریقت اور تصوف

سے نکال کر پھینک دیا اور خالص طریقت پیش فرمایا اور صوفیاء حضرات کے ہر عمل کا مدلول قرآن وحدیث سے ثابت فرما کر اس مسئلے کو صاف کر دیا۔

صوفیاء حضرات نے سب سے پہلے قلبی کیفیات کی گرفت کی ہے کہ اگر اس کا قلب درست نہ ہوا تو اس کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوگا اس لئے ظاہری شریعت کے ساتھ اس کے باطن کی اصلاح کی ضرورت تھی اس کو مصلحین امت جن کو اولیاء اللہ کہتے ہیں انہوں نے اس کی اصلاح کی اور ان اعمال کی اصلاح کے لئے کچھ قواعد اور اصول مرتب کئے اس میں مجاہدہ بھی ہے ریاضت بھی ہے مراقبہ بھی ہے اور اس میں کسی مصلح سے بیعت ہونا بھی ہے ان کے علاوہ جس جس طریقے سے انسان کے قلب کی اصلاح ممکن تھی انہوں نے فن تصوف میں شامل فرمایا۔

سارے اولیاء کرام کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ غیر متبع سنت ولی ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ ولایت کیلئے اتباع سنت شرط ہے اس لئے کسی بزرگ یا ولی کے متعلق یہ کہہ دینا کہ وہ بدعتی ہیں جرم ہے اگر وہ ولی ہے تو بدعتی نہیں ہوگا اور اگر بدعتی ہے تو وہ ولی ہو ہی نہیں سکتا۔

اہل اللہ ظاہری شریعت کی بھی پابندی فرماتے تھے وہ سب کے سب متبع سنت تھے اگر ان کی ایک سنت بھی بھول کر چھوٹ جاتی تھی تو زندگی بھر اپنے نفس کو ملامت کرتے تھے جب ایک سنت بھول کر چھوٹنے پر ان کا حال یہ تھا تو قصداً سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح چھوڑ سکتے تھے پھر جب وہ لوگ سنت نہیں چھوڑ سکتے تھے تو فرائض وواجبات کس طرح چھوڑ سکتے تھے اسی لئے حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے ایک کتاب تالیف فرمائی اس کا نام السنۃ الجلیہ رکھا اور مشائخ چشتیہ حضرات کو متبع سنت ثابت کیا۔

تصوف کی بنیادوں میں یہ تین بنیادیں اہم ہیں یعنی مجاہدہ ومشاہدہ ومراقبہ۔ یہاں پر جائز وناجائز کی بحث نہیں ہے بلکہ ان کے ذریعہ قلبی کیفیات درست ہوتی ہیں یعنی قلب کے اتار چڑھاؤ اور اس کے خطرات ان سے نکل جاتے ہیں اسی لئے صوفیاء حضرات نے ان کو اپنایا ہے اور ان پر کافی محنتیں خود کی ہیں۔ اور اپنے مریدین کو کرائے ہیں۔

اسلام کی پہلی بنیاد عقائد ہے کہ انسان کا عقیدہ اس سے درست ہوتا ہے اور دوسری

بنیاد علم فقہ ہے اس سے احکامات شریعت معلوم ہوتے ہیں اور تیسری بنیاد فن تصوف ہے جس سے شریعت کے حقائق و معارف کھلتے ہیں انہیں بنیادوں کی وجہ سے انسان کا ظاہر اور باطن درست ہوتا ہے اور انسان انسان بنتا ہے اگر ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو وہ ناقص رہے گا۔

موت کے معنی فنا اور معدوم کے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی انتقال کے ہے کہا جاتا ہے کہ انسان مرگیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ فنا اور معدوم ہوگیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ منتقل ہوگیا انسان ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔

قیامت کی تین قسمیں ہیں ایک قیامت شخصی دوم قیامت قرنی سوم قیامت کلی۔ قیامت شخصی یہ ہے **قدمات فقدقام له القیامة** جو شخص مرگیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔

قیامت قرنی یہ ہے کہ ہر ایک سو سال کا ایک قرن ہوتا ہے۔ جب ایک قرن ختم ہوتا ہے اور دوسرا قرن شروع ہوتا ہے تو ہر قرن کے بعد ایک عام تباہی اور بربادی ہوتی ہے۔ عقائد اور اعمال میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے اور فتنے عام ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے خدا کی طرف سے بلائیں نازل ہوتی ہیں کتنے لوگ تباہ اور برباد ہوجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ قیامت قائم ہوگئی اور قیامت کلی یہ ہے کہ وہ ساری نشانیاں جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشاندہی کی ہیں وہ ظاہر ہوجائیں گی تو قیامت کلی قائم ہوجائے گی۔ صور پھونک دیا جائے گا اور ساری مخلوق فنا ہوجائے گی اور دوبارہ اللہ تعالیٰ میدان محشر قائم فرما کر سب کو زندہ کریں گے۔

ہمارے یہاں کل چار فنون ہیں پہلا فن عقائد دوم فن فقہ سوم فن تصوف چہارم فن تذکیر۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری کامیابی کا نصاب مقرر فرمادیا اب جو کتابیں ان مقاصد کو نمایاں کریں گی انہیں کو نصاب میں رکھا جائے گا پہلی کتاب قرآن حکیم دوسری کتب احادیث اور تیسری کتب عقائد اور چوتھے کتب فقہ یہ ہمارے نصاب کی بنیادی کتابیں ہیں ان کے علاوہ علوم زائدہ ہیں مثلاً کتب فنون و منطق و فلسفہ اور سائنس وغیرہ یہ مقاصد میں داخل نہیں ہیں۔ بلکہ مقاصد کیلئے معین و مددگار ہیں آج کل ہم نے سائنس کو بھی نصاب میں داخل کرلیا ہے تاکہ طالب علم بے خبر نہ رہے۔ دینی معلومات کے ساتھ دنیاوی معلومات بھی حاصل ہوتی رہیں۔

دعوت اسلام کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اسلام کا نمونہ ہو اس کو دیکھ کر اس کے مذہب اسلام کو آسانی سے لوگ سمجھ جائیں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ داعی کے اندر حسن اخلاق حسن سلوک اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی کی صفات اولیاء اللہ جیسی ہوں اگر ایسا داعی کہیں بیٹھ جائے تو کم سے کم غیر مسلموں کا ایک حلقہ مذہب اسلام کی ایمانی دولت سے فیض یاب ہو سکتا ہے وہ مبلغ ایسا ہو کہ نہ کسی سے سوال کرے اور نہ ہی اس کے سامنے دنیاوی اغراض ہوں بے لوث ہو کر یہ کام کرے سب سے پہلے لوگوں کے دلوں میں اسلام کا انس پیدا کرے جب اسلام کا انس ان کے دلوں میں پیدا ہوگی تو وہ اسلام کے قریب ہو جائیں گے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اپنا وطن چھوڑ کر پوری دنیا میں پھیل گئے اور وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بن کر گئے اور جہاں بھی گئے ان کو دیکھ کر دنیا حیرت میں پڑ گئی ان کے حالات اور اعمال کو دیکھ کر ایسا اندازہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ انسان نہیں ہیں بلکہ فرشتے ہیں۔ ان حضرات کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت کھل کر لوگوں کیسامنے آ گئی اور گاؤں کے گاؤں شہر کے شہر لوگ اسلام کے حلقہ میں آتے گئے ظاہر ہے صحابہ رضی اللہ عنہم اسلام کا داعی اور مبلغ بن کر اقوام عالم کے سامنے گئے وہ تو صرف عربی زبان سے واقف تھے پھر ایسے علاقوں میں انہوں نے اسلام کی دعوت کس طرح دی جہاں کے لوگ ان کی زبان سے واقف نہیں تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے تقریر و وعظ کے ذریعہ یہ کام نہیں کیا ہے بلکہ اسلام کا نمونہ بن کر کیا ہے ان کا حسن اخلاق سلوک اور معاملات وعبادات اور حالات کو دیکھ کر ان سے لوگ متاثر ہوتے گئے اور اسلام کے قریب آتے گئے اور پھر مسلمان ہوتے گئے۔

عیسائیوں نے اپنے مذہب عیسائی کی جو تبلیغ کی ہے وہ سرکاری طور پر جماعت بنا کر کی ہے انگریز سرکار باقاعدہ ان مبلغین کو تنخواہیں دیتی تھی اور ان کے لئے مکمل انتظام کرنا یہ سرکار کے ذمہ تھا مگر ان کی تبلیغ کا دارومدار دولت اور عورت پر تھا۔ مسلمان ایک تو جاہل تھے دوسرے غریب تھے۔ اس لئے ان کو دولت اور عورت دکھا کر اسلام

سے پھیر دیتے تھے مگر ہمارے اولیاء کرام نے عورت اور دولت نہیں دکھائی تھی بلکہ اسلام کی صورت اور اس کا نمونہ دکھایا تھا اس نمونے کو دیکھ کر لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے سارے مذاہب مردہ ہو چکے ہیں اسلام مذہب زندہ مذہب ہے اس لئے اس کے لئے دولت اور عورت کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر قیامت کے دن ہمارے گاؤں یا شہر کے غیر مسلم خدا کے سامنے ہمارے اوپر یہ مقدمہ قائم کر دیں تو اس مقدمہ سے چھوٹنے کی کون سی حکمت اور تدبیر ہم کریں گے کہ جس سے چھوٹ جائیں ان کے اس سوال کا ہم کیا جواب دیں گے اور کیا عذر پیش کریں گے اور ہمارا یہ عذر دربار خداوندی میں قبول ہوگا یا نہیں وقت آنے سے پہلے ہی تیاری کر لینی چاہئے ورنہ اس دن بڑی ندامت ہوگی کفار و مشرکین خدا کے سامنے جھگڑیں گے اور اپنا حق طلب کریں گے ان کے اس جھگڑنے سے ان کا کچھ فائدہ ہوگا یا نہیں یہ الگ بات ہے لیکن مسلمانوں کی گردنیں نپ سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو داعی بنا کر بھیجا ہے اور مسلمانوں کے ذمہ کر کے دعوت اسلام کا کام اس کے سپرد کر دیا ہے اگر یہ کام نہیں کرے گا تو پکڑا جائے گا اور قوم نوح کی طرح وہ لوگ جھگڑ سکتے ہیں اور ان کا جھگڑنا درست بھی ہوگا کیونکہ ہم نے واقعی اسلام کی دعوت ان تک نہیں پہنچائی اس لئے ان کی پکڑ سے غفلت نہیں ہونی چاہئے ہر وقت بیدار رہنا چاہئے دشمن سے دوستی کی توقع دھوکہ ہے وہ کبھی اپنے حقوق معاف نہیں کر سکتے مسلمان ممکن ہے دنیا میں نہیں تو آخرت میں معاف کر دے مگر ان کے معاف کرنے کا وہم تک نہیں کرنا چاہئے پھر بھی یہ کافر ہوں یا مشرک ہوں بہرحال اولاد بنی آدم ہیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اگر ہم ان کو اسلام کی دعوت نہیں دیں گے تو ان کو دعوت دینے کے لئے کون آئے گا اب تو نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور دعوت و تبلیغ کے لئے فرشتے نہ کبھی آئے ہیں اور نہ آئیں گے کیونکہ یہ کام ان کے ذمہ نہیں ہے بلکہ یہ کام امت کے ذمہ ڈالا گیا ہے انہیں کو کرنا ہے۔

19 یہ علماء حضرات پر لازم ہے کہ اس خدمت کا انجام دیں عوام تو اس لئے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کرتے کہ وہ دین سے کورے ہیں نہ تو ان کو دعوت کا طریقہ معلوم ہے اور نہ ہی اس کا علم ہے کہ یہ کام کس طرح سے کیا جائے اور نہ ہی ان کے اندر دعوت کا جذبہ ہے اور ماحول ایسا ہے کہ اکثر مسلمان منکرات میں مبتلا ہیں اس لئے عوام تو اس سے غافل ہیں مگر علماء حضرات کو غافل نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے۔

حق تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے سارے ہی بندوں کو ہم سے ملاؤ اور شیطان کے پنجے سے چھڑاؤ اگر یہ کام تم لوگوں نے نہیں کیا تو شیطان اپنے دعویٰ میں کامیاب ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا فرمایا اور ان کو پالا ہے۔ ان کو سارے بندوں سے پیار ہے وہ یہ نہیں چاہتے کہ ہمارے بندے ہمارے مجرم بن کر اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں یہی وجہ ہے کہ اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجے تا کہ یہ لوگ ہمارے بندوں کو جو ہم سے کٹ چکے ہیں ہم سے ملا دیں۔

خیر امت کی وجہ خود ہی حق تعالیٰ نے بتلا دی کہ یہ امت لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم کرتی ہے اور بری باتوں سے روکتی ہے اگر یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام چھوڑ دے تو پھر خیر امت کہلانے کا مستحق نہیں رہے گی تیسرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ ہماری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے ہوں گے یعنی بنی اسرائیل کے نبیوں نے جو کام کیا ہے وہی کام ہماری امت کے علماء بھی کریں گے۔

تبلیغ و دعوت کے دو جز ہیں ایک تبلیغ اسلام دوسرا تبلیغ احکام، تو تبلیغ احکام پر علماء حضرات نے کافی محنتیں کیں اور کر رہے ہیں مدارس عربیہ کا نظام علماء حضرات نے اتنا پھیلایا کہ تقریباً گاؤں گاؤں میں مدارس قائم کئے اور وہ مسلمان اور ان کے بچے جو اسلام سے کورے تھے ان کو تعلیم کے ذریعہ دین اسلام کا عالم بنایا دوسری طرف تبلیغ کا نظام بنایا اس سے مسلمان اسلام پر چلنے والے بنے۔ تیسری طرف وعظ و تقریر کے ذریعہ مسلمانوں کو اسلام پر جمے رہنے کی ترغیب دی۔ چوتھی طرف دینی اسلامی کتابوں کی

جواہر حکیم الاسلام-19

طباعت اوران کی اشاعت کی اس طرح سے تبلیغ احکام کا کام بڑے پیمانے پر ہورہا ہے یہ سارے ہی کام اچھے ہیں اوران کا کرنا بھی ضروری ہے بغیران کے مسلمان مسلمان نہیں بنتا مگر یہ سارے کام مسلمانوں کے لئے ہیں ان سے یقیناً مسلمانوں کو فائدہ ہو رہا ہے لیکن دوسرا جز جس کو دعوت الی اللہ یا ایمان کی دعوت کہتے ہیں وہ رکا ہوا ہے جس کی وجہ سے غیر اقوام کا ایمانی فائدہ نہیں ہورہا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ جب دعوت کے دو جز ہیں ہم صرف ایک کو کریں اور ایک کو نہ کریں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق کا انبیاء بنی اسرائیل ہم نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل نے دو کام کئے اور ہم صرف ایک کام کرتے ہیں۔

میں علماء حضرات سے کہا کرتا تھا کہ جو حضرات فارغ ہو جائیں وہ اپنا نصب العین اور مقصد دعوت الی اللہ کو ٹھہرائیں۔ پڑھنا پڑھانا یہ ضروری کام ہے مگر یہ عین مقصد نہیں ہے بلکہ یہ تو عین مقصد کیلئے معین ہے اس لئے علماء حضرات کے اندر دعوت الی اللہ کا جذبہ ہونا چاہئے ان کو چاہئے کہ اپنے غیر مسلم بھائیوں کو بھی حکمت عملی سے اسلام کے قریب کریں اور اس کی طرف مائل کریں۔

مگر یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ دل میں دعوت الی اللہ کا داعیہ اور جذبہ ہو اور جس طرح دوسرے جز یعنی تبلیغ احکام کو ضروری سمجھتے ہیں اسی طرح دعوت الی اللہ کی خدمت کو بھی ضروری سمجھیں اور حکمت عملی سے کرتے رہیں۔

آج کل دعوت الی اللہ کی آسانی

فرمایا: آج کل دعوت الی اللہ کا کام بہ نسبت پہلے زمانے کے بہت آسان ہے پہلے لوگوں کے دلوں میں مذہبی تعصبات اتنے سخت تھے کہ وہ ماننے کیلئے تیار نہیں ہوتے تھے اپنے آباؤ اجداد ہی کے مذہب کو حق مذہب سمجھتے تھے اور اس پر جمے رہتے تھے دوسرا مذہب خواہ کتنا ہی اچھا ہو اور کامیابی کا ذریعہ بھی ہو اس کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب کے اختیار کرنے کو بے دھرمی سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ

فلاں شخص بے دھرم ہوگیا اس سے نفرت کرتے تھے اور چھوت چھات کا معاملہ کرتے تھے لیکن موجودہ مشینری کے ذریعہ سے آج دنیا ایک پلیٹ فارم پر آ گئی ہے چھوت چھات کا معاملہ تقریباً ختم ہوگیا ہے مذاہب دلوں سے نکل چکے ہیں لوگ موجودہ تمدن اور معاشرے میں الجھ گئے ہیں آپس میں ملنے جلنے کے مسائل زیادہ ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے مذہبی تعصبات میں بہت کمی آ گئی ہے اس لئے پہلے زمانے کے اعتبار سے اس زمانے میں دعوت الی اللہ کا کام بہت آسان ہوگیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ دعوت

فرمایا: تبلیغ و دعوت کا اصل مرکز پیغمبر اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اس لئے مبلغین اسلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتی زندگی کو سامنے رکھ کر اس کام کو کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہر تنظیم کی کامیابی اور اسکی مقبولیت عامہ کا راز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی میں مضمر ہے اسی لئے اولیاء کرام اپنے دعوتی مشن میں سو فیصد کامیاب رہے کیونکہ وہ لوگ ہر ہر قدم پر اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے طریقہ دعوت کو سامنے رکھتے تھے۔

دعوت الی اللہ کی خدمات پر سارے ہی انبیاء علیہم السلام پر مصیبتیں آئی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے سارے ہی مبلغین ہدایت کو آزمایا ہے اور ان سے امتحان لیا ہے لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آزمائشیں اور مصیبتیں آئی ہیں وہ کسی داعی پر نہیں آئی ہیں آپ دعوت دیتے رہے اور مصیبتوں پر صبر کرتے رہے اور دعوت الی اللہ کی خدمت پر ثابت قدم رہے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ایمانی دعوت اپنی قوم کی بڑی اہم خدمت تھی اور اللہ کے بندوں کو شیطان مردود کے پنجے سے چھڑا کر ہدایت کے راستے پر لانے کی خدمت تھی اس لئے شیطان مردود نے اپنے ساتھیوں کیساتھ اور اپنے چیلوں کے ساتھ آپ کے سامنے آیا اور مصیبتوں کے پہاڑ آپ کے سامنے لاکر حائل کر دیا۔ مگر آپؐ اپنے کام میں ثابت قدم رہے پھر اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس قدر نازل ہوئی کہ آپ

اپنے دعوتی پروگرام میں کامیاب ہوگئے۔ آخروقت میں کل ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کی دعوت سے پیدا ہوئے اور آپ کے بعد اسلام کا نمونہ بن کر آنے والی انسانی نسلوں کے داعی اور معلم بنے اسی طرح اولیاء کرام نے بھی کیا ہے۔

دعوت الی اللہ فرض ہے مگر اس کا طریقہ کار فرض نہیں ہے موقع اور محل کو دیکھ کر اس میں ترمیم کرتے رہیں اور اس کا خیال کریں کہ جب یہ کام شروع ہوگا تو جس طرح انبیاء علیہم السلام کے سامنے اور اولیاء کرام کے سامنے شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ حائل ہوا ہے ممکن ہے وہ مردود موجودہ مبلغین کے سامنے بھی حائل ہو۔ اس لئے اس کی ہر قسم کی مکر اور پکڑ سے بچتے رہیں اور ہر ہر قدم پر دعاؤں اور صبر وتحمل سے کام لیں اور اگر تبلیغ و دعوت کے راستے پر کوئی مصیبت اور پریشانی یا دشواری لاحق ہو تو اس کو خدا کی طرف سے امتحان اور آزمائش سمجھیں اور اپنے دعوتی کاموں میں لگے رہیں۔

بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ بندے کی دعا فوراً قبول کر لیتے ہیں اور بعض مرتبہ اس کی دعا قبول نہیں کرتے کیونکہ بندہ جس چیز کو مانگنا چاہتا ہے وہ چیز اس کے لئے مضر اور نقصان دہ ہوتی ہے اس لئے اس کا بدل عنایت فرماتے ہیں اور بعض مرتبہ قبول تو کر لیتے ہیں مگر اس کے اثرات کو دنیا میں مرتب نہیں فرماتے بلکہ آخرت کے لئے جمع کر دیتے ہیں جب دعا مانگنے والا اللہ کا بندہ اپنی دعاؤں کے ثمرات و برکات کو آخرت میں دیکھے گا تو خوش ہوگا اور تمنا ظاہر کرے گا کہ کاش دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ کی جاتی اور ساری دعائیں اور ان کے ثمرات آخرت میں ہی ملتے ہیں۔

جب بندہ کے سارے سہارے ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ بے سہارا ہو جاتا ہے اور دنیا کیسارے ظاہری اسباب ختم ہو جاتے ہیں تو بے سہارا اور غم کا مارا بندہ بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ بے بسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر اپنے مالک اور خالق اور الٰہ العالمین اور رب العالمین کے سامنے عاجزی اور انکساری کے ساتھ رو رو کر اپنی خطاؤں سے معافی مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور اپنے

در کے سائل اور فقیر کی دعائیں قبول فرما کر اس کے اثرات اور ثمرات کو ظاہر فرما دیتے ہیں اور اس کو بڑی بڑی مصیبتوں اور مشکلوں سے چھٹکارا دینے کا فیصلہ فرما لیتے ہیں اور اس کی قسمت اور تقدیر کے اندر بھی تبدیلی فرما دیتے ہیں۔

دنیا والوں سے مانگنا یقیناً ذلت کا کام ہے لیکن یہی بھیک اگر خالق کائنات رب العلمین سے مانگی جائے تو اللہ کے در کے بھکاری اور فقیر کی ذلت عزت سے بدل جاتی ہے کیونکہ اللہ کی وہ ذات ہے جو سب کو دولت اور عزت دیتی ہے اور جب چاہتی ہے اور جس کو چاہتی ہے ذلیل کر دیتی ہے جو سب کو دولت اور عزت دیتی ہے اور جب چاہتی ہے اور جس کو چاہتی ہے ذلیل کر دیتی ہے بندہ خواہ کتنا بڑا مالدار ہو جائے اور اس کو کتنی ہی بڑی حکومت مل جائے وہ اللہ کے در کا بھکاری اور محتاج ہے اور کبھی کبھی اسکی حقیقت بڑے بڑے بادشاہوں اور مالداروں کو دکھا بھی دیتے ہیں ان کی حکومت اور دولت کو چھین کر ان کو اور ان کے بچوں کو دوسرے کے در کا گدا اور بھکاری بنا دیتے ہیں کوئی اپنی حکومت اور دولت پر ناز نہ کرے بلکہ خدا کا محتاج بن کر رہے اسی میں انسانوں کی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دعائیں مانگنے والے انبیاء علیہم السلام ہیں ان کے بعد اولیاء کرام ہیں یہ سب کے سب جہاں اللہ کے دربار میں معزز ہے تو عام انسانوں کی نگاہوں میں بھی وہ محترم اور معزز رہے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور ان سے دعائیں کرنے میں ہی ہماری عزت اور آبرو ہے اور عبدیت کا اعلیٰ مقام بھی ہے۔

محبوب کتب

فرمایا: میری محبوب کتابیں عارفین کی وہ کتب ہیں جن میں دین کی لمیات سے بحث ہوتی ہے اسی لئے میرا قلبی رجحان زیادہ تر اپنے جدامجد حضرت قاسم العلوم کی کتب کی طرف ہے کہ وہ حقائق الٰہیہ اور معارف ربانی کا خزانہ ہوتی ہیں۔ نیز حضرت شاہ ولی اللہ حضرت امام غزالیؒ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ اکبر رحمہم اللہ کی مصنفات سے طبعی دلچسپی ہے گو وقت مطالعہ کیلئے بہت کم ملتا ہے اور اسی لئے میرے درس میں زیادہ تر ''حجۃ اللہ البالغۃ للشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ'' رہتی ہے انہیں سے اصولاً فقہیات دین حل ہو جاتی ہیں)

ناپسندیدہ کتب

فرمایا: جن کتابوں کے الحاد یا تلبیس دین کے نام پر بے دینی اور بے قیدی کی طرف رہنمائی یا جن کتابوں سے اسلام کے نام پر سلف کی بے عظمتی پیدا ہوتی ہو یا کتب تو دینی ہوں مگر ان میں خواہ مخواہ کی عبارت آرائی اور ادیبانہ تکلفات ہوں۔ خصوصاً اُس دور دور کے غیر محقق یا آزاد رائے قسم کے مصنفین کی کتابیں مجھے طبعاً پسند نہیں جن میں ذہنی خیالات کو اصل بنا کر شرعی تائیدات حاصل کرنے کا اسلوب کارفرما ہو نہ صرف یہی کہ ان سے قلبی تسکین وطمانیت کا کوئی تعلق نہیں بلکہ زیادہ تر وہی قلب کی تشویشات اور پریشان خاطری کا بڑا سبب ہیں۔)

نوجوانوں کے لئے مفید کتب

فرمایا: مستند علماء ہی کی کتابوں کا مطالعہ کر کے نوجوان اپنا دین ودنیا درست کر سکیں گے اور انہیں دین کے بارے میں اطمینان وسکون میسر ہو سکے گا۔ حال کے مصنفین میں غیر مستند لوگوں کی تصانیف سے دماغی تفریح تو ممکن ہے لیکن سکون قلب وروح اور محبت

آخرت کا وجود عنقا ہی رہے گا یہ کون ومحبت صرف اہل محبت ہی کی سطور وصدور سے ممکن ہے۔ اہل عقل کی کتب اور دماغوں سے عادتاً دشوار ہے۔ فلسفی قسم کے افراد سے قلبی بے چینیاں دور نہیں ہوسکتیں۔ یہ حصہ صرف اہل حکمت ومحبت ہی کا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت تھانویؒ کی اکسیر کتب

فرمایا: موجودہ دور میں اگر دین اور دینی محبت مطلوب ہو تو تجربہ شاہد ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مترجم تصانیف کافی ہوسکتی ہیں۔ اور اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ باقی اس دور کے عام موضوعات جیسے قومی تنظیمات یا طبقاتی نصب العینیوں کی تحریکات یا عام وقتی مقاصد کی ترغیبات خواہ کسی حد تک ضروری بھی ہوں اور اپنے دائرہ میں کچھ اثر بھی رکھتی ہوں اطمینان قلب کا موجب نہیں بن سکتیں۔ مرچوں کی کثرت سے منہ کی ٹھنڈک نہیں حاصل کی جاسکتی گو مرچ بقدر ضرورت ترکاری کے لئے ضروری بھی سمجھی جائے۔

دل ودماغ کا سکون

فرمایا: دل کا سکون ذکر اللہ (بالفاظ دیگر اتباع شریعت وسنت) سے ہے اور دماغ کا سکون عقل صافی ہے جس میں معاشی کدورتیں اور اغراض نفسانی ملی ہوئی نہ ہوں۔ حاصل ہوتا ہے۔

مذہب کی اہمیت

فرمایا: مذہب کی اہمیت کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں کہ اس دور کی قید کے ساتھ اس کی اہمیت کا ذکر کیا جائے بلکہ جس طرح بدنی غذا کو ہر دور میں ماضی ہو یا مستقبل تابقائے جسم یکساں اہمیت بلکہ ناگزیری حاصل رہی ہے ایسے ہی روحانی غذا (مذہب ہے) تو اس کی اہمیت بھی تابقائے روح فطری ہے۔ اور فطرت کسی زمانہ کے ساتھ مقید یا مخصوص نہیں۔

اسلام مذاہب وملل کا جامع

فرمایا: اسلام کے بعد کوئی مذہب نہیں اس لئے وہ جامع مذاہب وملل ہونے کی وجہ سے علی الاطلاق بہتر ہے نسبتی یا اضافی بہتری کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

بڑی خواہش

فرمایا: میری سب سے بڑی خواہش صلاح نفس اور حسن خاتمہ کی ہے حق تعالیٰ ایمان کی سلامتی کے ساتھ لب گور تک پہنچا دے۔

بڑی نصیحت

فرمایا: سب سے بڑی نصیحت تقویٰ ہے اور سلف صالحین کی عادت بھی یہی تھی کہ ایک دوسرے سے رخصت ہوتے وقت کسی نصیحت کی فرمائش کرتے تھے تو جواب میں تقویٰ وطہارت کی ہدایت اور تاکید کیا کرتے تھے۔

تقویٰ کا حاصل

فرمایا: تقویٰ کا حاصل یہ ہے کہ نفس کے ہاتھ میں اپنی نکیل نہ دی جائے۔ اتباع سنت و شریعت کا اہتمام کیا جائے۔ فتن سے بچاؤ رکھا جائے خواہ فتن علمی رنگ کے ہوں جیسے عقیدہ وفکر کی بے قیدی اور خود رائی وغیرہ۔ خواہ عملی ہوں جیسے فرائض وواجبات میں سستی اور کاہلی اور ممنوعات ومکروہات کی طرف میلان ورجحان دین کے بارے میں بجائے آزادی اور آزادروشی کے تقید اصل ہے۔

حصول تقویٰ کا طریقہ

فرمایا: طریقہ سلف کی پابندی اس کی بنیاد ہے۔ جس کے لئے معیت صلحاء یا کتب صلحاء سے استفادہ ضروری ہے۔ عفت نظر اور طہارت قلب تقوائے باطن ہے اور صلاح عمل تقوائے ظاہر ہے۔ ظاہر اور باطن کو جب تک آداب شرعیہ سے متادب نہ بنایا جائے حقیقت تقویٰ پیدا نہیں ہوتی۔

اہمیت آداب

فرمایا: کسی بھی نوع عمل کو اس کے وسائل ہی سے پکڑا جا سکتا ہے جن کا نام آداب ہے۔ ادب نہ ہو تو سنن ضائع ہو جاتی ہیں۔ سنن نہ رہیں تو واجبات ضائع ہوتے

ہیں واجبات نہ رہیں تو فرائض ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں۔ فرائض نہ رہیں تو معرفت نہیں رہتی کورا رسمی علم رہ جاتا ہے اور وہ بھی انجام کار بے ادبی کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا۔

ادب کی حقیقت

فرمایا: ادب کے معنیٰ رسمی جھکاؤ اور ہنس کر بولنے کے نہیں بلکہ خشیت الٰہی کے مظاہر کے ہیں۔

مدارج تقویٰ

فرمایا: تقویٰ اولاً فعل قلب ہے اور ثانیاً فعل جوارح ہے۔

حقیقی متقی

فرمایا: دنیا کی زندگی کے ہر مرحلہ میں ذکر آخرت اسلام کا بنیادی اصول ہے اس لئے جتنی انواع اس زندگی کی ہیں اتنی ہی انواع ان کے ساتھ ذکر آخرت اور تقویٰ کی ہیں۔ کھانے پینے میں حمد وشکر، احبیات کے سامنے آنے پر غض بصر، ترفع وتعلّی کے جذبات کے وقت کسر نفس اور تواضع، دولت کے انبار اور حرص بھڑکنے کے وقت قناعت پسندی، مصیبت کے وقت صبر و رضا، مشکلات میں دل ڈانواڈول ہونے پر توکل و اعتماد علی اللہ، دوستوں کی ہم نشینی پر اخوۃ فی اللہ، عمل آخرت کی تذکیر کے لئے تعاون، بڑوں کے سامنے آنے پر توقیر واحترام، چھوٹوں کے سامنے ہونے پر ترحم وشفقت، مظلوم کے سامنے آنے پر ممکنہ اعانت ودادرسی، دین وآخرت کی بات سامنے آنے پر عقیدت وتفویض اور سرافگندگی، اغیار سے ملنے ملانے کے وقت حکمت کے ساتھ دعوت دینے سے ان کی امداد، وسائل عیش فراہم ہو جانے پر ان کی بے ثباتی اور فنائیت پر نظر، رفعت وسربلندی مل جانے پر اپنی اصلیت کا استحضار، دنیا کے ہر جزو سے استبعاد، آخرت کی طلب وجستجو، غرض جتنے دنیوی زندگی کے وسائل ہیں اتنے ہی ان میں اخروی زندگی کے تقوائی پہلو ہیں۔ ان وسائل میں ان پہلوؤں کی رعایت رکھنے والا ہی متقی کہلایا جا سکتا ہے۔

تعلیم وتربیت

فرمایا: دو ہی راستے ہیں جن سے انسان کے دل ودماغ کی تعمیر ہوتی ہے صحیح تعلیم یا صحیح تربیت۔ ہر دونوں نہ ہوں تو انسان کا وساوس میں مبتلا ہو جانا ایک قدرتی امر ہے۔

فلسفہ اجر وثواب

فرمایا: اسلام نے دوسرے مذاہب کے برعکس دنیوی زندگی کو بھی جزو مذہب بتایا اوراس کے بارہ میں ہدایتیں اور نمونہ عمل پیش کیا۔ اسلام اصولی طور پر پانچ شعبوں پر مشتمل ہے اعتقادات' اخلاق' عبادات' معاشرت و معاملات اور حدود و کفارات یعنی سیاسیات'مذہب کا تعلق جب کہ فقط دنیا سے نہیں ہوتا بلکہ اس میں آخرت جزو اہم کا درجہ رکھتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ دنیوی امور کے بارہ میں دنیوی مفاد کے ساتھ ساتھ اخروی اجر وثواب بھی پیش کرے جب کہ کوئی عمل انسان کا ایسا نہیں ہے جو فقط دنیا ہی تک ختم ہو جاتا ہو بلکہ بدنی حرکات کے ساتھ اس عمل کی روح انسانی روح میں پیوست ہو جاتی ہے اس لئے جب یہ روح آخرت میں پہنچے گی تو دنیوی اعمال کی ارواح بھی آخرت تک جائیں گی اور جس طرح اس عمل کی ظاہری ہیئت سے بدن شائستہ بنا تھا اور دنیا میں اس کے مفادات ظاہر ہوتے تھے اسی طرح اس عمل کی روح سے انسانی روح منور ہوتی ہے اور آخرت میں اس کے مفادات نمایاں ہوتے ہیں انہیں کا نام اجر وثواب اور درجات جنت وغیرہ ہے۔

علم شریعت وتربیت باطن

فرمایا: عیادت مریض ایک طرف اگر اس کی ظاہری نقل وحرکت سماجی فلاح و بہبود پیدا کرے گی جس سے دنیوی زندگی شائستہ اور آراستہ ہوگی اسی طرح اس عمل کی روح یعنی حسن نیت' اخلاص للہ اور جذبہ اتباع سنت رسول اللہ آخرت کی فلاح و بہبود پیدا کرے گی جو وہاں کی نعمتوں کی شکل میں ظاہر ہوگی خواہ وہ مسکن ہو جسے جنت کے محل سے تعبیر کیا گیا ہے خواہ وہ ملبس ولباس ہو یا ماکل ومشارب یعنی کھانے پینے کی نعمتیں ہوں وغیرہ بس جیسے سر کی آنکھ دنیوی اور سماجی خوبیوں کو دیکھ سکتی ہے اسی طرح دل کی آنکھ اخروی خوبیوں کا

ادراک کر سکتی ہے اگر کوئی دل کی آنکھ بند کر کے صرف سر کی آنکھ کھولے رہے تو وہ صرف ایک ہی پہلو دیکھ سکے گا۔ اور یہ دل کی آنکھ علم شریعت اور تربیت باطن سے کھلتی ہے۔

شریعت اور سائنس

فرمایا: سائنس کا تعلق کائنات جسمانی اور واقعات کے ساتھ ہے اور شریعت کا تعلق کائنات جسمانی اور کائنات روحانی دونوں سے ہے اس لئے شریعت سائنس سے کبھی نہیں ٹکرا سکتی اس لئے کہ اس نے خود واقعات سے بحث کی ہے۔ قرآن نے ارض و سماء، جبال و پہاڑ اور نبات وحیوان اور ان کے افعال وخواص سے اصولاً بحث کی ہے اور ان سب چیزوں کو بطور دلیل کے آخرت اور احکام آخرت کے لئے پیش کیا ہے۔ بس جس طرح دلیل اپنے دعویٰ کے خلاف اور منافی نہیں ہو سکتی اسی طرح سے کائنات کی یہ اشیاء اور ان کے خواص و آثار شریعت کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتے ان میں مخالفت وہی محسوس کرے گا جو یا شرعی علوم سے ناواقف ہوگا یا ان عصری فنون سے نابلد ہوگا یا دونوں ہی سے لاعلم ہوگا۔ دونوں پر جس کی نظر ہے وہ شریعت اور وقائع عالم میں کبھی تضاد محسوس نہیں کر سکتا۔

البتہ یہ ممکن ہے کہ کسی سائنسدان نے خود سائنس کی چیزوں کو سامنے رکھ کر اپنے دماغ میں کچھ غلط نظریہ قائم کر لیا ہو جو شریعت کے خلاف ہو تو یہ سائنسداں کا نظریہ مخالف شریعت ہوگا خود سائنس مخالف شریعت نہیں ہوگی۔

اسلام میں تجدد ہے

فرمایا: اسلام حقیقتاً بہت پرانی چیز ہے جو آدمؑ سے شروع ہو کر حضورؐ تک آیا اور حضورؐ نے اس کی شریعت کی تکمیل زمانی اور اس کا ایسا جامع نمونہ پیش فرمایا کہ دنیا کے تمام حوادث کے احکام اسی سے نکلتے رہیں گے زمین بے حد پرانی ہے لیکن اس کی پیداوار نئی سے نئی ہوتی چلی آتی ہے جو یہ تصور باندھے کہ زمین کو بدل دیا جائے تو یہ اس کا ایک جاہلانہ وسوسہ ہوگا۔ خدا کا بھیجا ہوا دین لاتبدیل ہوتا ہے البتہ پروگرام تربیت کے اس کے تحت بدلتے رہتے ہیں اور اب بھی مربیان دین اور مجددین شریعت نوع بنوع ہوتے رہیں گے لیکن وہ سب کے

سب اسی دین اور اسی شریعت سے نکلتے رہیں گے۔ ان تیرہ صدیوں میں شریعت کی روشنی میں تربیت کے پروگرام آتے رہے اور مخلوق خدا کی تربیت کر کے اپنے اپنے وقتوں پر جاتے رہے اسی طرح آئندہ بھی ہوتا رہے گا جو اسی شریعت کی روشنی اور دائرہ میں ہوگا اور اسی کے اندر سے حسب ذہنیت زمانہ یہ طرق تربیت اور طرق تفہیم ادل بدل ہوتے رہیں گے۔ اس لئے یہ کہنا کہ اسلام میں تجدد یا تجدید نہیں ہے اسلام پر تہمت دھرنا ہے جو اس سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ وقت کا سب سے بڑا روگ یہی ہے کہ لوگ کسی شے سے کلیۃً ناواقف ہونے کے باوجود اس میں رائے زنی کرنا اپنا واجبی حق سمجھتے ہیں جو انتہائی گمراہ کن طریقہ ہے۔

محدث کشمیری کا حیرت انگیز حافظہ

فرمایا: مجھے اپنی ایک تصنیف کے سلسلہ میں ابوالحسن کذاب کے سوانح حیات کی ضرورت تھی میں نے اس کے لئے حضرت شاہ صاحبؒ سے ماخذ دریافت کئے تو حضرت نے متعدد کتابوں کے حوالے دیدئے کہ ان میں ابوالحسن کے حالات مل جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں کہاں تلاش کرتا پھروں گا آپ خود ہی کچھ فرما دیں۔ اس پر حضرت شاہ صاحب نے برجستہ ابوالحسن کذاب کا سن ولادت سے لے کر سن وفات تک کے اس سلسلے کے اجمالی حالات ترتیب وار اور مسلسل بیان فرمائے اور اس کے کذب وزور کے متعدد واقعات سنائے۔ مجھے خیال گزرا کہ حضرت نے شاید ابھی حال ہی میں یہ حالات مطالعہ کئے ہیں جو سنین تک یاد ہیں۔ چنانچہ حضرت کے سامنے میں نے اپنے اس خیال کا اظہار فرمایا کیا تو فرمایا کہ نہیں مولوی صاحب! تیس، چالیس سال کا عرصہ ہوا جب مصر جانا ہوا تھا وہاں کے ایک کتب خانہ میں اتفاق سے ابوالحسن کے حالات پر ایک کتاب ہاتھ میں آگئی تھی کتب خانہ کی الماری کے قریب کھڑے کھڑے اس کا مطالعہ کر لیا تھا۔ اب آپ کے دریافت کرنے پر وہ حالات من وعن مستحضر ہوگئے۔

جمعہ وعیدین کا خطبہ

فرمایا: خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا وعظ وتذکیر کے لئے ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ

وعظ وتذکیر میں وہی باتیں بیان کی جاتی ہیں جو وقتی ہوں اور جن کی ضرورت ہو وقتی مسائل ہی ان خطبات کا اصل موضوع ہوتے ہیں اس لئے اس میں تمام باتیں ایسی بیان ہونی چاہئیں جو مسلمانوں کے لئے مفید اور ضروری ہوں۔

روحانیت و مادیت کا تلازم

فرمایا: اسلام نہ مادیت محض ہے کہ جس میں روحانیت کا دخل نہ ہو اور نہ روحانیت محض ہے جس میں مادیت شامل نہ ہو۔ بلکہ وہ مادیت و روحانیت کا ایک معتدل ترین امتزاج ہے جسمیں مادیت و روحانیت دونوں اپنی اپنی نوعیت سے ملی جلی شامل ہیں۔ اور وہ نوعیت یہ ہے کہ اسلام نے روحانیت کو اصل اور مادیت کو اس کا تابع یا اول کو مقصد اور ثانی کو وسیلہ قرار دیا ہے بالفاظ دیگر اسلام کا موضوع اور مقصد حقیقی تہذیب روحانی ہے مگر وہ چونکہ عمل اور کسب پر موقوف ہے اور عمل کا میدان بھی مادی اجزاء و وسائل ہیں جن میں مطلوبہ اکتساب و تصرف کرنے سے روحانیت کی تکمیل ہوتی ہے اس لئے اسلام نے اس نوعیت کے ماتحت مادیت کا ایک مستقل نظام اپنے رنگ کا پیش کیا ہے جس کو روحانیت کی تکمیل کے لئے استعمال کیا ہے۔

اسلام کیا ہے

فرمایا: ہماری زندگی کے روزمرہ کے افعال کھانا' پینا' سونا' جاگنا' اٹھنا' بیٹھنا' پہننا' اوڑھنا' چلنا' پھرنا' رہنا' سہنا' ملنا جلنا اور مرنا جینا وغیرہ بلاشبہ مادی افعال اور جسمانی خواص و آثار ہیں لیکن انہیں کو جب اسلام کے نظام کے ماتحت انجام دیا جائے تو یہی دنیا کے مادی افعال ہماری آخرت بن جاتے ہیں اور اس پر عبادت کا اطلاق آ جاتا ہے جس کا دوسرا نام اسلام ہے۔

مادی افعال و وسائل کی ضرورت

فرمایا: مادی افعال سے کٹ کر یا ان افعال کے وسائل عمل یعنی مادی اعضاء اور اجزاء کو کاٹ کر یا ان اعضاء کی اندرونی مادی قوتوں شہوت وغضب کا استیصال کر کے جو ان اعضاء میں ودیعت کی گئی ہیں انسان انسان ہی باقی نہیں رہتا جس کی روحانیت کی تکمیل مقصود تھی تو وہ روحانی تہذیب و تکمیل آخر کس کی ہوگی جب کہ تکمیل طلب شے ہی باقی نہ رہی اور پھر بھی کی

جائے گی تو وہ محض خیالی اور ذہنی تکمیل ہوگی جس کا باہر کوئی وجود نہ ہوگا جب کہ وسائل ظہور یہی اعضاء واجزاء اور یہی مادی وسائل واسباب ہیں جن کے ذریعہ روحانیت کی تکمیل کی جاتی ہے۔

انسانی افعال اور روحانیت

فرمایا: اسلام نے بازار جانے' سودا خریدنے نکاح کرنے اور ازدواجی زندگی کے افعال ادا کرنے عزیز واقرباء کے تعلقات پڑوس کے روابط اور حقوق نیز اقوام عالم کے معاملات کے جو آداب واذکار اور تصورات بتلائے ہیں اگر آدمی ان افعال ہی سے کنارہ کش ہو کر جنگل' بیابان اور پہاڑوں کے زاویئے اختیار کرے تو یہ آداب ورسوم' اذکار و اورادٗ باطن کی توجہات جو ان افعال کے راستہ سے اپنے خالق کی طرف منعطف ہوتیں یکسر ختم ہو جائیں گی جس سے تہذیب وتمدن کا یہ حصہ ناکارہ بلکہ دنیا سے معدوم ہو کر رہ جائے گا اور انسانی زندگی کے یہ موڑ مٹ کر ایک طرف دنیا کی ویرانی کا سبب بن جائیں گے اور دوسری طرف ان ناکارہ اور محروم عمل انسانوں کو تہذیب وروحانیت اور ان کے قلبی اخلاق وملکات کا وہ اندرونی نظام جس سے انسان معاملات کی دنیا میں ایک سچا قابل مدح اور روحانی انسان ثابت ہوتا دنیا سے یکسر مفقود ہو کر رہ جائے گا اور یہی انسان جس کو تمام جماد ونباتات اور حیوانات پر فوقیت تھی جنگل کا ایک درخت یا پہاڑ کا ایک پتھر ہو کر رہ جائے گا جس میں نہ افعال زندگی کا شعور ہوگا نہ مقاصد حیات کا کوئی ادراک۔

افعال واعمال کے ذریعے حکمت الٰہیہ کا ظہور

فرمایا: انسان قویٰ وجذبات کو مٹانے کے لئے نہیں آیا بلکہ ٹھکانے لگانے کے لئے آیا ہے تا کہ وہ صحیح مصرف میں صرف ہو کر اپنے مقصد تخلیق کو پورا کر سکے اور خالق قویٰ ومواد اور جاعل افعال واعمال کی حکمت دنیا میں رونما ہو کر اس کی حکمت وصنعت کی گواہ بنے ورنہ اگر خالق عالم کو ان کا معدوم کر دینا ہی مطلوب تھا تو انہیں عدم سے نکال کر معرض وجود میں لانے ہی کی کیا ضرورت تھی جبکہ تخلیق سے پہلے یہ خود ہی معدوم تھے اور یہ مقصد حاصل تھا پس اس سے خالق کی حکمت پر بھی دھبہ آتا ہے جو ہر دھبہ سے بری ومنزہ ہے اور دنیا کے محکم نظام کا ہر

کارخانہ بھی باطل ٹھہرتا ہے جس کو آخرت کی تعمیر کے لئے بطور گلخن اور ملبہ کے برپا کیا گیا تھا۔

افعال انسانی کے معطل ہونے کا نقصان

فرمایا: زندگی کے ان وسائل اور ان کے متعلق افعال انسان سے معطل ہو جانے کی صورت میں تو دنیا آباد ہی نہیں ہوتی کہ اس کے اچھے برے شائستہ یا ناشائستہ ہونے کا کوئی سوال پیدا ہو کیونکہ اس صورت میں انسان انسان سے منقطع رہتا ہے۔ نیز انسانی قویٰ انسانی نفس سے منقطع ہو جاتے ہیں اور وسائل دنیا انسانی افعال سے منقطع رہتے ہیں تو نہ دنیا رہتی ہے نہ انسان نہ انسانی صنعت رہتی ہے نہ انسانی تہذیب و تمدن نہ روحانیت کا کوئی سوال ہوتا ہے نہ معنویت کا جو یقیناً دنیا اور انسان دونوں کے لئے عظیم ترین حرمان ہے۔

دین و مذہب کی ضرورت

فرمایا: اگر انسانی قوی اور وسائل اپنا کر روحانیت و اخلاق اور خالق کائنات کی ہدایات سے کاٹ کر انسانوں کو اس کے طبعی جذبات پر آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنے طبعی تقاضوں سے ہر شے کو جس طرح چاہے استعمال کرے اور شہوت اور غضب کو جدھر اس کا نفس لے جانا چاہے جانے دیا جائے تو وہ حیوان محض ہو کر رہ جائے گا اور اس میں اور ایک گدھے اور کتے میں کوئی فرق نہ رہے گا گویا اس کا یہ سونا جاگنا کھانا پینا بول و براز اور شہوت و غضب کی طبعی حرکات کا مرتکب ہونا ایک مظاہرہ ہوگا جس میں نہ دین و مذہب کا دخل ہوگا نہ عقل و بصیرت کا بلکہ وہ طبع حیوانی کی حکمرانی رہ جائے گی اس لئے پہلی صورت میں اگر انسان جنگل کا ایک درخت اور پہاڑ کا ایک بے شعور پتھر بن کر رہ جاتا تھا تو اس صورت میں وہ جنگل کا ایک بھیڑیا یا بھتوں کا ایک سانپ یا بچھو ہو کر رہ جائے گا مگر انسان ثابت نہ ہو سکے گا۔

محض عقل ہی کافی کیوں نہ ہوئی

فرمایا: تمام قویٰ و افعال اور دنیا کے ان تمام وسائل کے استعمال میں سے عقل محض کا پابند چھوڑ دیا جائے تو وہ انسان تو ضرور ہوگا مگر ایک فلسفی انسان بن کر رہ جائے گا جس میں نہ معرفت ہوگی نہ محبت نہ انسانی موانست ہوگی نہ قبولیت عند اللہ کا سوال باقی رہے گا نہ آخرت کی

دوامی نعمتوں کا کیونکہ عقل صرف مادیات اور محسوسات ہی کے میدان میں تگ وتاز کرسکتی ہے ماورائے طبیعات ان غیبی عالموں سے اسے سروکار نہیں ہوسکتا۔ جہاں صرف عشق ومحبت اور قلب وروح کی لگن ہی کام کرسکتی ہے جہاں وجدان واستغراق اور شاعروں کی زبان میں جنون ہی کام کرسکتا ہے اس لئے اس انسان کے سامنے نہ وصال حق کا سوال آئے گا نہ موت کے بعد ابدی اور دائمی زندگی کی لذات کا یہ ممکن ہے کہ اس میں کچھ دنیا کی رسمی ونمائشی شائستگی کی نمود قائم ہو جائے اور اس کے آخری سانس تک قائم رہے لیکن وہ روحانی اور باطنی شائستگی اور وہ تہذیب واخلاق کی حقیقت جس کا تعلق قلب وروح کے اخلاق اور اپنے مرکز وجود سے وابستگی سے ہے کبھی بھی میسر نہیں آسکتی جو عقل سے بالاتر ہو کر جنون ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

عقل محض کی فریب کاریاں

فرمایا: ایسے انسان کو انسان تو کہیں گے مگر دہری انسان کہیں گے جن کے لئے نہ دنیا ہی ہوگی نہ آخرت' دنیا اس لئے نہیں کہ اس کی دنیا ہمہ وقت تغیر پذیر ہوتے ہوئے ایک دن ختم ہو جائے گی نیم ختم ہونے سے پہلے یعنی رہتے ہوئے اگر وہ اس کے غم وفکر کا بادل تھی جو ہر وقت برستا رہتا تھا تو وہ دور ہو جانے سے جاتے ہوئے بے شمار حسرتوں کا پہاڑ بن جائے گی وہ اس سے اٹھایا نہ جائے گا۔ اس لئے وہ رہتے ہوئے اور جاتے ہوئے دونوں حالتوں میں ختم اور منقطع ہی رہی جس کے معنی نہ رہنے کے ہیں اور آخرت اس لئے نہیں کہ اگر عقل محض کی حکومت کے تحت آخرت اور بعد الموت کا تصور ہی اس کے اندر نہیں تھا جس سے کہ آخرت ملتی۔ پس نہ دنیا رہی نہ آخرت اسی کو خسر الدنیا والاخرۃ کہا گیا ہے اس صورت میں اسے بلحاظ صورت انسان تو کہہ سکیں گے مگر حقیقی انسان اور بانس انسان کا نام نہیں دے سکیں گے جو انتہائی خسران ہے۔

روحانیت کے بغیر انسان ناقص

فرمایا: اشرف الکائنات انسان ان دنیوی قویٰ ووسائل کے استعمال کے سلسلہ میں اگر ان تمام وسائل سے کٹ کر جماد ونبات کی طرح معطل ہو جائے جب بھی انسان نہیں

رہتا اور اگر ان وسائل کی طبع حیوانی کے جذبات کے تحت کام میں لا کر سانپ بچھو یا چرند پرند بن جائے تب بھی انسان نہیں ہوتا اور عقل بے محبت کا اسیر ہو کر ان وسائل سے چند روزہ نمائش اور ایک ساعت لذت میں پھنس کر دوامی لذت سے نا آشنا رہ جائے یعنی فلسفی یا دہری بنجائے تب بھی حقیقی معنوں میں انسان نہیں ہوتا۔

وسائل کو قانون خداوندی کے تحت بروئے کار لانے کی برکات

فرمایا: انسان کے انسان رہنے اور انسانیت کی بقاو ترقی یا تکمیل وتہذیب کی ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ وہ اپنی اندرونی اور بیرونی وسائل کو اپنے خالق کی منشاء کے مطابق استعمال کر کے ایک مطیع حق اور فرمانبردار آدمی ہونے کا ثبوت دے اور وہ اس دنیا اور اس کے بیشمار سامانوں اور خزانوں میں استعمال وتصرف کا عمل اپنے خالق کے قانون کے تحت انجام دے تا کہ ایک طرف تو اس کی زندگی کے سارے امور اس پورے ظاہر کو شائستہ اور پورے باطن کو مہذب اور اخلاق کو مزکی اور تمام اعضاء کو منور کر دے اور دوسری طرف یہ سارے سامان اپنے اپنے قدرتی تصرف میں ہو کر ٹھکانے لگیں اور یہ انسان اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ان سامانوں کے بھی مقصد تخلیق کو پورا کر کے دکھا سکے تا کہ اس کے آغاز کے ساتھ اس کا انجام بھی درست ہو جائے اور اسے اسی وقتی لذت کے ساتھ ابدی نعمت اور روحانی لذت بھی حاصل رہے۔

خلافت وعبادت

فرمایا: کائنات اعلم میں انسانی افعال دو قسم کے نکلتے ہیں ایک ان اشیاء میں خالق اشیاء کے اذن وایماء سے تصرف وصنعت ایجاد واختراع اور ساخت پرداخت اور ان کی فطری تنظیم وغیرہ اور ایک خالق کائنات کے منشاء اور قانون کے مطابق ان کا استعمال۔ انسان کے پہلے مقام کا نام خلافت ہے اور دوسرے مقام کا نام عبادت، جس سے اندازہ ہو جائے کہ انسان کا ایک مقصد تخلیق خلافت ہے کہ وہ اپنے نسب اور اصل کی طرف سے اس کائنات میں تصرف کرے ان پر غلبہ واستیلاء حاصل کر کے انہیں اپنے خالق کے دیئے ہوئے قانون کے

اشاروں پر چلائے عناصر اربعہ اس کے لئے مسخر ہوں اور اس کے کام میں لگے ہوئے ہوں۔ موالید ثلاثہ، جمادات، نباتات حیوانات اس کے کاموں میں تابع فرمان ہوں۔ ارضیات و فلکیات میں اس کے تصرفات چلیں اور ان تصرفات سے حاصل شدہ سامانوں کو اس کی مرضی کے مطابق اندرون حدود استعمال میں لائے ظاہر ہے کہ اگر وہ ان قوتوں اور سامانوں سے کٹ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے تو نہ یہ تصرفات وجود پذیر ہوسکیں گے جس سے خلافت کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا اور نہ یہ انتفاعات ہوسکیں گے جس سے عبادت کا کارخانہ ٹوٹ پھوٹ کر رہ جائے گا اور اس طرح اس اشرف المخلوقات انسان کی نہ عالم پر خلافت قائم ہوگی نہ عبادت، نہ بدنی شائستگی رہے گی نہ روحانی تہذیب کیونکہ خلاف منشاء حق اس کا کائنات میں تصرف بغاوت ہوگا کہ لایا گیا تھا نائب کی حیثیت سے اور بن بیٹھا مالک اور اصل اور خلاف قانون الٰہی ان سے انتفاع کرنا خیانت ہوگی کہ آیا تھا سعادت کا تخم لے کر اور بن بیٹھا شقی اور سارق۔ اب عقل سلیم سے غور کریں کہ اس صورت میں آیا انسان کو جماد و نبات ہو کر درخت اور پتھر بن جانا چاہئے یا بے شعور حیوان بن کر بندۂ نفس، دنیوی، دہری اور بے انس اور بے محبت انسان بن کر طاغی باغی پہلی صورت حرمان کی ہے اور دوسری خسران کی ہے اور تیسری طغیان کی اور پھر ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی صورت بھی اس کے انسانیت کی بقاء، ارتقا کی تہذیب نہیں بلکہ انسانیت کے تباہ و برباد ہو جانے کی ہے۔

فطری مذہب صرف اسلام ہی کیوں

فرمایا: صلاح و فلاح کی وہی ایک صورت رہ جاتی ہے جو اسلام کے جامع مادیت و روحانیت نظام میں پیش کی گئی ہے کہ نہ وہ جسم محض بنے کہ جماد لایعقل ہو جائے اور نہ روح محض بنے جس میں قویٰ و ملکات کے سوا عملی حرکت کا نشان نہ ہو بلکہ روح و جسم کا ایک معتد بہ مجموعہ ثابت ہو جس سے اس کے سارے قوی و ملکات اور دنیا کے سارے وسائل و آلات اس کی انسانیت کی تکمیل اور خلافت و عبادت کی تحصیل میں صرف ہوں اور روحانیت کو اصل قرار دیکر مادیت کو اس کی تہذیب و تکمیل کا ایک وسیلہ شمار کرے جو روح اور روحانی

اشاروں پر حرکت کر رہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ انسانیت کا فطری تقاضہ بھی مادیت اور روحانیت کا جامع امتزاج ہے اور منصب خلافت وعبادت کا مقتضٰی بھی یہی جامعیت ہے اور اسی کو اسلام نے پیش کیا ہے اس لئے وہی فطری مذہب کہلانے کا مستحق ہے جو عین تقاضائے فطرت کو پورا کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے)۔

اسلام مادیت وروحانیت کا مجموعہ

فرمایا: اسلامی عبادات جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ممکن ہے کہ انہیں روحانیت محضہ کہہ کر مادیت سے بے تعلق کہا جائے لیکن دیکھا جائے تو مادیت کے امتزاج سے وہ بھی خالی نہیں اولاً ان ساری عبادتوں کے افعال کا تعلق بدن سے ہے بدن کے اعضاء واجزاء ہی کو ان عبادات میں حرکت وسکون کا پابند کیا گیا ہے اور ان کے سارے افعال بدن ہی سے ادا کرائے گئے ہیں۔ نماز یا روزہ کسی ذہنی تصور کا نام نہیں بلکہ قلبی افعال (خشوع وخضوع، اخلاص وصدق وغیرہ) کے ساتھ بدنی افعال اور بدنی ہیئت وشکل کے مجموعہ کا نام ہے جو بلاشبہ مادہ اور مادی بدن ہی سے تعلق رکھتے ہیں)۔

فرمایا: اس لئے عرف شرع میں عبادات محضہ میں بھی جس کو شاہ ولی اللہؒ کی زبان میں اقترابات کہا گیا ہے اسباب وآثار مادی رکھے گئے ہیں جس سے واضح ہے کہ اسلام نے مادیات، منقطع کر دینا نہیں چاہا ہے ساتھ ہی اس نے تنظیم ملت کے مقصد کو بھی دینوی کہا ہے جس کا دوسرا نام سیاست ہے یعنی گھریلو زندگی سے لے کر شہری زندگی تک اور شہری زندگی سے لے کر حکومت وسیاست تک تنظیم ملک وملت کے یہ سارے شعبے اسلام نے روحانیت میں ڈبو کر پیش کئے ہیں۔ اس لئے قرآن میں سیاسی آرڈر کے ساتھ کہیں تقویٰ کہیں طلب جنت خطرۂ جہنم کو ساتھ ساتھ پیش کیا ہے تا کہ دنیا دین بن جائے غرض دنیوی امور میں روحانیت ملا کر اور روحانی امور میں مادیت کی آمیزش کر کے مجموعہ کو دین کہا ہے جس سے اسلام کی عبادات ہوں یا معاشرت مادی وروحانی قدروں کا مجموعہ نکلتی ہیں اور اسلام مادیت وروحانیت کا مجموعہ ثابت ہوتا ہے۔

فضیلت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے علی الاطلاق اور کمالات نبوت میں کلیۃ فائق ہیں جس کا مدلل دعویٰ تمام انبیاء نے شب معراج میں کیا ہے۔

ختم نبوت کے بارے میں ہمارا عقیدہ

فرمایا: ہمارے نزدیک جو شخص حضورؐ کے بعد کسی نبی کی بعثت مانتا ہے یا امت محمدیہ میں حضورؐ کے بعد وحی کا سلسلہ غیر مختتم سمجھتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج، مرتد اور کافر ہے۔ آپؐ ذاتی طور پر خاتم النبیین ہیں کہ آپؐ تمام کمالات نبوت کا منتہیٰ ہیں اور جس نبی میں نبوت کا جو کمال بھی آیا ہے وہ آپؐ کے فیضان سے آیا ہے اور زمانی طور پر بھی خاتم النبیین ہیں کہ آپ ہی سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے اور آپ کے بعد کوئی نبی، کوئی شریعت، کوئی آسمانی کتاب اور کوئی وحی آنے والی نہیں۔

ختم نبوت کا معنیٰ

فرمایا: ختم نبوت کے معنیٰ تکمیل نبوت کے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ نبوت حضورؐ کی ذات اقدس پر آ کر تمام مراتب کے ساتھ ختم ہو گئی اور کوئی درجہ نبوت کا باقی نہیں رہا کہ اس کو دنیا میں لانے کے لئے کسی نبی کو مبعوث کیا جائے یہی کامل اور آخری نبوت قیامت تک کے لئے کافی ہو گئی ہے اور ابد تک باقی رہے گی جیسے سورج نکلنے کے بعد نور کا کوئی درجہ باقی نہیں رہتا کہ کسی ستارے کی ضرورت پڑے ایسے ہی حضورؐ کے بعد کسی ستارۂ نبوت کی ضرورت نہیں رہی۔

طلاق دینا کب جائز ہے

فرمایا: جائز چیزوں میں اللہ کو سب سے زیادہ جس چیز سے عداوت ہے وہ طلاق ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ میں ارشاد ہے کہ ابغض المباحات عند اللہ الطلاق ظاہر ہے کہ ایسی مکروہ اور مبغوض چیز کو استعمال میں لانے کیلئے کوئی مضبوط وجہ اور مستحکم دلیل ہونی چاہئے تا کہ طلاق دینے والا اللہ کے یہاں بطور حجت اسے پیش کر سکے مالداری یا عہدہ کی ترقی کوئی شرعی یا معقول وجہ نہیں ہے جس سے طلاق اس کیلئے حلال قرار پائے قرآن

حکیم نے انتہائی لڑائی اور ناچاقی کے وقت بھی اول وہلہ میں طلاق کی اجازت نہیں دی۔

زوجہ کی اصلاح کے مراحل

فرمایا: خاوند بیوی میں ناچاقی ہو تو پہلے خاوند پر نصیحت کرنا لازم قرار دیا عورت نصیحت نہ مانے تو پھر تھوڑا بعد اور ہجر اختیار کرنے کی ہدایت کی اس کے پاس جانے آنے کو تنبیہا ترک کر دیا جائے اس پر بھی اثر نہ ہو تو ذرا سخت تنبیہ کی ہدایت کی مثلاً اسکا دوپٹہ اینٹھ کر اسے مارا جائے جس کا مقصد ایذاء رسانی نہیں بلکہ ظاہر کرنا ہے کہ میں یہ صورت بھی اختیار کر سکتا ہوں ورنہ بیوی کو مارنے پیٹنے کی احادیث میں ممانعت فرمائی گئی ہے کوئی کوڑ مغز عورت اس سے بھی باز نہ آئے اور ناچاقی جاری رکھے تو پھر تحکیم بتلائی گئی ہے ایک حکم خاوند کی طرف سے اور ایک بیوی کی طرف سے اور دونوں حکم دونوں کے حالات سن کر فیصلہ دیں جب یہ بھی کارگر نہ ہو تو آخر کار طلاق کی اجازت دی گئی ہے۔

طلاق دینے کا طریقہ

فرمایا: تینوں طلاق کا ایک دم دے دیا جانا بدعت قرار دیا گیا ہے بلکہ صرف ایک طلاق رجعی دی جائے تا کہ مدت عدت میں رجوع کرنے کا موقع رہے اور بلا نکاح کے وہ بدستور بیوی بنی رہے۔ پھر بھی وہ احمق باز نہ آئی تو اب دوسری طلاق کی اجازت دی گئی ہے جس کی پھر عدت گزرے گی اور موقعہ رہے گا کہ اگر بیوی کے حالات درست ہو جائیں تو خاوند پھر رجوع کرے اور بلا نکاح جدید کے وہ پھر بدستور بیوی بنی رہے لیکن کوئی بدبخت عورت اتنی داشت کے بعد بھی درست نہ ہوئی تب آخر میں تیسری طلاق کی اجازت دی گئی ہے جس سے نکاح ختم ہو جائے گا اور وہ کلیۃً منقطع ہو جائے گی۔

طلاق آخری درجہ

فرمایا: ابغض المباحات کے استعمال میں آدمی کلیۃً مختار نہیں ہے بلکہ یہ آخری اور سخت مجبوری کا درجہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ طلاق عیاشی کرنے کے لئے نہیں رکھی گئی ہے بلکہ مجبوری کی ایک چیز ہے جب کہ خاوند بیوی میں کوئی صورت موافقت کی نہ رہے۔

خودکشی کی حرمت

فرمایا: خودکشی اسلام میں حرام ہے اسلام نے سختی کے ساتھ غلط اقدام سے روکا ہے اور سخت سے سخت تہدید اختیار کی ہے تاکہ انسانی معاشرہ اس غلط اقدام اور بزدل کی موت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے قرآن وحدیث دونوں میں اس کی ممانعت موجود ہے۔

خودکشی اور شیطانی سبق

فرمایا: علامہ توریشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان تنگی' غصہ اور حماقت کے وقت انسان کو سمجھاتا ہے کہ خودکشی کرنا دوسرے شخص کو مار ڈالنے سے اہون ہے اس لئے مخلوق کی طرف سے کوئی مطالبہ اس وقت نہیں ہوگا کہ تم نے فلاں کو مار ڈالا ہے یہ اپنا ذاتی معاملہ کرلو اللہ تعالیٰ معاف کردیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ جو مکلف یہ کام کرے گا قیامت کے دن اس سے سوال ہوگا اور اس جرم کے سزا میں وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوگا اور یہ فعل بھی ویسا ہی حرام ہے جس طرح کسی محفوظ الدم جان کا مار ڈالنا۔

سور کی حرمت کی وجہ

فرمایا: جانوروں میں مختلف اخلاق پائے جاتے ہیں مثلاً مکھی میں حرص ہے بکری میں مسکینی ہے ہاتھی میں غیرت (کہ اپنی مادہ کے ساتھ مباشرت کرتے ہوئے اسے کوئی دیکھ پائے تو ہاتھی اسے زندہ نہیں چھوڑتا) چیونٹی میں احتیاط اور پیش بینی (کہ برسات سے پہلے ہی سال بھر کی غذا اسٹاک کرلیتی ہے' کوے میں سحرخیزی (صبح اٹھنا) لومڑی میں عیاری' چالاکی بندر میں نمائشی رعب دکھلانا اور گیدڑ بھبکی سے ڈرانا گویا ریاکاری وغیرہ' سور میں بے غیرتی اور بے حیائی ہے کہ جوان ہونے پر سب سے پہلے اپنی ماں ہی پر جست کرتا ہے۔

احکام شرعیہ کی حکمتیں

فرمایا: جانوروں کے غالب اخلاق کو سامنے رکھ ان کے گوشت کے حلال و حرام ہونے کے احکام دیئے ہیں درندوں کا گوشت حرام کیا جیسے شیر بھیڑیا' کتا' لومڑی'

وغیرہ کہ ان میں چیر پھاڑ وحشت اور بے وجہ کی حملہ آوری وغیرہ کے جذبات اور اخلاق ہیں۔خنزیر (سور) کا گوشت بے حیائی اور فحش کی وجہ سے ممنوع قرار دیا کیونکہ جس چیز کو کھایا جائے گا اس کی طبعی خاصیتیں کھانے والے میں ضرور آئیں گی جیسے بے جان چیز میں گیہوں' چاول' دال وغیرہ جو چیز بھی کھائی جائے گی وہ اپنی طبعی خاصیت دکھلائے گی۔دوا جو بھی کھائی' پی جائے گی وہ اپنی طبعی خاصیت ساتھ لائے گی اسی طرح جو جانور بھی کھایا جائے گا وہ اپنی خاصیت اپنے اخلاقی اثرات ضرور ساتھ لائے گا جو انسان کے نفس میں گھسیں گے اور اس کی طبیعت کو متاثر کریں گے اسی معیار سے شریعت اسلام نے جانوروں کے گوشت کے حلال وحرام ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔

سگریٹ نوشی کی کراہت کیوں

فرمایا: اسلام چونکہ جماعتی اور اجتماعی دین ہے جس کی عبادتیں بھی جماعتی ہیں جیسے نماز' حج وغیرہ جماعت سے ادا کی جاتی ہیں اس کی معاشرت بھی جماعتی ہی رنگ کی ہے۔جس میں علیحدگی پسندگی کے رجحانات نہیں اس لئے ایسی چیزوں سے روکا ہے جو منہ میں بدبو پیدا کریں اور ان سے جماعت والوں کو ایذاء اور تکلیف پہنچے اسی لئے پیاز اگر کچی ہو تو اس کا کھانا مکروہ سمجھا ہے کہ اس سے بھی منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے اور نماز یا حج میں پاس والوں کو اس سے سخت دکھ ہوتا ہے۔

شراب نوشی کی حرمت کیوں

فرمایا: شراب کو اسلام نے اس لئے حرام' ناپاک اور نجس قرار دیا ہے کہ اس میں نشہ ہے اور نشہ کا اثر عقل پر پڑتا ہے عقل ہی سے انسان انسان ہے جب عقل ہی نہ رہی تو انسانیت کہاں رہی شرابی اور نشہ باز ایسے اول فول بکتا ہے کہ بھلے آدمیوں کو اس سے شرم آنے لگتی ہے نشہ کے بعد جب نہ زبان قابو میں رہی نہ دماغ نہ عقل نہ طبیعت تو ان حالات میں آدمی نہ صرف یہ کہ خدا کا نہیں رہتا بلکہ خود انسانوں کا بھی نہیں رہتا گویا اس کی آدمیت ہی رخصت ہو جاتی ہے تو ایسی چیز کو اسلام کیسے جائز رکھتا کہ جس سے آدمیت ہی خطرہ میں

پڑ جائے جب کہ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں میں انسانیت پیدا ہو۔

شراب ام الخبائث

فرمایا: تجربہ گواہ ہے کہ جن اقوام میں شراب خوری ہے ان میں زنا کاری کی بھی کثرت ہے اس لئے اسلام نے شراب کو ام الخبائث کہا ہے یعنی بری اور ناپاک حرکتوں کی اصل اور جڑ ہے غالباً اسی لئے اکثر حکومتوں نے بھی شراب بندی کا قانون بنایا مگر چلا نہیں سکیں۔

غیر مسلم کا حرم میں داخلہ

فرمایا: جہاں تک مکہ مدینہ میں غیر مسلموں کے جانے کا تعلق ہے تو مسلمانوں کی اکثریت اس سے انکار نہیں کرتی حنفی فقہ کی رو سے غیر مسلم مکہ مدینہ جا سکتے ہیں مگر سکونت اختیار نہیں کر سکتے حنفی فقہ ہندوستان ترکی افغانستان وغیرہ میں رائج ہے اور ان ملکوں کی اکثریت حنفی ہے اگر حجاز میں حنفی مسلمانوں کی حکومت ہو تو وہ غیر مسلموں کے شہر مکہ مدینہ میں آنے پر اعتراض نہیں کریں گے لیکن صدیوں سے چونکہ حجاز کی حکومت شافعی اور حنبلی مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی ہے اور ان کے فقہ کے رو سے غیر مسلم کا مسجد اور حرم میں داخلہ جائز نہیں ہے اس لئے حجاز میں عمل درآمد ہمیشہ اسی پر رہا ہے اور وہ غیر مسلموں کو مکہ مدینہ آنے سے روکتے آئے ہیں جس سے یہ سمجھا جانے لگا کہ مسئلہ بھی کل کا کل یہی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

عالم وغیر عالم کا فریضہ

فرمایا: قرآن شریف میں حکم ہے کہ اہل علم سے سوالات کرو اگر تم علم نہیں رکھتے اور کلام رسول ہے کہ عاجز کی شفا سوال ہی ہے اور علماء کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم کی حد تک جواب دیں کیونکہ علم سوال و جواب ہی سے بڑھتا ہے اور زندہ رہتا ہے ورنہ مردہ ہو جاتا ہے۔

اردو زبان کی عالمگیریت

فرمایا: کسی زبان کی بین الاقوامی حیثیت کا یہی سب سے بڑا ثبوت ہے کہ وہ ہر جگہ بولی اور سمجھی جاتی ہو اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اردو زبان کی خدمت لسانی حدود سے نکل کر بین

الاقوامی اتحاد کا ایک اہم ذریعہ بن جاتی ہے جو آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔

ذکر کیا ہے

فرمایا: عرف شرع میں ذکر کا اطلاق ان ہی چیزوں پر ہوتا ہے جن کو کتاب و سنت نے ثابت کیا ہے اور وہ تقریباً دس انواع میں ہیں "تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، حوقلہ (لاحول الخ) استغفار، استعاذہ، استعانت، بسملہ، تصلیہ (درود شریف) اور تلاوت آیات جس میں پورے قرآن کریم یا آیات متفرقہ سب شامل ہیں۔

مرض اور رحمت

فرمایا: نیک عمل کرنے کو جی چاہنا فطرت کی سلامتی ہے لیکن اس سے ہٹ جانا ماحول کی خرابی ہے اس سے مرض اور علاج دونوں کا پتہ چل گیا کہ مرض صحبت بد یا ماحول بد ہے اور اس سے الگ ہونا صحت ہے جس سے پھر اصل فطرت دوبارہ آجاتی ہے کہ نیکی کو جی چاہنے لگتا ہے۔

اصلاح کا نسخہ

فرمایا: اس کی سعی کیجئے کہ اہل حق میں اور اہل علم سے جس کے دین و دیانت پر اعتماد و اعتقاد ہو ربط و ضبط رکھئے۔ اسی کے ساتھ ایسی کتابوں کا مطالعہ کیجئے جس میں اہل اللہ کے حالات صالحین کے تذکرے اور تذکیر آخرت ہو یہ چیزیں قلب کے زنگ دھو دینے میں موثر ہوں گی۔ اسی کے ساتھ کسی مقررہ وقت میں ذکر اللہ کا ورد پابندی سے باندھ لیجئے چاہے کم سے کم ہو مثلاً روزانہ ایک وقت خاص میں کلمہ طیبہ کا ورد ذرا ہلکی سی آواز سے کر لیجئے اسے کم سے کم چالیس دن تک نباہ دیجئے۔

انفرادی اصلاح کا طریقہ کار

فرمایا: گناہ و معصیت گوناگوں ہیں اس لئے آپ ان کی ایک فہرست بنالیں اور ان میں سے ایک ایک کو چھوڑنے کا عزم باندھئے مثلاً جھوٹ ہے تو عزم کیجئے کہ اسے پہلے ترک کرنا ہے پھر اگر کبھی سرزد ہو جائے تو اپنے اوپر ایک صدقہ عائد کر لیجئے کہ ہر ترک پر

آٹھ آنے مثلاً صدقہ دوں گا۔ چالیس دن میں جب اس کی عادت پڑ جائے تو پھر دوسرے گناہ کو لیجئے اس طرح تدریجاً انشاء اللہ سارے گناہ ترک ہو جائیں گے اور نفس میں پاکیزگی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہو جاویں گے اور یہ منافع طاعت کی رغبت میں اضافہ کریں گے اور ان کے بالمقابل گناہ کی مضرتیں نمایاں ہو کر گناہ سے نفرت پیدا کر دیں گی دارومدار قلب کی رغبت ونفرت پر ہے مضار سامنے آنے سے نفرت بڑھتی ہے اور منافع سامنے آنے سے رغبت پیدا ہوتی ہے۔

ایک مصلح سے رابطہ

فرمایا: بنیادی تدبیر یہ ہے کہ کسی ایک عالم ربانی سے رابطہ قائم کر لیجئے اور اسے اپنا مصلح قرار دیجئے اور اس کے سامنے حالات رکھتے ہوئے اور اس کی بتلائی ہوئی تدابیر پر اس طرح عمل پیرا رہئے جس طرح طبیب کی اطاعت بے چون وچرا کی جاتی ہے۔

حضور اور کتب سابقہ

فرمایا: حضور انور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی وجہ سے تو آخری نبی کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے کہ خدا کا دین نکھر کر انسانوں کے سامنے آئے اور دنیا کو معلوم ہو کہ یہود و نصاریٰ نے آسمانی کتاب کو کیا سے کیا بنا دیا ہے۔

حفاظت قرآن

فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آئیں گے مگر وہ شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے اس کی ہماری تمام کتابوں میں صراحت ہے عیسائی دین پر نہیں آئیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری شریعت منسوخ ہو چکی اور قرآن کریم کے بعد کوئی اور آسمانی کتاب پہلی حیثیت سی باقی نہ رہی اور جیسا کہ عرض کیا گیا کہ ساری پہلی آسمانی کتابوں کو ان کے ماننے والوں نے بدل ڈالا اصل آسمانی کتاب دنیا میں سوائے قرآن کریم کے کوئی باقی نہیں ہے۔

تکفیر قادیانیت

فرمایا: شکوہ ہے کہ اہل سنت نے قادیانیوں کی تکفیر کر دی لیکن حیرت ہے کہ

قادیانیوں سے انہوں نے یہ شکوہ نہیں کیا کہ انہوں نے اپنے سوا مسلمانان عالم کی تکفیر کردی اور درانحالیکہ قادیانی تعداد میں چند ہزار سے زیادہ نہیں ان کی تکفیر تو دلوں میں کھٹکے اور اہل سنت جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں ان کی تکفیر پر شکوہ نہ کیا جائے بہر حال وجوہ تکفیر اہل سنت کے یہاں تو یہ ہیں کہ یہ لوگ ضروریات دین کے منکر ہیں اور ان کے یہاں کروڑوں اہل سنت کی تکفیر کی بنیاد یہ ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کے قائل نہیں ہیں۔

تکفیر قادیانی جماعت کی وجہ

فرمایا: اس گروہ نے اسلام کی بنیاد جو ختم نبوت ہے اکھاڑ کر پھینکنے کی پوری سعی کی ہے اور کر رہی ہے حیرت ہے کہ جس نے اسلام ہی کو خطرہ میں ڈال دیا ہے وہ قابل شکوہ نہ ہو اور جو لوگ ان مخربین اسلام کو یہ کہہ دیں کہ وہ اسلام سے خارج ہیں قابل شکوہ و سرزنش ہو جائیں۔

اتحاد اور اس امت کی خصوصیت

فرمایا: اشد ضرورت ہے کہ قوم میں اتحاد پیدا کیا جائے اور انہیں ایک نقطہ پر لایا جائے اور وہ مابہ الاشتراک نقطہ قرآن حکیم ہے اسی سے یہ امت بڑھی ہے اور اس کے پروگرام پر چل کر اس نے وہ شوکت حاصل کی جو دنیا کی اقوام کو میسر نہیں ہوئی ہیں۔ شوکت و سلطنت کی راہ سے اور قومیں بھی اس دنیا میں بڑھیں چڑھیں لیکن دین اور خدا کا پیغام دے کر دین کے راستوں سے اقوام کو ایک پلیٹ فارم پر لے آنا اس امت کی خصوصیت ہے۔

قرآنی پیغام اور ہماری حالت

فرمایا: حق تعالیٰ کے دو ہی عظیم پیغام قرآن نے دیئے ہیں ایک توحید ایک اتحاد پہلے کے بغیر دین باقی نہیں رہتا اور دوسرے کے بغیر دنیا قائم نہیں ہوسکتی۔ آج مسلمانوں میں توحید بھی صفر کے درجہ میں آ گئی ہے شرک در شرک میں مبتلا ہیں ان کے حق میں صرف اسباب کارفرما رہ گئے ہیں اور اتحاد کے درجہ میں بھی صفر ہی ہیں کہ گروہ بندی و تخریب ان کا شعار ہو گیا ہے گویا دو مسلمان کے معنی ہی یہ ہو گئے ہیں کہ وہ کسی نقطہ پر جمع نہ ہوسکیں۔

اتحاد کا راستہ

فرمایا: قرآن نے اتحاد کا راستہ ایمان اور عمل صالح بتلایا ہے افراد صحیح ہو جائیں تو قوم بھی صحیح ہو جائے گی ہم سب کا نقطہ نظر یہی ہونا چاہئے اور ہر ایک کو اپنے دائرہ میں انتھک سعی کرنی چاہئے۔

انسان کا چاند پر پہنچنا

فرمایا: چاند تک پہنچ جانا شریعت کے کسی عقیدہ اور اصول سے متصادم نہیں ہے۔ آسمان سے نیچے نیچے یہ لاکھوں میل کا خلا اور اس میں سمائی ہوئی کائنات دنیا ہی سے متعلق ہے اور دنیا والوں کی ضرورت ہی سے بنائی گئی ہے۔ سیارات کی روشنی، حرارت، تاثیریں دنیا والوں کے لئے ہیں۔ آسمان اول کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسی طرح ستارے اگر زینت ہیں تو دنیا ہی کے صحن کے لئے۔ اس لئے اس آسمان والوں کو جس کی سمت میں ستارے نظر آتے ہیں سماء دنیا کہا گیا ہے اگر یہ ستارے آسمانوں کے اوپر ہوتے تو اہل سماء کی زینت کہلاتے لیکن جب زینت کا تعلق ہم دنیا والوں سے ہے تو اس کا قدرتی تقاضا یہی ہے کہ یہ زینت اور اجرام زینت آسمان کے نیچے ہوں۔

تعلیم و تربیت

فرمایا: تعلیم و تربیت ہی قوم کے دل و دماغ اور نشو و نما کا واحد اور موثر ذریعہ ہے یہ اگر صحیح نہج پر آ جائے اور قوم کے بڑے اس طرف متوجہ ہو جائیں تو یہ ایک عظیم تعمیری اور پائیدار خدمت ہوگی جس کے اثرات نسلوں تک چلیں گے اور یادگار زمانہ ثابت ہوں گے۔

معلمین اور ان کا حق الخدمت

فرمایا: جب تک معلمین کے مشاہرات فی الجملہ فراغ بالی کی حد تک نہ ہوں اچھے معلم بھی ملنے دشوار ہیں۔ اور مل بھی جائیں تو طمانیت قلب و بشاشت سے کام انجام پانا دشوار ہے۔ میں نے ساؤتھ افریقہ میں دیکھا کہ وہاں کی حکومت نے معلموں پروفیسروں کے گریڈ

گورنروں اور وزراء کے طبقوں کے مساوی اور خاص شخصیتوں میں ان سے بھی بڑھا کر رکھے ہیں ان کا نظریہ یہ ہے کہ معلمین ہی کا طبقہ قوم کے دل و دماغ کے نشو ونما اور سدھارنے کا کفیل ہے اگر وہ تنگی معاش کی وجہ سے ڈانواں ڈول رہے گا تو قومی تربیت اور قوم کے بچوں کا ذہنی نشو ونما کبھی بر جائے خود استوار نہیں ہوگا جس سے پوری قوم کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔

ناقص تعلیم اور اس کے اثرات

فرمایا: آج کے ناقص اور نا تمام کورسوں ناقص تعلیم و تربیت اور اس سے تیارہ شدہ ناقص شخصیتوں سے پورا نظام ناقص اور مضرت رساں بنا ہوا ہے اور ہر شعبہ زندگی میں اس کے گندے اثرات نمایاں ہو رہے ہیں جس سے نظم کی گاڑی چل نہیں رہی ہے بلکہ گھسٹتی جا رہی ہے اگر اس نقصان تعلیم و تربیت اور نا تمامی کورس کے رخنہ کو بند کر دیا جائے تو دوسرے رخنے خود بخود بند ہو جائیں گے۔

نصاب تعلیم اور درس نظامی

فرمایا: جہاں تک نصاب کا تعلق ہے وہ درس نظامی سے بہتر دوسرا نہیں ہے سو برس سے اس کا تجربہ کیا جا رہا ہے اور اسی سے اس سو سال میں بڑے بڑے معیاری اور مثالی علماء وفضلاء تیار ہو کر قوم کے لئے فائدہ رساں ثابت ہو چکے ہیں۔ کسی ملک اور خطہ کی خاص ضروریات یا وقت کے تقاضوں سے اگر جزوی ترمیم ہو تو مضائقہ نہیں لیکن نوعی طور پر اس کی تبدیلی مفید نہ ہوگی۔

نسخہ تقویت قلب

فرمایا: صبح بعد نماز فجر سو مرتبہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور بعد عشاء حسبی اللہ لآالٰہ الا ھو علیہ توکلت و ھو رب العرش العظیم پڑھ لیا کریں اس سے انشاء اللہ قلب کو صحت اور قوت حاصل ہوگی۔

تعارف تفسیر بیان القرآن

فرمایا: اس تفسیر کے بارے میں حضرت اقدس الاستاذ الاکبر علامہ انور شاہ

قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ نہایت چست تفسیر ہے اور بہت ہی اہم تفسیروں سے مغنی (غنی بنا دینے والی) ہے حضرت اقدس کا محقق عالم عارف باللہ اور جامع علوم وفنون ہونا آشکارہ ہے اس لئے اس تفسیر میں تمام علوم وفنون کی جھلک کے ساتھ معرفت اور علم کی گہرائی نمایاں ہے اسی لئے مبصرین علم کو اس کے ایک ایک نقطہ سے شرح صدر ہوتا چلا جاتا ہے حضرت اقدس رحمہ اللہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب تک مجھے آیت کے بارے میں شرح صدر نہیں ہو جاتا میں قلم نہیں اٹھاتا اور فرمایا کہ بعض آیات کی تفسیر میں ایک ایک ہفتہ لگ جاتا تھا غور وفکر اور مطالعہ کے بعد جب انشراح تام ہو جاتا تھا تب قلم اٹھاتا تھا۔

شیخ کی دعائیں اور ذاتی اوصاف

فرمایا: حضرت اقدس نے خود فرمایا کہ جب میں نے کانپور کے مدرسہ جامع العلوم سے ترک ملازمت کا ارادہ کیا تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ نے مکہ معظمہ سے تحریر فرمایا کہ اس ملازمت کو چھوڑ کر پھر کہیں ملازمت نہ کرنا توکل کر کے اپنے گھر بیٹھنا حق تعالیٰ تم سے فن تصوف اور فن تفسیر کی خدمت کا کام لیں گے اس لئے یہ تفسیری خدمت بالہام غیب ہوئی ہے جسمیں غیبی برکات واعانتیں شامل ہیں بہر حال حضرت مصنفؒ کی مقدس شخصیت ان کی کامل معرفت ان کا تبحر علمی اور اس کے ساتھ ان کا زہد وتقویٰ اور عدالت وطہارت تمام وہ امور ہیں جو اس تفسیر میں رچے ہوئے ہیں اس لئے یہ جامع تفسیر بلاشبہ اس درجہ کی ہے کہ علماء وفضلاء اسے حرز جان بنائیں۔

اختلاف کی دو قسمیں

فرمایا: علماء میں اگر اختلاف ہو جائے تو اختلاف کی حد تک وہ مضر نہیں جب کہ اختلاف حجت پر مبنی ہو ظاہر ہے کہ ایسی حجتی اختلافات میں جو فروعیاتی ہوں ایک قدر مشترک ضرور ہوتا ہے جس پر فریقین اتفاق کر سکتے ہیں اس لئے یہ اختلاف مضر نہیں رہتا۔ مضر اگر ہے تو وہ اپنا نزاع ہے کہ وہ لڑنے جھگڑنے اور گروہ بندی کے لئے اٹھایا جائے اس کا تعلق حجت سے نہیں ہوتا اغراض سے ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ فتنہ ہے فیصلہ اختلافی

مسائل کا ہوسکتا ہے فتنے اور نزاع وجدال کا حل نہیں ہوتا۔

کیفیت برزخ

فرمایا: برزخ اصل میں سمجھنے کی چیز ہے بھی نہیں گزرنے کی ہے وہاں پہنچنا بہر حال سب کا ضروری ہے وہاں جا کر ہی وہاں کی کیفیات سمجھ میں آسکتی ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کیلئے علیہ السلام کے لفظ کا اطلاق

فرمایا: حضرت حسین کے بارے میں ''علیہ السلام'' یا کسی بھی غیر نبی کے لئے ''علیہ السلام'' کا لفظ استعمال کرنے کے بارے میں اصل چیز تو فتویٰ ہی ہے جس سے جواز معلوم ہوتا ہے لیکن اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ ایک تو قواعد شرعیہ کے تحت جواز و عدم جواز کا مسئلہ ہے یہ تو فتویٰ سے معلوم ہوگیا کہ جواز ہے لیکن اسی کے ساتھ ایک عرف عام ہے جو عوام میں شائع ہے اور یہ کہ انبیاء کے لئے تو صلوٰۃ وسلام کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

امت محمدیہ کا عرف حجت ہے

فرمایا: صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہم جو قرآنی لفظ ہے اور صلحاء وعلماء امت کے لئے رحمۃ اللہ علیہ یا مرحوم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے عوام کے ذہنوں میں جواز یا عدم جواز کے علاوہ عرف زیادہ حجت ہوتا ہے اور وہ ان میں کلمات سلام کو ہر ایک کے حق میں استعمال کرنے میں عرف کے زیادہ پابند ہوتے ہیں اسی طرح انبیاء وصحابہ وعلماء امت کے لئے الگ الگ قسم کے دعائیہ کلمات استعمال کرنے میں فرق مراتب بھی واضح ہو جاتا ہے اس لئے میرے خیال میں عرف کی رعایت زیادہ مناسب ہوگی اور یہ شرعی جواز یا عدم جواز کے منافی بھی نہیں ہے عرف امت شرعاً بھی ایک حجت کی شان رکھتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' انبیاء کیلئے' صحابہ کے لئے ''رضی اللہ عنہ'' اور صلحاء امت اور ائمہ کے لئے ''رحمۃ اللہ علیہ'' دار العلوم میں بھی یہی عرف رائج ہے۔

محبت اور عصمت

فرمایا: محبت الگ چیز ہے اور عصمت الگ بعض جگہ محبت ہوگی اور عصمت نہ

ہوگی جیسے غیر نبی سے محبت ہوتی ہے مگر عصمت نہیں ہوتی اور بعض جگہ عصمت ہوتی ہے محبت نہیں ہوتی جیسے کوئی نانہجار کسی نبی سے محبت نہ کرے عداوت رکھے یا کوئی ایمان کا کھوٹا کسی فرشتہ سے محبت کے بجائے عداوت رکھے۔ جیسے جبرئیل و میکائیل کی عداوت یہود کے دلوں میں موجزن تھی تو کیا اس سے ملائکہ اور انبیاء کی عصمت میں کوئی فرق پڑ جائے گا۔ پس یہاں عصمت ہے مگر بعض کی محبت نہیں ہے۔

نبوت اور محبوبیت

فرمایا: محبوبیت کا تعلق عمل صالح اور عقائد حقہ میں رسوخ سے ہے اس کا عصمت سے کوئی تعلق نہیں اور نبوت کا عہدہ کمال علمی اور کمال اخلاق کی انتہائی حدود سے متعلق ہے جو محض انتخاب خداوندی سے ہوتا ہے نہ کہ بدن یا اجزاء بدن سے۔

مولانا محمد وصی صاحب کی تفسیر کا نمونہ درج ذیل ہے۔

لکھتے ہیں کہ اذاجاء نصر اللہ سے مراد مفید ہوا اور بارش ہے جس کو دیکھ کر لوگ فوج در فوج مسرت کے ساتھ اللہ کے دین و کام میں جو "زراعت" ہے جس کو خدا نے نحن الزارعون کہہ کر اپنا کام اور دین قرار دیا ہے۔ خوشی کے ساتھ لوگ اس میں داخل ہو جاتے ہیں اور مسرت کا اظہار لفظ افواجاً سے ہوتا ہے اس جگہ دین اللہ سے زراعت مراد ہے اور نصر اللہ سے مفید ہوا مراد ہے اور فتح سے مناسب بارش مراد ہے اس لئے نصر اللہ سے فوجی مدد اور فتح سے مکہ کا فتح مراد لینا مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں خونریزی ہو کر لوگوں کو کچھ جانی نقصان پہنچا ہے۔ جو خدا کی عام مدد کے خلاف ہے فوج کی مدد سے جو ملک فتح ہوتا ہے اس کے متعلق خدا کا فرمان ہے ان الملوک اذا دخلوا قریۃً افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃً

علماء کی خدمت میں

فرمایا: اپنے جماؤ کی فکر خود کسی پارٹی یا جماعت کے سہارے نہ کی جائے۔ جماؤ وہی مستحکم ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے ہو ایک عالم کا فرض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کو اپنا دستور العمل بنائے رکھے کہ

21 نعم العالم الفقیه ان احتیج الیه نفع و ان استغنی عنه اغنیٰ نفسه

(بہترین دین کا سمجھ دار عالم وہی ہے کہ جب اس کی طرف رجوع کیا جائے اور حاجات لائی جائیں تو نفع پہنچائے اور جب اس سے استغناء برتا جانے لگے تو وہ خود غنی بن جائے اور اپنے جماؤ کی خاطر لوگوں کے پیچھے نہ پڑے ورنہ اس کا وقار باقی نہ رہے گا"۔

عالم کا جوہر

فرمایا: وقار غنا میں ہے محتاجگی میں نہیں ہے عالم کا سب سے بڑا جوہر غنا ہونا چاہئے۔ احتیاج انجام کار ذلت کا سبب بنتی ہے۔ آز بگزار دو بادشاہی کن۔

سورج کی گردش

فرمایا: یہ صحیح ہے کہ سورج پر ملائکہ مقرر ہیں جیسے کائنات کی ہر چیز کی حفاظت اور اسے اس کی اغراض کو رواں دواں کرنے پر مقرر ہیں اور جیسے رحم مادر میں بچہ کو نشوونما دینے پر' بارش اتارنے پر' انسانوں کی حفاظت پر اور ہر کام پر ملائکہ مقرر ہیں اسی طرح سورج پر بھی مقرر ہیں اگر سورج چلتا ہے اور شرعی اشاروں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ضرور گردش میں ہے تو اسے ملائکہ ہی باذن اللہ گردش دیتے ہیں۔

تسخیر کائنات کا مفہوم

فرمایا: تسخیر کے معنی کام میں لگا دینے کے ہیں تو کائنات کی ہر چیز خواہ فضا کے ستارے ہوں یا زمین کے ذرات وہ سب ہمارے لئے کام میں لگے ہوئے ہیں' اگر ہم بھی بذریعہ سائنس اور بذریعہ آلات ان سے کوئی کام لیں تو یہ بھی شرعی اصول کے خلاف نہیں کوئی چاند پر چلا جائے تو یہ بھی شرعی اصول کے خلاف نہیں۔ باقی کس کیفیت سے وہ پہنچے گا یا چلتے چاند میں اترے گا یا ساکن چاند میں جائے گا یہ سوال اترنے والوں سے کیا جائے' ہمیں کسی شق پر بھی اعتراض نہیں۔

سورج چاند کی گردش

فرمایا: شرعی اشاروں سے چاند' سورج اور بعض دوسرے سیارات کی گردش

معلوم ہوتی ہے جیسے والشمس تجری لمستقرلها وغیرہ مگر سورج کی یہ گردش زمین کی گردش کے منافی نہیں اگر زمین بھی چلتی ہے تو جیسے اور ستاروں اور چاند کا چلنا سورج کی چال میں مزاحم نہیں زمین کی گردش بھی ان سیاروں کی گردش میں مزاحم نہ ہوگی۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ میں گھومتا ہے تو اس میں اعتراض یا شبہ کی کیا بات ہے؟

ہر چیز کی نماز

فرمایا: قرآن کریم نے کائنات کی ہر چیز کو نمازی بتلایا ہے سورج، چاند، ستارے آسمان، زمین، پہاڑ، دریا سب تسبیح الٰہی اور نماز میں لگے ہوئے ہیں لیکن ان کی نماز کا آپ کی نماز جیسا ہونا اور اس کے لئے آپ کے سے ہاتھ پیر، گھٹنے اور چہرہ ہونا یا رکوع کے انداز کا ہونا ضروری نہیں ہے وہ اسی کی خلقت کے مناسب ہوگا جیسے آپ کے اوپر قیاس نہ کیا جاسکے گا۔

دماغی چکر کی کرشمہ سازیاں

فرمایا: کوئی کہے کہ اللہ میاں نے قرآن اتار کر حضورؐ نے حدیث ارشاد فرما کر اور فقہاء نے فقہ مرتب کر کے لوگوں کو چکر میں ڈال دیا۔ تو حقیقت ہے کہ مسائل اور کتاب و سنت میں کوئی چکر نہیں لوگوں کے دماغ چکرائے ہوئے ہیں اور وہ کسی بھی فن سے واقف ہوئے بغیر جہالت سے رائے زنی کرتے ہیں تو اس میں اختلاف و چکر لازمی ہے سو یہ چکر مسائل کا نہیں ان کے فہم کا قصور اور مسائل اور فنون سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

دارالعلوم دیوبند نے مسلمانوں کو کیا دیا

فرمایا: دارالعلوم دیوبند آپ کی مرکزی اور قدیم الایام درسگاہ ہے جسے ۵۷ء کے ہنگامہ انقلاب کے بعد وقت کے اکابر اولیاء اللہ نے علم اور دین کی بقاء کے لئے قائم کیا تھا۔ اس درسگاہ نے اس مقصد کو بحمد للہ اپنے بانیوں کی حسن نیت اور اخلاص وللّٰہیت کے زیر اثر بکمال حسن وخوبی انجام دیا اور اس نوے سال کی مدت عمر میں اس نے ہزار ہا علماء، فضلاء، مفتی مناظر، مدرس واعظ، خطیب اور مصنف تیار کر کے ملک کو دیئے اور جو کچھ ملک کی جیب سے لیا اس سے بدرجہا زائد ہی نہیں بلکہ بالا نرخ ہو کر بلا قیمت وعوض لاکھوں گنا حصہ علم اور دین کا ان کے جیب و

گریبان کو عطا کیا۔ مسلمانان ہندو بیرون ہند کا دین سنبھالا۔ عقائد اور دین کی حفاظت کی۔ خیالات کا راستہ سیدھا کیا' عملی زندگی کو دینی رنگ پر ڈالا معاندین و ماولین اور مبطلین کی تلبیس اور ابلہ فریبیوں کے پردے چاک کئے خدا کی زمین پر لاکھوں نفر قال اللہ وقال الرسول کا ورد رکھنے والے پیدا کر کے زمین کو منور کر دیا اور اشرقت الارض بنور ربها کا منظر ملک کو دکھلا دیا ملک سے وقتی دولت کے چند پیسے لئے اور کروڑوں کی بے بہا دولت ایمان انہیں بخشی یہ فخر نہیں ہے تحدیث نعمت ہے اور شکر الٰہی کا اظہار ہے۔

تخلیق کائنات

فرمایا: اسلام میں مایوسی کفر ہے مایوس ہرگز نہ ہو جیے' کوئی مرض ایسا نہیں جس کا علاج اللہ تعالیٰ نے نہ رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے مرض پیدا کئے تو علاج بھی پیدا کئے ہیں تاکہ بندوں کی عزیمت عمل اور اندرونی جوہر ہمت قویٰ' عزیمت اور مدافعت وغیرہ کا ظہور ہو۔ اگر آپ کے خیال کے مطابق امراض پیدا ہی نہ کئے جاتے باطنی امراض میں کفر وفسق کا نام ونشان ہی نہ ہوتا اور امراض باطن کے اسباب' شیاطین اور کفار وفاق کا ماحول پیدا ہی نہ کیا جاتا تو علاج اور اس کے اسباب یعنی اچھے اعمال اچھے اشخاص کے پیدا کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی اور جب نہ اچھے ہوتے اور نہ برے اچھائی ہوتی اور نہ برائی تو دنیا آخر کس چیز کا نام ہوتا جسے پیدا کیا جاتا۔

تقابل کی حکمت

فرمایا: خوبی کے ساتھ خرابی' نیکی کے ساتھ بدی' تقویٰ کے ساتھ فجور اسلام کے ساتھ کفر کا پیدا کیا جانا بھی ضروری اور عین حکمت تھا تاکہ کفر کے مقابلہ سے اسلام کی قوت فسق کے مقابلہ سے تقویٰ کی طاقت بدی کے مقابلہ سے نیکی کی رفعت' کذب کے مقابلہ سے صدق کی عزت وفخامت نمایاں ہو۔

انسان خیر وشر کا مجموعہ

فرمایا: میں انسان مدافعت شر کی قوتیں رکھنے کی کیا ضرورت تھی اور نیکی بدی

میں امتیاز کی قوت یعنی عقل پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور قوت ارادی پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ حق کو باطل سے ممتاز دیکھ کر حق کی طرف اپنے ارادے سے دوڑیں اور یہ سب غیر ضروری تھا تو وہ انسان کہاں رہتا جس میں نہ قوت ارادی ہوتی نہ قوت تمیزی ہوتی نہ عقل ہوتی نہ عزیمت ہمت ہوتی نہ طاقت مدافعت ہوتی تو انسان کیا ہوتا اینٹ پتھر کا ایک تودہ ہوتا اور جب ساری کائنات انسان کے لئے بنائی گئی اور انسان کا یہ عالم کہ وہ ایک تودۂ خاک' تو کائنات ہی بے معنی ہو جاتی ہے کیوں کہ اسے علم وعقل سے استعمال کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔

فاسد تخیلات کا علاج

فرمایا: سب سے پہلے اپنی زندگی کا ایک نصب العین متعین کیجئے کہ آیا وہ دنیا ہے یا آخرت' اگر دنیا ہے تو اس کے کمانے کی فکر میں لگ جایئے اور حلال وحرام کا کوئی سوال نہیں جو جی میں آئے یا نام نہاد عقل میں آئے کرتے رہیئے بجز اس کے کہ جسے دنیا برا سمجھے دنیا کی خاطر اسے ترک کیجئے جسے اچھا سمجھے اسے اختیار کرتے رہیئے۔ عاقبت کی فکر کو ترک کر دیجئے اور اگر آخرت ہے تو اسے کمانے کی فکر کیجئے تو پھر اخروی قانون سے مدد لیجئے کہ اس کی رو سے کون سی چیز حلال ہے کون سی حرام اور دونوں دائروں میں خواہ دنیا ہو یا آخرت بہر حال اپنا ارادہ صرف کرنا ہوگا اور اختیار سے کام کرنا ہوگا۔ تقدیر کو عذر بنانا کسی دائرہ میں بھی جائز نہ ہوگا ورنہ اگر تقدیر پر حوالہ کر کے بری الذمہ ہونا ہے تو آج سے ملازمت' تجارت' زراعت' سب ترک کر دیجئے کہ جو مقدر ہوگا آپ ہی مل رہے گا لیکن اس دائرہ میں اسباب رزق کا اختیار کرنا آپ کے نزدیک ضروری ہے تو آخرت کے دائرہ میں اسباب رزق آخرت کا اختیار کرنا کیوں غیر ضروری ہے اس لئے زندگی کا ایک نصب العین متعین کر کے اپنی قوت ارادی اور قوت مدافعت کا جائزہ لیجئے کہ وہ کس حد تک اس نصب العین کے اجزاء کو حاصل کرنے اور اس کے منافی اشیاء کو دفع کرنے میں کام کرتی ہے۔

اخروی نصب العین

فرمایا: اخروی نصب العین کے لئے دستور العمل شریعت ہے' جس کے پانچ

ارکان ہیں:۔ عبادات‘ اخلاق‘ اعتقادات‘ معاملات‘ عقوبات اور سب اختیاری ہیں ان سب کو بنام خدا شروع کیجئے۔ فرائض کی پابندی‘ اخلاق کی تکمیل کے لئے کسی متخلق بہ اخلاق اللہ کی طرف رجوع۔ عقیدہ کی اصلاح اور تخیلات فاسدہ سے گریز‘ معاملات میں فقہ کی پابندی‘ خود علم نہ ہو تو پوچھ پوچھ کر عمل‘ عقوبات کے سلسلہ میں مادی سزائیں‘ مادی قوت نہ ہونے کی وجہ سے آج نہیں دی جاسکتی ہیں تو اسے بھی اللہ کی رحمت کہنا چاہئے اور اس کے قائم مقام استغفار کو رکھا جائے جس کے معنی ماضی پر ندامت مستقبل کے لئے عزیمت کہ کچھ بھی ہو آئندہ یہ معصیت ہرگز نہیں کرنی پھر بھی اتفاقاً شہوات سے مغلوب ہو کر ہو جائے تو پھر توبہ اور اپنے اوپر مالی جرمانہ جو صدقات کی صورت سے ہو کیا جائے ماحول کو حتی الامکان بدلا جائے۔ اگر وہ معصیت کا ماحول ہے اور دل کی کمزوری سے اس کے اثرات سے بچاؤ زیادہ دشوار ہو تو ماحول کی تبدیلی کی پوری سعی کی جائے جب اللہ کے لئے آدمی اپنے منافع تک ترک کرنے پر آمادہ ہو جائے تو کیسے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اسے ادھر میں چھوڑ دیں ادھر سے بلاشبہ دستگیری ہوگی۔

عملی ونظری مفاسد کا علاج

فرمایا: عملی ونظری مفاسد سے بچنے کا ایک بڑا ذریعہ ذکر اللہ کی کثرت ہے۔ زبان کو ذکر سے تر رکھا جائے صبح وشام ذکر کا کوئی معمول کرلیا جائے مثلاً صبح وشام سو سو مرتبہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور کلمہ ”لا الٰہ الا اللہ“ کا ذکر کیا جائے یعنی ایک تسبیح حسبنا کی اور ایک تسبیح کلمہ توحید کی صبح اور ایک شام کو اس کے خلاف خیالات فاسدہ آویں تو لاحول پڑھی جائے۔

اعلیٰ حضرت کے کارنامے

فرمایا: جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ۱۳۲۴ھ میں یہ کتاب ”حسام الحرمین“ لکھی اور اسے لے کر عرب تشریف لے گئے وہاں کے علماء کو ”تحذیر الناس“ براہین قاطعہ‘ فتاویٰ رشیدیہ‘ حفظ الایمان“ کا نام لے کر بتایا کہ یہ فلاں فلاں حضرات کی تصانیف ہیں اور ان میں یہ مسائل درج ہیں۔ (وہی جو آپ نے اس خط میں بطور سوال تحریر فرمائے ہیں) اور ان کی عبارات کو اپنے انداز میں بیان کر کے وہاں کے علماء کو غلط مطلب

سمجھایا اور یہ کہ ان کی وجہ سے ہندوستان میں گمراہی پھیل رہی ہے۔ اب ہند کے مسلمانوں کو سنبھلنا اور دین برحق پر قائم رہنا اس پر موقوف ہے کہ آپ بھی ان کی تکفیر کریں تا کہ پھر ان کی بات کوئی نہ سنے۔ علماء عرب اردو نہیں جانتے تھے اس لئے اصل کتابوں کو جو اردو میں تھیں خود سمجھ نہیں سکتے تھے۔ جو کچھ مطلب مولانا نے بتایا اس پر اعتماد کیا اور دستخط کر دیئے اور "اعلیٰ حضرت" نے اس کتاب کو چھپوا کر شائع کر دیا جس سے زبردست فتنہ برپا ہوا۔

انسانی خاصہ

فرمایا: لغزشیں تو انبیاء علیہم السلام کے سوا ان سے کون خالی ہے باقی حق تعالیٰ کے یہاں اعمال سے زیادہ قلبی رخ پر نظر ہے۔ "ان الله لاینظر الیٰ صورکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم" فکرمند قلوب ہی انشاء اللہ مقام مقبولیت پر ہوں گے۔ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک فکرمندی فرمائی گئی ہے۔

رحمت خداوندی

فرمایا: حدیث صحیح میں ہے کہ بعض لوگوں نے عمر بھر تہجد نہیں پڑھا ہوگا مگر محشر میں ان کے لئے ارشاد ہوگا کہ ان کے نامہ اعمال میں لکھ دو کہ یہ عمر بھر تہجد گزار رہے ہیں۔ کیونکہ ہر رات کو ان کی نیت یہی ہوتی تھی کہ آج ضرور تہجد پڑھیں گے مگر آنکھ نہ کھلتی تھی تو اس میں ان کا قصور نہیں اس لئے تہجد گزار سمجھا جائے۔ "نیة المرء خیر من عمله" پھر بھی ہماری جو لغزشیں ہیں وہ خاصہ بشریت ہیں سو وہ توبہ کے بعد ان کی رافت و رحمت کے سپرد ہیں ان سے زیادہ کون ہے اپنے بندوں پر ترس کھانے والا "ان الله بالناس لروف رحیم آپ کی مجبوری اور دل کی نیت کو جاننے والے ہیں وہاں قلوب ہی دیکھے جائیں گے کہ اس میں کیا لے کر آئے ہیں۔

عظمت خداوندی

فرمایا: حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ اے بندے تو اگر بقدر قراب الارض گناہوں کا بار لے کر میرے پاس آئے گا جس میں زمین آسمان چھپ جائیں تو میں اتنی ہی بڑی مغفرت لے کر تجھ سے ملاقات کروں گا بشرطیکہ میری عظمت تیرے دل میں ہو۔

اہل جنت کی ایک کیفیت

فرمایا: بنص حدیث اہل جنت کو دنیا کی تمام باتیں نہ صرف یاد ہی ہوں گی بلکہ ہمہ وقت متحضر بھی ہوں گی علمت نفس ماقدمت و اخرت (اور وہ اس میں باتیں کریں گے کہ وہ فلاں وقت کی بات یاد ہے جو ہم میں تم میں ہوا کرتی تھی) اس وقت "اخوانًا علیٰ سرء متقابلین" کا ظہور ہوگا۔ اور دنیا کے بچھڑے ہوئے سب مل جائیں گے۔

حضرت کا دار العلوم سے تعلق

فرمایا: دار العلوم دیوبند صرف ایک مدرسہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے آج کے لادینی دور میں دین کے ہر شعبہ میں امت کی رہنمائی اور عوام امت کی خدمت اس کا نصب العین رہا ہے آج اس کا کیا حال ہے؟ اور ہم اللہ کے سامنے مسئول ہیں۔ یہ ہے وہ سوز جس سے میرا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہے، میں دہلی میں پنت ہسپتال رہا۔ اب دیوبند میں ہوں میرا کھانا پینا صرف دوا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ کوئی مرض نہیں اور حال یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھوں میں ہوں، نہ اپنی ذات کا غم ہے نہ اپنے عزیزوں کا بلکہ دار العلوم کا ہے۔ جماعت جو ۱۶ برس تک اوروں کے لئے ہدایت وتقویٰ اور توحید کی علامت تھی بکھر کر رہ گئی یہی بیماری ہے۔

ادائیگی شکر کا طریقہ

فرمایا: ادائیگی شکر حقیقتاً کما حقہ ناممکن ہے نعمتیں لامحدود ہیں اور شکر محدود ہوگا تو لامحدود کا شکر محدود سے ادا ہو جانا عقلاً بھی ناممکن ہے۔ اس لئے اس کی صورت یہ ہے کہ شکر کے صیغے اور اس سے اپنے عجز کا اقرار کیا جاوے کہ اے اللہ میں آپ کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہوں اور اپنے عجز وقصور کا معترف ہوں پس یہ ادائیگی عجز ہی شکر کے قائم مقام ہوگی اور شکر بن جائے گی۔

دوران سفر تصنیف کا طریقہ کار

فرمایا: نماز صبح سے قبل تصنیف کے سلسلہ کو جاری رکھتا ہوں کیونکہ پھر آمد ورفت بڑھ جاتی ہے تو کام کا موقع نہیں ملتا ایک رسالہ اس سفر میں مکمل کر لیا ہے ہوائی جہازوں میں تبلیس کرتا

ہوں اور اواخر لیل میں تسوید کیونکہ رات کے مناسب سواد ہے اور دن کے مناسب بیاض۔

عقل کے کرشمے

فرمایا: اس عمارت کے اوپر کے حصہ میں اس سے زیادہ عجیب چیز پلے میڈیم ہے جس میں مصنوعی آسمان بنایا گیا ہے اولاً اندھیرا کر دیا جاتا ہے رات کی اندھیری نمایاں ہوتی ہے اس کے بعد اچانک آسمان رات کی اندھیریوں میں نمایاں ہوتا ہے اور ستارے جگمگا اٹھتے ہیں پھر افق پھٹتا ہے تو چاند طلوع ہوتا ہے اور ستارے پھیکے پڑ جاتے ہیں غرض اندھیریوں میں ستارے اس طرح ہو بہو آسمان پر بھرے ہوئے نظر پڑتے ہیں کہ قطعاً یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم تاروں بھرے آسمان کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں کہکشاں تک نمودار ہے پھر چاند بادلوں سے گزرتا ہے تو وہ ابر بعینہ اسی طرح گزرتا ہوا دکھائی دیتا ہے جیسے اصلی ہے ساتھ ہی لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ تعارفی آواز آتی ہے جس میں ستاروں کا تعارف کرایا جاتا ہے اور ایک روشن تیر کے ذریعہ جو حرکت کر کے کبھی آسمان کے اس کنارہ پر ہے اور کبھی اس کنارہ پر یعنی جس ستارہ کا تعارف کرانا ہے وہ تیر حرکت کر کے اسی ستارہ پر جا لگتا ہے اور آواز بتلاتی ہے کہ یہ مشتری ہے یہ مریخ ہے اور اس کی حرکت فی منٹ اتنی میل ہے اور اس کی اتنی میل وغیرہ وغیرہ غرض یہ چیز اتنی حیرتناک ہے کہ وہاں بیٹھ کر یہ محسوس نہیں ہوتا ہے کہ ہم کسی بند ہال میں ہیں جو سینکڑوں فٹ لمبا چوڑا ہے بلکہ اسی طرح زمین کے گول دائرہ میں زیر سماں ہیں جس طرح آسمان ہر جگہ سے گول اور قبہ کی طرح زمین پر سرپوش کے مانند ڈھکا ہوا ہوتا ہے اسی طرح سینکڑوں سائنسی کارنامے مجسم کر کے دکھلائے گئے ہیں۔

پبلک کی راحت رسانی اور خدمت کی انتہا ہے گورنمنٹ خود ہر ضرورت کی متکفل ہے علاج دوا دارو قیمتی سے قیمتی ادویہ اور خالص جن میں قطعاً ملاوٹ نہیں ہوتی سب کو مفت دی جاتی ہیں اگر مریض مفلس ہے تو ہسپتال کی طرف سے اس کے بچوں کی تعداد کے مطابق خرچہ بھی ماہانہ دیا جاتا ہے خواہ مریض چھ مہینے ہسپتال میں رہے نظم اور کنٹرول مثالی ہے پولیس انتہائی مہذب اور شائستہ ہے اس میں کسی بدتمیزی اور گنوار پن کا نشان نہیں اور نہ قانون کے نام پر مرعوب کرنے اور کچھ اینٹھ

لینے کا جذبہ ہی موجود ہے کسی سے نادانستہ غلطی ہوگئی تو پھر پولیس نہایت شائستہ انداز میں آئندہ کے لئے تنبیہ کر دیتی ہے کوئی اجنبی راستہ بھول گیا تو پولیس راستہ کی نشاندہی میں پوری مدد کرتی ہے کوئی اجنبی پھر بھی محفوظ نہ کر سکا تو پولیس اپنی کار میں اسے منزل مقصود تک پہنچا آتی ہے کوئی حیران کھڑا ہو تو پولیس کا آدمی فوراً پہنچ جاتا ہے کہ آپ حیران معلوم ہو رہے ہیں کسی مدد کی ضرورت ہو تو ہم حاضر ہیں مجرم کو خطاب کرتی ہے تو سرزنش سے نہیں بلکہ مسٹر اور محترم کر کے ملاطفت کے ساتھ اس کے جرم پر تنبیہ کرتی ہے کوئی قانون سے لاعلم ہے اور اس نے سچائی سے اپنی لاعلمی کو ظاہر کر دیا تو اسے خود ہی معذرت کر کے چھوڑ دیتی ہے۔

سگ پروری

فرمایا: کوئی مرد و عورت خالی نہیں کہ کتے کی زنجیر ہاتھ میں نہ ہو بعض بیگمات آٹھ آٹھ کتے رکھتی ہیں۔ جب چلتی ہیں تو کتوں کا لشکر یا باڈی گارڈ ساتھ ہوتا ہے ان بیگم صاحبہ کے گھر پر جب کتے بھونکے اور محلہ کی نیند اڑی تو حکومت سے فریاد کی گئی پولیس نے اس پر دارو گیر کی تو بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ میں اپنی لاکھوں کی جائیداد چھوڑ کر جا سکتی ہوں مگر کتے نہیں چھوڑ سکتی۔ انہیں گود میں رکھا جاتا ہے بچہ تو پیدل چل رہا ہے اور کتا بیگم صاحبہ کے کندھوں پر سوار ہے ان کے سروں کے بالوں کی مانگیں نکالی جاتی ہیں انہیں روزانہ غسل دیا جاتا ہے خواہ خود برسوں ہی بدن پر پانی نہ ڈالیں انہیں پیار ہی نہیں کیا جاتا بلکہ تھوبڑے سے تھوبڑا ملا کر ہونٹوں کو پیار سے چاٹا بھی جاتا ہے۔ انہیں لحاف میں برابر لے کر سویا جاتا ہے حتیٰ کہ کتا مر جائے تو باقاعدہ اس کی تعزیت کی جاتی ہے اور اس کی قبر تک بنائی جاتی ہے حد یہ ہے کہ بعض سرپھروں نے کتوں کے نام پر اپنی لاکھوں' کروڑوں کی جائیدادیں تک وقف کر دی ہیں خواہ اولاد اور خاندان والے بھیک ہی مانگتے پھریں یا پھر کتوں کے نام کا ٹکڑا کھائیں اور یہ بھی کچھ کم فخر کی بات نہیں غرض کتا جان سے زیادہ عزیز ہے ایمان سے زیادہ تو پہلے ہی سے تھا یہ معاشرہ محض جذباتی نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر اس پر کوئی قانونی پابندی عائد نہیں کر سکتا ہاں پابندی اگر عائد ہے تو یہ کہ اگر کسی کتے کو بے احتیاطی سے گزند پہنچ گئی تو مالک کو سزا دی جاتی ہے۔ (از مکتوبات حکیم الاسلام)

فطرت اللہ

فرمایا: ذرہ ذرہ میں اللہ کی حکومت، حکمرانی اور بادشاہی نمایاں ہے اور اس سے ایک نظام قائم ہے، یہ نظام اجتماعی فطرت اللہ ہے یعنی کائنات حق تعالیٰ نے جو بنائی اور اس کو چلایا یہ عیاذاً باللہ کوئی بدنظمی سے نہیں چل رہا بلکہ ایک نہایت ہی محکم نظام ہے اور اس کائنات کا ایک ایک ذرہ اس نظام کی بندشوں میں جکڑا ہوا ہے ایک چیز بھی اپنے نظم سے نہیں ہٹ سکتی۔

خدائی نظام

فرمایا: دن اپنے وقت پر آرہا ہے رات اپنے وقت پر، پھر ان رات اور دن سے یہ زمانہ بن رہا ہے موسم بن رہے ہیں یہ موسم اپنی اپنی جگہ سب محکم اور استوار ہیں، گرمی اپنے وقت پہ آئے گی سردی اپنے وقت پہ۔ برسات اپنے وقت پہ، پھر ہر موسم سے متعلق جو پھل اور پھول اور دانے ہیں وہ اپنے ہی وقت پر نکل رہے ہیں۔ بہت سے پھل ہیں جو کہ برسات کے ہیں، بہت سے ہیں جو سردیوں میں پیدا ہوتے ہیں بہت سے ہیں جو گرمیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اپنے وقت پر اگ رہے ہیں اور نکل رہے ہیں لوگوں کو ان سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اسی طرح سے دن بنایا تاکہ ہمارے کاروبار چلیں تو دن کی روشنی میں ہم اپنے کاروبار چلا رہے ہیں، تجارت کے زراعت کے کارخانے داری کے اور چونکہ انسان کی قوت محدود ہے۔ اور وہ خرچ ہونے سے گھٹتی اور بڑھتی ہے اس لئے تعب اور تکان بھی پیدا ہوتا ہے کہ دن بھر کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں تو رات کا وقت رکھا اور اس کو فرمایا:

وَجَعَلَ الَّيلَ سَكَناً "رات کو ہم نے سکون کا ذریعہ بنایا" کہ اس میں تھکے ماندے آرام کریں اور جو سو رہے ہیں وہ پھر اگلے دن کیلئے تازہ دم ہو کر کھڑے ہو جائیں اور اپنے کاروبار میں

لگیں، تو رات کو سکون کیلئے رکھا۔ دن میں بھی پانچ چھ گھنٹے کام کر کے طبعاً آدمی تھک جاتا ہے تو وقت نہار، دن کا بیچ کا حصہ قیلولہ کیلئے رکھا اور اسے سنت قرار دیا گیا۔

روایت میں ہے کہ بارہ بجے کا وقت ہے سکون کا، اور اس میں آدمی دس بیس منٹ آدھ گھنٹہ بھی اگر قیلولہ کر لے تو نشاط پیدا ہو جاتا ہے طبیعت میں، اور وہ جو ایک پسماندگی سی پیدا ہو جاتی ہے تھکن و تعب وہ نکل جاتا ہے پھر آدمی بقیہ آدھے دن کیلئے تیار ہو جاتا ہے تو گویا رات رکھی سکون کیلئے اور دن میں بارہ بجے کا وقت رکھا سکون کیلئے۔

دن رات کی تقسیم

فرمایا: پھر تین حصوں پر منقسم کر دیا کہ کاروبار کیلئے، بیچ کا حصہ سکون کیلئے اور رات پوری سکون کیلئے اس رات میں پھر واجب نہیں فرمایا، مگر افضلیت اس کی بیان کی، استحباب بیان کیا کہ تہجد پڑھے آدمی تاکہ رات بھی دو حصوں میں منقسم ہو جائے ایک حصہ سکون و آرام کا، ایک حصہ طاعت و عبادت کا اور وہ طاعت و عبادت کا جو رات میں وقت رکھا گیا ہے وہ سب سے زیادہ مقبول وقت ہے۔

روح و جسم محدود

فرمایا: حق تعالیٰ شانہ کی ذات وہ ہے کہ جسم سے بھی بری اور پاک اور جس کو آپ روح کہتے ہیں اس سے بھی بری اور پاک، روح بھی ان کی پیدا کی ہوئی ہے اور جسم بھی ان کا پیدا کیا ہوا ہے کہ روح اور جسم دونوں محدود چیزیں ہیں اور ہر محدود چیز کچھ نہ کچھ مرکب ہوتی ہے اور مرکب چیز حادث ہوتی ہے اور حق تعالیٰ شانہ، ترکیب سے بھی بری ہیں مرکب ہونے سے بھی بری، مجرد ہونے سے بھی بری لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ان کی کوئی مثال نہیں کہ بیان کی جا سکے۔

نزول خداوندی

فرمایا: حق تعالیٰ شانہ، کی ذات کا اترنا آسمان دنیا پر ان ہی کی شان کے مطابق ہے جس کو ہم نہیں جانتے، نہ ہم اس کیفیت کو بیان کر سکتے ہیں، لیکن حاصل یہ کہ

اترتے ہیں اور پھر یہی نہیں کہ اتر آتے ہیں آسمان دنیا پر بلکہ انتہائی رحمت اور شفقت سے۔

مصائب پر انعامات

فرمایا: حدیث میں ہے کہ بعض اہل مصیبت حسرت میں ہوں گے اس دن، اور جب ان کے سامنے اجر وثواب کے ڈھیر آئیں گے مصیبتوں کے ثمرہ میں تو وہ کہیں گے کہ اے اللہ اس سے بڑی بڑی مصیبتیں ہم پر کیوں نہ نازل کیں آپ نے، اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ قینچیوں سے ہماری کھالیں کاٹی جاتیں جب تھوڑی مصیبتوں پر یہ اجر وثواب مل رہا ہے تو بڑی مصیبتوں پر معلوم نہیں کیا ملتا، تو بعضوں کو حسرت ہوگی کہ مصیبت کم کیوں پڑی ہمارے اوپر، زیادہ کیوں نہ آئی، اس وقت قدر آئے گی کہ یہ مصائب بھی بڑی نعمتیں تھیں۔

دعا کیا ہے

فرمایا: سائل بھی ہو آدمی اور مستغنی بھی بنے یہ تو اجتماع ضدین ہے۔ اس واسطے دعا مانگنے میں سوائے عجز وانکسار کے، سوائے بندگی کے، ابتہال کے اور انتہائی زاری اور تضرع کے، نہ کوئی قید ہو نہ کوئی شرط ہو بس مانگے آدمی، اور میں کہتا ہوں کچھ بھی نہ ملے، دعا مانگنے کی توفیق ملی۔ دعا بھی تو عبادت ہے یہ تھوڑی چیز ملی کہ دعا منگوا دی گئی آدمی سے۔

شایان شان

فرمایا: بادشاہ جب خود بانٹنے کیلئے بیٹھے تو وہ اپنی شان کے مطابق بانٹیں گے آپ کی حیثیت کے مطابق نہیں اور اللہ کی جو شان ہے وہ لامحدود ہے تو پھر دے گا بھی اتنا کہ کوئی حد نہایت نہیں ہوگی اس کی۔ تو بانٹنا جب خود چاہیں اور فرمائیں کہ میری چیز ہے میں بانٹوں گا تو وہ اپنی شان کے مطابق بانٹیں گے۔

مظلوم کی مدد

فرمایا: جب مظلوم جس پر ظلم ہو رہا ہے وہ ہاتھ اٹھا کر فریاد کرتا ہے تو فوراً جواب دیتے ہیں کہ اَنصُرُکَ وَلَو بَعدَ حِینٍ میں تیری مدد کروں گا گھبرانا مت، مگر تھوڑا سا وقفہ

لگے گا، حکمت کے تحت، مایوس مت ہو جانا کہ دیر لگ گئی۔ تھوڑی سی اور مظلومیت چلے گی، مگر پریشان مت ہونا میں تیری مدد کیلئے پہنچا۔

خلافت کیا ہے

فرمایا: اسلام میں ملوکیت نہیں رکھی گئی خلافت رکھی گئی ہے خلافت کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ اللہ تعالیٰ ہیں ان کا نائب بن کر ان کے قانون کو ہم چلا رہے ہیں خود بادشاہ نہیں ہیں اقتدار ان کا ہے ان کے اقتدار کے زیر سایہ ہم چل رہے ہیں، نظام ان کا ہے ان کے نظام کو ہم چلا رہے ہیں۔ بادشاہی ان کی ہے ہم اس کی ڈوڈی پیس رہے ہیں، دنیا میں راج کر رہے ہیں تو ہم خود بادشاہ نہیں ہیں ہم خود صاحب اقتدار نہیں ہیں، اقتدار اللہ کا ہے اس کو چلانے کیلئے دنیا میں انسان بھیجا گیا ہے خلیفہ بنا کر۔

بندگی

فرمایا: انسان کیلئے شہنشاہی اور بادشاہت نہیں رکھی گئی، عبادت اور بندگی رکھی گئی ہے اور بندگی یہ ہے کہ اس کے نظام کو چلائے اس کا آلہ کار بن کر، اس کا خادم بن کر، اسے خلیفہ کہیں گے، اسے نائب کہیں گے۔

اقتدار

فرمایا: اگر انسان یوں کہے کہ بھئی نہ میں بادشاہ نہ تو بادشاہ ہم سب کا بادشاہ اللہ ہے، قانون اس کا ہے میں تو چلانے والا ہوں۔ سب کے دلوں میں عظمت بیٹھ جائے گی تو اپنی جاہ پسندی اپنے اقتدار دوسری مخلوق پر لاد نہیں سکتے، لیکن زور دباؤ میں آ کے اپنا اقتدار چلاتے ہیں تو مخلوق فکر میں رہتی ہے کہ کوئی موقع پڑے تو اس کے اقتدار کو ختم کر دو پلٹ دو۔ اس نے پارٹیاں بنالیں اس نے ایجی ٹیشن شروع کیا اس نے پبلک کو ہموار کیا، بغاوت پھیلائی تو یہ جو بدنظمی ملک میں ہوتی ہے اس کا سبب ہم ہیں، اللہ کی حکومت سبب نہیں۔

حکمرانی کے اثرات

فرمایا: اگر مکار بادشاہ ہے تو پوری قوم کے اندر مکر اور فریب اور چالاکی اور بے

ایمانی اور دغل فسل یہ چیزیں پھیل جائیں گی اور اگر بادشاہ دیانتدار ہے متدیّن ہے تو پوری رعایا کے اندر دیانتداری کا اثر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ خیر ہی خیر

فرمایا: بادشاہ کے اندر خیر کا غلبہ ہونا چاہیے اور جب اللہ بادشاہ ہے تو وہاں خیر ہی خیر ہے وہاں شر کا نشان ہی کوئی نہیں، پھر وہ خیر ایسی ہونی چاہیے کہ اپنی ذات ہی تک محدود نہ رہے بلکہ وہ نکل کر دوسروں تک بھی پہنچے اگر اپنی ذات سے بہت باخیر ہے ایک شخص، مگر دوسروں کو اس کی خیر سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا تو دوسروں کے حق میں ہونا نہ ہونا برابر ہوا، لیکن حق تعالیٰ شانہ، کی خیر یہ ہے کہ پورے عالم میں پھیلی ہوئی ہے ذرّے ذرّے کے اندر پھیلی ہوئی ہے۔

برکت کا مفہوم

فرمایا: اگر پانی پئیں اور ٹھنڈک نہ پہنچے تو کہیں گے کہ منحوس پانی ہے، برکت والا پانی وہ ہے کہ خود بھی ٹھنڈک ہے اس میں اور دوسروں کو بھی پہنچ رہی ہے ہوا کے اندر خیر یہ ہے کہ اس میں رطوبت ہے اور خیر یہ ہے کہ جہاں جہاں ہوا پہنچتی ہے رطوبت پہنچتی ہے اگر ہوا چلے اور رطوبت کے بجائے خشکی پھیل جائے، خشک سالی پھیل جائے کہیں گے بڑی منحوس ہوا چلی اپنی خاصیت نہ دکھلائی اس نے۔ تو جس شے میں خیر چھپی ہوئی ہو اور وہ خیر دوسروں تک پہنچ رہی ہو اور اس میں روز بروز اضافہ ہی ہو اس کو کہتے ہیں ''برکت''۔

بادشاہت

فرمایا: وہی ذات بادشاہت کیلئے مناسب اور موزوں ہوسکتی ہے جو ہر خیر سے بھرپور ہو۔ علم ہے تو لامحدود، صنعت ہے تو لامحدود، اخلاقی کمالات ہیں تو لامحدود، برکات ہیں تو لامحدود تو مبارک حقیقت میں اللہ کی ذات ہے جس میں اس کا کچھ اثر آجائے گا اسے کہیں گے برکت والا ہوگیا مبارک ہوگیا۔

مبارک

فرمایا: مبارک وہ چیز ہوتی ہے کہ اس کے اندر خود بھی خیر ہو اور وہ خیر دوسروں

کو پہنچے اور اس میں گھٹنا نہ ہو بلکہ بڑھنا ہو۔ اضافہ ہی اضافہ ہو، اس کو ''برکت'' کہتے ہیں۔

حقیقی اقتدار

فرمایا: بادشاہ کا علم وسیع ہے تو وہ فوراً دار و گیر کرتا ہے اور سب سنبھل جاتے ہیں تو بادشاہ کیلئے علم کی وسعت اور قبضے اور اقتدار کی وسعت ہونی چاہیے۔ اگر ملک قابو میں نہ آئے تو ظاہری بات ہے کہ حکومت نہیں چل سکتی اور چلے گی تو ظلم اور جور کی حکومت ہوگی بدنظمی کی حکومت ہوگی تو پہلی شرط یہ ہے کہ بادشاہ باخبر ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا قبضہ صحیح ہو، قابو سے نکلی ہوئی نہ ہو بات۔

اوصاف بادشاہت

فرمایا: جو قابو پا سکے ملک پر وہی بادشاہ بنانے کے لائق ہے اور قابو وہ پائے گا جس کا علم صحیح ہو۔ علم کے وسائل صحیح ہوں کہ کہاں کیا چیز گزر رہی ہے؟ رعایا میں بے چینی ہے، بدنظمی ہے، سکون ہے امن ہے بدامنی ہے ظلم تو نہیں کر رہے حکام، تاجروں کو دیکھا جائے کہ بلیک میں تو مبتلا نہیں ہیں، نفع خوری میں تو مبتلا نہیں ہیں، حکام رشوت ستانی میں تو مبتلا نہیں۔ تمام چیزوں کی اطلاع ہو اور علم ہونے کے بعد قدرت اور قوت بھی حاصل ہو کہ طاقت سے ان کو ہٹایا جا سکے برائی سے۔ اگر قبضے میں ہی نہیں ملک تو حکومت نہیں چل سکتی۔

تین اوصاف

فرمایا: حق تعالیٰ نے بادشاہت کے تین وصف بیان فرمائے ایک برکت اور ایک قبضہ اور ایک چیز اقتدار تو یہ تین چیزیں انتہائی ضروری ہوتی ہیں حکومت کیلئے۔ یہ لامحدود طریق پر اسی کی ذات میں موجود ہیں تو بادشاہ کے لائق بھی اس کی ذات ہے۔

خدائی مخلوق

فرمایا: حکمرانیوں میں ملک کی حکومت سب سے زیادہ وسیع ہے اور اللہ کا ملک ہی ساری کائنات میں پھیلا ہوا ہے جہاں غیر اللہ کی حکمرانی ہے، وہ (بھی) سب اسی کا ملک

ہے۔ اس لئے اس کی وسعت کی کوئی حد و نہایت نہیں اس ملک میں عالم دنیا بھی داخل ہے۔

تعجب انگیز

فرمایا: حق تعالیٰ اگر انسان کو جنت ہی میں رکھتے اور وہیں ترقی دیتے تو کوئی زیادہ کمال نہ سمجھا جاتا ایک پاک عالم، نورانی عالم اس میں اگر نورانی مخلوق بن گئی تو بنتا کوئی تعجب انگیز نہیں عجیب چیز یہ ہے کہ ظلمتوں میں گندگیوں میں سے پاکباز انسان نکالا، تو اس سے خدا کی قدرت کا نمود ظاہر ہوتا ہے پھر اس کو لاکر رکھا دنیا میں کہ دنیا میں خود گندگی، کھانا پینا اور بول اور براز اور نجاسات اور گندگی اس سب کے اندر رہ کر پھر انسان بنتا ہے پاکباز تو اللہ کی قدرت کا نمونہ ظاہر ہوتا ہے۔

تخلیق خداوندی

فرمایا: سورج کو دیکھو آج کل کی تحقیق کے مطابق چار کروڑ گنا بڑا ہے زمین سے یعنی چار کروڑ زمینیں بن سکتی ہیں اس میں اور یہ چھوٹا ستارہ ہے اور بڑے بڑے ستارے تو ان گنت ہیں ان کی بڑائیوں کی کوئی انتہا نہیں پھر ان کے اوپر آسمان ہیں سات، ان کے اوپر جنتیں ہیں سو، اور ان کے اوپر پھر عظیم الشان دریا ہے کہ جس کی ایک ایک موج پورے آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہوتی ہے اس کے اوپر عرش عظیم ہے اور کرسی ہے تو حق تعالیٰ بادشاہ ہے اور شہنشاہ ہیں، فقط ایک ملک کے نہیں ہفت اقلیم کے نہیں، صرف دنیا جہان کے نہیں بلکہ کروڑوں جہانوں کے بادشاہ ہیں اور اتنی بڑی بادشاہت کہ کوئی ذرہ بھی حرکت نہیں کرسکتا بغیر ان کی مشیت کے اور ان کے حکم کے اور اذن کے۔ تو ملک کے اندر وسعت داخل ہے۔ اللہ کے ملک میں تو کوئی حد نہیں وسعت کی۔

قبر کی کشادگی

فرمایا: حدیث میں ہے کہ مومن جب سوال و جواب میں پورا اترتا ہے تو اس کی قبر وسیع کی جاتی ہے اتنی وسیع کہ تا حد نظر وہ میدان ہی میدان نظر آتا ہے۔ باغ و بہار، تو تنگ جگہ کو اتنا وسیع بنا دیا کہ حد نظر تک وہ وسعت محسوس ہوتی ہے اور حد نظر حسی تو یہ ہے کہ آدمی جب لیٹتا ہے تو

22 ایک دم اس کی نگاہ آسمان تک پہنچ جاتی ہے یہ آسمان ہو نہ ہو اس کے اوپر ہو آسمان بہر حال وسعت نظر اتنی ہے کہ وہاں تک پہنچتی ہے یہ حسی نظر ہے اور وہاں کی نظر ہوتی ہے روحانی جو اس سے بھی زیادہ دور تک پہنچتی ہوگی تو قبر کو اتنا بڑا عالم بنا دیتے ہیں کہ وہ دنیا سے بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

سورۃ ملک کے نام

فرمایا: سورۃ ملک کا دوسرا نام منجیہ، یعنی نجات دینے والی تو عذاب قبر سے بھی نجات دیتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ بائیں طرف سے عذاب آتا ہے تو روکتی ہے، دائیں طرف سے آتا ہے تو روکتی ہے اور اوپر نیچے سے غرض چہار طرف سے یہ روکتی ہے، تو نجات دے دیتی ہے بندے کو عذاب قبر سے، تنگی سے نجات دی، ظلمت سے نجات دی، عذاب سے نجات دی، اس واسطے اس کا نام منجیہ بھی ہے۔

آج بے برکتی کیوں؟

فرمایا: جو بے برکتی پیدا ہوتی ہے (تو اس کی وجہ یہ ہے) کہ جہاں انسان کا دخل آ گیا ہے (اسے حکم تو دیا گیا تھا) کہ تو ہمارے نمونہ پر چل، وہ اپنی حرص و ہوا سے کہیں اپنا ذاتی اقتدار چاہتا ہے تو اللہ کے اقتدار کو بھول کر اپنا ذاتی اقتدار قائم کرتا ہے۔ اس کی طاقت کو فراموش کر کے اپنی طاقت پر غرہ کرتا ہے جب وہ اپنی طاقت پر غرہ کرے گا، دعویٰ کرے گا دوسرے اس کے مخالف بنیں گے تو ملک میں بدنظمی پھیلے گی۔ اگر وہ اپنی جاہ چاہے گا تو ہر انسان جاہ پرست ہے، وہ بھی جاہ کی طرف چلے گا۔ اگر دو نگاہیں...... جمع ہوں گی تو وہ ٹکرائیں گی۔ ایک دوسرے کو گرانا چاہے گا وہیں سے فتنہ فساد پھیلے گا۔

خدائی نظم

فرمایا: جہاں پر حق تعالیٰ کی تکوینی حکومت ہے اس میں کوئی بدنظمی نہیں، ہر چیز اپنے محور پر چل رہی ہے اور جہاں تکمیلی چیز آئی جس میں انسان کو واسطہ بنایا تو اگر انسان درست ہے، پاکیزہ، تب تو اللہ کے نظام کو چلائیں گے۔ جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام (ہیں) کہ ذرہ برابر ان کے دلوں میں اپنی ذات کا اقتدار نہیں ہوتا، حالانکہ اللہ نے انہیں سب سے زیادہ

بااقتدار بنایا ہے، اپنی ذات کے بارے میں انبیاء کو جاہ پسندی کا خطرہ بھی لاحق نہیں ہوتا۔ اسی طرح سے جو انبیاء کے بلاواسطہ متبعین ہیں صحابہ کرامؓ وہ بھی اسی انداز پر اللہ کی حکومت کو چلاتے ہیں کہ ان میں نہ جاہ پسندی ہے، نہ مال پسندی ہے، نہ محبت مال کی، نہ محبت جاہ کی، فقط جاہ ہے تو اللہ کی سامنے ہے، ملک ہے تو اللہ کا سامنے ہے، اپنے کو خادم کی حیثیت سے رکھتے ہیں ان کے دل میں قطعاً نفسانیت کے وسوسے نہیں ہوتے کہ ہم کوئی چیز ہیں۔

امیر المومنین کی حالت

فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر اس درجہ بے نفسی تھی کہ تنہائی میں بیٹھ کر حیرت میں ہیں کہ مجھے کس طرح خلیفہ بنا دیا۔ مجھ میں تو یہ لیاقت نہیں تھی تو ان لوگوں کے قلوب اتنے پاک اور صاف ہیں کہ سلطنت اتنی بڑی کہ سلاطین عالم کانپتے ہیں حضرت عمرؓ کا نام لے کر، اور خود حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھو تو ان کے دل میں خطرہ بھی نہیں کہ میں کوئی چیز ہوں۔ حیرت سے خود ہی کہہ رہے ہیں کہ تو امیر المومنین؟

بدنظمی کا سبب

فرمایا: جو لوگ اللہ کے اقتدار کو چھوڑ کر اپنا ذاتی اقتدار چاہیں بجائے بندگی کرنے کے خدائی شروع کر دیں، مال کی محبت میں غرق ہوں اور خود غرضی کی وجہ سے مال بٹورنے کی فکر میں ہوں تو رعایا کا ناس ہوگا۔ ظاہر ہے ملک کے اندر بدنظمی پیدا ہوگی، تو یہ بدنظمی اللہ کی حکومت میں نہیں ہے اس نے اپنی حکومت میں جب واسطہ بنایا انسان کو تو اس انسان نے بدنظمی پھیلائی۔ جب تک کہ وہ انسان رہے کہ جو غیر محب جاہ اور غیر محب مال تھے جنہوں نے خالص اللہ کی حکومت پر کاٹی دنیا میں، اور جب ایسے آ گئے جن کے قلوب صاف نہیں تھے، نہ مال کی محبت سے بری تھے، نہ جاہ کی محبت سے، وہیں آ کر خرابی واقع ہوئی۔

اوصاف بادشاہ

فرمایا: بادشاہ کے اوصاف میں یہ ہے کہ بخیل نہ ہو، اگر بخیل ہوگا تو رعایا تنگ ہو جائے گی، سخی ہوگا تو رعایا کے اندر مُرَفَّهُ الحَالِي پیدا ہوگی، مگر اس کے ساتھ عدل ہو،

کیونکہ اگر ظلم کے ساتھ سخاوت ہو تو جانبداری کرے گا بادشاہ، ایک طبقے کو دے گا اور ایک کو محروم کرے گا، ملک میں بدنظمی پیدا ہوگی، لیکن اگر عدل ہے سخاوت کے ساتھ تو سب کو برابر برابر ملے گا۔ کسی کو کسی سے شکایت نہیں ہوگی۔

عدل و مساوات

فرمایا: بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ محبت تو ساری اولاد سے طبعاً ہوتی ہے انسان کو، مگر ایک سے کچھ زیادہ پیار ہوتا ہے دوسرے سے نہیں، غیر اختیاری طور پر، لیکن معاملہ کرنے میں چاہیے مساوات کہ جتنا ایک کو دے اتنا ہی دوسرے کو۔ اگر برابری نہ رکھی تو ان میں باہم لڑائی اور منافقت پیدا ہوگی اور پھر دونوں مل کر باپ کے مدمقابل آئیں گے تو گھر کی حکومت میں بدامنی پیدا ہو جائے گی، بدنظمی پیدا ہوگی۔

عدل و سخاوت

فرمایا: سخاوت میں اسراف سے عدل روکتا ہے اور عدل کی برکت سے سخاوت اپنے اصل محور پر چلتی ہے۔

تدبر

فرمایا: اگر بادشاہ کے اندر تدبر ہے تو وہ اپنے تدبیر سے سب کو یکساں قائم رکھے گا اپنی جگہ، ساتھ میں شجاعت اور بہادری بھی ہو، بزدل نہ ہو، اگر بزدل ہوگا تو دشمن راستہ دیکھ لے گا ملک کا اور مدافعت کی قوت نہیں ہوگی تو ملک تباہ و برباد ہو جائے گا۔

چار چیزیں

فرمایا: بادشاہ کیلئے ایک سخاوت اور ایک عدل اور ایک شجاعت اور ایک تدبر۔ یہ چار چیزیں جمع ہوں گی تب بادشاہی صحیح اصول پر چلے گی۔

زندگی کا معنی

فرمایا: زندگی دینے کے معنی ہیں ”عطائے وجود“ وجود دے دینا دوسرے کو، تو ظاہر

بات ہے کہ انسان میں قدرت نہیں ہے کہ وجود دے دوسرے کو اس لئے کہ خود اس کا وجود ہی اس کے قبضے میں نہیں۔ اگر بالفرض اس نے اس کو اولا د دی تو وجود دینے والا باپ یا ماں نہیں وہ سبب بنا ہے زندگی دینے کا، وجود دینے کا لیکن دینے والا دوسرا ہے، اگر اس کے ہاتھ میں، قبضے میں وجود ہوتا تو یہ خود کبھی نہ مرتا، کون موت کو پسند کرتا ہے، اگر قبضے میں ہو حیات تو روک لیا کرتا آدمی۔

قدرت خداوندی کا عالم

فرمایا: اللہ کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ موت اور حیات اس کے قبضے میں ہے جسے چاہے وجود دے دے جس سے چاہے وجود چھین لے، تو جو ایسا قادر مطلق ہوگا حکومت اس کیلئے سزاوار ہے، حکمرانی اسی کا حصہ ہے اسی واسطے اسلام میں حکومت اس کی ہوگی، چلانے والے تم ہوگے تاکہ تمہیں اجر ملے، ثواب ملے۔ تم خود حاکم نہیں اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم دینا صرف اللہ کا کام ہے۔

موت وحیات

فرمایا: انسان سب سے پہلے تو میت ہی تھا، کوئی تھا ہی نہیں وجود اس کا، اس کے بعد حق تعالیٰ نے اس کو وجود دیا، تو وہ عدم سے وجود میں آیا، اس کے بعد پھر موت دی تو قبر میں چلا گیا۔ اس کے بعد پھر حیات دیں گے تو حشر میں پہنچ جائے گا تو دو دو موتیں اور دو دو حیاتیں ہوتی ہیں۔

موت لازمی

فرمایا: اللہ نے زندگی دی تاکہ عمل کرے، عمل کا انجام نہیں نکل سکتا جب تک موت نہ واقع ہو، موت کے بعد ہی تو زندگی مکمل ہوگی اور مکمل زندگی پر دیں گے اجر، تو موت لازمی چیز ہے تاکہ عدل جہان میں بھگتے آدمی۔ اچھائی اور برائی کے ثمرات دیکھئے تو زندگی دی اس لئے تاکہ عمل کرے اور موت دی اس لئے تاکہ ثمرات اس پر مرتب ہوں اور اچھے اور برے بدلے اس کے سامنے آئیں۔

تقدیم وتاخیر

فرمایا: اگر ایک ہی دن سب مرتے، عبرت پکڑنے والا کوئی نہ رہتا، تو موت کو

جہاں ذریعہ بنایا ثمرات ظاہر ہونے کا وہاں عبرت کا بھی تو ذریعہ ہے کہ دوسرے کی موت دیکھ کر آدمی عبرت پکڑے کہ مجھے بھی اسی راستے جانا ہے تو میں کوئی اچھا عمل کرلوں تو عمل پر ابھارنے کیلئے ضرورت تھی کہ موت اور حیات کا سلسلہ مسلسل رہے۔

سلسلہ موت وحیات

فرمایا: اللہ نے موت وحیات کا ایک سلسلہ قائم کر دیا بیک دم نہ موت رکھی نہ بیک دم حیات رکھی تاکہ عبرت وموعظت، ترقی درجات مدارج، یہ انسانوں کو حاصل ہوں اور یہ جب ہی ہوں گے کہ میت کو دیکھے اور عبرت پکڑے کہ کل کو ہمارے لئے بھی یہ دن آنے والا ہے۔

محبوب القلوب

فرمایا: بادشاہ کیلئے محبوب القلوب ہونا ضروری ہے جب تک محبت نہیں ہوگی بادشاہ کا کام نہیں چلے گا اور محبت جب ہوگی جب سر چشمہ خیر و برکت ہوگا ورنہ عداوت ہوگی۔ تو محبت ہونی چاہیے نیز محبت جب ہوگی جب عزت والا ہو اور عزت والا وہی ہے جو خیر و برکت کا حامل ہے۔ خیر نہ ہوئی شر ہوئی تو عزت کے بجائے ذلت پیدا ہو جائے گی۔

اللہ وجود کا سرچشمہ

فرمایا: اللہ تعالیٰ جو سرچشمہ ہے سب کے وجود کا جس نے بنایا اسے کیسے محبت نہ ہوگی اپنی مخلوق سے، اسے کہیں زیادہ محبت ہے اپنی مخلوق سے جتنا کہ جانور کو اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے تو ظاہر بات ہے کہ جب محبت والا ہے، جبھی تو بخشش عام ہے مسلم ہو یا کافر، دھوپ اور بارش اور غلہ اور کھانا پینا اور پھل سب کیلئے عام ہے، ورنہ دوستوں کیلئے کرتے، دشمنوں کیلئے نہ رکھتے، وہ بحیثیت مخلوق کے ان پر بے حد شفیق ہے۔

محسن وصاحب جلال

فرمایا: ذات بادشاہ، اللہ کی ذات مبارک ہے، برکت والی ہے، دوسرے یہ کہ قادر ہے بِيَدِهِ الْمُلْكُ اسکے قبضے میں ہے تیسرے یہ کہ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ قدرت اور اقتدار اس کا

انتہائی ہے اور ساتھ میں یہ کہ عزیز بھی ہے عزت والا بھی ہے جس کی وجہ سے سب مغلوب ہیں اور ساتھ میں غفور بھی ہے کہ محبت بھی کرتے ہیں تو محسن بھی ہے صاحب جلال بھی ہے۔

جلال و جمال

فرمایا: بادشاہ اگر محض جابر و قاہر ہی ہو کہ جبر و قہر ہی کرے تو رعایا کا ناس مارا جائے، اگر محض جمیل ہی جمیل ہو کہ رحم و کرم ہی کرتا رہے غصہ نہ کرے تب بھی ناس مارا جائے گا۔ اس لئے کہ بہت سی حرکات غصہ اور قہر سے بنتی ہیں، محض انعام و اکرام سے نہیں بنتیں، تو دونوں شانیں ہونی چاہیں بادشاہ میں کہ جلال بھی ہو اور اکرام بھی ہو، جلال بھی ہو اور جمال بھی ہو۔ عز واقتدار اور قہر بھی ہو اور مغفرت بھی ہو اور بخشش اور تدبر بھی ہو۔ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ یہ پانچ اوصاف بیان کئے گئے۔ یہ تھے ذات بادشاہ کے اوصاف۔

زمین و آسمان

فرمایا: آسمان زمین سے زیادہ مضبوط ہے زمین کمزور ہے، لیکن آسمان مضبوط ہے، زمین میں آپ روزانہ تصرف کرتے ہیں کہیں کھود کر کنوئیں بنا رہے ہیں، کہیں سڑکیں نکالی جا رہی ہیں، روزانہ تغیر و تبدل زمین میں ہوتا ہے لیکن آسمان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں جب سے آسمان بنائے گئے ہیں ہزاروں برس سے اس وقت سے یکساں حالت پر قائم ہیں۔

نظام کواکب

فرمایا: آج اگر کوئی چاند پر پہنچنا چاہے تو وہ پہنچ سکتا ہے۔ شریعت کے اصول سے کوئی بعید بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ نظام کواکب ستاروں کا نظام سب آسمانوں سے نیچے نیچے ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی صریح روایت موجود ہے اس میں کہ یہ تمام ستارے آسمان کے نیچے لٹکے ہوئے ہیں اور ان میں زنجیریں پڑی ہوئی ہیں سونے اور چاندی کی اور ملائکہ کے ہاتھ میں ہیں جو تھامے ہوئے ہیں انہیں۔ قیامت کے دن جب آسمان ٹوٹیں گے اور ملائکہ علیہم السلام کو بھی وفات دے دی جائے گی، زنجیریں چھوٹ جائیں گی وہ سارے ستارے ٹکڑے ہو کر نیچے آ پڑیں گے۔ قیامت قائم ہو جائے گی۔

حصول برکت

فرمایا: کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم الله ایک اصول ہے اس اصول کے تحت امر یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلو تو بسم اللہ پڑھو۔ جب ان امور میں بھی بسم اللہ کا حکم ہے تو ظاہر بات ہے جو کام ضروری اور اہم ہوں گے ان میں بسم اللہ سے شروع کرنا اولیٰ ہوگا اور اس کے بغیر اس میں برکت نہیں ہوگی۔ اس لئے فھو اقطع فرمایا گیا کہ یہ کام مقطوع البرکت ہو جائے گا۔

ایک وضاحت

فرمایا: سمجھ لینا چاہئے کہ ایک ہے دنیوی کاموں کی تکمیل۔ یہ بسم اللہ پر موقوف نہیں ہے اور ایک ہے آخرت کی برکت تو عند اللہ اس کا مقبول ہونا اور اس پر ثواب ملنا یہ بغیر بسم اللہ کے نہیں ہے۔

حضرت تھانویؒ کے معمولات

فرمایا: پہلا تو یہ تھا کہ انہوں نے اپنے لئے کچھ ساتھی منتخب کر لئے تھے اور ان سے معاہدہ کر لیا تھا کہ نماز عشاء کے بعد نہ تکرار کریں گے نہ مطالعہ کریں گے۔ بلکہ فوراً سو جائیں گے اور اخیر شب میں اٹھ کر تہجد پڑھیں گے اور اس کے بعد مطالعہ اور تکرار کریں گے۔

اور دوسرا معمول یہ تھا کہ منڈی میں جو دیوبند کا بازار ہے وہاں چوراہے پر تحصیل کے سامنے عصر کی نماز کے بعد روزانہ وعظ فرماتے تھے۔

اسی لئے حضرتؒ نے طالب علمی ہی کے زمانے میں پورے قرآن شریف کا وعظ وہاں سنایا۔ اور تیسرا معمول یہ تھا کہ جمعہ کا دن منتخب کر رکھا تھا اساتذہ کی خدمت میں حاضری کے لئے۔

غرض جتنے اساتذہ تھے جمعہ سے پہلے ایک ایک گھنٹہ ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا۔

اور چوتھا معمول یہ تھا کہ حجرے میں ایک گھڑا رکھ چھوڑا تھا جو خط آتا بغیر پڑھے ہوئے

اسی گھڑے میں ڈال دیا کرتے۔ ایک سال میں جو دس بیس خط جمع ہو جاتے ان کو سالانہ امتحان سے فارغ ہو کر پڑھتے۔

اس سے شغف معلوم ہوتا ہے علم کا ان کو کتابوں کے پڑھنے سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی تھی کہ عزیز و اقرباء کے خطوط کو پڑھیں۔

فکر آخرت

فرمایا: حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کا ایک واقعہ میں نے مولوی محمود احمد صاحبؒ سے جو میرے خسر ہوتے تھے سنا جب وہ دار العلوم میں پڑھتے تھے تو ان کا قیام مفتی صاحبؒ کی مسجد میں تھا جو چھوٹی مسجد کہلاتی ہے وہ مسجد کے حجرہ میں رہا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ مفتی صاحبؒ دوپہر کا کھانا کھا کر اپنے حجرہ میں آ کر قیلولہ کیا کرتے تھے۔ ظہر سے پہلے میں نے دیکھا کہ وہ لیٹتے ہیں تو گھٹنے پیٹ میں دے کر سکڑ کر لیٹتے ہیں کبھی پیر پھیلا کر سوتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔ میں سمجھا کہ یہ اتفاقی ہوگا۔ لیکن دیکھا کہ معمول ہی ہے روزانہ اسی طرح سونے کا۔ تو ایک دن میں نے جرات کر کے عرض کیا کہ حضرت آپ پیر پھیلا کر کبھی نہیں سوتے۔ فرمایا کہ بھائی پیر پھیلا کر سونے کی جگہ قبر ہے۔ یہ دنیا نہیں ہے اس سے اندازہ کیا جائے کہ ہر وقت ان کے قلوب میں آخرت کس طرح سمائی ہوئی تھی۔

فکر آخرت کا دوسرا واقعہ

فرمایا: ایک دن عشاء کے بعد لیٹے اور لیٹ کر یہ خیال آیا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ **لیس للانسان الا ماسعی** کہ انسان کو وہی چیز ملے گی جو اس کی سعی اور اس کا عمل اور اس کی جدوجہد ہے انہیں کے ثمرات ملیں گے اور ادھر احادیث میں ہے کہ ایصال ثواب کیا جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کے کام آتا ہے اور آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو کچھ نہیں ملے گا بجز اس کے سعی کے تو بظاہر آیت اور روایت میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ آیت پر میرا پورا ایمان ہے نہ حدیث پر اگر اس حالت میں موت آ گئی اور اگر ایک آیت اور ایک روایت کے بارے میں شک لے کر گیا تو میرا انجام کیا

ہوگا۔ اس جذبہ کا آنا تھا کہ چارپائی سے اٹھ کر روانہ ہو گئے یہاں تک کہ گھر والوں کو بھی اطلاع نہیں کی۔ سیدھے گنگوہ کا راستہ اختیار کیا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے اس مسئلہ کو حل کروں گا۔

صبح کی نماز کے لئے حضرت گنگوہیؒ وضو فرمارہے تھے انہوں نے پہنچ کر سلام عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کون! کہا عزیز الرحمٰن! فرمایا کب آئے کہا ابھی پہنچا ہوں فرمایا رات بھر سفر کیا کہا حضرت رات بھر سفر کیا۔ فرمایا کہ ایسی کیا ضرورت پیش آئی کہ ساری رات پیدل سفر کیا۔

کھڑے کھڑے حضرتؒ نے دو جملے فرمائے کہ **لیس للانسان الا ماسعی** میں جو سعی ہے اس سے سعی ایمانی مراد ہے کہ ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہیں آئے گا مومن بن جائے اور نجات اسے دے دی جائے اس میں عمل کا ذکر نہیں ہے یہ سعی ایمانی ہے جو سعی قلبی ہے اور حدیث میں جو حکم ہے وہ بدن کا عمل ہے نفل پڑھ کر خیرات کرو تلاوت کرو ثواب پہنچادو تو وہاں سعی ایمانی مراد ہے اور یہاں سعی عملی مراد ہے۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حضرت مفتی صاحب یہ کہتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پردہ ہٹ گیا اور علم کا دروازہ میرے لئے کھل گیا۔

دین نقلی ہے عقلی نہیں۔ اگر دین محض عقلی اور اختراعی ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں تشریف لانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہر شخص اپنی عقل سے اور اپنے فہم سے ایک دین بنالیا کرتا اور اس سے اللہ تک پہنچ جایا کرتا لیکن اس میں اصل یہ ہے کہ عقل کا ایک دائرہ ہے وہ اسی دائرے میں چل سکتی ہے۔ وہ محسوسات ہیں۔

ہر حاسے کا ایک دائرہ ہے وہ اسی دائرہ میں اپنا کام کرے گا دوسرے دائرہ میں کام لینا چاہے تو وہ عاجز اور بے کار ہوگا اور کام لینے والا احمق کہلائے گا۔

غیبی امور اور قلب کی جامعیت

فرمایا: کہ غیبی امور کے لئے ذریعہ کیا ہے؟ وہ وحی خداوندی ہے یہ ذریعہ اصل میں قلب اور وجدان ہے اس پر وحی کے ذریعہ علم کا ترشح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قلب کے اندر یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ غیبی امور کا بھی ادراک کرلیتا ہے۔ حق تعالیٰ نے قلب کو ایک

ایسا جامع لطیفہ بنایا ہے کہ اس کا تعلق عالم شاہد سے بھی ہے اور عالم غائب سے بھی۔ یہ جتنے حواس ہیں یہ سب اپنی معلومات اور اپنی کارگزاریاں قلب کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور قلب ادراک کر لیتا ہے اور پھر ان سے بالاتر ہو کر غیبی امور کا ادراک کرتا ہے کہ حق تعالیٰ نے کیا فرمایا اس کے اصول کیا ہیں؟ اور ان کے قوانین کیا ہیں تو گویا قلب کے دو دریچے ہیں ایک دریچہ کھلا ہوا ہے عالم شاہد کی طرف۔ وہ محسوسات کا ادراک کرتا ہے اور ایک دریچہ کھلا ہوا ہے عالم غیب کی طرف وہ مغیبات کا ادراک کرتا ہے تو جامع ترین لطیفہ انسان میں قلب کا ہے جو غیب اور شاہد دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔

قلب مدار حیات

فرمایا: کہ امام رفعیؒ نے لکھا ہے کہ اقلیم بدن کے اندر قلب بادشاہ کے مانند ہے اور جتنے اعضاء اور جتنی قوتیں ہیں وہ سب ان کے خدام ہیں وہ اپنی اپنی کارگزاری اس کے آگے لا کر پیش کر دیتے ہیں اور وہ علم حاصل کر لیتا ہے اور اوپر سے مغیبات کا علم بھی حاصل کرتا ہے۔ ان علوم کے تحت وہ زندگی گزارتا ہے اور اپنی اقلیم بدن کی حکومت چلاتا ہے اگر محسوسات اس کے سامنے اپنا علم نہ رکھیں اور وہ ادراک نہ کرے تو دنیا کی زندگی تباہ ہو جائے۔

دین کی ابتدائی سند

فرمایا: حقیقت میں حق تعالیٰ شانہ تو منبع ہیں علوم کے۔ انہوں نے علم کو القا فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام پر اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کو القا فرمایا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر، تو ابتدائی سند جو دین کی ہے اس میں گویا دو واسطے ہیں یعنی اللہ سے دین آنے میں جبرئیل امین اور محمد الامین صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر۔

راوی اول جبرائیل علیہ السلام

فرمایا: راوی جب بیچ میں ایسا ہو کہ رسول خداوندی بھی ہو اور کرامت و بزرگی والا بھی ہو۔ عرش والے کے مقیم بھی ہو اور مطاع اور سید الملائکہ بھی ہو اور اوپر سے ذاتی طور پر امانت و دیانت کا مجسمہ بھی ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی روایت نہ مانی جائے۔

دین کے دو ابتدائی راوی

فرمایا: یہ اللہ کا کلام ہے اس کو لے کر نازل ہوئے جبرئیل امین اور لا کر اتارا سید البشر کے قلب پر تو راویٔ اول حضرت جبرئیل امین ہیں اور راوی ثانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ دونوں راوی نقل روایت کی صحت پر پورے طور پر اترتے ہیں۔

راوی ثانی حضور علیہ السلام کے اوصاف

فرمایا: ایک تو وما صاحبکم بمجنون کہ یہ تمہارے ساتھی معاذ اللہ کوئی دیوانے تھوڑے ہی ہیں کہ کوئی چیز انہوں نے سن لی اور کہہ دی اور ایسے موقع پر گویا نفی جنون ہی کی کیا کرتے ہیں۔ عقل ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرتے وہ اپنی جگہ ثابت شدہ ہے اب جب کمال دانائی کمال عقل اور کمال فراست ہے تو آگے سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جس راوی سے سنا اس راوی کو دیکھا بھی ہے کیا اس کے پاس بھی گئے ہیں یا دور ہی دور کی بات ہے تو آگے فرمایا ولقد راٰہ بالافق المبین جبرئیل علیہ السلام کو انہوں نے افق مبین میں خود دیکھا ہے تو گویا سماع اور روایت دونوں ثابت ہوئیں۔ تیسری بات یہ تھی کہ سن بھی لیا دیکھ بھی لیا رویت بھی آ گئی لیکن دوسروں کو بتلانے کو جی نہیں چاہتا۔

اہل کمال کا بخل

فرمایا: اکثر اہل کمال اس میں بخیل دیکھے گئے ہیں جو چیز کمال کی ہوتی ہے اسے دوسرے کو نہیں بتاتے کہ وہ چیز ہم سے جاتی رہے گی۔ اس لئے اہل کمال اس سلسلے میں بخیل ہو گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے اہل کمال جب دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنا کمال بھی ساتھ لیتے گئے۔ دنیا میں اس کا وجود ہی باقی نہیں رہا۔ ایسے کو کمال دینا نہ دینا برابر ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی کو لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے لئے دید و مگر وہ لے جا کر صندوق میں بند کر دے تو دینے سے فائدہ کیا ہوا۔

آپ علیہ السلام کی شان

فرمایا: قرآن میں ایک جملہ اور بڑھایا گیا یعنی وماھو علی الغیب بضنین یہ غیب

کے بارے میں بخیل واقع نہیں ہوئے ہیں بلکہ ان کا ذاتی جذبہ ہے کہ یہ دین دوسروں کو پہنچے اور دوسرے اس سے فائدہ اٹھائیں اور مستفید ہوں تاکہ ان کو سعادت دنیا وآخرت حاصل ہو۔

رواۃ حدیث کا کمال

فرمایا: امت نے پھر اس کی رعایت بھی کی ایک ایک جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کا دوسروں تک بڑی دینداری کے ساتھ پہنچایا پھر محدثین اور علماء نے تواتر طبقہ کے ساتھ ایک ایک حدیث کو سند صحیح کے ساتھ پہنچایا اور پوری امت میں وہ روایات اسناد کے ساتھ ہوتی آ رہی ہیں جس سے قرآن کے نہ ایک شوشے میں فرق نہ زیر وزبر میں فرق نہ آیتوں میں فرق۔ وہ سب چیزیں محفوظ ہیں تو ظاہر بات ہے کہ جب رواۃ بالکل سچے اور صحیح اور روایت بالکل حق اور اپنی جگہ قابل قبول کہ معقول بھی ہے اور منقول بھی۔ تو آگے کوئی وجہ نہیں کہ اسے قبول نہ کیا جائے۔

عقل دو درجے

فرمایا: عقل میں دو درجے ہیں ایک درجہ تو تقلید کا ہے اور ایک درجہ تحقیق کا' دنیا کے جس عقل مند کی بات ہو۔ عقل مقلد نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی عقل ہے ایک بات ارسطو نے کہی یا افلاطون نے یا ابن سینا نے تو ان کو ماننا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے کیونکہ ہمارے اندر بھی عقل ہے ممکن ہے کہ ہم یہ ثابت کر دیں کہ ان کا کہا ہوا غلط ہے اور یہ صحیح ہے جو ہم ثابت کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ فلسفے کے نظریات بدلتے رہتے ہیں اگلا فلسفی پچھلے والے کو احمق بتاتا ہے کہ اس نے نہیں سمجھا۔ میں نے سمجھا ہے۔

عقل کا دائرہ کار

فرمایا: عقل کا کام صرف اتنا ہے کہ نقل و روایت صحیح سے جو دین کی باتیں ثابت ہوں ان کو سمجھے اور سمجھنے کے بعد وحی کے دائرے کے اندر رہ کر اس کے اندر سے اجتہاد اور استنباط کرے اور لطائف نکالے اور علوم پیدا کرے مگر مراد ربانی اللہ کی طرف سے متعین ہوگی اور عقل اس مراد کے اندر رہ کر کاوش کرے گی۔ تو دین میں سینکڑوں فنون پیدا ہوں گے جو عقلی بھی ہوں گے اور نقلی بھی ہوں گے تو جب تک عقل نہ ہو اس وقت تک اجتہاد ہو ہی نہیں

سکتا۔ اجتہاد کو رکھا ہی گیا ہے کہ وہ عقل سے ہو مگر وحی کے دائرے میں محدود ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین بنانے کے لئے عقل نہیں ہے۔ بلکہ بنے بنائے دین میں تفصیلات پیدا کرنے کے لئے ہے۔

عقل کار آمد ہے

فرمایا: قرآن کریم کے بارے میں احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ **لاتنقضی عجائبه** یعنی قیامت آجائے گی مگر کلام پاک کے عجائبات علمی ختم نہ ہوں گے تو علمی عجائبات عقل ہی کی وجہ سے نکلیں گے۔ اس میں عقل اجتہاد کرے گی اس سے علوم اور لطائف پیدا ہوں گے تو لہٰذا اسلام کے اندر عقل بے کار نہیں ہے بلکہ زیادہ کار آمد ہے۔ اس لئے اسلام کوئی رسمی دین نہیں کہ چند بندھی جڑی رسمیں بتلا دی گئی ہوں اور انہیں اختیار کر کے آدمی مسلم بن جائے جیسے دوسرے ادیان میں ہے کہ چند رسوم ادا کرنے سے آدمی اس دین کا پیرو سمجھا جاتا ہے۔

اسلام ایک حقیقت

فرمایا: حقائق سمجھنے سے انسان مسلم بنتا ہے رسوم ادا کرنے سے نہیں بنتا۔ اسی لئے قرآن کریم میں فرمایا گیا کہ **علی بصیرة انا و من اتبعنی و سبحان الله وما انامن المشرکین** یعنی میں اور میرے ماننے والے بصیرت کے اوپر ہیں۔ سوچ سمجھ کر دلائل سے دین قبول کرتے ہیں یہ رسمیات نہیں ہے کہ بے سوچے سمجھے جو کہہ دیا ان کو مان لو ورنہ دین سے خارج ہو جاؤ گے۔

شان صحابہ رضی اللہ عنہم

فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں فرمایا گیا **والذین اذا ذکروا بایٰت ربهم لم یخروعلیها صماً و عمیاناً** جب ان کے سامنے آیت پڑھی جاتی ہے تو وہ اندھوں اور بہروں کی طرح نہیں کرتے بلکہ سوچ سمجھ کر اور بصیرت کے ساتھ گرتے ہیں اور دلائل سے اسے سمجھتے ہیں۔

دین الٰہی اور عقل

فرمایا: قرآن کریم میں جتنے احکام ہیں وہ مدلل ہیں۔ اس میں دلائل اور مسائل

سب جمع کر دیئے گئے ہیں۔ یہ علمی معجزہ ہے دلائل کا سمجھنا یہ عقل کا کام ہے ان کو سمجھ کر عقل دین کے حقائق کو سمجھے گی پھر انہیں حقائق میں سے اجتہاد اور استنباط کر کے مسائل نکالے گی جب اجتہاد چلے گا قیاس چلے گا استنباط چلے گا م تو دین پھیل کر ایک گلدستہ بن جائے گا کہ اصول میں سے فروع نکال لئے اور بہت سے فروع جمع کر کے اصول بنا لئے۔ یہ عقل ہی کا کام ہے کہ اس نے بنے بنائے دین کو جو آسمان سے اترا ہے اس میں کاوش کر کے اس کی تفصیلات کو کھول دیا۔ اس لئے عقل بے کار نہیں بلکہ ضروری ہے اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو بدعقلوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا وہ جب سمجھ میں آئے گا تو عقلمندوں ہی کی سمجھ میں آئے گا اس لئے کہ اس میں دلائل ہیں۔

عقل سے درجات میں تفاوت

فرمایا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ میدان محشر میں دو آدمی آئیں گے اور ان دونوں نے ایک ہی درجہ کا عمل کیا ہوگا دونوں نے اتنی ہی دیر کی ہوگی۔ اور اتنی ہی ہمت اور قوت سے کیا ہوگا۔ لیکن ثمرات میں فرق ہوگا۔ ایک کو اعلیٰ مقام ملے گا اور ایک کو ادنیٰ مقام تو یہ فرق کیوں پیدا ہوا۔ جب دونوں نے ایک ہی عمل کیا تو ثمرات میں فرق کیوں ہوگا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنا عقل ہے ایک وہ ہے کہ جس نے بصیرت کے ساتھ سوچ سمجھ کر عمل کیا اور ایک وہ ہے کہ سنا اور تقلیدی عمل کر لیا۔

عقل سے رفع درجات

فرمایا: ایک بے بصیرت ہے اور ایک بابصیرت ہے تو عقل سے جب سوچ سمجھ کر اور دین کے حقائق کو جان کر اور اسرار پر مطلع ہو کر عمل کرے گا تو ایک شخص کا ایک عمل دوسرے کے ہزاروں اعمال کے برابر ہوگا کیونکہ اس میں بصیرت و معرفت اور اخلاص کامل ہے دوسرے کا وہی عمل اس مقام تک نہیں پہنچا سکے گا۔ اس لئے عقل بے کار نہیں بلکہ کارآمد ہے۔

عقل کے بارہ میں اسلام اور فلاسفہ کے نظریات

فرمایا: اسلام کے اندر عقل مخدوم ہے اور فلاسفہ کے یہاں عقل خدا کا درجہ رکھتی

ہے جو عقل کہہ دے وہ ماننے پر مجبور ہیں۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کوئی چیستان نہیں ہے۔

فرمایا: جتنے فلاسفہ اور بندگان عقل ہیں ان کے یہاں عقل مثل معبود کے ہے لیکن اسلام میں عقل خادم کے درجہ میں ہے معبود حقیقی ذات بابرکات حق تعالیٰ ہے ان کی طرف سے جو پیام پہنچے گا ہم اس پر عمل کریں گے اور عقل سے اس کو سمجھیں گے اور بصیرت پیدا کریں گے اس لئے دین مجموعہ ہے عقل اور نقل دونوں کا مگر نقل اصل ہے عقل خادم ہے اور فلاسفہ کے یہاں عقل اصل ہے اور نقل ہے ہی نہیں۔

صبر وظیفہ قلب

فرمایا: صبر کا تعلق ہاتھ پیر سے نہیں بلکہ قلب سے ہے اور قلب کا وظیفہ یہ ہے کہ صبر کرے اور صبر کے معنی یہ ہیں کہ بندہ رضا کا اظہار کردے کہ جو کچھ من جانب اللہ ہوا وہ ٹھیک ہوا۔ باقی ادھر سے امر ہے کہ جدوجہد بھی کرو اور کوشش بھی کرو۔ ہاتھ پیر سے سعی بھی کرو۔ یہ صبر کے منافی نہیں ہے۔ سعی کا حاصل یہ ہے کہ اس چیز کو پانے کے لئے جدوجہد کرو جو گم ہے لیکن جو کچھ نتیجہ نکلے اس پر راضی رہے اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہنا بھی صبر ہے۔ اس میں چون وچرا بالکل نہ کریں۔

صبر کے متعلق حضرت عمرؓ کی تدبیر

فرمایا: جب کوئی مصیبت آئے تو سب سے پہلے یہ غور کرو کہ یہ مصیبت میرے دین پر آئی ہے یا دنیا پر، اگر دین محفوظ ہے تو خوش ہونے کی بات ہے کہ اصل سرمایہ محفوظ ہے۔ بس اس خیال کے ساتھ صبر آجائے گا۔ باقی دنیا یہ تو خود ہی جانے والی ہے۔ بعض دفعہ زندگی میں یہ چھن جاتی ہے ورنہ موت سے تو چھن جانا ضروری ہے تو جو چیز چھننی تھی وہ چھن گئی وہ جانے ہی والی تھی اور جو چیز رہنے والی تھی وہ الحمدللہ محفوظ ہے اس طرح صبر آجائے گا کہ بڑی چیز قبضے میں ہے اور چھوٹی چیز چلی گئی۔

صبر کیلئے تبدیلی سوچ

فرمایا: دنیا میں کوئی چیز مصیبت نہیں ہے بلکہ ہر چیز نعمت ہے۔ مصیبت بھی ایک نعمت ہے اس لئے کہ اس سے بندہ کو اجر ملتا ہے ترقی مدارج ہوتی ہے آدمی کو چاہئے کہ مصیبت پر نگاہ نہ

کرے۔ بلکہ ترقی مدارج اور کفارۂ سیئات پر نگاہ کرے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مصیبت آتی ہے وہ مصیبت نہیں بلکہ نعمت ہوتی ہے ہم اپنی تنگ دلی سے اس کو مصیبت سمجھ جاتے ہیں۔

نعمتوں کی دو قسمیں

فرمایا: بعضے نعمتوں کی صورت بھی نعمت ہی ہوتی ہے اور حقیقت میں بھی نعمت ہوتی ہے اور بعض نعمتوں کی صورت مصیبت کی ہوتی ہے مگر اس کی حقیقت نعمت ہوتی ہے مگر ہیں دونوں نعمت ہی۔ صرف صورت میں فرق ہے۔

صبر کی ایک صورت

فرمایا: صبر کی ایک صورت یہ ہے کہ اہل مصائب کو سامنے رکھے۔ بالخصوص ان کو جن پر زیادہ مصیبت آئی ہے تو خود بخود وہ شکر کریگا کہ ہم سے زیادہ مصیبت فلاں پر آئی ہے۔

صبر اور قانون فطرت

فرمایا: یہ قانون قدرت ہے کہ مصائب کے بعد عموماً نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ ابتداء میں جو آزمائش ہوتی ہے اس کو آدمی سہہ لے پھر فتوحات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور اگر اسی میں بھاگ نکلا تو پھر مصیبت ہی مصیبت ہے۔ باقی حکم یہی ہے کہ مصیبت مت مانگو۔ عافیت مانگو۔ اور اسی کی دعا کرو لیکن اگر مصیبت آجائے تو صبر کرو۔

حسن و جمال کا معنی

فرمایا: جمال جمال کے معنیٰ خوب صورتی کے نہیں ہیں بلکہ توازن کے ہیں۔ چہرہ ہو تو اس میں توازن ہو بدن ہو تو اس میں توازن ہو جبھی خوبصورتی بھی ہوگی۔ اگر ہاتھ لمبے ہو گئے یا چھوٹے ہو گئے یا کوئی جز بے جوڑ ہو تو خوبصورتی نہیں ہوگی۔ اس لئے خوب صورتی کے لئے توازن ضروری ہے۔ حسن کے معنیٰ شباہت کے ہیں اور جمال کے معنیٰ ہیں توازن کے سارے اعضاء اتنے مکمل ہوں کہ آدمی دیکھ کر حیران رہ جائے کہ ایسا ہی ہونا چاہئے یعنی ہر ہر چیز اپنے محل پر چسپاں ہوں تو صفت جمیل کا تقاضا یہ ہے کہ ہر چیز اپنے اپنے محل پر صفائی اور ستھرائی سے رہے۔

علم کیا ہے؟

23

فرمایا: علم اسے کہتے ہیں کہ مسند اور مسند الیہ کی درمیانی نسبت پر مطلع ہو حاکم اور محکوم کے درمیان جو نسبت ہے اس پر مطلع ہو جائے کہ یہ حکم کہاں سے چلا اور اس کی علت کیا ہے۔ یہ فہم اللہ تعالیٰ نے فقہاء کو عطا فرمایا کہ ہر حکم کی علت معلوم کیا اور علت کا رابطہ معلوم کیا کہ کسی نہ کسی صفت ربانی سے ہے۔ ان سب کے جاننے کے بعد پھر احکام کے اندر جواز و عدم جواز' استحباب و کراہت قائم کیا تو نسبت علمی کے علم کا نام علم ہے۔

فرمایا: ورنہ مطلقاً احکام کا جان لینا وہ حفظ ہے اسے مجازاً تو علم کہہ سکتے ہیں ورنہ وہ حقیقتاً حفظ ہے۔

تواضع کی حقیقت

فرمایا: بلندی کا تعلق پستی سے ہے اس لئے آدمی جتنا ہی بلند ہوگا اتنا ہی اس کے اندر تواضع ہوگی اس لئے جتنا ہی اللہ کے سامنے پست ہوگا اتنا ہی بلند ہوگا۔ **من تواضع لله رفعه الله**

آپ علیہ السلام اور تواضع

فرمایا: تواضع کا خاصہ ہے رفعت اور عظمت' تو جو جتنا رفیع المرتبہ ہوگا اتنی ہی اس کے اندر تواضع ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سید البشر ہیں اور اکمل الخلائق ہیں۔ اس لئے جتنی بھی آپ کی عظمت اور آپ کا احترام ہو وہ کم ہے لیکن تواضع کا غلبہ یہ ہے کہ مجلس میں بیٹھ کر آپ کسی اونچی جگہ کو خود منتخب نہیں کرتے تھے۔ صحابہ ادھر ادھر بیٹھے ہیں بیچ میں آپ بھی بیٹھے ہیں یہ اللہ کی دی ہوئی بزرگی تھی کہ جس مجلس میں آپ ہوتے تھے سب سے بلند آپ ہی نظر آتے تھے۔ آپ چلتے تھے تو یہ نہیں کہ مجمع آپ کے پیچھے پیچھے ہے بلکہ کچھ آگے ہیں کچھ پیچھے کچھ دائیں کچھ بائیں اس طرح چل رہے ہیں۔

فقہاء کا مقام اور کام

فرمایا: فقہاء بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں۔ محض الفاظ پر نہیں چلتے۔ بلکہ الفاظ کے تحت جو

جواہر حکیم الاسلام-23

مقصد شریعت ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہیں لیکن ظاہر پر عمل کر لیا کہیں باطن پر وہ دیکھتے ہیں علت کیا ہے اس علت کو سامنے رکھتے ہیں جب تک اسوہائے اکابر سامنے نہ ہوں اس وقت تک عمل کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔ اکابر اہل اللہ کے اسوہائے عمل اور نمونہ ہائے عمل جب تک سامنے نہ ہوں عمل کرنا مشکل ہے اس سے اوامر شریعت کے حقائق کھلتے ہیں اور عمل کا ڈھنگ بھی پیدا ہوتا ہے۔

اکابر اور اتباع سنت

فرمایا: اکابر اہل اللہ کے عمل کے ڈھنگ الگ ہیں مگر سب میں اخیر میں آ کر یہی اتباع سنت اور اتباع شریعت نکلتی ہے ظاہر میں عمل کے نمونے مختلف ہیں۔ واقعی اندازہ یہ ہوا کہ جب تک اہل اللہ کا طرز عمل سامنے نہ ہو کہ مختلف اوقات میں کیا ڈھنگ اختیار کرتے تھے۔ محض اپنے عقلی گھوڑے دوڑانے اور محض اپنی رائے سے اصل بات کھلتی نہیں نمونہ سامنے آنے سے کھلتی ہے۔

شریعت اور طریقت میں فرق

فرمایا: شریعت اور طریقت میں فرق یہی ہے کہ شریعت نام ہے قانون کلی کا جو ہر شخص کے لئے یکساں پیغام ہے۔ مگر حال صرف صاحب حال ہی کے لئے حجت ہے وہ مستغرق رہے اپنے حال میں لیکن دوسروں کے لئے حجت نہیں ہے اور طریقت نام ہے شخصی احوال کا۔

کتاب وسنت اور اہل اللہ

فرمایا: اہل اللہ کی محبت میں غرق ہو کر کتاب وسنت کو چھوڑ دے ایک یہ کہ کتاب و سنت کا نام لے کر اہل اللہ کی توہین واستخفاف کرے یہ دونوں تباہی کے راستے ہیں۔ حق راستہ یہی ہے کہ قرآن وسنت کا دامن ہاتھ میں رہے۔ اور اہل اللہ کا دامن بھی ہاتھ میں رہے۔

اسی پر یہ واقعہ حضرت حاجی صاحب نے سنایا اور فرمایا کہ وہ بیچ کا راستہ کون سا راستہ ہے وہ یہ ہے کہ شیخ پر ملامت بھی نہ ہو اور کتاب وسنت کا دامن بھی نہ چھوٹے۔

منیب اور مجتبیٰ

فرمایا: صوفیاء کی اصطلاح میں جو لوگ اپنی محنت سے آگے بڑھتے ہیں ان کو مرید کہا

جاتا ہے اور جو پہلے منتخب کر لئے جاتے ہیں ان کا لقب ہے مراد۔ اور قرآن کریم کی یہاں دوسری اصطلاح ہے جو مریدین ہیں یعنی محنت سے پہنچتے ہیں ان کا لقب ہے منیب۔ یعنی انابت الی اللہ کرتے کرتے مقام پر پہنچ گئے اور جو ادھر سے منتخب کر لئے جاتے ہیں ان کا لقب ہے مجتبیٰ جیسے کہ فرمایا گیا ہے **اللہ یجتبی الیہ من یشآء و یھدی الیہ من ینیب** جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے اور جو محنت اور کوشش کرتا ہے اس کو ہدایت دیتا ہے وہ پہنچ جاتا ہے۔

تعلیم اعتدال

فرمایا: مبتدع کہتے ہیں کہ عاشق رسول بن جاؤ اور جو کچھ چاہو کرتے جاؤ یہ بھی تباہی کا راستہ ہے اور ایک خشک قسم کا مولوی ہے وہ سنت پر جما ہوا ہے ذرا سی کوئی چیز خلاف معلوم ہوئی۔ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے ہوگا کوئی بزرگ اپنے گھر کا میرے دل میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔ یہ بھی تباہی کا راستہ ہے تو نہ خشک قسم کا مولوی بنے اور نہ تر قسم کا صوفی بنے کہ بہہ جائے بلکہ اعتدال کا راستہ اختیار کرے۔ وہی ہے امر حق اور وہی ہے ہدایت کا راستہ۔

ایمان کا مطلب

فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی اطلاع پر اعتماد کر کے مانا جائے۔ مثلاً جنت و نار وفرشتوں کا وجود' پل صراط' میزان اور قیامت وغیرہ تو یہ ساری چیزیں نہ عقل سے مدرک ہوتی ہیں نہ محسوسات سے بلکہ انبیاء علیہم السلام کے فرمانے پر اعتماد کر کے ان کو مانا جاتا ہے۔ اور یہ غائب ہیں لیکن جب یہ چیزیں سامنے آ گئیں تو ایمان بالغیب نہ رہا کیونکہ قیامت میں جب کفار جنت و جہنم کو دیکھیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے مگر اس وقت کا ایمان قبول نہیں ہوگا کیونکہ وہ ایمان بالغیب نہیں ہوگا بلکہ ایمان بالمشاہد ہوگا اور وہ غیر مقبول ہے۔

دین اور اس کی حفاظت

فرمایا: دین مجموعہ ہے عقیدہ اور عمل کا جس شخص نے عقیدہ اور عمل اپنے دل میں محفوظ کر لیا تو اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ امر دینی محفوظ ہو گیا یہ دین کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو مجسمہ یا تصویر ہو اس کی حفاظت کرو۔ یہ تو ہر شخص کے اندر ہے جس نے اپنے اندر محفوظ کر لیا وہ محفوظ ہو گیا۔ اب

لوگ اسلام کے تحفظ کی صورتیں تلاش کرتے ہیں اور اسلام کو ایک مجسمہ فرض کر رکھا ہے کہ وہ کھڑا ہے اور الیکشن کے موقعہ پر زیادہ فکر کرتے ہیں کہ یہ کیسے باقی رہے گا اور اس کی تدبیر الگ سے کرتے ہیں کہ اس کی حفاظت کرو حالانکہ وہ اپنے اندر ہے اور وہ عقیدہ اور عمل ہے۔

عورتوں کی آزادی

فرمایا: اب عورتوں کی آزادی ظاہر بات ہے جتنے فیشن چلتے ہیں وہ سب عورتوں ہی سے چلتے ہیں اور جتنی رسمیں چلتی ہیں وہ عورتوں ہی سے چلتی ہیں اور خاوند زن مرید ہوتے ہیں اگر ان سے کہو کہ یہ کام کیوں کر رہے ہو تو کہتے ہیں کہ کیا کروں عورتیں نہیں مانتی ہیں وہ حاکم بنی ہوئی ہیں۔ حالانکہ قرآن میں فرمایا گیا **الرجال قوامون علی النسآء** مرد حاکم بنائے گئے ہیں عورتوں پر۔ مگر اب لوگوں نے انہیں حاکم بنا دیا۔

سینما کا فتنہ

فرمایا: اب شہروں میں عام طور پر مسلم مرد اور عورتیں بھی سینما اور تھیٹر دیکھنے میں مشغول ہیں اور اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ مسلمانوں کا اکثر حصہ اسی کی تبلیغ کر رہا ہے اور روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ بہت بڑا فتنہ ہے جو مسلمانوں کے ایمان بلکہ ان کی جان کے لئے خطرناک ہے آج سینما جیسے منکرات سے روکنا اور معروفات کی تبلیغ کرنا دین کی اہم خدمت ہے۔

تبلیغ میں نیت کیا ہو

فرمایا: تبلیغ کا جذبہ یہ نہ ہو کہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر کے الگ ہو جاؤں گا یہ جہنم میں جائے یا کہیں جائے بلکہ جذبہ یہ ہو کہ اس کو شریعت پر لانا ہے جیسے باپ اولاد کو راہ راست پر لاتا ہے تو کسی وقت گھور دیتا ہے اور کسی وقت لالچ دلاتا ہے کہ بیٹے نماز کو چلو مٹھائی دوں گا تو بچہ راضی ہو جاتا ہے تو فکر یہ ہو کہ اسے جہنم سے بچانا ہے۔ لہذا جیسا موقع ہو اسی طرح سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ ہو اور اسی طریقے سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کارگر بھی ہوگا۔

بیعت کی صورت و حقیقت

فرمایا: ایک تو بیعت کی صورت ہے اور ایک حقیقت ہے صورت تو ضروری نہیں مگر حقیقت

ضروری ہے۔صورت تو یہ ہے کہ کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیدو اور معاہدہ کرلو اور ایک ہے تربیت اور تلقین کرنا یہ حقیقت ہے اور ضروری ہے اس کے بغیر راستہ طے نہیں ہوتا یعنی کسی کو اپنا مرجع بنالے کہ میں آپ کے کہنے کے مطابق عمل کروں گا تاکہ وہ کامیاب ہوجائے تربیت باطن ایک معالجہ ہے۔

علماء کی تین قسمیں

فرمایا: علماء کی تین قسمیں ہیں (۱) عالم باللہ (۲) عالم بامراللہ (۳) عالم باللہ وبامراللہ۔ باللہ یعنی ذات صفات کی معرفت اس کو حاصل ہو۔ رات و دن اس میں مستغرق ہو مگر مسائل وعلم سے زیادہ واقف نہیں اور اصطلاح سے بھی واقف نہیں اور ایک عالم بامراللہ ہے کہ قانون شرعی کا عالم ہے اور محقق بھی ہے مگر معرفت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس راستے کو طے ہی نہیں کیا اور ایک عالم باللہ وبامراللہ ہے وہ ظاہری علوم بھی جانتا ہے اور باطن کے علوم بھی۔ کیونکہ وہ اس راستے پر چلا ہوا ہے۔ ہمارے اکابر مرحومین جامع تھے عالم باللہ بھی تھے اور عالم بامراللہ بھی تھے دن میں درس وتدریس کا کام ہورہا ہے اور رات کو مصلّے پر بیٹھے ہوئے ذکر اور ذات وصفات کے مسائل بیان کررہے ہیں اور معرفت کی باتیں ہورہی ہیں یہ دونوں چیزیں جمع تھیں۔

مبتدی اور منتہی کا فرق

فرمایا: مبتدی کا کام یدور مع الحق ہے یعنی جس طرف حق ہو وہ اسی طرف چلے اور منتہی کا کام یہ ہے کہ جدھر یہ چلے ادھر حق چلے جیسے عمر فاروقؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جدھر عمر چلتے ہیں ادھر کو حق بھی چلتا ہے تو یہ انتہائی مقام ہے کہ سرتاپا حق میں آدمی مستغرق ہو جائے جیسے اقبالؒ نے کہا ہے کہ

کہ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

تبلیغ اور اعتدال

فرمایا: تعلیم وتعلم دعوت الی اللہ کے مقدمات ہیں۔ اصل مقصد دعوت ہی کا کام ہے یہ تعلیم وتعلم بمنزل وضو کے ہے لہذا فراغت کے بعد تبلیغ واشاعت کا کام نہ کرنا ایسا ہی

ہے جیسے وضو کر کے نماز نہ پڑھنا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ان اقوال سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو تبلیغ کے کام میں مشغول ہیں اس میں اعتدال کا راستہ کیا ہے۔

دعوت کا طرز

فرمایا: جیسا آدمی سامنے مخاطب ہوگا ویسا ہی دعوت کے طریقے ہوں گے۔ ایک وہ ہیں جو سادہ لوح ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ و رسول کا نام لیا گیا تو وہ گردن جھکا دیتے ہیں ان کے مطالبات نہیں ہوتے ہیں اور نہ لم کی ضرورت سمجھتے ہیں بس وہ حکم جاننا چاہتے ہیں کہ شریعت کا حکم معلوم ہو جائے تو ان کے لئے موعظت ہے کہ وعظ و نصیحت کر دو ان کے لئے کافی ہو جائے گی۔ اور بعضے حجت پسند ہوتے ہیں یعنی کٹھ حجت کہ جب تک ان کے مسلمات سے ان پر حجت قائم نہ ہو وہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تو ان کے لئے مجادلہ رکھا اور مجادلہ بھی ڈھنگ علمی انداز پر جھگڑ پنا سے نہیں پھر اس کا خیال رہے کہ اس میں سخت کلامی نہ ہو بلکہ معروف طرز پر ہو۔

دعوت کا اصول

فرمایا: فقہاء نے اس کے طریقے متعین کر دیئے کہ اگر آپ کسی کو نصیحت کرنا چاہتے ہیں تو اگر ظن غالب یہ ہے کہ یہ قبول نہیں کرے گا تو واجب ہے کہ سکوت کرو اور اگر ظن غالب ہے کہ قبول کرلے گا تو تبلیغ کرنا واجب ہے اور اگر بین بین ہے تو اختیار ہے کہ اگر موقع ہو تو کر دو ورنہ دوسرے وقت پر رکھو۔

داعی کی دو صفات

فرمایا: کتاب و سنت میں داعی کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں پہلی صفت یہ ہے کہ وہ صابر ہو دوسری صفت یہ ہے کہ اس میں لین یعنی نرمی ہو یہ نہ ہو کہ ذرا ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو جائے اگر آپ سے باہر ہو گیا تو لوگ نصیحت نہیں سنیں گے لہذا اس کو صبر جھیلنا پڑے گا جیسے انبیاء علیہم السلام نے بڑی بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ ان کو گالیاں دی گئیں برے بھلے کہے گئے۔ برے برے الفاظ سے ان کو یاد کیا گیا۔

دعوت کی شرعی حیثیت

فرمایا: بعض چیزیں فرض علی العین ہوتی ہیں اور بعض چیزیں فرض علی الکفایہ ہوتی ہیں۔ تو اوجبات نماز و روزہ فی الذمہ ہیں اور یہ فرائض عینی ہیں سب کو الگ کرنا پڑے گا۔ لیکن دعوت الی اللہ یہ فرض کفایہ ہے اگر چند شخص نے بھی کر لیا تو دوسرے کے سر سے گناہ اٹھ جائے گا اگر کسی نے نہ کیا تو سارے گنہگار ہوں گے۔

تعلیم و تبلیغ کے موضوعات

فرمایا: تعلیم تو کہتے ہیں کتاب وسنت کی مرادات اور مقاصد کو مع دلائل کے سمجھنا یہ تبلیغ کا موضوع نہیں ہے اور تبلیغ کا موضوع نفس دین پہنچانا ہے کہ بھائی دین پر قائم رہو۔ لیکن اس کے دلائل کیا ہیں اس کے وجوہ کیا ہیں اور کتاب وسنت سے یہ دینی باتیں کس طرح نکلتی ہیں یہ موضوع ہے تعلیم کا ہر مسئلے کو سمجھایا جائے عقائد کو بھی اور مسائل کو بھی تو تعلیم کا موضع محدود ہے۔

دعوت اور تعلیم میں تلازم

فرمایا: دعوت الی اللہ کا موضوع ہے کہ دین پر آؤ اور پھر تعلیم پاؤ تو معلوم ہوا کہ ایک دوسرے سے مربوط ہے مگر لوگوں نے ایک دوسرے کے مقابل میں ڈال دیا۔ جو درست نہیں ہے بلکہ تعلیم کے لئے تبلیغ ضروری ہے اور تبلیغ کے لئے تعلیم ضروری ہے اگر کوئی تبلیغ تعلیم سے کٹ جائے تو وہ تبلیغ جہالت ہوگی تبلیغ دین نہ ہوگی تو تعلیم کا تقاضا یہ ہے کہ تبلیغ کی طرف لاؤ اور تبلیغ کا تقاضا یہ ہے کہ تعلیم کی طرف لاؤ یہ ایک دوسرے کے لئے لازم ہے۔

باقی تبلیغ کا مقصد

فرمایا: میرا مقصد اس دعوت و تبلیغ سے یہ ہے کہ لوگ اس کے بعد تعلیم کی ضرورت محسوس کریں تاکہ معلمین کے پاس جا کر وہ علم دین سیکھیں اور مشائخ کے پاس جا کر اپنے اخلاق کی تربیت کرائیں ہم نے تو صرف یہ جذبہ پیدا کر دیا کہ اپنے اخلاق درست کرو مولانا کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تبلیغ مقدمہ ہے تعلیم کا۔

شان تعلیم شان تبلیغ اور شان تمرین

فرمایا: آپ کی ایک شان تعلیم کی ہے کہ آپ معلم ہیں آپ نے فرمایا کہ انما بعثت معلماً میں بھیجا ہی گیا ہوں معلم بنا کر ایک شان آپ کی داعی ہونے کی ہے کہ آپ دعوت دے رہے ہیں اور ایک آپ کی تمرین کی شان ہے کہ ان کو کام پر لگاؤ تو ان میں اگر ٹکراؤ ڈال دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ٹکراؤ ڈالنا ہو گیا ہر شان کا ایک مظہر ہے مبلغین کی جماعت یہ مظہر ہے دعوت کا اور معلمین کی جماعت مظہر ہے شان تعلیم کا اور مشائخ کی جماعت جو لگاتے ہیں کام پر یہ مظہر ہے شان تمرین کا۔ تو ہر جماعت ایک ایک شان کا مظہر ہے تو ان جماعتوں میں ٹکراؤ ڈالنے کا مطلب ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف شان میں تضاد پیدا کرنا اور اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ دین میں تضاد ہے وہ اسے جاہل کہے وہ اسے احمق کہے حالانکہ دونوں دین کا کام کر رہے ہیں اور دین میں تضاد ہے نہیں۔

ہر مسلمان داعی

فرمایا: اسلام نے ہر مسلمان کو داعی بنایا ہے لوگوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ دعوت دینا صرف علماء کا کام ہے ہمارے ذمہ نہیں ہے۔

تعلیم و تبلیغ میں جوڑ

فرمایا: جب تعلیم و تبلیغ کا جوڑ پیدا ہوگا تو اس سے کامیابی ہوگی اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سے تعلیم و تبلیغ دونوں جمع ہو جائیں گے اس کی صورت یہ ہے کہ جہاں جہاں عربی مدارس قائم کریں وہ مرکزی مدارس کو لکھیں کہ اتنا کام ہمارا تھا ہم نے کر دیا اب تم سنبھالو تو علماء تو یہ سمجھیں گے کہ یہ تو ہمارا ہی کام انجام دے رہے ہیں کہ جگہ جگہ مدرسے و مکتب قائم کیے تو اس کا نظم بنے گا اور علماء جہاں بھی ان مدارس میں کام کریں وہاں کے لوگوں میں دعوت کا جذبہ پیدا کریں اور جماعت تبلیغ کو لکھیں کہ ہم نے ان میں جذبہ پیدا کر دیا ہے اب تم آؤ اور ان کو گھروں سے نکالو اور چلاؤ تو اس طرح سے دونوں آپس میں جڑ جائیں گے اس جڑنے میں دونوں کا فائدہ ہے اور ٹوٹنے میں دونوں کا نقصان ہے۔

تعلیم وتبلیغ میں اصلاح کی ضرورت

فرمایا: ہمارے مدارس میں جو طالب نکلتے ہیں ان کا مقصد صرف کتاب ہوتا ہے کہ پڑھ لئے اور جا کر پڑھا دئے لیکن جو دعوت الی اللہ کا جذبہ ہے وہ پیدا نہیں ہوتا حالانکہ وہ اصل ہے وہ جذبہ پیدا ہونا چاہئے جو بھی طریقہ دعوت کا اختیار کریں وہ ہونا چاہئے وعظ وتقریر یہ تربیت نہیں ہے بلکہ یہ تو تذکیر ہے آپ نے کسی بھولے ہوئے مسئلے کو تقریر میں یاد دلا دیا ایک یہ ہے کہ عوام کو دین پر لگانا یہ اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ آپ انہیں سمیٹ کر نہیں لائیں گے محض اسٹیج پر وعظ کہہ دینے سے لوگ نہیں لگیں گے کہیں پڑھنے ہی سے کام بنتا ہے کہ جا کر لوگوں کی تمرین وتربیت کیجئے کامیابی ہوگی علماء میں یہ کمی ہے اور ان میں تعلیم کی کمی ہے تو ان دو کمیوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

تجارت کے ذریعے دعوت اسلام

فرمایا: کہا جاتا ہے کہ چین کے اندر آٹھ حضرات صحابہؓ پہنچے اور تاجر بن کر پہنچے اور تجارت کی لائن سے انہوں نے تبلیغ اسلام کی دیانت اور معاملے کی صفائی اور سچائی پر عمل کر کے انہوں نے دکھلایا اور لوگوں کو آمادہ بھی کیا تو ہزاروں آدمی ان کے ساتھ ہو گئے اور ان چیزوں پر چلنے لگے کہ واقعی یہ دیانت کا راستہ ہے۔

ایک داعی کی محنت کا ثمرہ

فرمایا: مسٹر کارنل یہ علی گڑھ یونیورسٹی کا پروفیسر تھا اور یورپین تھا۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے پریچنگ آف اسلام۔

اس میں اس نے تبلیغ اسلام کے دور اور طرق دکھلایا ہے اور اس میں اس نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت خواجہ اجمیریؒ کے ہاتھ پر ۹۹ لاکھ آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور ان کے خلفاء کے ہاتھ پر جتنے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ہے وہ تعداد میں الگ ہے تو ایک ایک درویش اور صوفی وعارف باللہ نے خطوں کو رنگ دیا۔

صحابہ کی دعوت اور کارنامے

فرمایا: اسلام سے روس و فارس کے اندر جنگ و جدل کا قصہ تھا۔ فارس میں رستم اور بڑے بڑے پہلوان تھے اسی طرح روم کے اندر بڑے بڑے جسیم پہلوان تھے۔ وہاں صحابہ گئے اور جنگیں کر کے ان کا زور توڑ دیا اور لاکھوں انسان دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تو جہاں جہاں یہ حضرات پہنچ گئے وہاں ملک کے ملک کو مسلم بنا دیا۔ آج جو ہم فخر کرتے ہیں کہ ایران مسلم ملک ہے عراق مسلم ملک ہے اور افغانستان مسلم ملک ہے یہ مسلم ملک کیسے بنے آپ کو معلوم ہے ظاہر ہے یہ تو انہیں کے قدموں کی برکت کا نتیجہ ہے آپ نے تھوڑے ہی بنایا ہے فخر تو ہم کرتے ہیں مگر کارنامہ ان کا ہے۔

موضوع کی رعایت

فرمایا: ہر ایک کو اس کے موضوع کے لحاظ سے پرکھنا چاہئے اگر وہ اپنے موضوع میں مکمل ہے تو ٹھیک ہے اسی طرح مدارس ہیں انہیں جانچا جائے گا تعلیم کے معیار سے کہ تعلیم ہو رہی ہے یا نہیں پھر وقت پر ہو رہی ہے نصاب پورا ہوتا ہے کہ نہیں نہ اس معیار سے کہ انہوں نے کتنے گشت کیے کتنے چلے دیئے اور کس کس کے گھر گئے کیونکہ یہ ان کا موضوع نہیں ہے۔

مسجد کی صورت اور حقیقت

فرمایا: ایک تو مسجد کی تعمیر ہے وہ تو مسجد کی صورت ہے اس کو ڈھانا ممنوع ہے ایک مسجد کی حقیقت ہے اور وہ ہے ذکر اللہ۔ لہٰذا مسجد میں بیٹھ کر باتیں کرنا کہ جس سے دوسروں کی نمازوں اور ذکر اللہ میں خلل پڑے یہ مسجد کی حقیقت کو ڈھانا ہوا تو مسجد میں جس غرض کے لئے بنائی تھی اس نے اس سے روک دیا۔ مسجد میں آ کر یا تو ذکر اللہ میں مصروف ہو یا نوافل یا تلاوت میں مشغول ہو اور اگر یہ بھی نہ ہو تو چپ ہو کر بیٹھ جائے کیونکہ نماز کے انتظار میں بیٹھنا بھی نماز ہی کے حکم میں ہے۔ اگر ادب سے ساکت صامت بیٹھ جائے تو وہ نماز ہی میں سمجھا جائے گا۔

احترام مسجد

فرمایا: بعض روایات میں ہے یہ روایت میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ مگر مولانا

مرتضٰی حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا تھا۔ ہمارے دیکھنے میں نہیں آئی وہ جید عالم تھے انہو ں نے کہیں دیکھی ہوگی انہوں نے بیان کیا کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا ایسا ہے جیسا کہ مسجد میں خنزیر ذبح کردیا اور مسجد کو ناپاک اور آلودہ کردیا وہاں نجس العین چیز کو ڈال دیا۔

مدارس و مساجد کا احترام

فرمایا: مدارس کا ادب بھی ضروری ہے اگرچہ یہ مسجد نہیں ہے اور بعض چیزیں جو مسجد میں ممنوع ہیں یہاں پر ممنوع نہیں مگر اس میں بھی اس طرح کی تفریحات و تماشے ٹھٹھے بازی یہ اس کے خلاف ہے اس لئے کہ مساجد جو ہیں وہ بیت اللہ ہیں اور مدارس جو ہیں وہ بیت الرسول ہیں تو بیت الرسول کا ادب بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا بیت اللہ کا ادب ضروری ہے۔ البتہ مسجد میں ضروری باتیں کرنے میں مضائقہ نہیں۔

انقلاب کے اثرات

فرمایا: انقلابی اوقات میں دین کے اندر بھی کچھ نہ کچھ انقلابی جذبات پیدا ہوتے ہیں جیسے آج کل بھی پیدا ہورہے ہیں۔ ہر فرقہ اپنے ذہن کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث سمجھنا چاہتا ہے اور وہ سلف کی مفہومات سے ہٹ جاتا ہے۔ لہذا ضرورت ہوتی ہے کہ علماء اس کی اصلاح کریں۔

دارالعلوم اور تجدید دین

فرمایا: مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خود سنا ہے کہ مجدد کے لئے شخص واحد ہونا ضروری نہیں ہے۔ جماعت بھی مجدد ہوسکتی ہے کہ کوئی اس دائرے کی اصلاح کررہا ہے کوئی اس دائرے کی اصلاح کررہا ہے اور فرمایا کہ اس زمانے کے جتنے اولیاء وقت تھے اور واقعی انہوں نے تجدید کا کام کیا۔ ان سب نسبتوں کا مجموعہ یہ دارالعلوم دیوبند ہے یہ ہے مجدد من حیث الجماعت کہ سو برس سے اس نے یہ کام کیا ہے اور چوکھی لڑائی لڑی ہے۔

کیفیت کے اعتبار سے تکمیل دین

فرمایا: دین کی تکمیل کا کیفیت کے اعتبار سے مطلب یہ ہے کہ ایک ایک شخص دین کا

مجسمہ بن جائے۔ دین کی کیفی تکمیل قرن صحابہ میں ہو چکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام کی ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد ہوگئی تھی اور اتنے ہی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے کوئی نہ کوئی صحابی کسی نہ کسی نبی کی سنت پر ضرور تھے۔ گویا وہ نبی تو نہیں تھے لیکن اخلاق اس نوعیت کے تھے جو انبیاء علیہم السلام کے ہوا کرتے ہیں تو کیفی طور پر دین مکمل ہو گیا۔

کمیت کے اعتبار سے تکمیل دین

فرمایا: مہدی علیہ السلام کا زمانہ وہ زمانہ ہوگا کہ دنیا میں کوئی کافر باقی نہ رہے گا صرف مسلمان ہی مسلمان ہوں گے تو اس وقت دین کی تکمیل کمیت کے اعتبار سے بھی ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

پورا ہو جائے گا۔ اس کے بعد بہت سے انقلابات آتے رہیں گے اور پھر کفر اور شرک کا غلبہ ہونا شروع ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا بھی وقت آئے گا کہ صرف تھوڑے سے مسلمان زمین پر رہ جائیں گے۔ ایک ہوا چلے گی وہ مر جائیں گے اس کے بعد اس زمین پر صرف کافر ہی کافر رہیں گے۔

حج میں فنائیت کی شان

فرمایا: حج تمام تروک کا مجموعہ ہے۔ ترک لباس، ترک زینت ترک لذات وغیرہ اخیر میں یہ ہے کہ منیٰ میں جا کر ہر شخص اپنے نفس کی جانور کی صورت میں قربانی پیش کرتا ہے۔ گویا جان کا فدیہ رکھا گیا ہے۔ نفس کی جگہ پر نفس دو ہم تمہارا ہی نفس سمجھیں گے کہ تم نے اپنے کو راہ خدا میں ذبح کر دیا گو وہ قربانی کا جانور ہوگا۔ **موتوا قبل ان تموتوا** میں ہوائے نفس کو ہی ختم کیا گیا ہے اور یہاں نفس کے بدلے میں جانور ذبح کرایا گیا تو اصل تو جان لینی تھی اس لئے قربانی رکھ دی ایک جگہ تو اپنی جان کو بھی مارنے کا حکم دیا وہ جہاد ہے چنانچہ بہت سے لوگ اسی لئے جاتے تھے کہ ہم جہاد میں قتل ہو جائیں۔

وساوس کا علاج

فرمایا: ہر ذکر اور ہر عبادت شعور اور ارادے سے کرو۔ اب میں الحمد للہ کہہ رہا

ہوں اور اب رب العالمین کہہ رہا ہوں تو سارا خیال قرآن میں لگ جائے گا۔ اس کو ادھر ادھر بھٹکانے کا موقع ہی نہیں ملے گا یہ تو جب ہوتا ہے کہ قرآن تو حفظ پڑھ رہے ہیں مگر خیال دکان اور مکان میں جا رہا ہے لہذا جب ہر لفظ کو شعور سے ادا کرو گے تو خیال کو دوسری طرف جانے کی گنجائش ہی نہیں رہے گی۔

دوسرا علاج

فرمایا: یہ دل میں جماؤ کہ اللہ نے شیطان کو کیسی قدرت دے رکھی ہے ہمارے دل میں گھس کر خیال ڈال رہا ہے تو قدرت خداوندی کی طرف خیال چلا جائے گا شیطان سے ہٹ جائے گا۔

سوال حسب حال

فرمایا: آدمی کو اتنی ہی تمنا کرنا چاہئے جتنا اس کا ظرف ہو۔ طاقت سے زیادہ مانگنا یہ تو فنا کا مانگنا ہے کہ میں باقی ہی نہ رہوں گا لہذا گھاس صرف یہ تمنا کرے کہ میرے اندر پھول آ جائیں یہ اس کے مناسب ہے پہاڑ کے اٹھانے کی تمنا بے کار ہے۔

تفسیر بیان القرآن

فرمایا: حضرت الاستاذ مولانا انور شاہ کشمیریؒ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ اردو کتابیں نہیں پڑھتے تھے زیادہ تر عربی کتابیں دیکھتے تھے اردو تفسیر وغیرہ کے خلاف تھے لیکن جب ''تفسیر بیان القرآن'' آپ کے سامنے آئی تو فرمایا کہ یہ بڑی حیثیت کی تفسیر ہے۔ یہی ان کا جملہ ہے بڑی بڑی تفاسیر سے اس تفسیر نے بے نیاز کر دیا ہے یہ۔ بہت جامع تفسیر ہے۔

صحبت اہل اللہ کا کرشمہ

فرمایا: جس وقت یہ تفسیر چھپی اس وقت مولانا سید سلیمان صاحب ندویؒ حضرت تھانویؒ سے بیعت نہیں ہوئے تھے ان کو ایک بعد سا تھا انہوں نے کہا کہ کیا جاہلانہ تفسیر ہے یہ تفسیر کہلانے کے قابل نہیں اس کے متعلق اور بہت سے عیوب بیان کئے گویا یہ

ابتدائے زمانہ کی بات تھی اور جب بیعت ہو گئے اس کے بعد کا جملہ یہ تھا کہ اس تفسیر کو دیکھ کر مجھ پر اپنی جہالت واضح ہوگئی کہ ہم کس جہل میں پڑے تھے مگر اس تفسیر نے ہم کو جہالت سے نکالا۔ اس تفسیر کو دیکھ کر ہمیں اپنی جہل کا علم ہو گیا پھر حضرت تھانویؒ کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے کہ ان میں فنا ہو گئے۔

نماز اور اس کے توابع

فرمایا: نماز میں جو چیز حارج تھی وہ دولت تھی تو اس کو کھونے کے لئے زکوٰۃ رکھی گئی اس طرح زکوٰۃ گویا توابع صلوٰۃ میں سے ہے تو زکوٰۃ کے بغیر نماز کا فریضہ مضبوط طریقے سے ادا نہیں ہو سکتا جب تک کہ دولت کو آدمی اپنے سے کھونے کی فکر نہ کرے اور جتنے صدقات ہیں وہ تابع ہیں زکوٰۃ کے خواہ صدقہ فرض ہو یا واجب ہو یا مستحب۔ یہ سب زکوٰۃ کے فرد ہیں۔

عبادات کی ترتیب

فرمایا: حقیقت رمضان حج کے مقدمات میں سے ہے کہ ایک ماہ پہلے عادت ڈالی' جفاکشی کی اور مرغوبات کو چھوڑنے کی تو گویا ترک طعام رمضان میں ہو گیا اب اس کے بعد دوسرا درجہ گھر کا ہے کہ یہ بھی آدمی کے لئے عیش کا سامان ہے گھر میں رہتا ہے تو فکر نہیں رہتی۔ اس لئے رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف رکھ دیا گیا کہ اب تک کھانا اور بیوی کو ترک کیا تھا۔ اب گھر کو بھی چھوڑ و تو یہ اخیر عشرہ میں دوسرا ترک ہوا اور اس میں پہلے سے زیادہ الگ تھلگ رہنے اور ذکر و فکر کی پابندی ہے۔

فرمایا: جب عشرۂ رمضان پورا ہو گیا اور اعتکاف مکمل ہو گیا تو یکم شوال سے عاشورۂ حج شروع ہو گیا مطلب یہ ہے کہ اب اپنا وطن بھی ترک کرو۔ اس لئے کہ اپنے وطن میں رہ کر آدمی کو غرور اور گھمنڈ ہوتا ہے کہ یہ میرا وطن ہے میرا شہر ہے میرا گھر ہے تو اب گھر گیا بلکہ وطن بھی ترک کرا دیا۔

عقلی اور عشقی عبادات

فرمایا: ایک عقلی عبادت ہے اور ایک عشقی عبادت ہے نماز تو اس لئے ہے کہ حق تعالیٰ کے دربار میں ادب کے ساتھ جاؤ معرفت و شعور کے ساتھ بے ادبی نہ ہو۔ گستاخی نہ ہو

غافل نہ ہو ہاتھ بھی ادھر سے ادھر باندھو نگاہ ادھر ادھر نہ ہو عقل متحضر رہے اور جہ عشقی عبادت ہے وہاں عقل کا کام نہیں وہاں تو جذبات ہیں۔ چنانچہ گھوم رہے ہیں ادھر ادھر پھر رہے ہیں محبوب کے گھر کے ارد گرد چکر لگا رہے ہیں اور در و دیوار کو چوم رہے ہیں جو عاشقوں کا کام ہے۔

تکمیل انسانیت

فرمایا: عقل و معرفت عشق و محبت اگر کسی میں کورا عشق ہی عشق ہو عقل و معرفت نہ ہو تو وہ جاہلانہ عشق ہوگا اگر صرف عقل ہی عقل ہو اور عشق و محبت کا نام نہ ہو تو یہ فلسفہ ہوگا تو دونوں چیزیں جمع ہونی چاہئیں تبھی جا کر انسانیت مکمل ہوگی۔

حقیقی عبادت نماز

فرمایا: حقیقی معنیٰ میں عبادت نماز ہے۔ اس لئے کہ عبادت کی حقیقت غایت تذلل ہے یعنی انتہائی ذلت اختیار کرنا یہ صرف نماز میں پائی جاتی ہے۔ زکوٰۃ حقیقی معنیٰ میں عبادت نہیں ہے۔ بلکہ تعمیل حکم کی وجہ سے عبادت بن گئی ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ میں عطا ہے یعنی فقراء مساکین کو خیرات دینا تو عطا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس میں ذلت نہیں ہے اس میں تشبہ بالخالق ہے اور روزے کے اندر استغنیٰ ہے کھانے پینے سے اور بیوی سے اور یہ شان ہے اللہ تعالیٰ کی کہ وہ بیوی سے بری اور پاک کھانے پینے سے بری اور پاک ہے تو یہ تشبہ بالخالق ہوگیا اس میں ذلت کی کیا بات ہے یہ تو عین عزت ہے تو حقیقی عبادت تو نماز ہے مگر دوسری چیزیں تعمیل حکم کی وجہ سے اور نیت سے عبادت بنتی ہے۔

نماز کا ثمرہ

فرمایا: نماز چونکہ حقیقی عبادت ہے اس پر ثمرہ کیا مرتب ہوتا ہے تو حقیقی معنیٰ میں جو ثمرہ ہے وہ یہ ہے کہ نماز استعداد پیدا کرتی ہے دیدار خداوندی کی۔ قیامت میں جو دیدار ہوگا۔ اس کی مشق یہاں سے ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب آدمی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے تو ظاہر میں اس کی نگاہ چٹائی پر ہے لیکن حقیقت میں وجہ اللہ پر ہے۔

دیدار خداوندی کی دولت

فرمایا: نماز سے صرف حور و قصور ہی نہیں ملیں گے بلکہ دیدار خداوندی میسر

آئے گی اور سب سے بڑی دولت یہی ہے۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ دیدار خداوندی جب ہوگا تو اس قدر انوار و برکات ہوں گے کہ چہرے روشن تر ہو جائیں گے یوں معلوم ہوگا کہ جنت کی ساری نعمتیں ہیچ نظر آئیں گی تو نماز سے اللہ تعالیٰ ایسے ملیں گے کہ ان کا دیدار بھی ہو جائے گا۔

شیطانی حملہ کے دو راستے

فرمایا: سب سے بڑا حملہ شیطان کی طرف سے دو راستوں ہوتا ہے ایک شہوت بطن اور ایک شہوت فرج (شرمگاہ) شہوت بطن سے تو آدمی مرغوبات نفس کو بٹورتا ہے جیسے کھانا پینا' اور شہوت فرج جیسے التذاذ بالنساء یعنی عورتوں سے لذت حاصل کرنا اور اس میں تعدی اور زیادتی بھی ہوتی ہے مثلاً کھانے پینے کی چیزوں میں اسراف کرنا حلال اور حرام کا فرق نہیں کرتا تو یہاں شیطان کا دخل ہوتا ہے وہ اچھی چیز کو برا بنا دیتا ہے اور بری کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے خطرات نفس اور وساوس میں مبتلا رکھتا ہے وہ ان شہوات کو ایسا مزین بنا کر پیش کرتا ہے کہ آدمی آسانی سے اس میں مبتلا ہو جاتا ہے خواہ شہوت بطن ہو یا شہوت فرج۔ اس میں اس کے طریقے مختلف ہیں۔

شیطانی راستے

فرمایا: شیطان کے راستے مختلف ہیں کبھی وہ شہوت بطن کے ذریعہ سے آتا ہے تاکہ کھانے پینے میں حرام و حلال کا امتیاز نہ رہے اور حرص بڑھ جائے اور جب حرص بڑھ جاتا ہے تو آدمی جائز اور ناجائز کی پرواہ نہیں کرتا اور یا پھر شہوت فرج کے ذریعہ آتا ہے کیونکہ آدمی اس میں مغلوب ہو جاتا ہے اور ایسا طریقہ ڈالتا ہے کہ وہ اس پر مجبور ہوتا ہے دفعتاً یوں نہیں کہے گا کہ تو فلاں سے بدکاری کر' بلکہ دینی پیرایہ میں ایسے اسباب پیدا کرے گا کہ آدمی اس نتیجے پر خود بخود پہنچ جائے تو یہ دو چیزیں شہوت بطن اور شہوت فرج تباہ کن ہیں۔

چار انسان دشمن اور ان کے آلہ کار

فرمایا: انسان کے چار دشمن ہیں اور ہر دشمن کے آلہ کار بھی ہیں۔ ایک دشمن نفس ہے اس کا آلہ کار ہوائے نفس ہے۔

اور دوسرا دشمن شیطان ہے اس کا آلہ کار تصویر اور تزئین ہے۔
اور کفار کا آلہ کار ہے تشکیک یعنی دلوں کے اندر شکوک وشبہات پیدا کر دینا اور اصل دین سے بدظن بنا دینا اور ایسی چیزیں لا کر پیش کرنا کہ جو عوام کے سمجھنے کی نہیں ہیں تو ان توہمات میں مبتلا کر دینا معاذ اللہ دین میں خرابی ہے اور منافقین جو اسلام کا نام لے کر تحریف کرتے ہیں ان کا آلہ کار ہے۔ تلبیس ایسی لطیف اور جاہلانہ تاویلات کہ جس سے جاہل بدعقیدگی میں مبتلا ہو جائے۔

نفس و روح

فرمایا: نفس جتنا کمزور ہوگا روح میں اتنی ہی قوت پیدا ہوگی۔ جب نفس کی خواہشات میں کمزوری آتی ہے تو آدمی روحانیت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور عبادت اور طاعت کرتا ہے۔

تجدید صیام

فرمایا: شریعت نے جہاں ایک مہینے کا روزہ فرض کیا وہاں کچھ نفلی اور مستحبات روزے بھی رکھے ہیں کہ ہر مہینے میں کم سے کم تین روزے تیرہویں اور چودھویں اور پندرھویں کو رکھے اور شریعت کا وعدہ ہے کہ الحسنة بعشر امثالها یعنی ایک نیکی دس نیکی کے برابر ہوگی۔ مطلب یہ ہوا کہ تین دن کے روزے کا ثواب ایک مہینہ کا مل گیا۔ تو تین ہی دن روزہ رکھنے سے پورے مہینے کے روزہ کا ثواب مل گیا۔ اس سے رمضان کے اثرات کی تجدید ہوتی رہے گی۔

رمضان سے رمضان تک کفارہ کی شرط

فرمایا: شرط ہے وہ یہ کہ دل میں رمضان کی لگن رہے جب رمضان گزر جائے تو آدمی یہی سوچتا رہے کہ بڑا برکت کا مہینہ ہاتھ سے چلا گیا خدا کرے کہ پھر آ جائے اور کسی طرح سے گیارہ مہینے پورے ہوں اور پھر رمضان شریف آ جائے جب یہ نیت اور لگن ہوگی تو اس کے اثرات باقی رہیں گے اور اگلے اثرات اس کے لئے مبادی اور مقدمات بن جائیں گے اور یہ دونوں چیزیں مل کر بیچ کے گناہ کو مٹا دیں گی۔

معلوم ہوا کہ رمضان کی برکات سے بدیاں مٹتی ہیں تو ایک برکت تو یہ ہوئی کہ آدمی صالح بن گیا اور دوسری برکت یہ ہوئی کہ درمیان کے گناہ اگلے سال کے رمضان کے آنے تک مٹ جائیں گے مگر ان برکات کو قائم رکھنا یہ آدمی کی توجہ پر موقوف ہے ایسا ہرگز نہیں ہو

گا کہ وہ برکتیں اترتی رہیں اور ہم دھکیلتے رہیں اور پھر وہ آ جائیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کیا ہم اپنی رحمت تمہاری کمر سے چپکا دیں گے اور تم بھاگے چلے جا رہے ہو گے بلکہ تم محتاج ہو کہ تم کو ہزار دفعہ ضرورت ہو تو توجہ کر دینے کے لئے ہم تیار ہیں مگر توجہ کرنا تمہارے لئے شرط ہے انسان کی ہر قوت میں یہی ہے آنکھ کے اندر دیکھنے کی طاقت ہے لیکن خود بخود نہیں دیکھے گی بلکہ جب آدمی کسی چیز کے دیکھنے کی کوشش کرے گا جبھی وہ چیز آنکھ کے سامنے آئے گی اگر آنکھ بند کئے ہوئے بیٹھا ہو تو آنکھ کے اندر لاکھ قوت ہو آنکھ کے اندر کچھ بھی نظر نہیں آئے گا کانوں میں سننے کی طاقت ہے مگر کان لگانا شرط ہے کان لگاؤ جبھی تو بات سننے میں آئے گی اگر کان ہی نہ لگاؤ تو کوئی بات سننے میں نہیں آئے گی بدن کے اندر قوت لامسہ ہے چیزوں کی نرمی گرمی اور سختی سب محسوس کرتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ہاتھ لگاؤ لیکن اگر ہاتھ ہی نہ لگاؤ تو وہ قوت اپنے اندر رکھتی رہے گی ہر قوت کا خاصہ یہی ہے کہ اس کے استعمال کی طرف توجہ ہو۔

تخلیق اور انتخاب

فرمایا: قرآن کریم میں کہ وربک یخلق مایشآء و یختار یعنی اللہ تعالیٰ چیزوں کو پیدا کرتا ہے اور ان میں سے کسی چیز کو چھانٹ لیتا ہے تو راتیں بنائی ان میں سے لیلۃ القدر کا انتخاب کر لیا وہ اپنی رات بنا لی اور دن بنائے ان میں سے جمعہ کا انتخاب کر لیا مہینے پیدا کئے ان میں سے رمضان کو چھانٹ لیا آسمان کو پیدا کیا ان میں سے ساتویں آسمان کو چھانٹ لیا کہ وہ بنیاد ہے جنت کی اور زمین پیدا کی ان میں سے خانہ کعبہ کو اپنے لئے انتخاب کر لیا وہ تجلی گاہ ربانی ہے۔

رمضان قرآن کی سالگرہ

فرمایا: رمضان شریف درحقیقت قرآن مجید کا سالگرہ کا دن ہے قرآن رمضان المبارک میں اترا ہے تو ہر رمضان میں سالگرہ ہوتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام پورے شان و شوکت سے اترتے ہیں اور ملائکہ کو لے کر دنیا میں آتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے و للہ عتقاء من النار ہزاروں آدمی جہنم سے بری کئے جاتے ہیں جن جن قلوب میں صلاحیت ہے اللہ ان صلاحیتوں کو دیکھتے ہیں اور ہزاروں کو جہنم کے عذاب سے بری کر دیتے ہیں۔

رمضان کے معمولات اور قدر

فرمایا: رمضان شریف کے مہینے میں جس قدر ممکن ہو تلاوت کی جائے اور اہل اللہ کے حالات کا مطالعہ کیا جائے اور نوافل کی کثرت اور توجہ الی اللہ یہی رمضان کے مشاغل ہیں اگر ایسا کیا جائے تو رمضان کی برکات حاصل ہوں گی اور اگر نہ کیا تو رمضان آیا اور چلا گیا آدمی جیسا تھا ویسا ہی رہا کیونکہ اس نے رمضان کی قدر نہ کی تو یہ سب موقوف ہے انسان کی خود اپنی توجہ پر مگر کلی حکم نہیں لگانا چاہئے کیونکہ عوام میں ہزاروں ایسے ہیں کہ ان کے قلوب صالح ہوتے ہیں یہ صحیح ہے کہ اکثریت ایسی ہی ہوتی ہے کہ ان پر رمضان بار ہوتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح سے ماہ رمضان ٹلے۔

اقبال اور موجودہ جمہوریت

فرمایا: اقبال نے ایک موقع پر کہا ہے کہ آج کل کی جمہوریت منبٰع ہے سارے فسادات کا۔ اور اسے لوگ اسلام کے نام سے پیش کرتے ہیں اسلام کی جمہوریت کہاں اور عوام کی بھیڑ کہاں دونوں میں کوئی مناسبت ہی نہیں۔ اقبالؒ کہتا ہے۔

بترس از طرز جمہوری اسیر پیر دانا شو　　　که از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

یعنی اصطلاحی جمہوریت سے ڈرو اور بچتے رہو اور کسی پیر دانا کا دامن پکڑ لو جو تم کو خیر کے راستے پر چلائے۔

یہ عوام کی بھیڑ خیر کے راستے پر نہیں چلائے گی دو سو گدھے اگر جمع ہو جائیں تو ان سے فکر انسانی حاصل نہیں ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کہیں دو سو گدھے جمع ہوں ان کی طرف مت دیکھو اور اگر اس کے مقابلہ میں ایک انسان ہو تو اس کی طرف دیکھو۔

موت میں عدم تعیین کی حکمت

فرمایا: موت کا وقت کسی کو نہیں بتایا گیا تا کہ پوری زندگی میں موت کی استعداد پیدا کرتا رہے اور آخرت کے لئے سامان کرتا رہے اگر یہ بتلا دیتے کہ ساٹھ برس کے بعد اتنے بج کر اتنے منٹ پر موت آئے گی تو اس میں دو خرابیاں تھیں اول تو یہ کہ آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی اب وہ گن رہا ہے کہ اب موت کے اتنے دن رہ گئے ہیں کھانا پینا سب بے مزہ ہو جاتا اور نظام

عالم برباد ہو جاتا اس لئے موت کا وقت نہیں بتلایا دوسرے اس لئے موت کا وقت نہیں بتلایا تا کہ عمر کو عبادت میں استعمال کرو ممکن ہے اس وقت موت آ جائے اور ممکن ہے دس گھنٹے کے بعد آئے ایسا نہ ہو کہ میں اس وقت غافل ہوں اور موت آ جائے تو غفلت باقی نہیں رہے گی۔

صحابہؓ کی ترقی کی وجوہات

فرمایا: حضرات صحابہ کی جو ترقی ہوئی ہے وہ دو چیزوں سے ہوئی ہے ایک کثرت صلوٰۃ اور ایک کثرت جہاد۔ جہاد میں تو انہوں نے نفس کو مار ڈالا اور کچل ڈالا اور نماز میں توجہ الی اللہ اور تعلق مع اللہ پیدا کیا تو صحابہ کی جو سب سے بڑی عبادت تھی وہ یا تو جہاد یا کثرت صلوٰۃ اسی سے ان کی ترقی ہوئی اور اسی میں وہ کامیاب ہوئے اور ان سب سے بڑھ کر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کی مجلس میں حاضری یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مخصوص دولت تھی۔

کلمہ اور عمل

فرمایا: بلاشبہ لا الٰہ مفتاح ہے جنت کی لیکن لیس المفتاح الا و لہ الاسنان کوئی کنجی ایسی نہیں کہ جس کے دندانے نہ ہوں۔ دندانے ہی تو تالے کو کھولتے ہیں اگر کنجی صاف ہے تو تالا نہیں کھلے گا تو وہ دندانے اعمال ہیں تو من قال لا الٰہ الا اللہ یہ عمل کے لغو کرنے کے لئے نہیں فرمایا گیا بلکہ یہ ظاہر کرنے کے لئے فرمایا گیا کہ مدار نجات لا الٰہ الا اللہ ہے وہ آج ہو جائے یا ہزار برس کے بعد ہو مگر انجام کار نجات ضرور ہوگی عمل لغو نہیں ہے۔

عمل دلیل فضل

فرمایا: عمل کرنا خود فضل کی دلیل ہے عمل نہ کرنا یہ دلیل ہے کہ فضل خداوندی اس کے اوپر نہیں ہے تو دنیا ہی سے فضل شروع ہو جاتا ہے فقط آخرت میں فضل نہیں ہوگا جس کو عمل کی توفیق دے دی گئی وہ فضل کے تحت آ گیا۔

مسلم و کافر

فرمایا: ایک کافر سینکڑوں نیک کام کرتا ہے تو کہا جائے گا کہ اسلام کا کام انجام دے رہا

ہے مگر لفظ مسلم اس کے لئے نہیں بولیں گے مسلم اس وقت کہیں گے جب اس کے عقائد اور فکر سب اسلام کے تابع ہو جائیں اور جب تک عقیدہ اور فکر میں تبدیلی نہیں آتی ہے کہیں گے کہ اسلامی بات کی اسی طرح مسلم اگر بد عملی کرتا ہے تو کہیں گے کہ کافرانہ حرکت کر رہا ہے مگر کافر نہیں کہیں گے۔

ایمان کے لئے خوف اور امید

فرمایا: ایمان اس خوف و امید کے درمیان کا نام ہے نہ محض امیدیں باندھنے کا نام ایمان ہے اور نہ مایوس ہو جانے کا نام ایمان ہے خوف بھی ہو اور امید بھی ہو دونوں چیزیں لگی ہوئی ہوں تب ایمان بنتا ہے۔

شریعت اور پل صراط

فرمایا: شریعت کو صورت مثالی پل صراط کی دی گئی ہے اور اس کی شان بیان کی گئی ہے کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز۔ یہ علامت ہے استقامت کی۔ اتنا سیدھا راستہ ہے کہ اس کے عرض میں ٹیڑھا پن ہے ہی نہیں بالکل سیدھا راستہ ہے اس کو استقامت سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ نازک مرحلہ ہے ذرا سی غلطی ہوئی نیچے گرا اس کو کہا تلوار سے زیادہ تیز۔ تو دنیا میں جو لوگ صراط مستقیم پر چل رہے ہیں وہ گویا پل صراط کو طے کر رہے ہیں۔

نجات بفضل خداوندی

فرمایا: آدمی کتنا ہی عمل کرے مگر نجات فضل ہی سے ہوگی کیونکہ عمل سے حق کی ادائیگی نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ کے حقوق لامحدود ہیں اور ہمارے اعمال محدود ہیں اگر آدمی کتنی بڑی زندگی پائے اور عمل کرتا رہے تو پھر بھی حق نہیں ادا کر سکتا۔

تین طبقات اور ان کی توبہ

فرمایا: توبہ صرف معصیت ہی پر نہیں کی جاتی بلکہ ہر ایک کی توبہ الگ الگ ہے عوام کی توبہ تو یہ ہے کہ کوئی کبیرہ گناہ کر لیا تو آئندہ اس کو کرنے سے توبہ کر لیا اور خواص کی توبہ یہ ہے کہ اگر وہ گناہ صغیرہ بھی کرتے ہیں تو پھر بھی توبہ کرتے ہیں اور اخص الخواص کی توبہ یہ ہے کہ اگر وہ خلاف اولیٰ بھی کرتے ہیں تو اس کو گناہ سمجھتے ہیں اور اس پر توبہ کرتے ہیں یہ ہر ایک کے مقام کی بات ہے۔

فضیلت جمعہ

فرمایا: آدم علیہ السلام کی پیدائش اسی دن میں ہوئی اور آدم علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول ہوئی اور قیامت بھی اسی دن آنے گی ان کے علاوہ بہت سے اہم امور جمعہ ہی کے دن ہوئے ہیں چونکہ جمعہ ظرف ہے اہم امور کا اس لئے اس کو فضیلت حاصل ہوئی۔

عصمت انبیاء علیہم السلام

فرمایا: حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ ہر قلب کے دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے اور بائیں جانب شیطان ہوتا ہے فرشتہ خیر کی طرف لاتا ہے اور شیطان شر کی طرف اس پر حضرت عائشہؓ صدیقہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی بھی بائیں جانب شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہے **ولکنہ اسلم یا ولکنی اسلم** لیکن میں اس کے شر سے بچالیا گیا ہوں۔ یا وہ میری خیر سے مغلوب ہو کر خود اسلام لے آیا تو ایک ہے مواد کا ہونا یہ تخلیق کا کمال ہے اگر مادہ بالکل نہ ہو تو خلقت کامل نہ ہوگی اور خلقت نہ ہو تو مادہ کامل نہیں ہو سکتا لیکن انبیاء میں مقاومت اور مخالفت نفس کی اتنی طاقت ہوتی ہے کہ سارے عالم کی مخالفت نفس اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تو کچھ انبیاء علیہم السلام کا عزم مضبوط ہوتا ہے اور ادھر حفاظت خداوندی شامل حال ہوتی ہے کہ شر کو پاس نہیں آنے دیتی۔ اسی لئے وہ ان کے حق میں کمال بنا۔

انبیاء کا عزم اور مجاہدہ اتنا قوی اتنا ہے کہ ان پر شر کا اثر نہیں ہوتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مادے میں خود ہی اعتدال رکھا گیا ہو اور ان کے اندر ہر قسم کا اعتدال ہی اعتدال ہو۔

نفس اور روح

فرمایا: انسان کے اندر دونوں چیزیں ہیں۔ ایک روح اور ایک نفس اس کے نیچے بدن ہے جو شر محض ہے اور اس کے اوپر روح ہے جو خیر محض ہے تو نفس کے اندر دونوں قسم کی استعداد موجود ہیں اگر وہ روح کی طرف جھک گیا تو متقی بن گیا اور اگر بدن کی طرف جھک گیا تو فاجر اور فاسق بن گیا۔

امتیاز انبیاء علیہم السلام

فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی خلقت اور ان کے اعضاء ہر اعتبار سے دیگر بنی آدم

کی خلقت اور اعضاء سے ممتاز ہوتے ہیں ان کے اعضاء اور قویٰ کا کمال اتنا ہوتا ہے کہ امت کے قویٰ واعضاء ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے مثلاً ہماری اور آپ کی زبان کھٹا و میٹھا چکھ لیتی ہے مگر حرام وحلال کو نہیں جان سکتی وہ تو صرف قلب سمجھ سکتا ہے۔

لیکن انبیاء علیہم السلام کی زبان میں اتنی طاقت رکھی گئی ہے کہ زبان پر رکھتے ہی وہ حرام حلال کا پتہ لگا لیتے ہیں جیسے کہ حدیث شریف میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور غصب کی ہوئی بکری ذبح کر کے اس کا گوشت آپ کے سامنے رکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غصب کا مال معلوم ہوتا ہے ہم اس کو نہیں کھائیں گے اسی طرح سے ہماری اور آپ کی آنکھ سامنے کی چیز کو دیکھ سکتی ہے۔

دائیں بائیں اور پیچھے نہیں دیکھ سکتی لیکن انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں پیچھے کی طرف سے بھی دیکھتی ہیں جیسے کہ حدیث شریف میں ہے کہ بعض صحابہؓ سے نماز کے اندر کچھ غلطی سرزد ہوئی آپ نے فوراً اس پر تنبیہ کیا اور فرمایا۔

انی لاراہ من خلفی کما اریٰ من بین یدی

یعنی میں پیچھے کی طرف اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے دیکھتا ہوں تو انبیاء علیہم السلام میں ایک خاص امتیاز ہوتا ہے جو غیر نبی میں نہیں ہوتا۔

انبیاء کی کمال روحانیت

فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی روحانیت کامل اور اکمل تر اور غالب تر ہوتی ہے انکو بھی بھوک لگتی ہے لیکن فاقہ کی اتنی بڑی طاقت ہوتی ہے کہ غیر انبیاء اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔

تو بھوک لگنا لوازم بشریت میں داخل ہے لیکن اس کا مقابلہ کر کے سترہ وقت تک فاقہ کرنا روزہ رکھنا یہ روحانیت کی طاقت ہے تو روحانیت کا کمال ہو نہیں سکتا۔ جب تک کہ مقابلہ قوی نہ ہو اور مقابلہ قوی جب ہی ہو سکتا ہے کہ نفس کے اندر مادے موجود ہوں اور یہی وجہ ہے کہ شق صدر چار مرتبہ کیا گیا ایک بچپن میں ایک جوانی میں ایک شب معراج کے وقت اور ایک نبوت ملنے کے وقت۔

فتوحات صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقصد

فرمایا: صحابہؓ نے جنگیں کیں ان کا مقصد اگر ملک گیری ہوتا تو یہ معاہدہ نہ کرتے کہ

تم اپنے ملک پر بدستور قابض رہو۔ صرف ہم کو اتنی اجازت دیدو کہ ہم آزادی سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں ہم لوگوں کو منوانے پر مجبور نہیں کریں گے ان کا جی چاہے مانیں یا نہ مانیں جن لوگوں نے اس معاہدے کو تسلیم کرلیا ان سے کوئی تعارض نہیں کیا گیا اگر ملک گیری مقصود ہوتا تو ان کے ملک پر قبضہ کرلیتے اس قسم کے معاہدے کی ضرورت نہ ہوتی اسی طرح اگر جنگ وجدال مقصود ہوتا تو اسلام میں ذمیت کا مسئلہ نہ ہوتا کہ ذمی بنا کر ان کو چھوڑ دو اسی طرح زبردستی اسلام منوانا ہوتا تو غلبہ پانے کے بعد یہ حکم کرتے کہ تم لوگ اگر کلمہ نہ پڑھوگے تو ہم قتل کردیں گے۔

بہرحال غیر اقوام جب معاہد یا ذمی بن گئیں تو ان کو چھوڑ دیا گیا اس لئے کہ اصل مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے وہ بھی تبلیغ کی حد تک اسلام نے اکراہ اور اجبار کو جائز نہیں رکھا۔

بدعات کا خلاصہ

فرمایا: ہم نے ساری بدعتوں کا خلاصہ نکالا ہے کہ اگر ساری بدعات کو مذہب کی صورت میں ایک کتاب کے اندر جمع کیا جائے تو پورے مذہب کا خلاصہ دو چیزیں نکلیں گی یعنی کھانا پینا اور گانا بجانا تیجے کا پلاؤ عرسوں کے الائچی دانے شب برات کا حلوہ برسی کا زردہ محرم کے کھچڑے وغیرہ ان کو خوب کھانا اور کھا کر گانا بجانا۔

مطالعہ کتب کا اصول

فرمایا: اہل اللہ کی کتابوں میں ان نقوش کے ذریعہ فیضان پہنچتا ہے ہر کتاب میں مصنف کے الفاظ میں اس کے جذبات اور ملکات سموئے ہوئے ہوتے ہیں جس قسم کا مصنف کا جذبہ ہوگا اسی قسم کے کلمات نہیں نکلیں گے اور دیکھنے والوں پر اسی قسم کے اثرات بھی پڑیں گے اسی لئے کوشش یہی کی جاتی ہے کہ ایسے مصنفین کی کتابیں دیکھی جائیں کہ جن پر تقویٰ وطہارت اور زہد کا غلبہ ہو کیونکہ ان کے کلمات میں نورانیت اور برکت ہوتی ہے اور جن مصنفین کے قلوب ان صفات سے خالی ہوتے ہیں ان کے کلمات میں تاثیر بھی نہیں ہوتی۔

بحمد اللہ تعالیٰ